شاہنامہ اسلام

(مکمل)

ابوالاثر حفیظ جالندھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

(مکمل)

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف بہ

شاہنامۂ اِسلام

شاہنامۂ اسلام

(مکمل)

(جلد اوّل)

اُردو نظم میں تاریخِ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات

اثرِ خامہ

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور
☎ 7310944-7231490

ھماری کتابیں ۔۔۔۔۔
خُوبصورت، معیاری اور
کم قیمت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت
صفدر حسین

باقاعدہ قانونی معاہدے کے تحت شاہنامۂ اسلام (مکمل) شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری شائع کیا جارہا ہے اس کے جملہ حقوق بحق الحمد پبلی کیشنز لاہور محفوظ ہیں۔ اس کتاب کے کسی بھی حصّے کی کسی شکل میں نقل واشاعت کی اجازت نہیں ہے بصورت دیگر قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

ضابطہ:۔
اشاعت : 2006ء
مطبع : شرکت پریس لاہور
سرورق 10 ریاض
قیمت 70 800روپے

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیّبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفیظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد اوّل)

مضامین	صفحہ
شاعرِ اسلام — اظہر جاوید	۱۱
عرضِ حال — حفیظ جالندھری	۱۳
تقریب: شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ کے قلم سے	۱۷
حمد	۲۳
نعت	۲۳
سببِ تالیف	۲۴
مشکلات	۲۵
مزار قطب الدین ایبکؒ	۲۶
ضمیر کی آواز	۲۸
مناجات	۳۰

باب اوّل

آغاز

مضامین	صفحہ
خلافتِ انسانی اور کائنات کے اندیشے	۳۲
صدائے رُوح الامینؑ	؍؍
افزائشِ نسلِ آدمؑ اور ابلیس کا مکروفریب	۳۴
نورِ احمدی۔ ظلمت میں مشعلِ ہدایت	۳۵
بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ	۳۶
حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۳۶
حضرت ابراہیم کی دوسری شادی فرعونِ مصر کی بیٹی	
حضرت ہاجرہ کے ساتھ	۳۷
حضرت اسماعیلؑ کی ولادت اور ماں بیٹے کی ہجرت	۳۸
حضرت ابراہیمؑ کی دُعا	۳۹
وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی	۳۹
قبیلہ بنی جرہم کا پانی کی تلاش میں آنا	۴۱
کنعان میں حضرتِ اسحاقؑ کی ولادت اور حضرت ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا	۴۲
حضرت اسماعیلؑ کی قربانی	۴۲
تعمیرِ خانہ کعبہ	۴۴
اوّلین حجِ اکبر	۴۶

باب دوم

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

مضامین	صفحہ
حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی اولادیں	۴۷
حضرت اسحاقؑ کی اولاد بنی اسرائیل	۴۷
عرب میں بنی اسماعیل کے پھولنے پھلنے کا بیان	۵۱
انقلاباتِ عالم اور عرب	۵۲
مکہ پر یمن والوں کا حملہ اوّل اور قریش کی مدافعت	۵۳
عرب میں زمانۂ جاہلیت	۵۵
جاہلیت کے میلے یعنی بازار عکاظ پر ایک نظر	۵۷

مضامین	صفحہ
جاہلیت کی عبادت	۵۹
شاعری کے بُرے پہلو	۵۹
میلے میں جنگ کا آغاز	۶۱
اس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت	۶۳
ہندوستان-چین-ایران-یورپ	۶۴
شہر پومپی آئی کی آخری رات	۶۵
اہل یورپ عیسائی ہو جانے کے بعد	۶۶
یہودیوں کی عام حالت	۶۷
ساقی نامہ	۶۸

باب سوم

پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

مضامین	صفحہ
غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور	۷۰
پیغمبر آخر الزماں کے والد سردار عبداللہ کا بیان	۷۱
بنتِ مر الخثعمیہ اور شیطان	۷۲
سردار عبداللہ کی پاکیزگی	۷۳
شیطان اور یہودی	۷۴
سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ	۷۷
جنگ	۷۸
وہب بن عبدِ مناف والدِ سیّدہ آمنہؓ	۷۸
سردار عبداللہ کا انتقال	۸۰
اصحابِ فیل کا بیان-یمن کا کلیسا	۸۱
مشرکینِ مکہ کا فرار	۸۲
سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو	۸۳
اصحابِ فیل کے حملے کی صبح	۸۴
ہاتھی سجدے میں	۸۵
اصحابِ فیل کا کفر	۸۵

باب چہارم

ختم المرسلینؐ رحمۃ للعالمینؐ

مضامین	صفحہ
وِلادت باسعادت	۸۷
سلام	۹۱
آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے	۹۳
کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ کے لئے لے جایا جانا	۹۴
عرب کی دُودھ پلانے والی عورتیں	۹۵
حلیمہ سعدیہ کی غریبی	۹۵
آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات	۹۷
یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف	۹۸
بیابان پر ابرِ رحمت کا سایہ	۹۹
رضاعت سے بعثت تک کا بیان	۱۰۰
مصنف کا اعترافِ عجز	۱۰۵

باب پنجم

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مضامین	صفحہ
مقصدِ بعثت-مظلوم دُنیا کی دعائیں	۱۰۷
اقرأ	۱۰۸
صدیقؓ کا ایمان	۱۰۸
اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ	۱۰۹
پہاڑی کا وعظ اعلائے کلمۃ الحق	۱۱۰
مشرکین کا جوش وخروش	۱۱۲
ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر	۱۱۲

مضامین	صفحہ
بنو ہاشم میں تبلیغ - حضرت علی کا ایمان	۱۱۳
اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ	۱۱۴
اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی	۱۱۵
چچا کی فہمائش بھتیجے کو	۱۱۶
بھتیجے کا جواب	۱۱۶
ابوطالب کا تاثر	۱۱۷
تبلیغِ حق کا دُشوار گزار راستہ	۱۱۷
کفار کی ایذا رسانی اور توہین	۱۱۷
قریش کی طرف سے مادی ترغیبات، عتبہ کی فہمائش	۱۱۸
ارشادِ نبوتؐ	۱۲۰
حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا	۱۲۱
حضرت عمر کے ایمان لانے کا بیان	۱۲۲
دشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں	۱۲۲
عمرؓ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اُٹھاتے ہیں	۱۲۳
حضرت عمرؓ کا ایمان	۱۲۴
عمرؓ آستانۂ نبوت پر	۱۲۵
حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان	۱۲۶
ہجرتِ حبشہ - ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں	۱۲۷
نجاشی انصاف کی راہ پر	۱۲۹
دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر	۱۲۹
نجاشی راہِ ہدایت پر	۱۳۰
نجاشی کا تہیہ	۱۳۰
رسول اللہ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ	۱۳۱
ابوطالب کی ثابت قدمی	۱۳۲
شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ	۱۳۳

مضامین	صفحہ
شکستِ معاہدۂ باطل	۱۳۴
عام الحزن - ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات	۱۳۴
ہادیٔ اسلام کا سفرِ طائف	۱۳۵
پتھروں کی بارش	۱۳۶
آپ سے بددُعا کی خواہش اور رحمۃ للعالمین کا جواب	۱۳۷
پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرتؐ کی دعائے خیر	۱۳۸
وہی جوشِ تبلیغ یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا	۱۳۸
اہلِ یثرب میں اسلام	۱۴۰

باب ششم

ہجرتِ نبویؐ

مضامین	صفحہ
مسلمانانِ مکہ کی ہجرتِ یثرب	۱۴۲
مشرکینِ مکہ کے ارادے	۱۴۲
مشرکینِ مکہ کی مشاورتِ قتل	۱۴۳
ہجرت کی رات	۱۴۴
غارِ ثور	۱۴۶
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر	۱۴۷
انعام کا اعلان اور تلاش	۱۴۷
قافلۂ نبوت مدینے کے راستے میں	۱۴۸
عرب کی دُھوپ	۱۴۹
سراقہ ابنِ مالک ابنِ جعشم کا تعاقب	۱۴۹
آنحضرت کی ایک معجز نما پیش گوئی	۱۵۰
بریدہ اسلمی اور اُس کے ساتھی	۱۵۱
قبا میں ورودِ مسعود الانتظار الانتظار	۱۵۲
قافلۂ نبوت شہرِ یثرب کی طرف	۱۵۴

مضامین	صفحہ
مدینۃ النبیؐ میں نبیؐ کے داخلے کی شان	۱۵۴
شوقِ میزبانی	۱۵۵
دارُالامانِ مدینہ	۱۵۶

بابِ ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

مضامین	صفحہ
قریشِ مکہ کا جوشِ غضب	۱۵۸
قریشِ مکہ کی دھمکی اہلِ مدینہ کو	۱۵۹
عبداللہ بن اُبی - منافق	۱۵۹
مدینے کے بدباطن یہودی	۱۶۰
قریشِ مکہ کی غارت گری	۱۶۱
اذنِ جہاد	۱۶۲
قریش کی دھمکی	۱۶۳
قافلۂ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے	۱۶۴
شرارت	۱۶۵
مشرکین میں اشتعال کی چال	۱۶۵
ابوجہل کی آتش افروزی	۱۶۶
قریشِ مکہ کی چڑھائی	۱۶۸
ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو	۱۶۹
صورتِ حالات کی نزاکت، نبیؐ کا مشورہ صحابہ سے	۱۷۱
مہاجرین کا مشورہ	۱۷۳
انصار کا جوشِ ایمان	۱۷۳
وعدۂ نصرتِ الٰہی	۱۷۴
مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر	۱۷۵
کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں	۱۷۶
ابوجہل کا غرور	۱۷۶
مسلمانوں کی کمزور جماعت	۱۷۷
قطعۂ تاریخ	۱۷۹

شاعرِ اسلام

حفیظ جالندھری کا نام اور مقام اس رِفعت پر ہے' کہ میرے ایسا کج مج بیان اُن کی تحسین کرتے اور اُن کے لئے توصیف کے لفظ لکھتے ہوئے خفت سی محسوس کر رہا ہے۔ ان کی حیثیت اور شخصیت صرف ایک شاعر ہی کی نہیں' مصلح اور دردمند مسلمان (انسان) کی ہے ...... سرسید احمد خان نے کہا تھا کہ میں نے الطاف حسین حالؔی سے مسدس لکھوا کر اپنی بخشش کا وسیلہ بنالیا ہے...... میں بہت عجز سے کہوں گا کہ حفیظ جالندھری نے شاہنامۂ اسلام لکھ کر مجھ ایسے کئی گنہ گاروں کو ایسی سعادت کا حیلہ دے دیا ہے...... جو جو بھی اسے پڑھے گا' اور اس کی روح میں عبرت کی کپکپی' ذہن و دل میں اسلام کی عظمت' رسول مقبول حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہؓ سے عقیدت کی لرزش آئے گی اور وہ اس بیان کے اگر عشرِ عشیر پر بھی عمل کرے گا' تو یقیناً عاقبت سنوار لے گا۔

ساٹھ ستر برس پہلے جب حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام تخلیق کیا یا اسے معرضِ وجود میں لانے کا سوچا تھا' تو اس وقت برصغیر کے خصوصاً اور دوسرے ممالک کے مسلمان عموماً زوال پذیر معاشرے کا شکار تھے...... آج' اگر ہمارے عہد میں حفیظ جالندھری زندہ ہوتے (جسمانی طور پر) تو بلاشک آج کے مسلمان کو زوال شدہ قرار دیتے...... آج جو ساری دُنیا میں مسلمانوں کی درگت بن رہی ہے اور جس طرح اسلام کے نام کو کجلایا جا رہا ہے' یہ اُسی المیے کا نتیجہ ہے' جس کی طرف حفیظؔ نے اتنے برس پہلے اشارہ کر دیا تھا...... شاہنامہ صرف اسلام کے ظہور' رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور کفار کے ظلم و تشدد ہی کا بیان نہیں' دراصل ایک اخلاق نامہ ہے...... ایک آئینہ ہے...... ایک درسِ انسانیت ہے اور پیغام اسلام ہے' کہ اگر ہم' آج کے مسلمان آنحضورؐ کے اسوۂ حسنہ کو رہنما بنائیں' اُن کے عمل اور فکر کو اپنائیں' اپنے وجود کی مقصدیت اور اپنے تحفظ اور دین کی جامعیت کی تفہیم کریں' تو آج بھی ہم سربلند' سرخرو اور سرافراز ہو سکتے ہیں۔

شاعرِ رسالت' حسان بن ثابتؓ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی لئے پسند فرماتے تھے' کہ تقریر اور سادہ بیان کی نسبت شعر انسان کے اندر' دور اندر تک اثر پذیر ہو جاتا ہے...... سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بہت کتابیں لکھی گئیں...... ایک سے ایک اعلیٰ اور عمدہ ...... تاثیر بھی گمبھیر...... مگر جو کام حفیظؔ نے شاعری سے لیا ہے' وہ منفرد' یکتا اور سب سے بالا ہے...... وہ شاعر تو بے مثل ہیں ہی حیرت اور مسرت کی بات ہے کہ اُن کا اسلامی تاریخ کا مطالعہ بہت گہرا ہے اور انہوں نے اسے جس طرح ہضم کر کے' اسے شعروں میں پرو دیا ہے' اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی...... نہایت سادہ بیان...... لیکن بے حد' وقار اور بلند معیار...... حفیظؔ کو جس طرح اُردو کے

علاوہ، عربی، فارسی اور ہندی پر عبور اور ان کے استعمال کا ادراک ہے، یہ ہمارے اُردو زبان کے اور خصوصاً حفیظ کے ہم عصروں میں سے کم کم ہی کو نصیب ہے... اقبال کو اس فہرست میں شمار نہ کریں، کہ ان کا منصب اور مرتبہ الگ ہے...... حفیظ کے اظہار کی روانی، جذبوں کی جولانی اور بیان کی جوانی، یوں صبا خرام ہوتی ہے کہ لفظ ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں...... اور ایسا ایسا قافیہ سامنے آتا ہے، قاری حیران ہو جاتا ہے کہ لفظ کو یوں بھی برتا جا سکتا ہے؟ آپ بھی حیران ہوں گے...... جب انگریزی کا لفظ کمیٹی، قافیے کے طور پر پڑھیں گے تو حفیظ کی قادر الکلامی الم نشرح ہو جاتی ہے...... ایسے لگتا ہے، حفیظ کا خیال ٹکسال ہے، جس میں لفظ خود بخود ڈھلتے جاتے اور اپنا رنگ اور رنگ بدلتے جاتے ہیں...... انہیں حفیظ جس طرح چاہتے ہیں، وہ لفظ وہی معانی دیتے ہیں۔

ممتاز شاعر، عمر زمان نے حفیظ جالندھری کو شاعرِ پاکستان کہا ہے...... میرا جی چاہتا ہے کہ انہیں شاعرِ اسلام کہا جائے کہ اگر آج بھی، ہمارے علماء، دانشور اور نئی نسل شاہنامہ اسلام کو پڑھے، اُس کی رُوح کو سمجھے اور حفیظ جالندھری کے ایمان کی تقلید کرے، تو مسلمان اپنی نشاۃ ثانیہ پالیں......

افسوس یہ ہے کہ شاہنامہ اسلام برسوں تک نایاب رہا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ آج اس وقت پھر سے طبع ہوا ہے، جب صحیح معنوں میں اسے پڑھنے، پرکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

خداوند کریم، حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام کے ناشر صفدر حسین اور میرے ایسے عاصیوں سے راضی ہوں۔ آمین۔

اظہر جاوید

عرضِ حالِ مصنف

(اشاعتِ چہارم کے وقت)

۱۹۲۹ء کے وسط میں میں نے شاہنامۂ اسلام کی یہ جلد کانپتے ہوئے ہاتھوں سے قوم کے دربار میں پیش کی تھی، اس وقت چند سطور میں اس کام کی اہمیت اور اپنے ارادوں کا اظہار کر دیا تھا اور وہ مشکلات بھی بیان کر دی تھیں جو حصولِ مقصد میں حائل تھیں اس وقت مجھے یہ خطرہ تھا کہ چونکہ یہ رنگِ سخن بالکل نیا ہے اس لئے بزمِ اُردو جو ابھی تک لفظوں سے کھیل رہی ہے اور تاثرات سے نا آشنا ہے۔ شاید میری سادہ کاری قابلِ اعتنا خیال نہ کرے۔ میں نے ایسے کام کا آغاز کیا تھا جس کو دیکھ دیکھ کر دل بار بار پوچھتا تھا کہ انجام کیا ہوگا؟ اور واقعی شاہنامۂ اسلام کے سلسلے میں اگر میری اوّلین کوشش ہی ٹھکرا دی جاتی تو ایک طرف میرا دل ٹوٹ گیا ہوتا۔ دوسری طرف بزمِ سخن ایک مدت کے لئے اس طرزِ سخن سے محروم رہ جاتی جس کا آغاز اسی کتاب کے ساتھ ہوا تھا اور جس کا آج ہر طرف تتبع ہو رہا ہے۔

لیکن میرے اندیشے بڑی حد تک غلط ثابت ہوئے۔ قوم نے بتا دیا کہ وہ کتنی بھی درماندہ کیوں نہ ہو آج بھی جوہرِ اصلی کو پہچانتی ہے۔ حبِ رسولؐ اللہ کے متوالوں نے، علماء نے، صوفیاء نے امیر و غریب نے، خواص نے، عوام نے، سخن وروں نے، سخن فہموں نے میری کتاب کا اس خلوص اور قدر دانی کے ساتھ خیر مقدم کیا کہ ایک ہی سال بعد نومبر ۱۹۳۰ء میں جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔

خدا کا فضل اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آج میں اسی پہلی جلد کا چوتھا ایڈیشن شائع کر رہا ہوں۔ ایک مصنف کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہے کہ اس کی تصنیف کو پسند کیا جائے، خریدا جائے اور پڑھا جائے۔

"شاہنامۂ اسلام" جس ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ جس محبت سے پڑھنے والے اپنی خوشنودیٔ مزاج کی مصنف کو اطلاع دیتے ہیں اور جس بیتابی کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے اور بقیہ حالات کو نظم کی صورت میں دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس کو دیکھ کر اگر میں اظہارِ طمانیت نہ کروں تو یہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ بحمد اللہ کہ میری سعی ایک حد تک مشکور ہوئی ؎

اے خدا قربانِ احسانت شوم   اینچہ احسانست قربانت شوم

آج میں ایک مرتبہ پھر اپنی بے بضاعتی اور فنی بے مائیگی کا اعتراف کرتا ہوا ان قدر دانوں اور مربیوں کا احسان مانتا ہوں، جنہوں نے اس سلسلہ میں کسی نہ کسی صورت میں میری امداد کی۔ علماء و شعراء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرا دل بڑھایا۔ بلکہ اُن

حضرات کا بھی بغایت ممنون ہوں، جنہوں نے میری غلطیوں اور خامیوں کی طرف توجہ مبذول فرما کر مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا موقع دیا۔

جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی تھی جس کو آج چھ برس ہوتے ہیں۔ مصنف کو اس مدت میں بعض ناگہانی حوادث اور صدمات کا نشانہ بننا پڑا۔ ایک لڑکی نمونیہ سے انتقال کر گئی تھی۔ دوسری جس کی عمر ساڑھے دس برس کی تھی اچانک گھر کے کنوئیں میں گر کر جاں بحق ہو گئی۔ اس سانحہ نے ایک عرصہ دماغ ماؤف رکھا۔ تاہم جو عہد اس کام کے آغاز میں اپنے اللہ سے کیا گیا تھا۔ اللہ کی بخشی ہوئی توفیق ہی سے قائم رہا۔ واقعات نظم ہوتے رہے اور اگست ۱۹۳۳ء میں شاہنامۂ اسلام کی دوسری جلد بھی مکمل ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی۔ دوسری جلد کے لئے اہلِ شوق اس قدر بیتاب تھے کہ بعض احباب تو طعن آمیز شکووں پر اتر آئے۔ اُن کا خیال تھا کہ مصنف کا جوشِ سخن سرد پڑ چکا ہے لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے مجھے سرخرو کر دیا۔

دوسری جلد میں جنگِ بدر کا مکمل واقعہ کم و بیش ہزار شعر میں سمایا ہے۔ یہ جنگ تاریخ اسلام میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہی جنگ تھی جس نے فیصلہ کر دیا کہ ایمان کے مقابلہ میں اکثریت اور سامان کوئی چیز نہیں۔ غزوہ سویق حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی شادی، قریش کی انتقامی تیاریاں، آخر مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بڑی فوج کی چڑھائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو ساتھ لے کر اُحد کی طرف مدافعت کے لئے نکلنا۔ منافقینِ مدینہ کا عین میدانِ جنگ میں دغا دے جانا۔

تیسری جلد جو زیر تصنیف ہے۔ جنگِ اُحد، غزوۂ احزاب، غزوۂ خیبر اور فتح مکہ تک کے واقعات پر حاوی ہو گی۔ چونکہ مصنف کو اس سال حج بیت اللہ اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور خاکِ مقدسۂ حجاز کو سرمۂ چشم بنانے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اس لئے توقع ہے کہ ان تصاویر میں واقعیت کا رنگ اور بھی نمایاں ہو گا۔

حفیظ (۲۱ مئی ۱۹۳۵ء)

شاہنامۂ اسلام اور تاجران

شاہنامۂ اسلام ایک طویل کام ہے۔ اپنے بھائی مسلمانوں کے دلوں میں اعلائے حق کے لئے اور ہندوستان میں اسلام کا وقار قائم رکھنے کی جدوجہد کے سلسلے میں جذبۂ صادقہ پیدا کرنے کے لئے یہ کام اختیار کیا گیا ہے۔ میں نے ۱۹۲۷ء میں اسے لکھنا شروع کیا تھا۔ آج تک چار جلدیں لکھ سکا ہوں۔ جو محنتِ شاقہ اس کے لکھنے میں اُٹھانی پڑ رہی ہے وہ خدا ہی خوب جانتا ہے۔

مری دنیا کا سرمایہ ہے عقبیٰ
بڑی تنخواہ کا مزدور ہوں میں

ملک میں ابھی تک یہ قانون موجود ہے کہ مصنف اپنی تصنیف کے جملہ حقوق کا مالک ہے تاوقتیکہ وہ اپنے حقوق کسی دوسرے کو باضابطہ منتقل نہ کر دے۔ میں بھی اپنی تصانیف کے جملہ حقوق کا مالک و مختار ہوں۔ تاجرانِ کتب کمیشن حاصل کر کے مجھ سے کتابیں لیں اور فروخت کریں، تو یہ طریقہ جائز اور مناسب ہے۔ اور یہی ایک ایسی صورت ہے، جس سے تمام اخراجات طباعت وغیرہ کے بعد مجھے کچھ پس انداز ہو سکتا ہے۔ اور میں شاہنامۂ اسلام کو مکمل کرنے کے لئے مسلسل محنت جاری رکھ سکتا ہوں۔ لیکن افسوس بعض تاجرانِ کتب نے جائز طریقہ سے کتاب حاصل کر کے فروخت کرنے کی بجائے بے ایمانی اور بدمعاشی کی راہ اختیار

کی۔ چوروں نے چوری سے شاہنامۂ اسلام کی سب جلدیں بلکہ میری دوسری تصانیف کو بھی چھاپ کر آپ خود اور دوسرے اپنے ہی جیسے حرام کے کھانے والے تاجروں کے ذریعے مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح میرا کام تقریباً بند ہو گیا۔ میں نے ان بدمعاش کتب فروشوں کو قانون کے حوالے کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ان میں سے بعض کتب فروش چوری اور بے ایمانی سے چھاپی ہوئی کتابیں فروخت کرتے ہوئے پکڑے بھی گئے ہیں۔ انشاء اللہ دوسرے بھی ماخوذ ہوں گے اور کیفر کردار کو پہنچیں گے۔

مجھے مجبوراً یہ اقدام اس لئے کرنا پڑا کہ اگر ان کو روکا نہ گیا تو شاہنامۂ اسلام ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا اور اس کا مکمل نہ ہو سکنا قومی نقصان ہے۔

حفیظ

تمنّا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

تقریب

(اثرِ قلم آنریبل شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ)

حفیظ اور حفیظ کی شاعری محتاجِ تعارف نہیں۔ مگر "شاہنامۂ اسلام" ایک ایسی تصنیف ہے کہ وہ محض شاعری سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ اسلام کی منظوم تاریخ ہوگی۔ وہ اخلاقِ اسلامی کی تعلیم کے لئے ایک درسی کتاب کا کام دے گی۔ وہ مصنف کے جذباتِ مذہبی کی ایک دل کش تصویر ہے، جو لفظوں سے کھینچی گئی ہے۔ لفظ سادہ ہیں۔ اس پر رنگین ترنم ہے جو حفیظ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ تصویر کی تاثیر کو دوبالا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی تقریب کے طور پر کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس کی پہلی جلد شائع ہوتی ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ اُس عہدِ زریں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اسلام کے مقدس ہادیؐ کی ذاتِ والا صفات اپنے جمالِ جہاں آرا سے دُنیا کو نورانی کر رہی تھی۔ میں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصے آئی ہے کہ ایسی کتاب کی پہلی جلد کا دیباچہ لکھوں، جو نہ صرف اپنی ادبی خوبیوں کے اعتبار سے دیرپا معلوم ہوتی ہے بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لیے چراغِ ہدایت ہوسکتی ہے۔

اسلام کے اِبتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں جن سے دُنیا کے سب سے بڑے ہادیؐ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرتِ حفیظ کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک اُمید کی جاسکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمالِ فن کی داد دے گا۔

اکثر شعراء نے اس قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لیے ہیں۔ حفیظ صاحب کے جاننے والوں میں جن حضرات کی نظر سے اُن کی وہ نظم گزری ہے، جس کا عنوان ہے۔ "ابھی تو میں جوان ہوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شانِ بزرگی اور تقدیس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو کہ اُن کی طبع رسا بڑائی کے اِتنے زینے ایک ہی جست میں کیوں کر طے کرگئی ہے۔ مگر جو شخص اُن کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے، وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست، اُن کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زورِ طبیعت سے [illegible] اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے، جس سے معلوم ہو کہ کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں گزر چکا ہے۔ آپ بیتی لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی سنا رہا ہے۔ مگر یہ صرف خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں۔ ورنہ

اسے زمانے نے مہلت ہی نہیں دی کہ دُنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اُن کے مزے لے۔ صبح سے شام تک لکھتے پڑھتے گزرتی ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بھی ایسا کہ فرصت اور اطمینان سے نہیں۔ بلکہ قوت لایموت کے لئے کسی اخبار یا رسالے کے لئے کچھ کام کیا جس کا تھوڑا بہت معاوضہ مل گیا۔ کوئی کتاب لکھی جو کسی نے سستے داموں خرید لی۔ اِس پر رسالہ مخزن کی ایڈیٹری کی ذمہ داریاں' مشاعروں اور پبلک جلسوں کے لئے نظمیں لکھنا اور پڑھنا۔ یہ حالات تھے۔ جب "شاہنامہ اسلام" لکھنا شروع کیا۔ مخزن کے دفتر اور وہاں آنے والے ملاقاتیوں سے بھاگ کر اپنے وطنِ مالوف جالندھر کے پرانے مکان میں گوشۂ تنہائی اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے کبھی لاہور آنا ہوا تو قدر دانوں سے خط و کتابت کے لئے وہ آپ اپنے منشی۔ اپنی کتاب کے پروف دیکھنے کے لئے وہ آپ اپنے مصحح اور مطبع والوں سے تقاضا کرنے کے لئے وہ آپ اپنے سپاہی۔ اُن کی محنت و مصروفیت دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

زندگی اپنی جب اِس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے۔ کہ خدا رکھتے تھے

مگر خدا کی حکمتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہی حالات ہیں جو باوجود مالی مشکلات اور کثرتِ کار کے توسنِ طبع کے لئے تازیانہ کا کام دیتے ہیں۔ اور روحانی زندگی کی جلا کا باعث ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ شاعری کی قوت کو مفید مذہبی خدمت کی تحریک انہی اسباب سے ہوئی ہے۔

چند سال ہوئے۔ جب میں نے حفیظ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ شاید اکثر لوگوں نے بھی انہیں لاہور میں اُسی زمانے میں دیکھا ہو۔ اِس سے پہلے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ مگر پہلے ہی موقع پر جب وہ لب کشا ہوئے۔ سب جان گئے اور مان گئے کہ ادبِ اُردو پر ایک نیا ستارہ چمکا ہے۔

لاہور میں ایک بڑا مشاعرہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کی کرسیوں پر چند کہنہ مشق شاعر متمکن ہیں۔ اور اُن میں ایک نوعمر شخص دُبلا پتلا۔ بہت سادہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے اور ہر ایسے شعر پر جو داد کے قابل ہو' داد دیتا ہے۔ اور یوں کہ اُس کے دل کی کیفیت ایک خاص طرزِ اظہار رکھتی ہے۔ یعنی شعر سنتے ہی وہ ہمہ تن داد بن کر اپنی جگہ سے اُٹھنے کو ہوتا ہے۔ اور اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اُس کی انگشتِ شہادت شاعر کی طرف اُٹھا کر کہتا ہے۔ "کیسا بلند شعر ہے"۔

یہ بے ساختہ اظہارِ خیال چونکہ کسی قدر نرالا تھا۔ میری توجہ اس طرف ہوئی۔ میں نے کسی صاحب سے پوچھا۔ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ہمیں نام تو معلوم نہیں۔ مگر سنا ہے کہ جالندھر سے آئے ہیں اور مولانا گرامی کے شاگرد ہیں"۔

میں مولانا کے فارسی کلام کے مداحوں میں سے تھا اور اُن سے ذاتی مراسم رکھتا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی اسی طرح انگلی اُٹھا کر اور یہ کہہ کر کہ "اونچے پائے کا شعر ہے"۔ اپنے دوستوں کے کلام کی داد دیا کرتے تھے۔ شاگرد میں کچھ اُستاد کی سی جھلک نظر آئی۔ اور میں اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ ان کا کلام سن کر جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حفیظ صاحب کی باری آئی۔ جب یہ پڑھنے کو اُٹھے تو ایک اور مشابہت ان میں اور ان کے اُستاد میں نظر آئی۔ نہ اُن کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ فارسی کے ایسے ادیب اور نامور شاعر ہیں' نہ اِن کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اُردو نظم میں ایسی دست گاہ رکھتے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ ایک تو کلام' سادہ و پُر کار تھا اور دوسرے آواز دلکش' نظم لَے سے پڑھی گئی اور

جلسے پر ایک بیخودی سی چھا گئی۔ میں نے اس کے بعد بارہا حفیظ صاحب کو بڑے بڑے جلسوں کو مسحور کرتے دیکھا ہے۔ اور اُن کی پُر اثر لے سنی ہے۔ جس سے اب ہندوستان میں دکن تک لوگوں کے کان آشنا ہو چکے ہیں۔ مگر اُس دن کی کیفیت چونکہ اپنے رنگ میں بالکل نئی تھی اس لئے نہیں بھولتی۔ معلوم نہیں حفیظ صاحب کے نام کے ساتھ ''ابوالاثر'' کا لقب اس دن سے پہلے تھا یا نہیں۔ نہ مجھے یہ خبر ہے کہ یہ نام اُنہوں نے خود رکھا ہے یا کسی نے اُن کے لئے تجویز کیا ہے۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اُن کے لئے موزوں اور نہایت موزوں ہے۔ فی الواقعہ اثر اُن کے کلام کا غلام خانہ زاد ہے۔

ابوالاثر نے جس دن سے سخن کی بنسری بجائی ہے۔ اس بنسری سے طرح طرح کے راگ نکلے ہیں۔ اور نظموں کے اس مطبوعہ مجموعے میں جس کا نام ''نغمہ زار'' ہے اور بعض غیر مطبوعہ نظموں میں جو اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اُس نے اپنی وسیع ہمدردی اور سچی قدرتی شاعری کے میلان سے کہیں کرشن کے گن گائے ہیں اور کہیں پریت کے گیت سنائے ہیں۔ مگر اس نے تھوڑے عرصے میں محسوس کر لیا کہ اثر کے لحاظ سے جو بات پیغمبر اسلام کی زندگی کے واقعات میں ہے۔ وہ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ اگر کلام میں سچی اور پائیدار تاثیر ڈھونڈنی ہے تو ایسے چشمۂ فیض سے سیراب ہونا چاہئے جس کا پانی کلام کے حق میں آبِ حیات بن جائے۔ اور اسے جاودانی زندگی بخش دے۔ پس اس میں شک نہیں کہ حفیظ نے جو مضمون اب چنا ہے وہ ذریعۂ الہام اور اس کی شاعری اپنی صفائی اور سادگی کے جوہروں کے ساتھ مذہب اور اخلاق کی علمبردار ہو گئی ہے۔

جب سے ''شاہنامۂ اسلام'' کے چھپنے کا اعلان ہوا ہے میں نے کئی لوگوں کو اس نام پر اعتراض کرتے سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فردوسی کی برابری کا دعویٰ اسی سے نکلتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ پہلے حصہ میں ہمارے مذہبی پادشاہوں کا حال درج ہے۔ اور آگے چل کر دنیاوی پادشاہوں کے حالات ہوں گے۔ اور یہ کسی قدر بے جوڑ سی بات ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی شاید کسی اور نام سے اس جامعیت کے ساتھ مصنف کے ارادے کا اظہار نہ ہو سکتا۔ پیغمبرِ اسلام شاہِ دین بھی تھے اور شاہِ دُنیا بھی۔ اور یہی حال خلفائے راشدین کا تھا۔ پس اُنہیں شاہ کہنا۔ اور اُن کے حالات کا نام ''شاہنامہ'' رکھنا بھی غیر موزوں نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف انہی بزرگانِ دین کا حال اس میں درج ہوتا تو میں اسے ''شہنشاہ نامہ'' کہہ دیتا۔ نام نیا بھی ہوتا اور حسبِ حال بھی۔ مگر اس میں سب پادشاہانِ اسلام کے حالات آئیں گے اور ملک کی تاریخ کے اوراقِ پریشاں اس میں جمع کئے جائیں گے۔ اس سبب سے یہ مجموعہ ''شاہنامہ اسلام'' کہلانے کا مستحق ہے۔ رہا فردوسی کی ہمسری کا دعویٰ سو مصنف نے اپنے عجز و انکسار کا کافی اعتراف اپنے تمہیدی اشعار میں کر دیا ہے۔ اگر سوءِ ادب کا مرتکب ہوئے بغیر مصنف نے یہ ہمت کی کہ رزم و بزم کے اس وسیع میدان میں تگ و دَو کرے۔ جس میں فردوسی جیسا بڑا شہسوار اپنی شہسواری کے جوہر دکھا چکا ہے تو کم از کم یہ بلندئ ہمت کی دلیل ہے۔ باقی حُسنِ قبول خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فردوسی نے فارسی میں حقِ شاعری ادا کیا۔ اور حفیظ اُردو میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔ اگر اُردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران و رہبرانِ اسلام کی یاد اس طرح تازہ کر دے جس طرح فردوسی نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھولی کہانیوں کو تازہ کر دیا تھا تو اُردو یقیناً عرصۂ دراز تک حفیظ کا شرمندۂ احسان رہے گا۔

کوئی تصنیف ہو اور کتنی ہی پسند کی جائے۔ اُس کے مصنف کی حوصلہ افزائی اس سے ہوتی ہے کہ اُسے اپنی محنت کا کچھ صلہ مالی شکل

میں بھی مل جائے۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا اُس حوصلے پر کہ پادشاہِ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریص کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظ ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردان اُردو دان پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔ اور کم از کم یہ بات نہایت ہمت دلانے والی ہے کہ سینکڑوں خریداروں نے کتاب کے چھپنے سے پیشتر اور اُسے دیکھے بغیر کتاب کے دام پیشگی مصنف کے پاس بھیج دیئے۔ اور مصنف نے وہ روپے کتاب کی چھپائی پر لگا دیے۔ اس کے بعد جو روپے آئیں گے وہ دوسری جلد کی تیاری میں صرف ہوں گے۔ اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ اگر مصنف کو اپنی دلسوزی اور دماغی محنت کا کچھ معاوضہ ملے گا تو اس رقم سے جو سب جلدوں کے چھپنے کے بعد اُس کے پاس بچ سکے گی۔ اُمید ہے کہ کتاب کی قدردانی اس کے شائع ہوتے ہی اور ترقی کرے گی۔ اور ''شاہنامۂ اسلام'' کو اس مایوسی سے سابقہ نہ پڑے گا جو مالی اعتبار سے دُنیا کی اس اہم تصنیف کو نصیب ہوئی تھی جس کے عالی شان نام سے حضرت حفیظ نے استفادہ کیا ہے۔

پہلی جلد چونکہ اب تیار ہے۔ اس میں سے چیدہ چیدہ حصے بطور نمونہ اس دیباچے میں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ اہل نظر کی نگاہ خود ان حصوں کو ڈھونڈ لے گی۔ لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے مل گئی اور میں نے اسے شوق سے پڑھا۔ اس لئے کچھ اشعار بے ساختہ زبانِ قلم پر آتے ہیں۔

سب سے پہلا شعر جو ابتدائی اشعار میں مجھے پسند ہے۔ وہ ہے، جس میں شاعر نے وجہ تالیف بتاتے ہوئے اپنی آرزو کو ان سادہ مگر مؤثر لفظوں میں بیان کیا ہے ۔

تمنا ہے کہ اس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمنا پہلی جلد ہی میں بہت حد تک پوری ہوگئی ہے۔ اور بیش بہا سبق نظم کے پیرائے میں اس میں دیے گئے ہیں۔ انہیں واقعی خدمتِ اسلام اور بڑی خدمتِ اسلام کہا جاسکتا ہے۔

شاعر نے فردوسی کے شاہنامے اور اپنے کام کا ذکر بہت اچھے طریق سے کیا ہے جس میں واجبی انکسار کے علاوہ صورتِ واقعہ اور دلی درد کا اظہار کیا ہے:

کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری
تخیل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری
زبانِ پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی

آخری مصرع میں جو درد ہے اُس سے آجکل کے اکثر نوجوان آگاہ ہیں۔ اور فی الحقیقت وہ قابلِ تعریف ہے کہ ناداری کے سنگِ گراں کے باوجود ایسے اہم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے جس سے بڑے بڑے سرمایہ دار گھبرائیں۔ باوجودیکہ آغازِ کار کے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ

کئی ہزار اشعار اگر لکھے بھی گئے تو چھپ سکیں گے کہ نہیں؟ بے دھڑک لکھتا چلا گیا اور لکھتا چلا جا رہا ہے۔

پیغمبرِ عرب کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے ان کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیل کا حال لکھا ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر عرب کی طرف آئے تو اُس مختصر سے قافلے کا صحرائے عرب میں سفر ذیل کے تین شعروں میں بہت پاکیزہ لفظوں میں بیان ہوا ہے:

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر   معزز جن کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اُس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر   جہاں دیتا ہے انسان موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے   وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

یہ خوبی ساری کتاب میں نمایاں ہے جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے ہمارا شاعر تین شعروں میں کر دے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور چستی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرتؐ کے دُنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں۔ اُنہیں پڑھ کر عاشقانِ نبویؐ پر حالتِ وجد طاری ہوگی۔

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا   ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا
کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں   پیاپے کروٹیں کس دُھن میں صبح شام نے بدلیں
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر   یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

ان شعروں میں تو آپ کی آمد کی اُمید کا ذکر تھا۔ اب ذرا آمد کی شان ملاحظہ ہو۔

معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر   اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دَورِ راحت و آرام آ پہنچا   نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لے آئے   جناب رحمۃ للعالمین تشریف لے آئے
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو   زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو
ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو   یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو

کس عجیب پیرائے میں اُن خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے اخلاق کا جزو تھیں۔ اور کیسا لطیف اشارہ اس اہم کام کی طرف ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ میں حضرت حفیظ سے معافی چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار کی ترتیب میں میں نے کچھ صرف کر لیا ہے۔ اور جس ترتیب سے اُنہوں نے لکھے تھے اس ترتیب سے نقل نہیں کئے۔ مجھے اُنہیں اس طرح پڑھنے میں کچھ خاص طف آیا۔ اس لئے یہ تصرف کیا۔ اس کے علاوہ اختصار بھی مدِ نظر تھا۔ اُمید ہے کہ صاحبان ذوق اصل ترتیب کے ساتھ پورا بند ملاحظہ مائیں گے۔ اور بار بار پڑھیں گے۔

ولادت کے بعد یتیمی' دائی حلیمہؓ کی گود میں پلنا' پردادا کے زیر سایہ تربیت پانا۔ جوان ہو کر سچائی اور امانت میں شہرت حاصل کرنا۔ رت بی بی خدیجہؓ سے نکاح اور اُس کے بعد وحی نازل ہونے اور پیغمبری ملنے کے تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی

کونباہتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کو انتخاب کر کے یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ رسولِ حقؐ نے جو تکالیف فرضِ رسالت ادا کرنے میں اُٹھائیں۔ مشکلات کا جو دلیرانہ مقابلہ کیا۔ وہ حالات معنی خیز طریق سے نظم کیے گئے ہیں۔ اور آخر میں ہجرت اور غزوات کے تذکرے نہایت مؤثر پیرائے میں لکھے گئے ہیں۔ جس شب کو آنحضرتؐ ہجرت کے ارادے سے مکہ شریف سے کفار کے نرغے کے باوجود نکلتے ہیں۔ دیکھئے اس کا بیان کس انداز سے ہوا ہے۔

نظر آتی تھیں چاروں سمت تلواریں ہی تلواریں
اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
وہ دڑاتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا
کھنچی ہی رہ گئیں خونریز و خوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

مدینے پہنچنے پر جو زندگی مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کے زیر سایہ شروع کی اُس کا نقشہ ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو:

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
کہ اس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا!
مسلماں تھے کہ تھیں زُہد و ورع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں
مشقت کے لئے دن تھے، عبادت کیلئے راتیں

اِن اقتباسات کو میں اُن اشعار پر ختم کرتا ہوں جن میں مسئلہ جہاد پر جو حکم ہمارے رسولؐ نے دیا، اُسے واضح کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر اصول وضع کرنا ناممکن ہے۔ افسوس! کہ دنیا اس کے حکم کے متعلق گوناگوں غلطیوں میں مبتلا ہے۔

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا!
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز
مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
فقط اُن سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

خوش مذاق صاحبان کے لئے چند نمونے حفیظ صاحب کے تازہ ترین کلام کے جو اوپر درج کیے گئے ہیں، کافی ہیں۔ اب لازم ہے کہ وہ خود کتاب حاصل کریں اور پڑھیں۔ اور صاحب دل شاعر کے حق میں دُعا کریں کہ خدا اُسے اس محنت کا صلہ دے اور توفیق دے کہ وہ اس اہم کام کو بخوبی انجام دے سکے جو اس جلد اوّل کی اشاعت میں شروع کیا گیا ہے۔

عبدالقادر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

حمد

اُسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے خامے کا
اسی نے ایک حرفِ کن سے پیدا کر دیا عالم
کشا کش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم
نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اس کی باغبانی سے
اُسی کے نور سے پُر نور ہیں شمس و قمر تارے
وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اُس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دستر خوان نعمت کے
یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی اِک ذاتِ باری کی
وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دِل کا اور دِل کے نیک اِرادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا
بشر کو فطرتِ اِسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

نعت

محمد مصطفیٰ محبوبِ داور سرورِ عالمؐ
وہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدم
کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجودِ حقیقی پر
جھکایا عبد کو درگاہِ معبودِ حقیقی پر
دِلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے
کیا باطل کو غرقِ موجۂ شرمندگی جس نے

غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسون، باطل کر دیا جس نے
وہ جس نے تخت اُوندھے کر دیے شاہانِ جابر کے
بڑھائے مرتبے دُنیا میں ہر انسانِ صابر کے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا
محمدؐ مصطفیٰ مہرِ سپہرِ اوجِ عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذرّوں کو درخشانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں
وہ جس کے معجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے
وہ نورِ لم یزل جو باعثِ تخلیقِ عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسمِ اعظم، اسمِ اعظم ہے

ثناء خواں جس کا قرآں ہے، ثنا ہے جس کی قرآں میں
اُسی پر میرا ایماں ہے، وہی ہے میرے ایماں میں

سببِ تصنیف

اُسی کے اسمِ اعظم سے بڑھی جرأت مرے دِل کی
کہ میں نے ڈال دی بنیاد ایسے کارِ مشکل کی
تمنا ہے کہ اِس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اِسلام کر جاؤں
مسلمانوں پہ ہے مردہ دلی چھائی ہوئی ہر سو
سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سو
عزیمت ہے نہ جرأت ہے نہ ہے تاب وتواں باقی
فقط حسرت سے تکنے کے لیے ہے آسماں باقی
نظر آتے ہیں اب وہ صف شکن بازو نہ شمشیریں
مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دُنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی
بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی

ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی، تاریخ بھی مانے
کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصہ تھا
تخیل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصہ تھا
مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا
کہاں کی رستمی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری؟
تخیل میرا ناقص نا مکمل ہے زباں میری
زبانِ پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
نحیف و ناتواں، بے علم و بے مقدور ہستی ہوں
غم واندوہ جس میں بس رہے ہیں میں وہ بستی ہوں
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی
مگر سینے میں دِل رکھتا ہوں جس میں جوشِ غیرت ہے
سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پُر حرارت ہے
کیا ہے روح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے
جگایا خواب سے احساس کی غیبی نداؤں نے
نویدِ صبح بخشی ہے سکوتِ شام نے مجھ کو
مخاطب کر لیا ہے قوتِ الہام نے مجھ کو
بظاہر مَیں جو تصویرِ سخن میں رنگ بھرتا ہوں
کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں

مشکلات

رہا سینے میں چھپ کر فرض کا احساس برسوں تک
رہی اس راستے میں سنگ بن کر یاس برسوں تک
وسائل ڈھونڈتا پھرتا رہا، یوں کام کرنے کے
کشائش کو حریفِ گردشِ ایام کرنے کے
غریبوں میں نظر آیا مجھے منظر تباہی کا
امیروں نے روا رکھا طریقہ کم نگاہی کا

تمنا تھی اگر مل جائے کوئی غزنوی مجھ کو
ذرا آرام سے رہنے دے فکرِ زندگی مجھ کو
تو اِس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں
جہازِ آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزارِ قطب الدین ایبک[1]

اِنہی افکار میں بیٹھا تھا میں اک دن جھکائے سر
درِ آرام گاہِ شاہِ قطب الدین ایبک پر
وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی عظمت سے
یہ دُنیا از سرِ نو جاگ اُٹھی تھی خوابِ غفلت سے
اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں
رکھیں ہر دِل میں انسانی روا داری کی بنیادیں
وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
وہ قطب الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا
قلوبِ راجگانِ ہند کو دامن میں لے آیا
لکھی ہے ذرّے ذرّے کی جبیں پر داستاں جس کی
ہے سرخی "داستانِ فاتحِ ہندوستاں" جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے
ترقی کا تخیل عرش تک پرواز کرتا ہے
لیے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا
لقب تاریخ میں ہے تاجدارِ اوّلیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اِک گمنام کوچے میں
پڑی ہے یادگارِ دولتِ اِسلام کوچے میں
نجس' ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سویا ہوا ہے مسندِ دہلی کا لکھ داتا[2]

---

[1] سلطان قطب الدین ایبک سلطان شہاب الدین محمد غوری کا ترکی غلام اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا' جب سلطان شہاب الدین نے دہلی فتح کی تو قطب الدین کو ہندوستان کی حکومت تفویض کی۔ یہی وہ بہادر ہے جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد رکھی' اور نہایت شجاعت اور جبروت کے ساتھ اطراف ہند کو علم اِسلام کے نیچے لایا' جب سلطان محمد غوری کا انتقال ہو گیا تو قطب الدین ہندوستان کا فرمانروا تسلیم کیا گیا اس طرح اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تاریخ میں خاندانِ غلاماں لکھا جاتا ہے۔

[2] سلطان قطب الدین شجاع' بہادر اور فاتح ہونے کے ساتھ ہی اتنا رحم دل' فیاض اور سخی تھا کہ ہندوستان کے لوگ اسے لکھ داتا کہہ کر پکارتے تھے' آج اس کی تربت ایسی جگہ ہے جسے کوئی جانتا بھی نہیں' لاہور میں انارکلی بازار سے جو راستہ میو ہسپتال کو جاتا ہے۔ اس پر ایک کوچے کے بڑے مکان کی دیوار میں اس کی تربت ہے جہاں ایک پتھر پر کندہ ہے" یہ ہے آخری آرامگاہ سلطان قطب الدین ایبک کی" جو چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ تاریخ وفات ۱۲۱۰ء

یہ تربت ماتمی ہے ان حجازی شہسواروں کی
مسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی

یہاں تک ابرِ باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی
گھٹا روتی ہوئی آتی ہے، لیکن رو نہیں سکتی

شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا
فلک اس پر ستاروں کو نچھاور کر نہیں سکتا

یہ تربت چادرِ مہتاب سے محروم رہتی ہے
نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نامعلوم رہتی ہے

یہاں سہرے کہاں کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا
کوئی ساماں نہیں ہے اہلِ ظاہر کے دکھاوے کا

نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے
کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے

اُدھر لاہور کی دُنیا کا ایماں سوز نظارا
جہاں تہذیبِ نو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ

اِدھر اِک تربتِ خاموش کا اندوہگیں منظر
الم انگیز، حسرت خیز عبرت آفریں منظر

نہیں ہے چار گز ٹکڑا زمیں کا جس کی قیمت میں
یہ تربت آسماں رفعت ہے، میری چشمِ عبرت میں

میں اکثر شہر کے پُرشور ہنگاموں سے اکتا کر
سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہوں یہاں آ کر

مرے نزدیک اس تربت سے اب بھی شان ہے پیدا
مزارِ مردِ غازی سے عجب ایمان ہے پیدا

یہی ایمان اَوجِ زندگی کا قطب تارا ہے
یہی طوفانِ ظلمت میں مسلماں کا سہارا ہے

یہاں آتے ہی مجھ پر غلبۂ احساس ہوتا ہے
کسے معلوم دِل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے

یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہوں
تصور کے طفیل اِک اَور ہی دُنیا میں ہوتا ہوں

تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اِک پُر ہول میداں میں
جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ انبوہِ انساں میں

نظر آتا ہے لہراتا ہرا اِسلام کا جھنڈا
بہر سُو نور پھیلاتا ہوا اِسلام کا جھنڈا

مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہوں فوجِ باطل کی
نظر آتی ہے فرعونی خدائی اوجِ باطل کی

حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہوں میں
نظر آتی ہے تلواریں مجھے سر دیکھتا ہوں میں

صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں
بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں
نظر آتے ہیں مجھ کو سرخرو چہرے شہیدوں کے
لہو کی ندیاں کھلتے ہوئے گلشن اُمیدوں کے
علم کے سائے میں سلطانِ غازی کا بڑھے جانا
سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا
وہ حملہ آوروں کی خون کے دریا میں غرقابی
وہ باطل کی شکستِ فاش، وہ حق کی ظفر یابی
وہ امن و صلح سے معمور ہو جانا فضاؤں کا
زمانے بھر کے سر سے دور ہو جانا بلاؤں کا
یہ سب کچھ دیکھتا ہوں میں تصور کی نگاہوں سے
ملاقاتیں ہوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد میں بھی ہوں
پُرانے لشکرِ اِسلام کا اِک فرد میں بھی ہوں
شہادت کے رجز پڑھتا ہوں میدانِ شہادت میں
رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہوں میدانِ شہادت میں
عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
شہیدوں کی خموشیٔ غلغلہ مردانِ غازی کا
مرا جی چاہتا ہے، اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اِسی آزاد دُنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردشِ گردوں
قلم سے کام لینے کا اِرادہ ملتوی کر دُوں

ضمیر کی آواز

تصور ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
کہ او بھولے ہوئے عہدِ گزشتہ کے تماشائی
ترا طرزِ تصور اک طرح کی بت پرستی ہے
یہ مجبوری نہیں، کم ہمتی کو تاہ دستی ہے
نظر آ جائے جس کو منزلِ مقصود کا رستہ
رہے پھر بھی وہ زنجیرِ تامل ہی میں پابستہ
یہی فطرت کی محتاجی یہی دِل کی غریبی ہے
کسی کے آسرے پر بیٹھ رہنا بدنصیبی ہے

یہ دُنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے
خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے

یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشیٔ عزلت کے سودائی
ملا ہے درگہِ حق سے تجھے سامانِ گویائی
قلم سے زندہ کر سکتا ہے تو ان کارناموں کو
سنا سکتا ہے تو پیغامِ آزادی غلاموں کو
نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ دینا کے امیروں سے
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے
عوام الناس میں ہنگامۂ احساس پیدا کر
دِلوں کو از سرِ نو حسنِ حریت پہ شیدا کر
اُٹھے نامِ خدا جب بت شکن بن کر قدم تیرا
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زورِ قلم تیرا
مسلمانوں کے دِل میں شعلۂ غیرت کو بھڑکا دے
نہیب رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے
بتا دے اہلِ باطل کو کہ حق کا نام زندہ ہے
وہی ایمان قائم ہے وہی اِسلام زندہ ہے
وہی اِسلام جو راہِ نجاتِ ابنِ آدم ہے
وہی اسلام جو رمزِ حیاتِ اہلِ عالم ہے
وہی اِسلام یعنی عدل کا قانونِ پائندہ
وہی اِسلام یعنی علم کا مضمونِ تابندہ
وہی اِسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لایا
کیا جس نے گنہگاروں کے سر پر عفو کا سایا
وہی اِسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
اُخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری
وہی اسلام جس نے زیر دستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑ ظلم و بدعت کی
وہی اِسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو
تری دشواریوں کو بھی وہی آسان کر دے گا
امید و کامرانی سے ترے دامن کو بھر دے گا
اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں
مٹا دیں تفرقے ' توحید کے دلدادہ ہو جائیں
تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیرِ چرخ مینائی
درِ حق کی غلامی میں۔ ہے دُنیا بھر کی آقائی

اُٹھا خامہ اُٹھا، ہمت کو مصروفِ عمل کر دے   پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے
خدا و مصطفیٰؐ کا نام لے اور کام کرتا جا   مبارک ہے یہ خدمت، خدمتِ اِسلام کرتا جا
یہی در ہے جہاں شاہانِ دُنیا سر جھکاتے ہیں   سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں
اسی گلشن میں تیرا غنچۂ اُمید کھلنا ہے   اسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے
دو عالم میں رُسولِؐ پاک تیری لاج رکھیں گے   جہانِ بے نیازی کا ترے سر تاج رکھیں گے

مبارک ہو، ترے آغاز کا انجام ہوجانا
مبارک ہو، تجھے فردوسیٔ اسلام ہوجانا *

مناجات

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہوں   خطا و سہو کا پتلا ہوں، استغفار کرتا ہوں
ہوائے شوق کی ہر موج طوفانی رہی اب تک   مری کشتی غریقِ بحرِ نادانی رہی اب تک
اگرچہ رُوح میں اِک شورِ محشر خیز لایا تھا   اگرچہ شیشۂ دِل درد سے لبریز لایا تھا
رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مجھ کو   دماغِ خام نے رکھا شہیدِ رنگ و بُو مجھ کو
مری تسکین و راحت تھی جہانِ نغمہ وگل میں   سمجھتا تھا کہ ہے فردوس گوشِ آوازِ بلبل میں
اگرچہ رُوح میں موجود تھی لہروں کی طغیانی   رہا شرمندۂ ساحل مرا ذوقِ تن آسانی
میں سمجھا تھا سکوتِ خواب کو سامانِ بیداری   مری نا تجربہ کاری! مری نا تجربہ کاری!!
یہ تیرا فضل ہے بیشک کہ اب تک زندہ ہوں یارب   گزشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یا ربّ
ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی   مری بے بسی نے اُٹھ کر بامِ ہستی تک رسائی کی

کہاں ہے قسمتِ خوابیدہ میں یہ کیفِ بیداری   ہے سر چشمہ نشاطِ زندگی کا شعلہ رفتاری
پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آبِ تند کی دھارا   مری آنکھوں نے دیکھا آج وہ پُر جوش نظارا
نظر آئیں مجھے اُٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی موجیں   وفورِ جوش میں موجوں کی سر چڑھتی ہوئی موجیں
روانی سے مبدل ہو چکی افتادگی میری   اُسی میدان کی جانب ہے اب آمادگی میری
وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں   جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں پائندہ تقدیریں
وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی   جہاں بکھری پڑی ہے خاک پر دولت شہادت کی

قلم ہی تک نہ رکھ محدود یا ربّ ولولہ میرا
بڑھا دے حوصلہ میرا، بڑھا دے حوصلہ میرا

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ

شاہنامۂ اسلام

بابِ اوّل

آغاز

خلافتِ انسانی، اور کائنات کے اندیشے

خدا نے حضرتِ آدمؑ کو دُنیا کی خلافت دی
جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی

یہی مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
اسی نے دانۂ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا

بظاہر اس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے
زمین و آسماں، جن و ملائک سخت حیراں تھے

لگے سرگوشیاں کرنے کہ اِنساں ہے بہت سادہ
اُدھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ

یہ بیچارہ دوبارہ دامِ شیطاں میں نہ آ جائے
کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکا نہ کھا جائے

صدائے رُوح الامینؑ

دلِ مخلوق میں یوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلی کے لیے فوراً ندا جبرائیلؑ کی آئی

کہ اے طاعت گزارو ذاتِ باری کے پرستارو
بنامِ حضرتِ حق امن و راحت کے طلب گارو

نگاہِ غور سے دیکھو ذرا آدمؑ کی پیشانی   نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟
یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علتِ غائی   اس کی روشنی[1] ہے دیدۂ ہستی کی بینائی
یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ[2] کر چکے ہو تم   اسی جلوے سے دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تم
ہوا ابلیس اسی کے سامنے جھکنے سے انکاری   یہی تھا امتیاز آدم کا جس سے جل گیا ناری
اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اُس نے   عبودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے
اسی کی ضد پہ اُس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے   گیا ہے لے کہ دُنیا میں وہ منصوبے تباہی کے
مشیت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کر لے   مشیت کے مقابل خبثِ باطن کو عیاں کر لے
یہ ظاہر ہے کہ شیطاں اب بڑی طاقت دکھائے گا   زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا
یہ سچ ہے مدتوں اولادِ آدم راہ بھولے گی   وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھولے گی
وہ دن بھی آئے گا جب آخری اِک سامنا ہوگا   حق و باطل میں گویا فیصلہ کن معرکہ ہو گا
مشیت ہے کہ آدم ہی کرے گا اس کو پست آخر   یہی اقبالِ پیشانی اُسے دے گا شکست آخر
یہی وہ نور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا   یہی آدم کا رُتبہ عرشِ اعظم تک اُٹھائے گا
ملے ابلیس سے کتنی ہی قوت اہلِ ظلمت کو   بجھا سکتا ہے کوئی مشعلِ نورِ ہدایت کو؟
یہ جلوہ پے بہ پے دُنیا کو راہِ حق دکھائے گا   یہی رہبر ہر اک گمراہ کو منزل پہ لائے گا
مسلسل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں   خدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں

---

[1] اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث)

[2] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (البقرہ)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے تعظیم کے لیے جھک جاؤ تو سب جھک گئے ابلیس کے سوا اُس نے حکم نہ مانا غرور میں آ گیا۔ کافروں سے ہو گیا۔

نشانِ اِسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے
کہ نورِ احمدی پیشانیٔ آدم میں رکھا ہے
اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث
اسی کا عکس ہے مٹی میں ہر اعجاز کا باعث

مقدر ہے اسی کو آخری پیغامِ دیں ہونا
مقدر ہے اسی کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن ہونا!

دو عالم ہو گئے شاداں ندا جبرائیلؑ کی سن کر
زمین و آسماں جن و ملائک نے جھکائے سر
ترانے حمد باری کے ہوئے جاری زبانوں پر
دُرود و نعت' نغمہ بن کے گونجے آسمانوں پر
فرشتے شانِ احمد دیکھنے کو صبر کھو بیٹھے
زمیں پر جھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائشِ نسلِ آدمؑ اور ابلیس کا مکروفریب

کیا تقدیس کا اظہار آدمؑ اور حوّا نے
زمیں کو کر دیا گلزار آدمؑ اور حوّا نے
زمینیں جوت کر دُنیا میں جنت کی بنا ڈالی
بڑی خوبی سے انسانی خلافت کی بنا ڈالی
ہوا شیطان بھی مشغول مکاری کے دھندوں میں
مگر اب آدمؑ و حوّا نہ آئے اُس کے پھندوں میں
زمیں پہ پھولنے پھلنے لگی اولاد آدمؑ کی
لگے شوکت بڑھانے خوب آدمؑ زاد آدمؑ کی
یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دِل میں گھبرایا
حسد بن کر دلِ فرزندِ آدمؑ میں اُتر آیا
لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانۂ دِل میں
یہ پہلی جنگ تھی روئے زمیں پہ حق و باطل میں
ہوا شیطاں کا تابع اوّل اوّل نفسِ امارہ
کہ عورت کے لیے قابیل نے ہابیل کو مارا
یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دُنیائے ہستی میں
جنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں

---

[1] يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر بُرا مانیں۔

زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسل اِنساں کی
حسد کا چل گیا جادو بن آئی خوب شیطاں کی!
خود اِنسانوں کے لشکر آ گئے ابلیس کے ڈھب پر
ہوا و حرص کا افسوں مسلط ہو گیا سب پر
بدی نے چارسو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
کہ آئی قبضۂ ابلیس میں انسان کی شاہی
وبائے شرک پھیلی چارسو دُنیائے انساں میں
نہ کوئی فرق رکھا اہرمن میں اور یزداں میں
اُٹھایا اس طرح شیطاں نے فتنہ خود ستائی کا
معاذ اللہ بندوں نے کیا دعویٰ خدائی کا
حسد کے لشکروں نے روند ڈالا باغِ عالم کو
بزعمِ خود مسخر کر لیا اولادِ آدمؑ کو
زمیں کا بادشہ گویا یہی مردود بن بیٹھا
کہیں شداد بن بیٹھا کہیں نمرود بن بیٹھا
نتیجہ کیا ملا دُنیا کو انسانی خلافت سے
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلودہ ذلت سے
ستارے دم بخود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
ترس آتا تھا لیکن کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا
فرشتے منتظر بیٹھے تھے اس وقتِ معین کے
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس برباد گلشن کے

نورِ احمدی، ظلمت میں مشعلِ ہدایت

وہ نورِ احمدی جس سے شرف تھا روئے آدم کا
ہدایت کے لیے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا
جنابِ شیث کا روئے مبارک اس سے روشن تھا
یہی ادریسؑ کی لوحِ جبیں پر جلوہ افگن تھا
اسی کے دم سے مرسل کا شرف تھا نوعِ انساں میں
یہی قبلہ نما تھا نوح کے بیڑے کا طوفاں میں
اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتیٔ ہستی[1]
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اُجڑی ہوئی بستی
اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا
اسی سے سلسلہ جاری رہا رشد و ہدایت کا

---

[1] فَانْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ
پھر ہم نے اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کشتی میں بچالیا

بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں
ترقی کے لیے ذکرِ خدا کرتا رہا برسوں

عروجِ زندگی حاصل کیا جب نسلِ انساں نے
وہی پھندے ہوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے

شراب اِس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
کہ مٹی اور پتھر کے بتوں نے بھی خدائی کی

جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خدا بن کر
گناہِ بت پرستی چار سو پھیلا وبا بن کر

بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا

اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیمؑ کو اللہ نے مبعوث فرمایا

مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اوہام مرسل نے
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے

کیا شیطان کو رسوا عدوئے جان و دیں کہہ کر
کیا سینوں کو روشن لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن کہہ کر

مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی

ہوا یہ بندۂ شیطاں خلیل اللہ کا دشمن
چراغِ حق بجھانے کو کیا آتش کدہ روشن

خلیل اللہ کو اس آگ کے انبار میں پھینکا
گلِ توحید گویا تختۂ گلزار میں پھینکا

بروئے کار آیا آج بھی وہ نورِ پیشانی
ہوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

ہوا جب آتشیں منظر نمونہ باغِ جنت کا
ملا پیغام پیغمبر کو اب بابل سے ہجرت کا

کہ یہ بھی خدمتِ تبلیغ کا اک پاک حیلہ ہے
سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے

کہ ایمانِ براہیمی سے اکثر کام لینے تھے
ابھی پیاسوں کو بھر کر معرفت کے جام دینے تھے

وطن کو چھوڑ کر نکلا خدائے پاک کا پیارا   [۱]برادرزادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرتِ سارا[۲]
مقدس قافلہ اس خطۂ باطل سے ٹل آیا   بحکمِ حق تعالیٰ جانبِ کنعاں نکل آیا
یہاں وعدہ کیا حق نے کہ "ہاں اے بندۂ ذیشاں   تری اولاد کو مل جائے گا یہ خطۂ کنعاں"
مقدر ہو گئی اولاد میں دارین کی شاہی   تو پیغمبر دیارِ مصر کی جانب ہوا راہی

حضرت ابراہیم کی دوسری شادی

فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہؓ کے ساتھ

دیارِ مصر پر اس عہد میں رقیون[۳] حاکم تھا   تکلف بر طرف شیطان کا قانون حاکم تھا
یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی   مگر دے دی اُسے اللہ نے فی الفور آگاہی
کہ یہ سارہؓ ہے ابراہیمؑ حق آگاہ کی بیوی   خدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہ کی بیوی
اگر نیت میں فرق آیا ترے حق میں بُرا ہو گا   نشاں دُنیا میں تیرا اور نہ تیری نسل کا ہو گا
ہوا رقیون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے   خدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اِک زمانے سے
تھی اُس کے گھر میں اِک دختر وہ کردی ساتھ سارہؓ کے   پیمبرؑ کے لیے یوں نذر بھیجی ہاتھ سارہؓ کے
پلٹ آیا پیمبرؑ جب یہاں سے جانبِ کنعاں   یہ لڑکی ہاجرہ بھی ساتھ تھی وابستۂ داماں
یہ لڑکی ہر طرح مانند سارہؓ پاک طینت تھی   کہ عصمت اس کا زیور تھی شرافت اُس کی زینت تھی
اسے سارہؓ نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا   کہ ہونے والا تھا دُنیا میں اس کا مرتبہ بالا

---

[۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادرزادہ کا نام لوط علیہ السلام تھا۔

[۲] حضرت سارہ یا سائرہ یا سرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں۔

[۳] رقیون اصل میں بابل ہی کا باشندہ تھا جس نے مصر میں حکومت قائم کر لی تھی اور فرعون کا لقب اختیار کیا تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت
اور ماں بیٹے کی ہجرت

جنابِ ہاجرہؓ تھیں دوسری بیوی پیمبر کی
ملا فرزند اسمٰعیلؑ انہیں خوبی مقدر کی
ہوا سارہؓ کو رشک اس امر سے دِل میں ملال آیا
نکل جائے یہاں سے ہاجرہؓ بس یہ خیال آیا
مشیت کو اُدھر کچھ اور ہی منظورِ خاطر تھا
کہ نورِ احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا
ہوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
خدا کے آسرے پر وادیٔ بطحا میں چھوڑ آؤ
خدا کے حکم سے مرسل نے جب رختِ سفر باندھا
جنابِ ہاجرہ نے دوش پر لختِ جگر باندھا
پیمبر اپنا بیٹا اور بیوی ہم عناں لے کر
چلا سوئے عرب پیری میں بختِ نوجواں لے کر
خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر
معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے
وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے
جہاں اِک اِک قدم پر سو طرح جانوں پر آفت تھی
یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرمِ مسافت تھی
پیمبرؑ زوجہ و فرزند یوں قطعِ سفر کرتے
خدا کے حکم پر لبیک کہتے اور دُکھ بھرتے
بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پر آ ٹھہرے
پئے آرام زیرِ دامنِ کوہِ صفا ٹھہرے
یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے
یہ وادی جو بظاہر ساری دُنیا سے نرالی تھی
یہی اِک روز دینِ حق کا مرکز بننے والی تھی

• یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا
اسی کی جستجو کرنے کو ابراہیمؑ آیا تھا
یہیں ننھے سے اسمٰعیل کو لا کر بسانا تھا
کہ بندوں کی جبینوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

سحر کے وقت ابراہیم نے اُٹھ کر دُعا مانگی
سکونِ قلب مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی
کہ ''اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ و سامانی کو شانِ صد بہاراں دے
الٰہی نسلِ اسمٰعیلؑ بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ وصوم ہو جائے
اسی وادی میں تیرا ہادیٔ موعود ہو پیدا
کرے جو فطرتِ انساں کو تیرے نام پر شیدا
بشارت تیری سچی ہے ترا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ' لے یہ بیوی ہے یہ بچا ہے

وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیمبر نے دُعا کے بعد اس وادی سے رُخ موڑا
جنابِ ہاجرہ کو اور بچے کو یہیں چھوڑا
جنابِ ہاجرہؓ بیٹھی تھیں اس صحرائے وحشت میں
سنبھالے طفلِ عالی شان کو آغوشِ اُلفت میں
یہاں صحرا ہی صحرا تھا چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جنابِ ہاجرہؓ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسا تھا فقط ربّ پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر
زمیں کا ذرہ ذرہ مہر کی صورت چمکتا تھا
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچہ بلکتا تھا
عطش سے کرب و بے چینی جو دیکھی اپنے جائے میں
لٹایا خاک پر بچے کو اک پتھر کے سائے میں

ی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (قرآن)
میں نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر دیا

صفا[1] و مروہ پر ہر سو تلاشِ آب میں دوڑیں
بلند و پست پر فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں
کبھی اِس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی
ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی
بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اُٹھی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے
یوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا
چٹانیں سرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا
قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے
چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچے میں دِل ڈالے
سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اُٹھیں کہ ساعت آ گئی ہے جان کھونے کی
نظر پلٹی تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے
کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہؓ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبرائیلؑ کو پایا
انگوٹھا چوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا
ٹھٹھک کر رہ گئیں اِک اور نظارہ نظر آیا
قریبِ پائے اسمٰعیل فوارہ نظر آیا
زمیں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری
یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسمٰعیل کم سن سے
کہ چشمہ جس کا زم زم نام ہے جاری ہے اُس دن سے
بیاباں میں بہشتی نعمتیں جب اس طرح پائیں
جھکیں پیشِ خدا اور شکر کا سجدہ بجا لائیں

بجھائی سیّدہ نے پیاس بچے کو ملی راحت
کھجوریں خلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رُخصت

---

[1] مسلمان حاجی اب بھی مناسک حج ادا کرتے وقت صفا و مروہ پر دوڑتے ہیں یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی اُس سعی کی یادگار ہے جو آپ نے پانی کی تلاش میں فرمائی تھی۔

قبیلۂ بنی جرہم کا پانی کی تلاش میں آنا

جنابِ ہاجرہؓ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے
یہیں رہنے لگیں سائے میں سقفِ آسمانی کے
بہت سے طائرانِ خوش نوا اُڑتے ہوئے آئے
یہاں پانی پیا، ٹھہرے، ترانے حمد کے گائے
کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے
نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیاسے
عرب کا اک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہم[1]
اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہوئے بے دم
خدا کے فضل سے دن ان بچاروں کے بھلے آئے
نوائے طائراں سن کر اسی جانب چلے آئے
یہاں پر آ کے دیکھا ایک چشمہ آب جاری کا
ہوا میں جس کے دم سے لطف تھا بادِ بہاری کا
کنارِ آب اِک عورت کی صورت بھی نظر آئی
اور اس کی گود میں بچے کی دولت بھی نظر آئی
نظر آتا تھا اطمینان ان مسرور چہروں پر
شعاعِ مہر تھی قربان دو پُر نور چہروں پر
ندا آئی کہ "اے جرہم کے بچو! بادیہ گردو
ادب کی جا ہے اے بوڑھو، جوانو، عورتو، مردو
یہ وہ عورت ہے، قرباں عورتیں جس کی شرافت پر
یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر
یہ ام المسلمیں ہے اور شہزادی ہے صحرا کی
اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی
یہ عورت، اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے، وہ پیغمبر کا بیٹا ہے
بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے
جو کچھ تھا پاس اس کے، نذر دینے کے لیے لائے
کنارِ آبِ زم زم آج خیمے ہو گئے برپا
بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اس کے بیٹے کا
غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب ڈیرا یہیں ڈالا
کیا خوش ہاجرہؓ کو، یعنی اسمٰعیل کو پالا

---

[1] عرب کے قدیم ترین قبائل میں سے تھا۔

کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آ کر رہے برسوں
الم فرزند و زوجہ کی جدائی کے سہے برسوں
دُعا کی' ایک بیٹا دے الٰہی بطن سارہؓ سے
جو ہو فرزندِ اوّل کی طرح ممتاز دُنیا سے
بڑھے اولاد اس کی یہ شرف بھی یا الٰہی دے
ہدایت کے لیے پیغمبری دے اور شاہی دے
خدا نے دے دیا اسحٰق سا فرزند سارہؑ کو
مرادِ دِل بر آئی مل گیا دِل بند سارہؑ کو
کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیمبر کو
کہ جا اور دیکھ دشتِ خشک میں فرزند اکبر کو
بامراللہ پھر رہوارِ ہمت پر کیا کوڑا
خلیل اللہ نے پیری میں ارضِ شام کو چھوڑا
یہاں آ کر خدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
جہاں مٹی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا
بہت بشاش دیکھا ہاجرہؓ کا چہرۂ انور
ہوئے شاداں خلیل اللہ اسمٰعیل سے مل کر
جواں فرزند کے چہرے پہ نورِ حق نما پایا
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا
وہیں فرطِ خوشی سے سربسجدہ ہو گئے حضرت
تھکے ہارے ہوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اُٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر
خلیل اللہ اُٹھے خواب سے' دِل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا
اُٹھا مرسل اسی عالم میں رسی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبرؑ

پہاڑی پر سے دی آواز "اسمٰعیل اِدھر آؤ
اِدھر آؤ' خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ

پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسمٰعیل گو شیطاں نے بہکایا

پدرؑ بولا کہ "بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اِک نرالا باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسماں حیراں تھے اس طاعت گزاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے ربِ عزت پر
تامل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ' اسمٰعیل صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضرؑ ہے

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسی باندھ دیجے گا

مبادا آپ کو صورت پہ میری' رحم آ جائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے

پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا

پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمیں سہمی پڑی تھی' آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

در تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسمٰعیل پر چلنے ہی والی تھی

مَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ
كَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۔
ابَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ
ان)

پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ ہو گیا۔ تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے۔

ابا۔ آپ کو حکم ہوا ہے کر گزریے خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیل کا اِک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

ہوئے جبریلؑ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

یہ طاعت [1]اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی
کہ جنت سے یہ برہ آ گیا ہے بہرِ قربانی

ہمیشہ کے لیے اس خوابِ صادق کا ثمر لیجے
اسی برّے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے

غرض دُنبہ ہوا قربان اسمٰعیل کے صدقے
ہوئی یہ سنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے

خطاب اُس دن سے اسمٰعیل نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ اُن کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ[2]

تعمیرِ خانہ کعبہ

کہا جبریل نے "ہاں اے خدا کے محترم بندو
پھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزو مندو

یہ ارضِ پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے
ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے

یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں
ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اُٹھاتی ہیں

یہی منبع ہے نورِ حق کی دریا بار موجوں کا
کہ مرکز ہے یہی اک اُمتِ [3]وسطی کی فوجوں کا

یہی نافِ [4]زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدر ہے یہیں پر اجتماع[5] اولادِ آدم کا

---

[1] یَا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اے ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب کو سچا کر دکھایا' ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں

[2] وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی۔

[3] وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ ہم نے تم کو اعلیٰ اُمت بنایا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔

[4] کرۂ ارض پر نظر دوڑا کر دیکھو جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ ارض البلد ہے شمال میں زیادہ سے زیادہ درجے تک آبادی ہے دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا' جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمال تفریق کریں تو بیس رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کریں تو بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ۲۱½ درجے پر آباد ہے اس لیے کرۂ ارض میں یہی وسط میں ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغت کی کتابوں میں ناف زمین ہے' انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی' بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ۱½ درجے کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔ (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

طلوعِ مہرِ ظلمت پاش اسی مٹی سے ہونا ہے   یہیں وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے

عبادت کا نشاں قائم کرو اِس ہو کی بستی میں
تمہیں اوّل گنے جاؤ شمارِ حق پرستی میں

بشارت پا کے دونوں پاک بندے اک جگہ آئے   جہاں جبرائیلؑ نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے
خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں[1] اُٹھاتے تھے   ذبیح اللہ چونا اور پتھر دیتے جاتے تھے
کیا تیار اک مدت میں کعبہ ان بزرگوں نے   خدا آگاہ وخوش اخلاق وخوش باطن بزرگوں نے
وفورِ شوق میں اِک اِک سے آگے بڑھتا جاتا ہے   مرادیں[2] مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا
پتہ ان کو دیا جبریل ہی نے سنگِ اسود کا   خلیل اللہ نے اس کو مقامِ رُکن پر رکھا
مکمل ہو گئی تعمیر بیت اللہ کی اِک دن   بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اک دن
یہاں سے اُٹھ کے پیغمبرؑ فرازِ کوہ پر آیا   زبانِ وحی نے چاروں طرف اِعلان فرمایا
کہ اے لوگو یہاں حج وعبادت کے لیے آؤ   خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لیے لاؤ
یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا   جھکے گا سر یہیں پر آ کے اونچی شان والوں کا
یہاں اہلِ طواف، اہلِ قیام، اہلِ قعود آئیں   یہاں اہلِ رکوع آئیں، یہاں اہلِ سجود آئیں

ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر تمام دُنیا کی مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق اریں منگول مغرب میں وہائٹ (نسل حام کے) اور ریڈ انڈیز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔
(رحمۃ للعلمین صفحہ ۹)

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ   اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبے کی دیواریں اُٹھا رہے تھے۔

ان میں سے ایک مراد یہ بھی تھی: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ (القرآن)   اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ہی ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کرنا جو اِن لوگوں کو تیری آیتیں سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے۔ اور ان کو پاک کردے۔

کوئی پیدل چلے کوئی سوارِ ناقۂ لاغر　　کریں حج و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر[1]
یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے　　ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے"

اوّلین حجِ اکبر

یہاں پر اوّلیں احرام باندھا باپ بیٹے نے　　عبودیت کا عہدِ تام باندھا باپ بیٹے نے
صدا لبیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر　　فرشتوں نے سنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر
ادا کی رسمِ قربانی کمالِ صدق نیت سے　　طوافِ خانۂ کعبہ کیا جوشِ اطاعت سے

فرشتوں نے منائی عید آ کر اس بیاباں میں
کہ پہلا حجِ اکبر تھا یہی تاریخِ انساں میں

◆

---

[1] وَاَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔

ہمارا گھر طواف کرنیوالوں (نمازیوں قیام کرنیوالوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی دبلی اونٹنیوں پر بھی اور ہر دور دراز گوشے سے آئیں گے۔

باب دوم

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی اولادیں

ادائے فرض کر کے باپ، بیٹے سے ہوا رخصت   بجا لانا تھی ملکِ شام میں تبلیغ کی خدمت
مگر فرزند سے ہر سال آ کر مل بھی جاتے تھے   ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے
پھر اس محنت کے بعد آرام سے سونے کا دن آیا   خلیل اللہؑ کے واصل بحق ہونے کا دن آیا
بالآخر جا بسے حضرت دیارِ جاودانی میں   بقا ہے بس خدا کی ذات کو اس دارِ فانی میں
رسالت آج فرزندانِ ابراہیم نے پائی   خدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی
ذبیح اللہ ہوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر   ہوئے مامور اہلِ شام پر اسحٰق پیغمبر
خدا کے فضل سے ہستی ہوئی دلشاد دونوں کی   بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

حضرت اسحٰقؑ کی اولاد

بنی اسرائیل

ہوئے اسحٰق کے فرزند اسرائیل پیغمبرؑ   ملے فرزند انہیں بارہ بفضلِ حضرتِ داور

پیدائش باب ۲۵ ورس ۹ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام نے دفن کیا (سرزمین شام میں مقام خلیل آپ کا مدفن مبارک ہے۔) (مراۃ الانساب)

ان ہی میں حضرتِ یوسف نے مرسل کا لقب پایا
خدا نے ان کو اہلِ مصر پر مبعوث فرمایا
یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
برادر[1] حضرتِ یوسف کے مشہورِ زمانہ ہیں
یہودی قوم کا آغاز انہی بارہ سے ہوتا ہے
یہودہ ان کا جدّ اسحٰق پیغمبرؑ کا پوتا ہے
مگر شیطان نے ان پر بھی دامِ شرک پھیلایا
تو انبوہِ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا
یہ قوم اپنے کو خاصانِ خدا کی قوم کہتی تھی
مگر کرتوت ایسے تھے بہت معتوب رہتی تھی
ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشان پیغمبر
چلانا چاہتے تھے جو اسے حق و صداقت پر
یہودی جانے بوجھے راہِ حق کو بھول جاتے تھے
وہ اپنے رہنما کو ایک دیوانہ بتاتے تھے
کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا
یہودی قوم دم بھرتی تھی اُس سے آشنائی کا
عتاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر
مسلط کر دیا فرعون کو اللہ نے اِن پر
کہ یہ بھی اِک طریقہ تھا اِنہیں رستے پہ لانے کا
اِنہیں ٹھوکر لگا کر خوابِ غفلت سے جگانے کا
بہت پستی دکھائی آخر اس افتاد نے ان کو
لگائیں ٹھوکریں فرعون کی بے داد نے ان کو
مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے
لگے عبرت پکڑنے لوگ ان کی حالتِ بد سے
خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا
جو بچپن ہی سے آزادی و حریت پہ تھے شیدا
ظہورِ نورِ حق موسیٰ کو سینا پر نظر آیا
خدا نے جانبِ فرعون انہیں مبعوث فرمایا

---

[1] حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا' بکتے بکتے وہ فرعون مصر کی بیوی زلیخا کے ہاتھ لگے وہاں بہت اُتار چڑھاؤ اور تکالیف کے بعد آپ فرعون مصر کے نائب ہو گئے۔ یہ قصہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے' حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام کو جب اپنے گمشدہ بیٹے کا پتہ ملا تو وہ اپنے خاندان کے افراد کو جن کی تعداد ۷۰ تھی ساتھ لے کر مصر چلے گئے' حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھتیجے مصر میں ہی رہے اور پھلنے پھولنے لگے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو گیا' تو رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کو مصریوں نے ذلیل کر کے غلام بنانا شروع کر دیا۔ تورات کتاب پیدائش میں سب کچھ مذکور ہے۔ اور قرآن کریم میں نہایت تفصیل سے یہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یدِ بیضا کے ساتھ اس خطۂ ظلمت میں در آئے
یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے
جگایا قوم کی تقدیر کو آوازِ موسیٰؑ نے
کیا فرعون کو غرقابِ نیل اعجازِ [1]موسیٰؑ نے
عصائے [2]موسوی نے پتھروں کو آب کر ڈالا
بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا
یہی وہ قوم ہے جس کے لیے نعمت کے مینہ برسے
کہ اترے من و [3]سلویٰ ان کی خاطر آسماں پر سے
مگر جب آزمائش آ پڑی یہ قوم گھبرائی
ہوئی باطل سے خائف اور راہ حق سے کترائی [4]
کہا موسیٰ نے "اٹھ اے قوم! باطل کے مقابل ہو
تری عزت بڑھے جگ میں ترا ایمان کامل ہو"
تو بولی قوم "اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خدا اور اس کا پیغمبر بہت کافی ہے لڑنے کو"
ڈرایا بار ہا موسیٰ نے ان کو قہرِ باری سے
مگر اس قوم کو مطلب رہا مطلب برآری سے

---

[1] وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ۔
اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو شق کر دیا اور تم کو بچا لیا اور آل فرعون کو غرق کر دیا (البقر)

[2] وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ
اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دُعا مانگی تو ہم نے حکم دیا اپنا عصا پتھر پر مارو پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (اور بنی اسرائیل کے بارہ ہی خاندان تھے)

[3] وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى
اور پہنچایا تمہارے پاس من وسلویٰ (البقرہ)

[4] ادوام اور مواب کے بیابانوں میں بھٹکتے بھٹکتے بنی اسرائیل جب اپنے ملک کے قریب پہنچے جس کا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ ملک اولاد کو دیا جائیگا تو حضرت موسیٰ نے اُن سے کہا اے میری قوم اس مقدس ملک میں جو خدا نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے داخل ہو اور دشمن کے مقابلے پیٹھ نہ پھیر ورنہ نقصان اُٹھائے گی قوم نے جواب دیا: "اے موسیٰ اس ملک میں تو بڑے زبردست لوگ موجود ہیں جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم قدم نہ رکھیں گے ان کے نکل جانے پر ہم اندر داخل ہوں گے ہاں تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں" خدا نے فرمایا: اچھا تو اب وہ ملک چالیس برس تک نصیب نہ ہوگا۔ اور زمین پر بھٹکتے پھریں گے۔
اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (القرآن)
تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

کبھی رفعت پر آئی بھی تو سوجھی اس کو پستی کی
کہ چھوڑی حق پرستی اور گوسالہ[1] پرستی کی
رکھی دُنیا میں راہ و رسمِ حرصِ خام سے اُس نے
دکھائی سرکشی تورات کے احکام سے اُس نے
دلائی حضرتِ داؤد نے اس قوم کو شاہی
مگر اس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی
زبور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی
یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمدِ ربانی
بڑی شوکت ملی اس قوم کو عہدِ سلیماں میں
عظیم الشان ہیکل[2] ہو گئی تعمیر کنعاں میں
مگر یہ قوم اکثر راہ پر آ کر پلٹتی تھی
نہ دِیں داری میں بڑھتی تھی، نہ بے دینی سے ہٹتی تھی
اسے ایوب و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا
چلن اس قوم کا لیکن نہ راہِ راست پر آیا
ہو منزل گمرہی جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت ایذائیں
یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
یہ اندھی تھی، اندھیرا جانتی تھی ہر اُجالے کو
مسیحِ ابنِ مریمؑ نے بہت اس کو ہدایت کی
مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی
یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئی اس پاک ہادی کو
خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
وہ پورا کر دیا ہر طور سے اُس ذاتِ والا نے
وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغِ جنت کا
مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا
ملی اسحٰق کی اولاد کو شانِ حکومت بھی
متاعِ دنیوی بھی اور رُوحانی رسالت بھی

---

[1] وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ اور موسیٰ تمہارے پاس صاف صاف دلیلیں لائے مگر اس پر بھی تم نے (موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد) گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا اور تم ظلم کر رہے تھے۔

[2] حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت حضرت ابراہیم سے ۹۸۵ برس بعد کا زمانہ تھا۔ آپ نے یروشلم میں خدائے واحد کی عبادت کے لیے بیت المقدس (ہیکل) تعمیر کیا جو کعبے کے بعد دوسرا بیت اللہ ہوا۔

مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو یہ بھڑکاتی رہی ہر دور میں اللہ کی غیرت کو
نتیجہ یہ ہوا کفرانِ نعمت کی سزا پائی عمل جیسے کئے ویسی درِ حق سے جزا پائی
خدا سے سرکشی کی' سر جھکایا پائے دشمن پر رہا اغیار کا پنجہ مسلط اس کی گردن پر
سبھی[1] اہلِ ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی فنقی' بابلی' مصری' اسیری اور رُومانی
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خوخصلت نہیں بدلی

عرب میں بنی اسمٰعیلؑ کے پھولنے پھلنے کا بیان

ذبیح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سن لو وہاں وعدہ خدا کا کس طرح پورا ہوا سن لو
گھرانے میں بنی جرہم[1] کے پیغمبر نے شادی کی خدا کے گھر سے قسمت جاگ اُٹھی اس خشک وادی کی
پسر بارہ[2] دیے اللہ نے اس پاک ہستی کو بسایا یوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو
بسائیں بستیاں گیارہ نے کوہ دشت وصحرا میں رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں

مسیق بادشاہ نے یروشلم پر حملہ کر کے محل شاہی اور بیت المقدس کو لوٹا' پھر بخت نصر شاہ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا ۱۴۰۱ ابراہیمی میں اسے فتح کر لیا اور یہود کے بادشاہ یہویکین کو اُس کے امراء اور اہلِ خانہ سمیت گرفتار کر لیا' شاہ سلیمان کا خزانہ بیت المقدس کا نذرانہ لوٹ لیا دس ہزار بہادروں اور پیشہ وروں کو پا لاں کر کے بابل لے گیا۔ بخت نصر نے اپنے چچا صدقیاہ کو کنعان کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ بخت نصر نے پھر حملہ کیا اور اٹھارہ ینے کے محاصرے کے بعد یروشلم فتح ہو گیا۔ آخر بیت المقدس' سلیمان کے قصر اور تمام شہر کو جلا کر خاک کر دیا فصیلیں ڈھا دیں اور جتنے لوگ زندہ تھے سب کو پکڑ کر بابل لے گیا' ان قیدیوں میں حضرت ذوالکفل بھی تھے جن کی نبوت کا آغاز حضرت ابراہیم سے ۱۴۰۶ سال بعد ہوا آپ کے بعد حضرت عزیز کی نبوت کے انہ میں ایران نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات سے ملی بیالیس ہزار آدمی پھر یروشلم چلے گئے فنقی بھی اب پھر حملہ آور ہوئے رومی تو طرح قابض ہوئے کہ آخر اسلام نے ان کو وہاں سے نکالا۔

اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ (قرآن) اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔

عیل علیہ السلام کی شادی عرب کے اس قبیلہ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے کر چشمۂ زمزم کے قریب آباد ہو گیا تھا۔

ان بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ ۱- بناویث یا بنایوط۔ ۲- قیدار۔ ۳- اوباقیل۔ ۴- سیام۔ ۵- مشماع۔ ۶- دوماہ۔ ۷- مسار۔ ۸- حدر۔ ۹- ستما۔ طور۔ ۱۱- نافیش۔ ۱۲- قیدماہ۔ یہی بارہ رئیس تھے۔ جن کے متعلق خدا نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی تھی کہ "اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری دعا قبول میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اس سے بارہ رئیس پیدا ہوں گے اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا" (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قریبِ کعبۃ اللہ شہر مکہ کی بنا ڈالی
پسر اس کے ہوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دُنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
جہاں میں سینکڑوں طوفاں اُٹھے لاکھوں عذاب آئے
بہت قومیں اُٹھیں اور چھا گئیں میدانِ ہستی پر
پھریرے خوب اُڑائے ہر بلندی اور پستی پر
غنیمِ مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیرِ زمیں آخر
خزاں منڈلا گئی شدادیوں کے سبز گلشن پر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روزِ روشن پر
ہوئے پیوندِ خاک آخر اسیری اور کلدانی
سرافرازوں کی شوکت موت نے کچھ بھی نہیں مانی
نہیں رہتا ہمیشہ سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر
کھنڈر ہنسنے لگے بابل کے نمرودی تمدن پر
ہوا دریا میں بیڑہ غرق فرعونی خدائی کا
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا
بگاڑیں خاک نے شکلیں فلاطونی خیالوں کی
دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یونان والوں کی
سکندر اور اس کے وہ عظیم الشان منصوبے
کہیں اُبھرے نہیں بحرِ فنا میں اس طرح ڈوبے
فقط اہلِ عرب اس منقلب دُنیا میں ایسے تھے
کہ روزِ اوّلیں سے آج تک ویسے کے ویسے تھے
یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی
قبیلے آپ خود مختار تھے اپنی حکومت تھی
عرب پر کوئی آ کر حملہ آور ہو نہ سکتا تھا
کوئی فاتح بُری نیت سے اس جانب نہ تکتا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) چنانچہ ایسا ہی ہوا ان بارہ رئیسوں میں ہر ایک نے اپنی اپنی بستیاں بسائیں۔ جو ان کے ناموں پر مشہور تھیں ان کی اولاد اتنی بڑھی کہ حجاز سے نکل کر شام، عراق اور یمن میں پھیل گئی انہوں نے حکومت اور تجارت اختیار کی اور اس قدر مال دار ہوئے کہ اپنے اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلادے ڈالتے تھے بنو اسمٰعیل کے بعد عرب کے قبیلے اکثر و بیشتر حکمران رہے پہلی صدی عیسوی کا یہودی مورخ اپنی کتاب اینٹی کوئیز میں لکھتا ہے۔ بحرِ احمر کے کنارے فرات کے ساحلوں تک سارا ملک اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔

کوئی لشکر ہوا بھولے سے اس کی فتح پر مائل
تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل
ہوئے جب حملہ آور لوگ اس پر مر گئے پیاسے
یہ خطہ رہ گیا اوجھل نگاہِ اہلِ دُنیا سے
بڑھی اولادِ اسمٰعیل[1] میں عدنان کی شوکت
عرب کو آلِ اسمٰعیلؑ سے حاصل ہوئی قوت
یہودی قوم پر دُنیا میں جب کوئی بلا آئی
تو اس نے آلِ اسمٰعیل کے گھر میں اماں پائی[2]
خدا کے نام پر اب تک یہودی اور عدنانی[3]
ادا کرتے تھے مکے پر رسومِ حج و قربانی
مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر
بنی جرہم نے قبضہ کر لیا مکے کی بستی پر
مگر پھر آلِ اسمٰعیل قابض ہو گئی اس پر
عرب میں تھی یہ طاقتور بفضلِ حضرتِ داور

مکے پر یمن والوں کا حملہ اوّل

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہلِ مکہ پر
غرض یہ تھی کہ اپنے گھر میں لے جائیں خدا کا گھر
یمن میں ان دنوں حسان نامی ایک حاکم تھا
اسے مکے کی رونق دیکھ کر دِل میں خیال آیا
کسی صورت سے توڑوں آلِ اسمٰعیل کی شوکت
اسی کعبے کے دم سے اُن کی دُنیا بھر میں ہے عزت
اگر کعبہ گرا دوں اس کے پتھر ساتھ لے جاؤں
یمن میں ان سے اک کعبہ نیا تعمیرا کرواؤں

اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک آٹھ نو پشتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن بقول حضرت علامہ شبلیؒ یہ صحیح نہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔ دیکھئے سیرت النبی حصہ اوّل صفحہ ۱۵)

حضرت موسیٰ نے جب مصر سے ہجرت کی تھی تو عرب ہی میں آ کر پناہ لی تھی اور عرب ہی کے ایک پہاڑ پر آپ کو نبوت تفویض ہوئی پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے آزاد کر کے لائے تو بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پورے کیے تھے حضرت داؤد علیہ السلام بھی بادشاہ سوئیل کی وجہ سے ہجرت کر کے عرب میں آ کر ٹھہرے تھے جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ برباد کیا تو انہیں معد بن عدنان ہی نے عرب میں عزت و احترام سے رکھا تھا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۳)

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا اگرچہ وہ ان کے ساموں ہی تھے تاہم انہوں نے ان کو مکے سے نکال دیا (رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۰)

یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے   کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے
یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر   کیا آ کر اچانک اُس نے حملہ شہر مکہ پر
یہاں پر خادمِ کعبہ کنانہ کا گھرانا تھا   اسی میں فہر بن مالک تھا جو مرد یگانہ تھا
یمن والوں کی یورش دیکھ کر غصے میں تھرایا   کیا کنبہ اکٹھا اور مکے سے نکل آیا
مقابل ڈٹ گیا یہ شیر لا تعداد فوجوں کے   چٹانوں کی طرح رو کے تھپیڑے تند موجوں کے
شکست فاش دی اُس نے یمن والوں کے لشکر کو   تعاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر[1] کو
یہ ایسی فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا   یہی نامی قبیلہ بن گیا' فخرِ عرب ٹھہرا
قریش اہلِ عرب میں نام ہے اس ویل مچھلی کا   سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا
قریش اولادِ اسمٰعیل میں تھے سب سے طاقتور   یہی کعبے کے خادم تھے یہی تھے شہر کے افسر
قصی[2] ابنِ کلاب ان میں بہت ہی شان والا تھا   بڑا زیرک بڑا تاجر بڑا سامان والا تھا
ہوا عبدِ[3] مناف اس کا پسر' اس کا پسر ہاشم   پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم[4]
پسر ہاشم کا عبد المطلب[5] سردارِ مکہ تھا   یہی تھا خادمِ کعبہ یہی مختار مکہ تھا

---

[1] دیکھو تمدن عرب از علامہ جرجی زیدان۔

[2] قصی کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ قصی ابن کلاب' ابن مرہ ابن کعب' ابن لوی' ابن غالب' ابن فہر (یعنی قریش اوّل) ابن مالک' ابن نضر ابن کنانہ' ابن خزیمہ' ابن مدرکہ' ابن الیاس' ابن معنر' ابن نزار' ابن معد' ابن عدنان' عدنان سے ۴۰ پشت اوپر حضرت اسمٰعیل۔

قصی سے پہلے قریش میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور وہ اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے تھے کعبے کی تولیت قبیلہ خزاعہ کے ہاتھ میں آ گئی تھی مگر قصی نے از سر نو قریش کو جمع کیا خزاعیوں کے ہاتھ سے کعبے کی خدمت حاصل کی اور قریش کو دوبارہ سرداری کی مسند پر بٹھایا ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کی بہت سی اصلاحیں کیں۔

[3] قصی کے تین بیٹے تھے عبد مناف' عبد الدار' عبد العزیٰ یہی عبد مناف پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اور عبد الدار حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جد تھے۔

[4] عبد مناف کے بیٹے ہاشم حضرت سرور کائنات کے پردادا تھے یہ قریش میں بہت ممتاز مقتدر تھے ان کی اولاد بنو ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے۔

[5] آنحضرت کے دادا

مگر اس خدمتِ کعبہ کے معنی اور ہی کچھ تھے
یہ فرزندانِ اسمٰعیل یعنی اور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانۂ جاہلیت

الگ تھے ساری دُنیا سے مگر یہ لوگ خوش دِل تھے
انہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے

مگر آزادیوں نے ان کو کھو یا دین و دُنیا سے
ہوئے گمراہ یہ برگشتہ ہوکر حق تعالیٰ سے

کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
رہِ حق چھوڑ کر سب بت پرستی پر ہوئے مائل

شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب اک دوسرے کو ذبح کرنے میں قصائی تھے

فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سرِ بازار کہہ دیتے تھے ایسے کارناموں کو

رعونت نے دماغوں میں ہوائے خودسری بھر دی
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بیدردی

عرب اولادِ اسمٰعیل سے معمور تھا سارا
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چور تھا سارا

جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خوب ماہر تھے
نشانِ بربریت اُن کے چہروں ہی سے ظاہر تھے

ترقی اور تمدن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھاتی تھی

بہادر تھے مگر سب کے سب آپس میں لڑتے تھے
قبیلوں میں ہزاروں معرکے ہر سال پڑتے تھے

جو شہری تھے وہ فن و پیشہ وحرفت سے عاری تھے
مگر مکر و دغا بازی میں پورے کاروباری تھے

نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انہیں بے کار و کاہل بیٹھ رہنا دِل سے بھاتا تھا

یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا

پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا　　　کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک[1]، عورت کا
زنا و فحش کاری سے بڑی اِن کو ارادت تھی　　　شرابیں پی کے ننگے ناچنے کی عام عادت تھی
شرافت کو ڈبو دیتے تھے جب عورت پہ مرتے تھے　　　کہ جس عورت پہ مرتے تھے اسے بدنام کرتے تھے
زنا کاری کی ترغیبیں سرِ بازار دیتے تھے　　　یہ اپنی بیویوں تک کو جوئے میں ہار دیتے تھے
یہ اپنی بیٹیوں کو سانپ سے بد تر سمجھتے تھے　　　یہ ان کے قتل کو عزت کا اِک جوہر سمجھتے تھے
اگر جن بیٹھتی دختر کوئی تقدیر کی ہیٹی!　　　چھچھوندر سے بُری معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی[3]
گڑھا اِک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتی تھی　　　کوئی بچھو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتی تھی
کوئی کم بخت بد اختر اگر زندہ بھی رہتی تھی　　　ہمیشہ باپ کے اور بھائیوں کے ظلم سہتی تھی
غلاموں لونڈیوں پر وہ مظالم توڑتے تھے یہ　　　کہ ان کو موت سے پہلے نہ ہرگز چھوڑتے تھے یہ
عرب میں ہر طرف تھا دَور دَورہ بت پرستی کا　　　کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا[5]

---

[1] ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا تھا ان میں موجود تھا، مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ جیسا کہ یورپ میں، آج کل بھی) رواج ہے اپنے لیے محبوبہ بھی رکھ سکتا تھا ان میں نیوگ کی رسم بھی جاری تھی عورت محض ایک جائیداد سمجھی جاتی تھی اس کا اپنے متوفی خاوند یا دوسروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود جائیداد مورثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثے میں چلی جاتی تھی اور وارث چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی سے دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ باپ کی عورتوں کو بیٹے ورثہ کا حصہ سمجھ کر اُن سے شادی کر لیتے اور ان کو انکار کا حق نہ تھا۔ (خیر البشر صفحہ ۲۳)

[2] مرد و عورت کے تعلقات میں نہایت درجے کا فحش بھی تھا۔ ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصے، کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے، بڑے بڑے مشہور قصائد میں جو اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں ایسے فحش اور ننگے الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے۔ (خیر البشر صفحہ ۲۴)

[3] وحشیانہ پن میں انتہا کو پہنچا ہوا طریقہ لڑکی کو زندہ در گور کرنے کا تھا، پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل میں لے جاتا اور ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑی کر کے دھکا دے کر گرا دیتا چیختی چلاتی ہوئی معصوم جان پر مٹی ڈال کر چلا آتا یہ ایسی سنگدلی ہے جس سے پتھر بھی شرمندہ ہوں۔

[4] بعض اوقات نکاح کے وقت بیوی سے معاہدہ کر لیا جاتا تھا اگر لڑکی پیدا ہوگی تو اسے مار ڈالا جائے گا اس صورت میں غریب ماں سے اس فعل کا ارتکاب کرایا جاتا اور ستم یہ کہ اکثر کعبے کی عورتوں کو اکٹھا کر کے یہ کام کیا جاتا۔ (خیر البشر صفحہ ۲۵)

[5] كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (قرآن)　　　تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے

خدا کہتے تھے مٹی، آگ، پانی کو ہواؤں کو
پہاڑوں اور دریاؤں کو بجلی کو گھٹاؤں کو
زمیں پر خاک پتھر اور شجر معبود تھے ان کے
فلک پر انجم و شمس و قمر معبود تھے ان کے
مرادیں مانگتے تھے ہر وجودِ بے حقیقت سے
نہ تھا محروم کوئی جز خدا ان کی عبادت سے
وہ کعبہ جو خدائے واحد و قہار کا گھر تھا
وہ کعبہ جو خدائے مالک و مختار کا گھر تھا
وہی کعبہ جسے پیغمبروں کی سجدہ گہ کہیے
وہی کعبہ جسے تقدیس کا نورِ نگہ کہیے
وہ کعبہ جو خدا کے بت شکن بندوں کا معبد تھا
جسے پاکیزہ رکھنا فطرتِ انساں کا مقصد تھا
اسی کعبے کو یاروں نے صنم خانہ بنا ڈالا
دلوں سے ظالموں نے نقش وحدت کا مٹا ڈالا
نہ سوجھا کوئی فرق ان کو خدا میں اور پتھر میں
کہ رکھے تین سو اور ساٹھ بت اللہ کے گھر میں
عرب میں جس قدر انسان تھے ان سے سوا بت تھے
یہ خلقت تھی خدا کی اور خلقت کے خدا بت تھے
جدا اِک اِک خدا تھا ہر قبیلے ہر گھرانے کا
کوئی بت فتح پانے کا کوئی بت بھاگ جانے کا

جاہلیت کے میلے

یعنی بازار عکاظ پر ایک نظر

یہاں پر کھینچ کر ہلکا سا نقشہ ان کے میلوں کا
دکھا دوں حال بے دینی کا جھگڑوں کا جھمیلوں کا
حدودِ مکہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میداں ہے
جہاں خیمے لگے ہیں جمع اِک انبوہ انساں ہے
عرب کے لوگ اس انبوہ کو بازار کہتے ہیں
برس کے بعد آ کر اس جگہ کچھ روز رہتے ہیں
بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلب، بنو کندہ
بنو اوس و بنو خزرج، بنو دوس و بنو عذرہ
بنو لخم و بنو مرتج، بنو طے و بنو اسلم
جہینہ اور خزاعہ اور بجیلہ اور بنو خثعم

یہ قحطانی قبائل دور سے میلے میں آئے ہیں
سب اپنے اپنے بچوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں
ہوازن اور عدنان اور اطفان اور اعصر بھی
غنی بھی، باہلہ بھی عبس بھی ذبیان و عامر بھی
قریش و سعد و نصر و کعب و مرہ بھی فزارہ بھی
بنی تیم و بنی عدی، سلول اور آل قارہ بھی
یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی اُن کی
عرب کی سرزمینِ خشک اب تک مِلک ہے جن کی
جوان و پیر، مرد و زن یہاں آئے ہوئے ہیں سب
غرور و عجب سے چہروں کو چمکائے ہوئے ہیں سب
تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جا بجا خیمے
زمیں کے جسم پر یہ سوز کے چھالے ہیں یا خیمے
حجازی بدوؤں نے کالے کمبل تان رکھے ہیں
کھڑے ہیں اونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں
یمن، نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں
پکھالیں کملیاں، ستو کھجوریں ساتھ لائے ہیں
کوئیں ہیں چند نخلستاں میں جن کے گرد میلا ہے
گرے پڑتے ہیں پانی کے لیے لوگوں کا ریلا ہے
جوانانِ عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں
دلوں کے ولولے ڈوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں
ہزاروں نیم عریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں
نہ گھیریں آ کے مردان کو تو خود جا جا کے گھرتی ہیں
قبائل کے جو ہیں سردار پتلے ہیں رعونت کے
عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے انداز نخوت کے
کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں
وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں دنگے ہیں
ہیں ایسے مرد بھی ان میں کہ منہ پر ہے نقاب ان کے
حیا ان کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے
کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں
نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں
شرابیں پی رہے ہیں اور قے بھی کرتے جاتے ہیں
شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں
دوشیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں
نشے میں جھومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں
ذرا سی بات پر تلوار کھنچ جاتی ہے آپس میں
غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سرِ شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے
شرابِ عیش پر دیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے
صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں
عبادت کے لیے ان بیوقوفوں کو بلاتی ہیں
مُثنیٰ اپنے بت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے
یہ مٹی کے خدا ہیں ان کو گہنوں سے سجایا ہے
بتوں پر اُونٹ، بکرے، آدمی قربان ہوتے ہیں
غریب اِن پتھروں کے واسطے بے جان ہوتے ہیں
قریش اپنے ہبل کا اک مُثنیٰ لے کر آئے ہیں
اسی کے گرد ان لوگوں نے خیمے بھی لگائے ہیں
بٹھا رکھا ہے پتھر کے خدا کو ایک پتھر پر
کھڑے ہیں گرد اس کے اہلِ مکہ ساکت و ششدر
بھجن گاتی ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
بہا کر اونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں
وہ دیکھو دے رہی ہیں خون کے چھینٹے عزیزوں پر
وہ چھڑکا جا رہا ہے خون ہی کھانے کی چیزوں پر
وہ دیکھو سب اسی پتھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
جبیں پر کالے کالے خون کے ٹیکے لگاتے ہیں
بپا ہے وحشیانہ سیٹیوں کا شور ہر جانب
عقیدت دیکھئے، ہے چیخنے پر زور ہر جانب
پجاری چیختے ہیں، ناچتے ہیں، گھنٹ بجتے ہیں
پرستش ہے یہی ان کی جسے مذہب سمجھتے ہیں
اُچھلتے کودتے سب لوگ گرد اس بت کے پھرتے ہیں
ہر اک چکر کے بعد اک بارگی سجدے میں گرتے ہیں
قبائل محو ہیں اِس لعنتی طرزِ عبادت میں
یہ میلہ کلہم ڈوبا ہوا ہے بحرِ لعنت میں
یہ نقشہ دیکھ کر سورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں
زمیں نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

شاعری کے بُرے پہلو

ھاڑہ شاعری کا دیدنی ہے اس جھمیلے میں
کہ اکثر لوگ اسی کے واسطے آئے ہیں میلے میں

جوان و پیرو مردو زن ہیں یک جا ہر قبیلے کے
بڑے ٹھسے سے ہیں بیٹھے ہوئے افسر قبیلے کے

یہاں بوڑھے جوانوں سے زیادہ تن کے بیٹھے ہیں
جواں بھی کم نہیں مدِ مقابل بن کے بیٹھے ہیں

حسینہ عورتیں بیٹھی ہوئی نخرے دکھاتی ہیں
یہ اپنے شوہروں اور آشناؤں کو لبھاتی ہیں

تبسم ہے کہ بجلی ہے، نگاہیں ہیں کہ چھریاں ہیں
حیا کیسی کہ آدھے سے زیادہ جسم عریاں ہیں

یہ عشوے اور غمزے مرد ہی ان کو سکھاتے ہیں
حیاء و شرم کے جوہر یہ ظالم خود مٹاتے ہیں

ہزاروں نازنیں آنکھیں حیا داری سے خالی ہیں
نقاب افگندہ ہیں ان میں جو طبعاً شرم والی ہیں

غرض یہ سب کے سب گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں میداں کو
مزے سے سن رہے ہیں شاعروں کے سوز و حرماں کو

قبیلے اپنے اپنے شاعروں پر ناز کرتے ہیں
قصائد اپنی اپنی شان میں سن کر بپھرتے ہیں

وہ اُٹھ کر ایک شاعر بر سرِ میدان آیا ہے
خود اپنی شان میں پورا قصیدہ کہہ کے لایا ہے

’’قبیلہ میرا ایسا ہے، میں خود ایسا ہوں ویسا ہوں
میں چاندی ہوں میں سونا ہوں میں دھیلا ہوں میں پیسہ ہوں‘‘

فلاں ابنِ فلاں ہوں اس لیے پکا دلاور ہوں
تخیل ہے مرا خونیں سمندر، میں شناور ہوں

بہت سی عورتوں سے عشق بازی کر چکا ہوں میں
اب اس پر مر رہا ہوں، پہلے اس پر مر چکا ہوں میں

فلاں کی اور فلاں کی عصمتیں میں نے بگاڑی ہیں
یہ سب بستی ہوئی آبادیاں میں نے اُجاڑی ہیں

یہ عورت مجھ پہ مرتی ہے، وہ عورت مجھ سے ڈرتی ہے
یہ مجھ سے ملتفت ہے اور وہ پرہیز کرتی ہے

میں اس کو چھوڑ دوں گا اور اُسے قابو میں لاؤں گا
بغیرِ وصل دہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا[1]

وہ پتھر بھی خدا میرا یہ پتھر بھی خدا میرا
وہ مجھ کو پالنے والا ہے یہ حاجت روا میرا

یہ حسنِ شاعری دکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے
تو پھر اک دوسرا آتا ہے اور سکہ جماتا ہے

---

[1] امراءالقیس کے قصائد دیکھیے۔

بہا دیتا ہے سوکھے دشت میں دریا فصاحت کے
دکھا دیتا ہے نقشہ کھینچ کر اپنی حماقت کے
یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کے نام لیتے ہیں
جنہیں فحش و زنا کاری کے یوں اِلزام دیتے ہیں
مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجود ہیں اکثر
پھر ان میں بعض شوہر دار ہیں اور بعض بے شوہر
وہ سب بیٹھی ہوئی ہنستی ہیں اس افشاء حالت پر
کوئی ذلت کا دھبہ ہی نہیں گویا شرافت پر
ذرا کچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
بھری محفل میں گویا حسن و خوبی کی سند پائی
مگر شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
زبانِ گرم سے بزمِ سخن گرمائے جاتا ہے
کوئی اترا رہا ہے آبِ خنجر کی روانی پر
کوئی اکڑا ہوا ہے اپنے فخرِ خاندانی پر
کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر
کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اُچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم سفاک ہیں، ظالم ہیں، قاتل ہیں
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں
تاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غلاموں کی
وہ لڑکا اِتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی

یہ طرزِ خود ستائی اک زمانے سے نرالی ہے
یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن اچانک ایک گل پھولا
اُٹھا شورِ اِک طرف سے شاعر اپنی داستاں بھولا
ڑی افتاد کوئی ہو گئی بزمِ سخن برہم!
کوئی طوفان اُٹھا جس نے کر دی انجمن برہم
ے تھے کان ان کے شاعروں کی داستانوں پر
مغلظ گالیاں کیوں آ گئیں ان کی زبانوں پر

یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے
یہ کیوں اُٹھی ہے خلقت تیغِ خوں آشام لے لے کر
پکارے جا رہے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر
نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ کس کو مار ڈالا سرخ کیونکر ہو گئیں دھاریں
سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھلتا خدا جانے
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اُٹھ کے دیوانے
سبھی اُلجھے ہوئے ہیں کون سنتا کون کہتا ہے
مگر لاشوں پہ لاشیں گر رہی ہیں خون بہتا ہے
کوئی اتنا نہیں جو اس لڑائی کا سبب پوچھے
فروزاں کیوں ہوئی یہ آتشِ قہر وغضب پوچھے
کسی پر چل گیا خنجر کسی پر چل گیا بھالا
گرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا
فغاں ہے، شور ہے، چیخیں ہیں، شوریدہ نوائی ہے
بتوں کی منتیں ہیں اور بھوتوں کی دھائی ہے
لہو سے اس زمیں کا نامۂ اعمال دھلتا ہے
بہت سے کشت وخوں کے بعد اتنا حال کھلتا ہے
کہ اک لڑکی نقاب اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی بیچاری
ودیعت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیا داری[1]
شرارت کے لیے تاکا اُسے عیاش لڑکوں نے
اسے دھوکے سے ننگی کر دیا اوباش لڑکوں نے
بہت سے لوگ بیٹھے تھے کسی نے بھی نہیں روکا
لگے ٹھٹھا اُڑانے جب وہ لڑکی کھا گئی دھوکا
مفر کی اس بیچاری کو نہ جب صورت دکھائی دی
تو لڑکی نے وہیں اپنے قبیلے کی دہائی دی
دُہائی سن کے لڑکی کے لواحق طیش میں آئے
چمک تلوار کی دیکھی تو وہ لڑکے بھی گھبرائے
بچاؤ کی کوئی صورت نہ سوجھی ان رزیلوں کو
تو گھبرا کر پکار اُٹھے شریر اپنے قبیلوں کو
صدا سنتے ہی ان کے لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے
گھٹاؤں کی طرح دونوں طرف کے جوش ٹکرائے
اُٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوشِ بیداری
لگے سر کٹ کے گرنے خون کی بارش ہوئی جاری

---

[1] یہ جنگ فجارِ ثانی کہلاتی ہے یہ بنی عامر اور بنی کنانہ میں شروع ہوئی اور بعد ازاں سب کے سب قبائل کوئی اِدھر کوئی اُدھر شامل ہو کر مدتوں لڑتے رہے۔

پڑی بنیاد جب ان دو گھرانوں میں لڑائی کی	تو لازم تھا کوئی کوشش کرے ان میں صفائی کی
مگر اُن کی شریعت اور تھی جس پر یہ تھے عامل	کہ سب کے سب قبیلے ہوگئے اس جنگ میں شامل
کوئی اِس کی حمایت میں کوئی اس کی حمایت میں	رہیں گے اب یہ سب مشغول جنگِ جاہلیت میں

یہ سارے خود کو اسمٰعیل کی اولاد کہتے ہیں
مگر ہم تو انہیں مادر پدر آزاد کہتے ہیں

اِس عہد میں دُنیا بھر کی عام حالت

ہندوستان

عرب سے بھی زیادہ حال تھا بد حال دُنیا کا	کہ سر ابلیس کے رستے میں تھا پامال دُنیا کا
مگن تھا گلشنِ ہندوستاں جنت نشاں بن کر	یہاں بھی موت چھائی ایک دن فصلِ خزاں بن کر
دکھائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے جلوے	بہت چمکے تھے رام اور کرشن سے ایمان کے جلوے
یہ ہادی تھے مگر ان کو خدا کہنے لگے ہندو	نر و مادہ کو دیوی ڈیوتا کہنے لگے ہندو
حکومت آ گئی ایسے ستم گاروں کے ہاتھوں میں	ہوئے تقسیم اِنساں اونچی نیچی چار ذاتوں میں[2]
غلط سمجھے یہ بدھی بان گوتم کی بشارت کو	بلائے بت پرستی نے کیا برباد بھارت کو
اُجاڑا وام مارگ[3] پنتھ نے اِیمان کا گلشن	سیہ کاری نے پھونکا دھرم کا گن گیان کا گلشن

---

[1] ہندوستان کے ایرین ایسے وہم پرست ہوگئے کہ مخلوق سے کوئی چیز ایسی نہ رہی جس کو انہوں نے نہ پوجا ہو۔

[2] برہمن سب سے افضل ان سے اتر کر چھتری ان سے گھٹیا ویش اور ان تینوں سے گھٹیا شودر' آخر الذکر ایسے بدنصیب کہ ہندو مذہب ان کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا تھا کہ جس زمین پر اُوپر تینوں قومیں چلتی پھرتی ہوں شودر کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ زمین گویا ناپاک ہوگئی۔

[3] خود ہندو محققین یہ کہتے ہیں کہ ویدک مذہب میں خرابیاں پیدا کرنے والے وام مارگی ہیں ان لوگوں نے مذہب کی آڑ میں بد معاشیوں اور فواحش کا رواج دیا اور دیوی دیوتاؤں کے ایسے قصے گھڑے جن سے ان کے لیے حرام کاری کا جواز ثابت ہو۔

نظر میں گھٹ گئی کچھ اس طرح انسان کی قیمت
کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

چین

ہوئی برباد کنفیوشس[1] کی وہ تہذیب آئینی
جہالت سے شکستہ ہو گئی ہر لعبتِ چینی
گرے غش کھا کے چینی بدھ کی تصویر کے آگے
حوادث نے جگایا بھی مگر اب تک نہیں جاگے

ایران

متاعِ فارس کو آتش کدوں[2] نے خاک کر ڈالا
یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کر ڈالا
سکندر کی چلی آندھی گلستانِ جم و کے پر
تباہی چھا گئی ایران پر توران پر، رے پر
رہی اس قتل گہ میں خونِ انسانی کی ارزانی
کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آلِ ساسانی
مٹے اس ملک میں انسانیت کے عام جوہر بھی
کہ گھر میں ڈال لیتے تھے مجوسی اپنی دختر بھی

یورپ

فرنگستان میں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آ کے گھیرا تھا
وہ رومانی حکومت اک جہاں میں دھوم ہے جس[3] کی
ہمیں تہذیب عریاں آج بھی معلوم ہے جس کی
وہ شیطانی تمدن وہ گنہ کا آخری مامن
وہ شہرِ پومپی آئی یعنی ظلم و جور کا مسکن
وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا
کرو اس آخری شب کا مری آنکھوں سے نظارا

---

[1] کنفیوشش چین کا ایک بہت بڑا مصلح۔ مسیح سے کچھ مدت پہلے گزرا ہے۔

[2] موجودہ زمانہ کے پارسی اب بھی آگ کو خدا کا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں اس مذہب کی ابتدا موزرتشت سے ہوئی' پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت مسیح سے تیرہ سو برس پہلے شہر رے یا ارمیاہ میں پیدا ہوا تھا زرتشت اگرچہ مذہب توحید کا مبلغ تھا لیکن اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو مسخ کر کے یزدان واہرمن دو خداؤں کی پرستش شروع کی چونکہ یزدان کو روشنی کا منبع خیال کیا جاتا تھا اس لیے آگ کی تعظیم کرنے لگے اور آخر کار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔

[3] رومن ایمپائر

شہرِ پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا اِنسان کا فتنہ
پناہیں حسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
وفا داری ہوئی روپوش ناداری کے دامن میں
میسر ہیں زری کے شامیانے خوش نصیبی کو
اُڑھا دی سایۂ دیوار نے چادر غریبی کو
مشقت کو سکھا کر خوبیاں خدمت گزاری کی
ہوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی
لیا آغوش میں پھولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیا خاک ہی نے کر دیے آسن فقیری کو
تڑپنا چھوڑ کر چپ ہو گئے جی ہارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے
وہ روحانی ' وہ جسمانی عقوبت کم ہوئی آخر
غلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہوئی آخر
ہوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
کہ خود محتاجِ درباں ہیں جہاں بانوں کے دروازے
اسی انداز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
سرور و کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی

شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے
بالآخر نیند آئی سو گئے پُر جوش ہنگامے

تھا جب زندگی کا جوش پرخاشِ اجل جاگی
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی
اُٹھایا موت نے پتھر جہنم کے دہانے سے
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اِک زمانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
چٹانوں کے جگر سے پھوٹ نکلا آتشیں لاوا[۱]
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلومی کی آہوں نے
اُٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بے کس نگاہوں نے

---

[۱] آتشیں پہاڑ جب آتش فشانی پر اُتر آئے تو اُن کے دہانے سے گندھک اور بعض اور دھاتیں پگھلی ہوئی نکلتی ہیں یہ آتشیں سیلاب جو چیز سامنے آئے اُسے تباہ و برباد کر دیتا ہے اس کو لاوا کہتے ہیں۔

اُٹھیں مختار بن کر بے کسی کے خون کی موجیں   حصارِ مرگ نے محصور کر لیں جنگجو فوجیں
نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الٰہی سے   دبی پاداش امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے
ستاروں کی نگاہوں نے دھواں اُٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

اہلِ یورپ عیسائی ہو جانے کے بعد

وہ رومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے[1]   جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے
خود ان کے شہر کا جلنا نمونہ تھا یہ عبرت کا   یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا[2]
مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز   کوئی راحت نہ پائی دہر نے اس دور سے ہرگز
یہ پیرو ہو گئے آخر مسیح ابنِ مریم کے   تو لازم تھا کہ اُن کے دِل میں نورِ ایمان کا چمکے[3]
مگر یہ سب پجاری بن گئے تصویرِ عیسیٰ کے   رکھا مریم کا بت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا[4] کے
اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا   کہ عیسیٰ کو خدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا
بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصوں میں   خدا کو کر دیا تقسیم پورے تین حصوں میں

---

[1] فَاَصْبَحُوْا لَا تُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ (القرآن) پروہ ایسے ہو گئے کہ ان کے؟ برباد شدہ مسکنوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

[2] وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (القرآن) کتنی قومیں ہلاک ہو گئیں جو ان سے زیادہ مضبوط تھیں انہوں نے شہروں کو چھان ڈالا تھا (پھر) ہے کوئی بھاگنے کی جگہ۔

[3] دین عیسوی اپنے ابتداء ہی میں بدعتوں کی خلل اندازی سے مسخ ہو گیا تھا پولوس یا سینٹ پال نے یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر کے دین مسیحی کو مشرکین کے عقائد کے قالبوں میں ڈھالا اور پھیلانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد جوپیٹر اور زیوس دیوتاؤں کو ماننے والے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا یعنی ابن اللہ کہنے اور خدا کی خدائی کا شریک اور منتظم ماننے گرداننے لگے۔

[4] رومن کیتھلک عیسائی اب تک گرجوں میں مسیح کی تصویر کو پوجتے ہیں اور ان کے کئی فرقے ایسے ہیں جو خدا اور اس کی والدہ حضرت مریم کے پرستار ہیں اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیوی کہتے ہیں۔

خدا، روح القدس، عیسیٰ یہ تین ان کے خدا ٹھہرے　　جفا و ظلم اِن کی زندگی کا مدعا ٹھہرے[1]
یہی مذہب مسلط ہو گیا یورپ کے خطے پر　　اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر[2]
یہ فتنے جب مسیحِ ناصری کے نام پر جاگے　　یہودی اُن سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے
ہوئے قابض زمینِ شام پر شاہانِ یونانی　　مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی[3]
لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہلِ یوناں سے　　جہانداری کی اس بازی نے بدلے بار ہا پانسے
کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی　　یہ جنگ اِک موت تھی گویا غریبوں زیر دستوں کی

یہودیوں کی عام حالت

یہودی قوم کی حالت کا قصہ سن چکے ہو تم　　سران لوگوں کی نافرمانیوں پر دھن چکے ہو تم
یہ سب راندے گئے ٹھکرا کے عیسیٰؑ کی منادی کو　　یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اِس پاک ہادی کو
صحائف میں جہاں موقع ملا تحریف کر ڈالی　　یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی

۳۲۵ء قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے یہی پولوس کا سکھایا ہوا دین عیسوی قبول کیا اور خود عیسائی مؤرخین اس امر کے قائل ہیں کہ اس نے اس دین کو بزور ششیر پھیلانے کی ابتداء کی۔

ابی سینیا چوتھی صدی مسیحی میں ہوا۔

چھٹی صدی عیسوی میں جنگ زوروں پر تھی۔

ایرا ہیمی میں یہودی کنعان میں آباد ہوئے اس سے پہلے وہ فراعنہ مصر کی غلامی میں تھے موسیٰ علیہ السلام نے ان کو آزادی دلوائی تھی مگر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ م نہ مانا اور خدا کے معتوب ہو کر عرب کے بیابانوں میں بھٹکتے رہے تھے۔ پھر جب یہ کنعان میں آباد ہوئے تو خدا نے ان پر فضل کیا اور داؤد اور سلیمان جیسے م الشان پیغمبر اور بادشاہ نصیب ہوئے جنھوں نے بیت المقدس تعمیر کیا جو کعبہ کے بعد دوسرا بیت اللہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اُن کے بیٹے ام سے یہود کے دس قبیلوں نے بغاوت کی اور مصر کے ایک حاکم پیام کو حاکم بنایا اس نے یہود میں پھر بت پرستی رائج کر دی۔ پھر مسیق بادشاہ مصر نے بیت قدس اور یروشلم کو لوٹا اور ساری دولت مصر لے گیا کنعان کے یہود چند ریاستوں میں تقسیم ہو گئے۔ ۱۴۰۱ء ابراہیمی میں بخت نصر بادشاہ بابل نے بیت المقدس کیا اور آگ لگا دی اور یہودیوں کو پکڑ کر بابل لے گیا ستر سال یہودی بابل میں رہے اپنی زبان اپنی کتاب دونوں گنوا دیں عبرانی زبان کا گویا خاتمہ کر دیا آخر ان کے بادشاہ فورس نے ان کو آزاد کرایا اور پھر یہ یروشلم میں آباد ہو گئے لیکن ان میں بت پرستی اور افعال شنیعہ کی ایسی کثرت ہو گئی کہ ان کا پنپنا دشوار تھا۔ ن حکومت مدتوں ان پر متصرف رہی آخر کار مسیحیوں کا غلبہ ہوا اور یہ ان کے ہاتھوں بالکل اُجڑ گئے۔

رہے برباد دُنیا میں، ملا نیت کا پھل ان کو
وطن سے بے وطن کرتے رہے ان کے عمل ان کو
پراگندہ ہوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں
عرب میں آ بسے کچھ ارضِ یثرب اور خیبر میں
مگر فتنے اُٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں
دغا، مکر و فریب، احساں فراموشی تھی خصلت میں
بیاں کر دی ہے میں نے مختصر حالت زمانے کی
یہاں سے ابتداء ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلط لشکرِ جنات ہے ساقی
قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی
اٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نو سیلاب کی صورت
ہے جس کے حلقۂ ہر موج میں گرداب کی صورت
تلاطم خیز موجیں ہیں گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں
ہوائے شیطنت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے
مگر اولادِ آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے
میں انسانوں کو اس طوفانِ ذلت سے بچاؤں گا
میں ان سوئے ہوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا
وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دہاڑے تھے
وہی پنجے جو حق نے سینۂ باطل میں گاڑے تھے
مجھے اُن کو اُٹھانا ہے مجھے اُن کو جگانا ہے
پرانی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے
پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی
کہ اُڑ جائیں دھوآں بن کر وساوس ہائے شیطانی
دہانِ خامہ میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے
کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے
شرابِ معرفت کا از سرِ نو جام بھر ساقی
رگوں میں پھر پُرانا آتشیں اِسلام بھر ساقی
پلا مجھ کو پلا ساغر اسی صہبائے وحدت کا
کہ جس کی موج سے منہ پھیر دوں ہر فوجِ کثرت کا

مئے توحید کہنہ کا اُٹھا سر بستہ خم ساقی   سنا مردہ دلوں کو پھر وہی آوازِ قم ساقی
مری فطرت کو ساقی بے نیازِ دو جہاں کر دے   پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے

زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خدا کچھ بھی
مرے منہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

* * *

بابِ سوم

پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دُنیائے ہستی پر
ہوا شیطاں مسلط ہر بلندی اور پستی پر
پہاڑوں پر چڑھا شیطاں زمیں پر اک نظر ڈالی
نظر آئی اُسے ہر مملکت ایمان سے خالی
بہت ہی خوش ہوا ناز و تکبر عود کر آیا
ہنسا اور کفر کے کلمے زبانِ نحس پر لایا
کہ میں ہوں' میں ہی میں ہوں بادشہ اقصائے عالم کا
مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اَولادِ آدم کا
زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے
مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے
یہی اِنسان ہے' کیا وہ اسی انسان کا در تھا؟
ازل میں سامنے جس کے مرا جھکنا مقدر تھا
مرے قدموں پہ ہے اب جو مرے سجدہ کا طالب تھا
ابد تک میں ہی غالب ہوں' ازل کے دن یہ غالب تھا
اگر میں راندۂ درگارِ باری ہوں تو یہ بھی ہے
اگر میں قابلِ دوزخ ہوں' ناری ہوں تو یہ بھی ہے
یہ کہہ کر تن گیا منحوس' پر پھیلا دیئے اپنے
مرید اور چیلے چانٹے نام شیطاں کا لگے جپنے

پیغمبرِ آخرالزماں کے والد عبداللہ کا بیان

زمیں سے آسماں تک واقعی گہری سیاہی تھی   کہ جرمِ ماہ سے شاہی اسی کی تا بماہی تھی

یکا یک جا پڑیں اس کی نگاہیں سنگِ اسود پر   ہوا لرزہ سا طاری شیطنت پر فطرتِ بد پر

یہ پتھر مرکزِ عالم کا اک ثابت ستارا تھا   اُسے جنت سے حق نے ساتھ آدم کے اُتارا تھا

قریبِ سنگِ اسود اِک جوانِ ہاشمی دیکھا   گروہِ ابنِ آدم میں نرالا آدمی دیکھا

نظر آیا کہ اس کے گرد ہے اِک نور کا ہالا   زمیں پر جس کے باعث ہے فروغِ عالمِ بالا

وہی نورِ ازل معصوم چہرے سے ہویدا ہے   ازل سے جاودانی کا مرانی جس پہ شیدا ہے

جلالِ نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرایا   جھلک ایمان کی دیکھی تو بے ایمان تھرایا

زمیں ہلنے لگی کمبخت ایسے زور سے کانپا   ہوا اس پر جواں کا رُعب غالب ماجرا یہ تھا

کہ عبدالمطلب کا نوجواں فرزند عبد اللہ   دُعا کے واسطے آیا ہوا تھا نزدِ بیت اللہ

اُٹھا رکھی تھی سوئے آسماں پُر نور پیشانی   فلک تک ایک عالم ہو رہا تھا جس سے نورانی

نظر آتا تھا اس لڑکے میں جوہر آدمیت کا   ڈرا شیطاں سمجھ میں آ گیا مقصد مشیت کا

دِل ناپاک سے بغض و حسد کا اِک دھواں اُٹھا   جگہ سے اپنی مثلِ شعلۂ آتش فشاں اُٹھا

اُٹھا غصے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی   ستمگر نے خدا کی آج بھی قوت نہ پہچانی!

لگا اِک وسوسہ بن کر جواں کے گرد منڈلانے   کہ اس کی شیطنت کو کوئی جانے اور نہ پہچانے

رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعیِ باطل میں   نہ داخل ہو سکا لیکن یہ عبد اللہ کے دل میں

کہ تھا فضلِ خدا ہر دم شریکِ حالِ عبد اللہ

نبی کا سایۂ اقبال تھا اقبالِ عبد اللہ

بنتِ مرالخثعمیہ اور شیطان

طوافِ کعبہ کر کے نوجواں جب شہر کو لوٹا   تو شیطاں اس سے پہلے جانبِ مکہ چلا آیا
یہاں پر بنت مرالخثعمیہ[1] اک حسینہ تھی   حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی
وہ پہلے سے جمال و حسنِ عبد اللہ پہ مرتی تھی   مگر عرضِ تمنا کر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی
اچانک ہو گیا اس پر مسلط رنگِ شیطانی   رگوں میں بے حیائی بن کے دوڑا خونِ حیوانی
اُدھر سے آ رہا تھا یہ جوانِ پاک سیرت بھی   جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی
ہوئی آ کر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل   نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لا طائل
کہا ”سو اُونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر   شرابِ وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر
مرے گھر میں شرابِ ناب بھی موجود ہے پیارے   در اندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے
کہاں جاتا ہے آ کر مل جوانی کے مزے لوٹیں   اندھیری رات میں جوشِ نہانی کے مزے لوٹیں“
حیاء و شرم کے باعث اِدھر گردن خمیدہ تھی   اُدھر عورت و فور جوشِ خوں سے آبدیدہ تھی
اب اس نے اس طرح دستِ جواں کو زور سے کھینچا   زبردستی اُٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرائطی و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مرالخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے 100 اونٹوں کا عطیہ ان کو دینا چاہا لیکن انہوں نے درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا۔

اما الحرام فالممات دونہ   والحل لا حل فاستبینہ
فکیف الی الامر الذی تبغینہ   یحکم الکریم عرضہ و دینہ

ترجمہ: فعل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے حلال کو بیشک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

سردار عبداللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یوں ایمان کا طالب
جوانِ ہاشمی کی شرم پر غصہ ہوا غالب

کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
زباں سے اِس طرح گویا ہوا پتلا شرافت کا

کہ ”ہٹ جا دور ہو، کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا

اگر تو عقد کو کہتی تو شائد مان جاتا میں
مطابق رسمِ قومی کے تجھے بیوی بناتا میں

مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
فریب و مکر سے مجھ کو گنہ کرنے پہ اکسایا!

تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
شریف اِنساں پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا“

متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہوئے مردانہ غصے کی نظر ڈالی

دکھائی مرد نے جب اس طرح کی شوکت ایماں
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

غرض اس حادثے کے بعد عبد اللہ گھر پہنچا
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیشِ پدر پہنچا

جلالِ ہاشمی سے مشتعل تھا چہرۂ انور
کہ اس عورت کی گستاخی کا صدمہ تھا بڑا دل پر

پدر نے برہمی کا حال اس سے پوچھنا چاہا
پسر چپ تھا کہ چپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا

کہا ”بابا طبیعت آج گھبرائی ہوئی سی ہے
اداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہوئی سی ہے

اجازت ہو تو میں بہرِ شکار اِک دن چلا جاؤں
دل آبادی سے گھبرایا ہوا ہے اس کو بہلاؤں

پدر بولا کہ ”اے جانِ پدر اچھا چلے جانا
مگر دو اک مسلح خادموں کو ساتھ لے جانا

مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا
نہ جانے بات کیا ہے، کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا

وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا
جونہی سورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا“

شیطان اور یہودی

ادھر ان باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی
شکارِ آہوانِ دشت کی تدبیر ہوتی تھی

اُدھر شیطان ناکامی پہ سر دُھنتا ہوا نکلا
خود اپنے دل سے لعنت کی صدا سنتا ہوا نکلا

نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہو کر
بھیانک تھا ڈراتا تھا پہاڑوں کا سیہ منظر

تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی
اندھیرے کے سبب سے ہر گنہ کی عیب پوشی تھی

حرم سے فاصلے پر دامنِ کہسار کے اندر
نظر آئی اسے اک روشنی سی غار کے اندر

مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہوئے اس کو نظر آئے
خیال آیا کہ شاید میرا مطلب ان سے بر آئے

اُڑا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دھواں بن کر
پہنچ کر اس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر

مسافر تھے یہودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
کہ پلٹے جا رہے تھے شہرِ مکہ سے سوئے خیبر

یہاں ٹھہرے تھے شب کو صبح دم پھر اُٹھ کے چلنا تھا
حجازی بدوؤں سے راہ کترا کر نکلنا تھا

پڑھے لکھے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
انہیں تورات میں بھی سوجھتی تھی اپنے مطلب کی

کیا ذکر ایک نے تورات کی پیشین گوئی کا
کہ صحرائے عرب میں ظاہر اک سچا نبی ہو گا

سنی یہ بات تو اک دوسرا دعوے سے بول اُٹھا
نبی ہو گا تو وہ بیشک ہماری قوم سے ہو گا

پیمبر جز بنی یعقوب پیدا ہو نہیں سکتا
کسی سے بھی زمانے میں یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا

کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے
ہماری برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے

کہا چوتھے نے وہ سچا نبی یثرب سے اُٹھے گا
جو سچ پوچھو تو وہ ہو گا ہمارے ہی قبیلے کا

تڑپ کے پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہو گا وہ!
اگر ہو گا تو بیشک بالیقیں ہم میں سے ہو گا وہ!!

غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے
دلیلیں دیتے تھے، غصے میں بھرتے تھے، بپھرتے تھے

اُدھر شیطاں کہ عیاری و مکاری میں ہے ماہر
بظاہر اک مقدس شکل میں ان پر ہوا ظاہر

سفید اس کی بھویں براق سی داڑھی تھی "نورانی"
چمکتی تھیں مثالِ شعلہ آنکھیں اور پیشانی

عصا ہاتھوں میں اور لانبی سی اک تسبیح گردن میں
بہت ڈھیلی عبا، چھپ جائے انساں جس کے دامن میں

اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اس طرح آیا
یہودی ڈر گئے اور دفعتاً ہر ایک چلایا

کہ "اے ربی ہمارے حال پر لطف و کرم فرما
ترے بندے ہوئے جاتے ہیں کرتے ہیں تجھے سجدہ"

مگر شیطاں نے دی اُن کو تسلی اور یوں بولا
نہایت عارفانہ شان سے اُس نے دہن کھولا

کہ "اے بچو میں اُترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
تمہارے مذہبی میلان پر تحسین کرنے کو

نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
میں سنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بیت المقدس میں

خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
یہودی قوم کے ایک فائدہ کی بات سمجھاؤں

سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی راز داری کی
مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی

وہ عبد المطلب جو آج کل سردار مکہ ہے
قریشی ہاشمی ہے مالک و مختارِ مکہ ہے

پسر ہے اس کا عبد اللہ تم اس کو جانتے ہو گے
اُسے مکہ میں دیکھا ہو گا اور پہچانتے ہو گے

وہی لڑکا ہے جس کی صلب سے ہو گا نبیؐ پیدا
مشیت آج کل ہے آلِ اسمٰعیلؑ پر شیدا

مرے بچو نبی پیدا ہوا گر اس گھرانے میں
نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اِس زمانے میں

وہ اسمٰعیل کی اولاد کو شاہی دلائے گا
یہودی قوم کے حصے میں پھر کچھ بھی نہ آئے گا

یہودی قوم پر گویا خدا نے قہر ڈھایا ہے
مجھے یہ امر پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے"

یہ قصہ سنتے ہی جوش آ گیا پانچوں لعینوں کو
حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو

وہ بولے ''واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
نوازش دوسروں پر ہے خدا ہم کو ڈبوتا ہے''
کہا شیطاں نے ''ایسی بات منہ سے مت نکالو تم
بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تم
سحر کے وقت وہ اِن وادیوں میں آنے والا ہے
شکارِ آہواں سے اپنا دل بہلانے والا ہے
اُٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اس کو
نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زنہار اُس کو
کہاں تک رنج اُٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
کوئی خطرہ نہیں ہے دِل سے اندیشے مٹا ڈالو
تم اس کارِ عظیمہ میں مری امداد پاؤ گے
بڑی شوکت ملے گی مال لا تعداد پاؤ گے
مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی
یقیں رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی
نہ مانو گے تو پھر اس کا ملے گا تم کو خمیازہ
جو چاہو تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ''
یہ کہہ کر ایک پتھر پر نگہ شیطان نے ڈالی
اُڑا پتھر جگہ سے باوجودِ بے پروبالی
بلندی پر تڑاقے سے پھٹا' شعلہ ہوا پیدا
پھر اس سے اِک ہیولیٰ پانچ گھوڑوں کا ہوا پیدا
مرصع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر ساز و ساماں سے
یہ ساماں بھی مرصع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے
کہا شیطاں نے' یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہوں
ہر اک کو ایک اِک شمشیرِ جوہر دار دیتا ہوں
سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
وہیں اس نوجواں کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ''
یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے ہی شیطان غائب تھا
اسے مدِ نظر اس وقت اظہارِ عجائب تھا
یہودی رہ گئے حیران اس زورِ کرامت پر
بھروسا ہو گیا اب ان کو اس کاہن کی قوت پر
لگے کہنے کہ یہ طاقت نہ دیدہ نے شنیدہ ہے
یہ بڈھا واقعی کوئی بڑا ہی برگزیدہ ہے
ہم اس کی بات پر پورا عمل کر کے دکھا دیں گے
حصولِ بادشاہی کے لیے جانیں لڑا دیں گے

سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ

اُٹھیں مشرق سے نورانی شعاعیں برچھیاں تانے
بچھا رکھے تھے لیکن دام کوہ ودشت وصحرا نے
مگر سورج نے ان کو مکر کی پاداش دی آخر
اندھیرے کو اُجالے نے شکستِ فاش دی آخر
غرض جب رات کے پردے سے مہرِ ضوفشاں نکلا
جوانِ ہاشمی بہرِ شکارِ آہواں نکلا
اُدھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اِس دامنِ کہسار سے نکلے
جوانِ ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
کہ شیطاں نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو
بہر سو جھانکتے پھرنے لگے حیران و سرگرداں
لیے دِل میں اُمید وبیم کا دریائے بے پایاں
یکا یک فاصلے پر ٹاپ گھوڑے کی سنائی دی
بالآخر نوجواں کی چاند سی صورت دکھائی دی
یہ عبد اللہ تھا، اور اس گھڑی بالکل اکیلا تھا
مسلح خادموں کو دُور پیچھے چھوڑ آیا تھا!
تعاقب میں ہرن کے آ رہا تھا برق دم گھوڑا
سوارِ ہاشمی نے تاک کر تیرِ قضا چھوڑا
نشانے پر پڑا ناوک نشانہ ہو گیا آہو
گرا، گر کر اُٹھا آہو، پھر اُٹھا پھر گرا آہو
وہیں ناوک فگن بھی دوسری ساعت میں آ پہنچا
اُتر کر زین سے نخچیر آہو کے قریب آیا
اِرادہ تھا کہ باندھے ذبح کر کے پشتِ توسن سے
سراسر بے خبر تھا کیدِ صیادانِ پُر فن سے
یہودی گھڑ چڑھوں نے دفعتہً پیدل کو آ گھیرا
نظر تلوار آئی دیدۂ حیراں جدھر پھیرا
مگر یہ شیر تلواروں کے سائے سے نہ گھبرایا
مثالِ برق کوندا، پشتِ توسن پر چلا آیا
پکارا یہ تو بتلاؤ کہ حملے کا سبب کیا ہے؟
وہ بولے، ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے!

جنگ

غرض پانچوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا یک دم اکیلا بھڑ گیا ناچار اُن سے ہاشمی ضیغم
لیے پہلے تو جھک کر وار اپنی ڈھال پر اُس نے چرا کر جسم سارا کر لیا زیرِ سپر اس نے
بڑی پھرتی سے پھر مشاق گھوڑے کو دیا کاوا ذراہٹ کر، سنبھل کر، اُن پہ نیزے سے کیا دھاوا
یہ نیزہ ایک کے پہلو سے پہلو توڑ کر نکلا بقیہ عمر کا رشتہ قضا سے جوڑ کر نکلا
یہودی چیخ اُٹھے یہ سانحہ یک دم گزرنے سے ہوئے اب اور بھی سفاک اک ساتھی کے مرنے سے
ہوئے محتاط گھیرا نوجواں کو اس طریقے سے کہ لڑنا ہو گیا اُس کے لیے مشکل سلیقے سے
مگر پھر بھی وہ نعرے مار کر اُن پر جھپٹتا تھا برابر زخم کھاتا تھا مگر پیچھے نہ ہٹتا تھا
اگرچہ یہ بہادر ہمت و جرأت میں یکتا تھا مگر وہ چار تھے، کم عمر تھا اور تنہا تھا
دکھائی اس جری کے بازوؤں نے دیر تک چستی بالآخر خون بہ جانے سے آئی جسم میں سستی

وہب بن عبدِ مناف والدِ سیّدہ آمنہؓ

بنو زہرہ میں اِک مردِ معمر وہب نامی تھا قریشی نسل میں یہ شخص بھی ماہِ تمامی تھا
تھی اس کے گھر میں اک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی کہ اس کی ذات سے لفظِ حیاداری کی عزت تھی
عرب میں آمنہ مشہور تھا نام اس عفیفہ کا (اسی کا گود گہوارہ بنی دینِ حنیفہ کا)
بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقدِ دختر کی بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بر کی
روایت ہے کہ اس دن ہو گیا تھا اونٹ گم اس کا وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اس جانب بھی آ نکلا

ا تذکرۃ الرسول وآباؤ العدول صفحہ۳۲

بلندی سے اسے اس جنگ کا نقشا نظر آیا
یہودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا
نظر آیا وہ لڑکا بر سرِ پیکار چاروں سے
بہت ہی تن دہی سے لڑ رہا تھا پختہ کاروں سے
خیال آیا کہ ملنی چاہیے امداد لڑکے کو
مبادا قتل کر دیں مل کے یہ جلاد لڑکے کو
مگر اُٹھا جونہی امداد کرنے کے ارادے سے
نہ جانے کیوں اُلجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے
پھر اُٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتھر سے
چٹان اُبھری ہوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے
اُٹھا پھر تیسری بار، اور چاہا جلد اُتر جاؤں
جوانِ ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں
مگر اب کے ہوا اِک اژدھا اس راہ میں حائل
کہ جس کے خوف سے ساری عزیمت ہوگئی زائل
یہ مرد اب دُور ہی بیٹھا ہوا حسرت سے تکتا تھا
جوانِ ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا
نظر آیا کہ لڑکا سست ہے زخموں کی شدت سے
یہودی پے بہ پے حملے کیے جاتے ہیں قوت سے
خیال آیا مری آواز سے شائد وہ ڈر جائیں
یہاں اِک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں
مگر جونہی یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا
وہیں گھونٹا کسی نے حلق اور بٹھلا دیا چپکا
حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی
مدد کے راستے میں ہر رُکاوٹ حیلہ سازی تھی
رہی جب اِس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ
تو یہ سمجھا' نہیں تقدیر سے انسان کو چارہ
مگر اس بے گناہ کا قتل ہوتا میں نہ دیکھوں گا
نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا
مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشا نظر آیا
زمیں سے تا فلک اِک نور کا جلوا نظر آیا
نظر آیا اُترنا چار نورانی فرشتوں کا[1]
اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا اُن بد سرشتوں کا

---

[1] تذکرۃ الرسول و آبانہ العدول صفحہ ۳۲ یہودیوں نے علامات نورِ محمدی آپ میں پا کر چند بار ہلاکت کا قصد کیا مگر ہمیشہ ناکامیاب رہے ایک مرتبہ آپ شکار کے لیے گئے تھے دشت میں تنہا پا کر آپ کی ہلاکت کا قصد کیا اتفاق سے اُس وقت وہب ابن عبدمناف والد آمنہ ؓ بھی وہاں آ گئے انہوں نے دیکھا کہ چند سوار غیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت عبداللہ کے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا یہ حال دیکھ کر ان کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی صاحبزادی حضرت آمنہ ؓ کا عقد آپ سے کر دیں۔

گرا کر قاتلوں کو بھاگ اُٹھے رہوارِ شیطانی
زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غولِ بیابانی
جواں نے اب تعاقب کر کے مارا ان لعینوں کو
نہ شیطاں دے سکا کوئی سہارا ان لعینوں کو
یہ صورت دیکھ کر مردِ معمر ہو گیا حیراں
یقیں آیا، کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذیشاں
اٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدہا دیکھا
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا
پڑے تھے پانچ لاشے ایک اِک سے دُور سب تنہا
کھڑا تھا اِک جگہ فرزندِ عبد المطلب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اُس کے پدر کو جا کے بتلایا
پھر اپنی نیک دختر بیاہ دی اِس شیر صولت سے
خوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان وشوکت سے
بہم دولہا دُلہن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی
وہ نورِ لم یزل جس کی ضیاء تھی رُوئے انور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیرِ مادر میں

سردار عبداللہ کا اِنتقال

گئے پھر کچھ دنوں کے بعد سوئے شام عبد اللہ
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی موت بھی ناگہ
جوانی میں ہوا یثرب کے اندر اِنتقال اُن کا
رہا آب آمنہؓ کے واسطے رنج و ملال اُن کا
لیے بیٹھی تھیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
کہ تھی بطنِ صدف میں روشنی اِک پاک گوہر کی

* * *

اصحابِ فیل کا بیان

یمن کا کلیسا

ہوئی شیطان کو اس مرتبہ بھی سخت ناکامی تو قبضے میں کیا اک شخص اس نے ابرہہ[1] نامی
یہ حاکم تھا یمن کا اور حبش کی فوج کا افسر تھا اُس کے پاس خونی ہاتھیوں کا اک بڑا لشکر
یمن میں ڈالی تھی بنیاد اس نے اک کلیسا[2] کی دیا تھا حکم پوجا ہو یہاں تصویرِ عیسیٰ کی
مگر آئے نہ اس ڈھب پر بتوں کے پوجنے والے اگرچہ ابرہہ نے ملک پر ڈورے بہت ڈالے
اگرچہ نامِ حق سے سر بسر یہ لوگ عاری تھے بتانِ کعبہ کے اہلِ عرب لیکن پجاری تھے
کوئی رونق نہ پائی جب یمن والے کلیسا نے کسی کا دل نہ کھینچا اُلفتِ تصویرِ عیسیٰ نے
درِ تثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے تو یہ پٹی پڑھا دی ابرہہ کو نفسِ شیطاں نے
کہ مکے میں جو کعبہ ہے اُسے جب تک نہ ڈھاؤ گے اُٹھا کر سنگِ اسود کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے
وہاں جب تک براہیمی عبادت گاہ باقی ہے عرب والوں میں رسمِ حج بیت اللہ باقی ہے
تمہارے اس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا تمہارا دین دُنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا[3]
خدا کے خانۂ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے نشانِ حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے"
پڑا اِس خوئے بد پر وار شیطاں کا بڑا کاری کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری

---

[1] ابرہہ الاشرم کہتے تھے کیونکہ اس کے ہونٹ اور ناک کسی لڑائی میں نیزے کی انی سے چھد گئے تھے یہ شخص اگرچہ حبش کا باجگذار تھا مگر یمن میں حاکم علی الاطلاق بنا ہوا تھا اس کا مذہب عیسائی تھا۔

[2] یہ کلیسا یمن کے پایہ تخت صنعا میں ابرہہ نے تعمیر کیا تھا۔

[3] دیکھو تفسیر غلبہ روم از مولانا ظفر علی خاں صفحہ ۱۳-۱۴

ہوا تیار خونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر   چلا مکے کی جانب ابرہہ اس فوج کو لے کر
تھا آگے آگے اک فیلِ سفید اس کی سواری میں   اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اِک زرّیں عماری میں
رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں   سمندر کی اندھیری رات میں طوفان کی موجیں
یہ لشکر جا رہا تھا کعبۃ اللہ کے گرانے کو   زمیں سے نامِ حق کا مرکزی نقطہ مٹانے کو
یمن سے مکہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں   وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں
کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے   اثر ان پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکینِ مکہ کا فرار

یہ خبریں اہلِ مکہ نے سنیں اور سخت گھبرائے   دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے
اگرچہ بت پرستی کی نہیں رکھی تھی حد کوئی   ہبل اور لات وعزیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی
قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعتہً بھاگے   پہاڑوں میں چھپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے
یہ سب خوف وخطر تھا بت پرستی ہی کا خمیازہ   کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ
دلائی ان کو عبد المطلب نے گو بہت غیرت   نہ دکھلائی مگر نسلِ قریشی نے کوئی جرأت
تھے عبد المطلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارا   یہی باقی تھے، باقی شہر خالی ہو گیا سارا

سپہ اُولاد تھی؛ والد سپہ سالارِ مکہ تھا
یہی کعبہ کا خادم تھا، یہی سردارِ مکہ تھا

* * *

سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو

سحر کے وقت ایک بدو یہ مکے میں خبر لایا
کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھیرایا

چراگاہوں میں خاک اُڑنے لگی ہے ظلم کے مارے
پکڑ کر اُونٹ عبدالمطلب کے لے گئے سارے

ہوئے تیار عبدالمطلب بھی یہ خبر سن کر
تنِ تنہا چلے گھوڑے پہ چڑھ کر جانبِ لشکر

وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دور سے دیکھا
کہ اِک مردِ معمر آ رہا ہے بے دھڑک تنہا

نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے، امارت کے
شرافت کے، نجابت کے، تقدس کے، طہارت کے

وہ ان کی پیشوائی کے لیے باہر نکل آیا
بڑی عزت سے اپنی بارگہ میں لا کے بٹھلایا

کہا فرمایئے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟
بیاں کیجے یہاں آنے کا اپنے مقصد و مطلب

کہا اہلِ عرب کہتے ہیں عبدالمطلب مجھ کو
نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب مجھ کو

ہنکا لائے ہیں میرے اونٹ جا کر آپ کے چاکر
میں آیا ہوں کہ لے جاؤں یہاں سے اونٹ لوٹا کر

سنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ ”شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا

یہ ظاہر ہے میں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جدِ امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو

تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو

تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
خدا کا گھر بچانے کے لیے کچھ آرزو کرتے“

یہ طعنہ سن کے عبدالمطلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قومِ عرب کے کیش و ملت سے

صداقت ہے یہی میں اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے میں فکر کرتا ہوں

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے“

یہ سن کر ابرہہ چپ ہو گیا سب اُونٹ دلوائے
یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطلب چپ چاپ گھر آئے

اصحابِ فیل کے حملے کی صبح

بالآخر نور نے اِس رات کے آثار بھی میٹے
ہوئے تیار عبدالمطلب اور اُن کے سب بیٹے
دُعا مانگی جنابِ آمنہؓ کو پاس بٹھلا کر
کہ ”اے کعبے کے مالک نصرتِ غیبی مہیا کر
یہ عالیشان بچہ جو ابھی ہے بطنِ مادر میں
بشارت تھی کہ اس کا نور چمکے گا ترے گھر میں
اسی کے واسطے سے ہم دُعا کرتے ہیں اے مالک
سوا تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک
بچا لے یورشِ دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو
بچا لے آلِ اسمٰعیل کے سامانِ عزت کو“
دُعائیں مانگ کر اُٹھے فرازِ کوہ پر آئے
یہاں سے فوجِ دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے
غبار اُٹھتا نظر آیا حرم کے اک کنارے سے
فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اِس نظارے سے
چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹا ظلمت کی صحرا سے
ستارے ڈر کے مارے ہو گئے روپوش دُنیا سے
سحر نے بسترِ مشرق سے لی جب اُٹھ کے انگڑائی
افق پر کالے کالے ہاتھیوں کی چھاؤنی چھائی
ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی اُمید آخر
بڑھایا ابرہہ نے فوج سے فیلِ سفید آخر
قطاریں ہاتھیوں کے پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں
بروئے کعبہ یہ کالی گھٹائیں چڑھتی آتی تھیں
کہیں آنکس، کہیں تیغے، کہیں برچھے چمکتے تھے
مہاوت ہاتھیوں کو ریلتے تھے، کفر بکتے تھے
حرم کی حد میں یوں جب چیرہ دستی کا سماں دیکھا
زمیں نے خوف سے تھرا کے سوئے آسماں دیکھا

* * *

ہاتھی سجدے میں

اُٹھائی تیغ ، اب غصے میں عبد المطلب اُٹھے
فدائے کعبہ ہو جانے کو با غیظ و غضب اُٹھے

مگر اُٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشہ نظر آیا
جلالِ ربِ کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی
پئے تعظیمِ کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی

گرا سجدے میں سر ایسا کے پھر اُوپر نہیں اُٹھا
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اُٹھا

یکا یک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی موج کی جانب

نظر آیا قطاراں در قطاراں رک گئے ہیں سب
بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جھک گئے ہیں سب

تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
مہادت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اصحابِ فیل کا کفر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اُتر آیا
مخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلایا

کہ بزدل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں
بہا دیں آج کعبے کے اُٹھیں لہریں چڑھیں موجیں

یہ کہنا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی
فضا میں روشنیٔ مہر کر دی جس نے گدلی سی

بلندی پر سے عبد المطلب حیرت سے تکتے تھے
کہ وہ خطہ جہاں یہ لوگ ایسا کفر بکتے تھے

وہاں زیرِ فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں

یہ ننھی منی چڑیاں تھیں' ابابیلوں کا لشکر تھا
ذراسی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا

نہ کی جب ابرہہ نے اِک ذرا بھی حرمتِ کعبہ
ابابیلوں نے کی آ کر یکا یک نصرتِ کعبہ

بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اس طرح کنکر   کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فوجِ بد اختر
وہ ظالم ابرہہ اور اُس کے ساتھی ایک ساعت میں   پڑے تھے سب کے سب دُھنکی ہوئی روئی کی صورت[لے] میں
وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور ان کے ہانکنے والے   خدا کے قہر نے اِک آن میں پامال کر ڈالے
یہ زندہ معجزہ دکھلا دیا اور اس مہرِ انور نے   چھپا رکھا تھا جس کو عصمتِ دامانِ مادر نے
یہ پوتا واسطے سے جس کے دادا نے دُعا مانگی   وہ جس کے نام سے نادیدہ تائیدِ خدا مانگی
وہ بچہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا   وہ نور اب چند ہی دن میں ہویدا ہونے والا تھا

جہاں کے واسطے امن و خوشی کے دور باقی تھے
وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اور باقی تھے

* * *

[لے] اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِیْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

تو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُس نے اس گروہ کے کیادانہ منصوبوں کو باطل نہیں کیا اور ان کے مقابلے کے لیے ابابیلوں کا لشکر نہیں بھیجا جو ان پر سنگریزوں کو بوچھاڑ کرتا تھا یہاں تک کہ ان کے جسم کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گئے۔

باب چہارم

ختم المرسلینؐ ورحمۃؐ للعالمینؐ

وِلادت باسعادت

طلسمِ کن سے قائم بزمِ ہست و بود ہو جانا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جانا
عناصر کا شعور زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا
یہ کیا تھا کس لیے، کس کے لیے تھا، مدعا کیا تھا؟
یونہی تھا یا کوئی مقصد تھا، آخر ماجرا کیا تھا؟
وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں
یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی!
کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ اِفلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہؑ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کی
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا
جسے یوسفؑ نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
کلیم اللہؑ کا دِل روشن ہوا جس ضوفشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لَنْ تَرَانِیْ سے
وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماںؑ نے گدائی کی
دلِ یحییٰؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دِن آیا کہ پورے ہو گئے تو رات کے وعدے
خدا نے آج ایفاء کر دیئے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی
اُمیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی
نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کی تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہوا بہرِ بصیرت کحل ما زاغ البصر پیدا
ربیع الاوّل اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لیے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
اِرادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی
نئے سر سے فلک نے آج بختِ نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا
اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے، سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے!
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کے ہر طرف بکھرا
ہوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رُخ نکھرا

ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں   کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گل میں کہہ سناتی تھیں
گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں   گلے مل مل کے کھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا سامان ہوتا تھا   اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بنیادیں   دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں
ستوں مکے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے   گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پر کیف شہنائی   ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی!
ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے   نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ   نظر آیا معلق عرش تک اِک نور کا زینہ
خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اُترے   پرے باندھے ہوئے سب دین و دُنیا کے شرف اترے
سحابِ نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر   ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرشِ معلیٰ سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی   ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی
مبارکباد ہے اُن کے لیے جو ظلم سہتے ہیں   کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مبارکباد بیواؤں کو حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہو گی خود پرستوں کو
معین وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اِسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لے آئے

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اُٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہُ اکبر کی اذانوں میں
حریمِ قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی
مبارکباد بن کے شادیانوں کی صدا گونجی
بہر سو نغمہ صلِ علیٰ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہؓ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

* * *

---

[۱] إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (القرآن) تحقیق اللہ اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو

سلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی!

سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیمؐ انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ رُوحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی!

اگرچہ فَقْرُ فَخْرِیْ رُتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی
حفیظؔ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ اُلفت
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو ، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی!
سلام ، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دِل جوڑنے والے

* * *

آنحضرت کے دادا عبد المطلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبد المطلب کے بیٹے پوتے اور دس[1] بارا   پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خانداں سارا
اگرچہ بولہبؓ، عباسؓ، حمزہ، اور ابو طالبؓ   سبھی زندہ تھے عبد اللہ کا غم تھا مگر غالب
جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب[2] دیکھا تھا   درختِ نسلِ ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا
کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے   مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے
وہ عبد اللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے   اسی رُخ کو کتابِ نور کی تفسیر سمجھے تھے
جوانی ہی میں لیکن ہو گیا جب انتقال اُن کا   رہا بوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال اُن کا
جوانا مرگیٔ فرزند سے ناشاد رہتے تھے   بچاری حاملہ بیوہ بہو کا رنج سہتے تھے
طوافِ کعبہ کرنا صبح کا معمول تھا اُن کا   دُعا بن کر ہوا کرتا تھا ظاہر مدعا اُن کا
دُعا یہ تھی کہ "یا ربّ نعمتِ موعود مل جائے   بنو ہاشم کا مرجھایا ہوا گلزار کھل جائے"
یونہی اک روز معمولاً طوافِ کعبہ کرتے تھے   فلک کو دیکھتے تھے اور آہِ سرد بھرتے تھے

بیان کیا جاتا ہے کہ عبد المطلب کے بہت بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، ابو طالب، عبد الکعبہ، عبد اللہ، ابولہب، مقوم، حجل، مغیر، حمزہ، ضرار، قثم، عباس، غیداق، عب۔ مگر مؤرخین کو دس کے حالات معلوم ہوئے ہیں ان میں سے اکثر کی اولاد چلی اور اب تک نسل باقی ہے یہ سب مطلبی کہلاتے ہیں زبیر، ابو طالب اور عبد الکعبہ اور عبد اللہ یہ چاروں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۷۵)

مولوی عبد الحلیم شرر نے اپنی کتاب خاتم المرسلین میں اس خواب کی تفصیل عبد المطلب کی زبان سے اس طرح بیان کی ہے "عبد المطلب کا بیان ہے کہ میں ک دن کعبہ کے کٹہرے کے اندر سو رہا تھا ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے جا لگا اور اس کی یاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں پھر اس میں ایک روشنی نظر آئی جس سے صاف روشنی میں نے کبھی نہیں دیکھی پھر کیا دیکھتا ہوں کہ تمام اہل عرب و عجم اس سامنے جھک رہے ہیں اور وہ درخت باعتبار عظمت و روشنی ساعت بساعت بڑھتا جاتا ہے اسی حالت میں قریش میں سے بعض لوگ تو اس کی ٹہنیوں سے ب گئے اور بعض نے ارادہ کیا کہ اسے کاٹ ڈالیں جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نورانی نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں اس نے آتے ان سب کو مار کے ہٹا دیا اور ایسے حملے کیے کہ ان کی کمریں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال لیں' یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر درخت کی کوئی شاخ پکڑ رنہ پاسکا۔ (ختم المرسلین)

اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہوئی آئی　　مبارک باد کہہ کے یہ خبر دادا کو پہنچائی
کہ رحمت نے تری سوکھی ہوئی ڈالی ہری کر دی　　تری بیوہ بہو کی گود اپنے نور سے بھر دی

ملا ہے آمنہؓ کو فضلِ باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحرِ ہستی میں کوئی دُرِّ یتیم ایسا

کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ کے لیے لے جایا جانا

اُٹھا سردارِ مکہ یہ نویدِ جاں فزا سن کر　　ادائے شکر کر کے جلد پہنچا آمنہؓ کے گھر
جناب آمنہؓ تھیں شوہر مرحوم کے گھر میں[1]　　مجسم سورۂ والشمس کی تفسیر تھی بر میں
نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی　　انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادیؐ
حسیں آنکھیں کہ جن سے کلفتیں معدوم ہوتی تھیں　　فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں
اُٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو　　دکھانے لے چلا حق کا مقامِ صدر پوتے کو
شجر رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر　　حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر
نظر میں آج دُنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی　　کہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی
طوافِ کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلۂ عالم　　کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم
وہی کعبہ جو ابراہیم کے ایمان کا گھر تھا　　جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بتِ بے جان کا گھر تھا
یہ گویا اب بلائیں لے رہا تھا گرد پھر پھر کے　　هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہتے تھے بت سجدے میں گر گر کر

---

[1] یہ مکان بطاح میں واقع تھا اور بعد کے زمانے میں ابن یوسف کا مکان کہلاتا تھا آنحضرت نے یہ مکان بعد فتح مکہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا عقیل کے بعد ان کی اولاد نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے جب اپنا مکان تعمیر کیا تو اس مکان کو بھی اس میں شامل کر لیا اور اسی وجہ سے محمد بن یوسف کے نام سے مشہور ہوا ابن عباس کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید کی ماں خیزراں نے اس متبرک زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کرا دی۔ (خاتم المرسلین بحوالہ ابن اثیر جلد اوّل صفحہ ۱۶۲)

یہاں سے ہو کے عبدالمطلب فی الفور گھر پلٹے   خدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے
امانت آمنہؓ کی آمنہؓ کے بر میں پہنچا دی   غلاموں لونڈیوں نے اس خوشی میں پائی آزادی[1]
بشارت کے مطابق آمنہ نے نام بتلایا   فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمدؐ ہے ترا جایا
کہا دادا نے اے بیٹی ''میرا پوتا محمد ہے[2]   کہ دُنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور امجد ہے''

عرب کی دودھ پلانے والی عورتیں

حلیمہ سعدیہ کی غریبی

شریفانِ عرب کا قاعدہ تھا اس زمانے میں   کہ بچے ان کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں
اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں   بڑے شہروں سے نوزائیدہ بچے لے کے جاتی تھیں
پلا کر دودھ اپنا پالتی تھیں نو نہالوں کو   عوض دولت میں دینا پڑتا تھا اُولاد والوں کو
جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاعت کے   بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پتلے شجاعت کے
یہ بچے جنگ کو اک کھیل بچوں کا سمجھتے تھے   یہ تلواروں کی جھنکاروں کو اک نغمہ سمجھتے تھے
چنانچہ شہر میں امسال بھی کچھ عورتیں آئیں   بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دودھ کی لائیں

---

[1] اور تو اور ابولہب نے بھی آپ کی ولادت کا مژدہ سن کر اپنی ایک لونڈی ثوبیہ نامی کو آزاد کر دیا تھا یہی وہ خوش نصیب عورت ہے جس نے پہلے پہل آنحضرت ﷺ کی دایہ بننے اور دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔

[2] رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۹ دادا نے آنحضرت کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ﷺ رکھا تھا خطبات احمدیہ صفحہ ۴۳۱ حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ﷺ ہے۔

[3] حضرت حلیمہ سعدیہ کا اسلام لانا ثابت ہے ابن ابی خثیمہ نے تاریخ میں ابن جوزی نے حدار میں منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں ابن حجر نے ''اصابہ'' ان کے اسلام لانے کی تصریح اور ان کے اسلام پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''التحفۃ الجسیمہ فی الاسلام حلیمہ'' ہے عہد نبوت میں جب وہ آپ کے آئیں تو آپ ''میری ماں'' کہہ کر لپٹ گئے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۶۲-۱۶۳)

قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی
امیروں کا کوئی بچہ ملے یہ سخت کاہش تھی
یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی قبیلے[1] کی
اِنہیں میں تھی حلیمہ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی
حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی
پھر اس کی اونٹنی بھی دُبلی پتلی اور لاغر تھی
بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی
حلیمہ چپ تھی، بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی
گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری
حلیمہ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری
وہ زرداروں کے بچے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں
حلیمہ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں
بالآخر قافلے کی واپسی کا روز آ پہنچا
بچاری کے لیے اِک ناوکِ دلدوز آ پہنچا
شکستہ خاطری سے اب دلِ مایوس بھر آیا
”مرادیں سب نے پائیں ہائے میں نے کچھ نہیں پایا“
اُٹھی اس سوچ میں چل کر طوافِ کعبہ کر آؤں
وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں
مری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی طفل مل جاتا
غریبی ہی میں اس کو پال لیتی مجھ سے ہل جاتا
بلا سے دودھ کم ہے تو بھی وہ مجھ کو خوشی دیتا
مرا بچہ بچارا اونٹنی کا دودھ پی لیتا
یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں روتی جاتی تھی
کوئی بچہ نظر آئے تو بیکل ہوتی جاتی تھی!
اچانک اس کو عبد المطلب نے دُور سے دیکھا
حلیمہ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پوچھا
کہا میں سعدیہ عورت ہوں، یعنی بدویہ دایا
حلیمہ نام ہے' میں نے کوئی بچہ نہیں پایا
قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پھول سے لڑکے
رہی جاتی ہوں میں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے
ہنسے یہ سن کر عبد المطلب اور ہنس کے فرمایا
کہ ”ہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا

---

[1] ہوازن کا قبیلہ جو بنی سعد بھی کہلاتا تھا فصاحت و بلاغت میں مشہور ہے۔ ابن سعد ؒ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان سعد کی زبان ہے۔

حلیمی اور سعادت خوبیاں دو پاس ہیں تیرے
انہی دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے
مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ
تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
زر و انعام پانے کی اُمیدیں ساتھ لائی تھیں
یتیم اور بے سروسامان بچہ تو اگر چاہے
اسے لے جا کر اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے"
یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسم آ گیا لب پر
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالا مال و جاں سب پر
حلیمہ نے کہا "دریافت کر لوں اپنے شوہر سے
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے"
یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر
کہا "قسمت سے بچہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہر!
مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہہ دو تو لے آؤں
یہاں سے قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں
ہماری ساتھنیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی
ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی"
کہا شوہر نے "ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو
ہماری بہتری اس طفل کی صورت میں آئی ہو
اگرچہ اُونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے
مگر مالک کی رحمت پر بھروسا ہے تو کیا غم ہے"

آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات

حلیمہؓ جلد عبد المطلب کے پاس لوٹ آئی
وہ اس کو لے کے گھر پہنچے کتابِ نور دکھلائی
جو دیکھا آمنہؓ کو آمنہ کے لال کو اُس نے
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اُس نے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی
یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عظمت تھی
حلیمہؓ نے اُٹھایا آ کے بچہ دستِ اُلفت پر
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
یہ برکت روزِ اوّل ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
ہوئی حیران، اندیشے مٹائے سب حلیمہ نے
کیا سیراب اپنے دودھ سے اپنے پسر کو بھی
سلا کر دونوں بچوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف

بڑھائے اپنے اپنے اونٹ سب نے نور کے تڑکے
کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے
اُٹھا شوہر حلیمہ کا اور اپنی اونٹنی لایا
حلیمہ اور دونوں بچوں کو اک ساتھ بٹھلایا
چلا خود آپ پیدل اونٹنی دبلی تھی بیچاری
کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی اسواری
جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے
مگر آج اُس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گزرتی تھی
تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی
وہی پہلی ہے۔ تیری اُونٹنی یا اور ہے کوئی
نہیں پہلی کہاں، ایماں سے کہنا اور ہے کوئی
حلیمہ کہتی تھی "ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے
یہ سر، یہ ناک ہے، یہ تھوتھنی ہر شے وہی تو ہے"
یہ سن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں
نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں
حلیمہ کی سواری اِس قدر جب تازہ دم دیکھی
سوار اس اونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی
مگر یہ ہو گئی تھی تیز رو اور برق دم ایسی
کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

◆

بیابان پر ابرِ رحمت کا سایہ

بچاری اونٹنی کا دودھ کم کیا تھا بہت کم تھا
مگر اس مرتبہ منزل پہ آ کر جب اسے دوہا
تو اتنا دودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے
لگے منہ دیکھنے اِک دوسرے کا دونوں حیرت سے
کہا شوہر نے "اے بی بی یہ اس بچے کی برکت ہے
اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے"
حلیمہؓ نے کہا "واللہ میں بھی ہوں بہت حیراں
نظر آتا ہے مجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں!
مسرت ہوتی ہے جب اس کا چہرہ دیکھتی ہوں میں
کہ اس پر طور کے پھولوں کا سہرا دیکھتی ہوں میں"
غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی
متاعِ دُنیوی و اُخروی آغوش میں لائی!
یہاں پر قحط تھا ہر سُو نہ دانہ تھا نہ چارا تھا
کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا
مویشی مر رہے تھے، لوگ فاقے کر رہے تھے سب
بتوں سے، اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب
حلیمہ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا
نکمی تھی زمیں اس کا زیادہ حصہ بنجر تھا
وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامانِ رحمت کو
مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو
چرائی کے لیے ہر صبح اس کی بکریاں جاتیں
خدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں
حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے
پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے
قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے
سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی
کہ رحمت کی نظر مفلس حلیمہ ہی کی جویا تھی
رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے
حلیمہ کا گھرانا خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر

تھا اک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث[1]
رضاعی بہنیں شیمہ[2] اور انیسہ بس یہی دو تھیں
عفیفہ تھیں، محبت کرنے والی تھیں، دعا گو تھیں
رضاعی[3] بھائی دو تھے جن میں عبداللہ ہم سِن تھا
یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کم سن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجاتِ دو جہاں تھی جس کے دامانِ کریمی میں
وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوشِ یتیمی میں
وہ بچہ ہاں وہ بچہ جو سبق آموز دُنیا تھا
گلِ تقدیس تھا لیکن نظر افروزِ صحرا تھا
تمنا تھی حفیظؔ اے کاش، عمرِ نوح مل جاتی
مرے قالب کو اک جبریل کی سی روح مل جاتی
بیاں کرتا میں حالِ نونہالِ گلشنِ خوبی
دکھاتا قدرتِ حق کا کمالِ شانِ محبوبی
وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گزرا بیاں کرتا
حقیقت کا فسانہ پردے پردے میں عیاں کرتا
بیاں کرتا، حلیمہ کس طرح سے دودھ دیتی تھی
بیاں کرتا، انیسہ گود میں کس طرح لیتی تھی
بیاں کرتا، کہ شیما لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر
جسے ھذا اخ لی کا خیال آتا تھا رہ رہ کر

---

[1] دائی حلیمہ کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ آنحضرت کی بعثت کے بعد کے میں آئے تھے اور مسلمان ہو گئے آپ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ہاں وہ دن آئے گا میں تجھ کو دکھا دوں گا کہ میں سچ کہتا تھا" حارث فوراً ایمان لے آئے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

[2] ان کا نام حذاقہ تھا شیمہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

[3] عبداللہ اور شیمہ کا اسلام ثابت ہے باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی)

[4] شیماء آپ کو لوری دیتی اور یہ مصرے پڑھتی تھی:

ھذا اخ لی لم تلدہ امی
ولیس من نسل ابی وعمی
فانھم اللھم ضیاما تنمی

یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری ماں کے بطن
سے ہے نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے
اے اللہ اسے بڑھا کر بڑا کر

سیرت الحبیب جلد ا صفحہ ۹۸ بحوالہ خاتم المرسلین از مولانا شررؔ صفحہ ۱۸

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں   فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں
بیاں کرتا، کہ سورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا   بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا
بیاں کرتا، ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے   بیاں کرتا کہ صبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے
بیاں کرتا کہ فطرت خود بخود کس طرح پلتی ہے   اندھیرے سے تجلی کی سحر کیونکر نکلتی ہے
بیاں کرتا ہے شقِ صدر کی اصلی حقیقت کیا   ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟
بیاں کرتا، کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گزرا   لڑکپن کے چمن سے سروِ گلشن کس طرح گزرا
بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے کا[1]   محمد کے دوبارہ دامنِ مادر میں آنے کا[2]
مدینے[3] کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا   پدر کے مدفنِ راحت سے آگاہی بیاں کرتا
بیاں کرتا وفاتِ آمنہؓ کا حالِ حسرت زا   بیاں کرتا مقدس ہو گیا کیوں خطۂ ابوا[4]
بیاں کرتا کہ جب اٹھتا ہے سر سے سایۂ مادر   یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں منہ سے کیا کہہ کر
بیاں کرتا کہ جب غربت میں یہ صدمہ گزرتا ہے   تو شش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے
بیاں کرتا کہ پھر مکے میں آئے حضرتِ والا[5]   بیاں کرتا کہ عبدالمطلب نے کتنے دن پالا

---

[1] دو برس کی رضاعت کے اوّل بار حلیمہ ؓ آپ کو لے کر مکے میں آئیں، لیکن چونکہ حلیمہ کو آپ سے محبت ہو گئی تھی اور غیبی برکات کے سبب آپ کو جدا کرنے کو جی نہ چاہتا تھا نیز مکے میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی اس لیے بعد اصرار واپس لے گئیں۔

[2] اس میں اختلاف ہے کہ حضرت حلیمہ کے یہاں کتنے برس رہے ابن اسحٰق نے وثوق کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

[3] آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ گئیں، چونکہ آنحضرت کے دادا کی ننہال خاندان نجار میں تھی اس لیے وہیں ٹھہریں حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں جو مدینہ میں مدفون تھے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۶۳)

[4] واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا پر پہنچیں تو سیدہ آمنہ ؓ کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں ابوا ایک گاؤں کا نام ہے جو جحفہ سے ۲۳ میل پر واقع ہے۔

[5] مدینے کے سفر میں حضرت آمنہ ؓ کے ساتھ ام ایمن ؓ بھی تھیں جو حضرت آمنہ کی لونڈی تھیں۔ آنحضرت کو حلیمہ ؓ سے پہلے کچھ دن دودھ بھی پلا چکی تھی، چنانچہ جب حضرت آمنہ ؓ کا ابوا میں انتقال ہو گیا تو ام ایمن ؓ آنحضرت کو ساتھ لے کر مکہ میں آئیں۔

وہ عبد المطلب کا سایۂ شفقت[1] بھی اُٹھ جانا   وہ اُس نورِ حقیقی کا ابو طالب کے گھر آنا[2]
چچا کا پرورش کرنا بھتیجے کا بڑے ہونا   وہ کرنا کام کاج اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا
وہ سن دس سال کا 'دن بکریوں کی گلہ بانی[3] کے   لڑکپن سادگی کا پیش خیمے نوجوانی کے
یہ گلہ بانئ اقوام کی تمہید تھی گویا   سلف کے ہادیانِ قوم کی تائید تھی گویا
چچا کے ساتھ ارضِ شام کا لمبا سفر کرنا   یہودی اور مسیحی راہبوں کے دل میں گھر کرنا[4]
نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی   نرالی تھی جوانی بھی جوانِ پاک دامن کی
شرافت ہو جہاں حسنِ ازل کا دائمی گہنا   سکھاتا ہے وہی پاکیزہ رہنا خوش چلن رہنا
الگ رہنا وہ رسمِ رزم و بزمِ جاہلیت[5] سے   وہ نفرت شرک سے اور مشرکوں کے ساتھ شرکت سے

---

[1] عبد المطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں مدفون ہوئے آنحضرت کی عمر آٹھ برس کی تھی عبد المطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپ فرطِ محبت سے آنسو بہاتے ہوئے ساتھ گئے تھے۔ (سیرت النبی)

[2] عبد المطلب نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابو طالب کو آنحضرت ﷺ کی تربیت سپرد کی اور ابو طالب نے اس فرض کو اپنی موت کے دن تک اس طرح نبھایا کہ نظیر نہیں ملتی۔ عبد المطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے موجود تھے ان میں سے آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ اور ابو طالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لیے عبد المطلب نے آپ کو ابو طالب ہی کی آغوشِ تربیت میں دیا ابو طالب آپ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پروا نہیں کرتے تھے سوتے تو آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اور باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۶۵)

[3] طبقات ابن سعد جلد اوّل میں بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ میں قراریط پر بکریاں چرایا کرتا تھا ابراہیم حربی کے قول کے مطابق قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔

[4] مؤرخین نے بحیرا راہب کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے بصرہ کے مقام پر اس راہب نے آسمانی کتابوں کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کے مطابق دیکھ کر آپ کو پہچان لیا اسی طرح بعض یہودیوں کے کاہنوں نے آپ کو پہچان لیا کہ یہی وہ نبی ہیں جس کی خبر انبیاء سلف دیتے چلے آئے تھے۔

[5] آپ نے لڑکپن میں بھی نہ تو کبھی بتوں کی تعظیم کی نہ کوئی چڑھاوا چڑھایا' بلکہ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیز بھی کبھی استعمال نہ کی۔ جوانی میں جب تک نبوت تفویض نہ ہوئی تھی آپ ملت حنفیہ ابراہیمیہ کے پابند تھے اور سچے خدا ذوالجلال کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا آپ خانہ کعبہ میں جاتے تھے اور اسے معبد الٰہی مانتے تھے لیکن آپ نے کبھی ان بتوں کی طرف خیال نہیں کیا جو اندرون کعبہ مشرکین نے رکھ چھوڑے تھے ساری قوم ان بتوں سے حاجتیں طلب کرتی تھی مگر آپ کعبہ میں جا کر بتوں سے منہ پھیر کر فرماتے۔ لبیک حقًا تعبدًا وصدقًا عدت بما عاذنہ ابراھیم یعنی اللہ تیری درگاہ میں حاضر ہوں حق پسندی عبادت گزاری اور سچائی کے ساتھ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی۔

وہ عہد[1] تام مظلوموں کی امداد و اعانت کا   وہ آوازہ صداقت کا، دیانت کا، امانت کا
وہ خوش خلقی وہ دانائی وہ شانِ نیک کرداری   صداقت کی تجارت پیشگی اور راست گفتاری[2]
یہ سب کچھ میں بیاں کرتا نہایت لطف لے لے کر   تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر
بیاں کرتا خدیجہؓ[3] کی شرافت کو، نجابت کو   وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو
بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغام[4] شادی کا   سبق دیتا جہانِ شوق کو عالی نہادی کا
بیاں کرتا کہ یہ شادی عرب کی خوش نصیبی تھی   محمدؐ پاک شوہر تھا خدیجہؓ پاک بی بی[5] تھی
بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسی[6]   نظر والوں کو ملتی روح کی تابندگی کیسی
محبت ہی سے تہذیب و تمدن کی ہیں بنیادیں   بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیں

---

[1] آنحضرت ﷺ نے مکے کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک عہد باندھا تھا کہ ہم میں ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا' اور کوئی ظالم مکے میں نہ رہنے پائے گا' آنحضرت ﷺ عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔

[2] آپ نے جوانی میں کاروبار تجارت اختیار کیا اور اسی سلسلے میں یمن' شام بصرہ وغیرہ کے سفر بھی کئے اور مکے میں کامیاب دیانتدار اور خوش معاملہ تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوئے بعض لوگ تجارت میں آپ کے شریک بھی رہے چنانچہ سائب بن ابی سائب آپ کے شریک تھے سائب کا بیان ہے کہ میں آپ کی معاملت اور دیانت دونوں سے ہمیشہ خوش رہا۔

[3] ام المومنین حضرت خدیجہ ؓ ایک شریف النفس پاکیزہ اخلاق قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے کی خاتون تھیں آپ کے والد کا نام خویلد تھا جو مکے کے معزز رئیس تھے آپ کا سلسلہ نسب پانچ پشت اوپر آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یعنی خدیجہ ابن خویلد ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی عبد عزیٰ حضرت عبدالمطلب کے دادا عبدمناف بن قصی کے بھائی تھے۔

خدیجہ بیوہ ہو چکی تھی آپ کی تجارت اس بیوگی کی حالت بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی آپ نے آنحضرت کی تاجرانہ دیانت وامانت' راست بازی حسن معاملت اور پاکیزہ سیرت کا شہرہ سنا تو آنحضرت کے پاس پیام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں' بصریٰ سے واپسی پر حضرت خدیجہ ؓ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تاریخ معین پر ابوطالب ؓ حمزہ ؓ اور تمام رؤسائے خاندان خدیجہ کے مکان پر گئے' ادھر سے عمر بن اسد یعنی حضرت خدیجہ ؓ کے چچا نے خطبہ پڑھا' ادھر سے ابوطالب نے۔ پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا تھا۔

حضرت خدیجہ ؓ چونکہ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے۔

آنحضرت کی عمر شادی کے وقت ۲۴ سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے خدیجہ ؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔

بیاں کرتا کہ قاسم طیب و طاہر، یہ تھے بیٹے
کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تربت میں جا لیٹے
خدیجہ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دیں
یہ زینبؓ اور رقیہؓ، اُمِ کلثومؓ اور زہراؓ تھیں[1]
بیاں کرتا محبت کس قدر تھی رشتہ داروں سے
عزیزوں دوستوں سے، شہریوں سے اور یاروں سے
بیاں کرتا عرب میں عام تھا لطف و کرم کس کا
یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم کس کا
بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا ہے امیں ﷺ اس کو
چنا تھا رحمت باری نے ختم المرسلیں اس کو
قبائل کا بہم تعمیرِ کعبہ کے لیے آنا
وہ سب کا سنگ اسود کے اٹھانے پر بگڑ جانا[2]
لہو[3] میں ہاتھ بھرنا لڑنے مرنے کی قسم کھانا
گھٹاؤں کی طرح غصے کے طوفانوں کا ٹکرانا
وہ ہٹ، وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا
مگر خیر الامیں ﷺ کا آ کے وجہِ خیر ہو جانا[4]
وہ چادر کا بچھانا اُس پہ رکھنا سنگِ اسود کا
یہ زندہ معجزہ قبلِ نبوت تھا محمد ﷺ کا[5]

---

[1] آنحضرت ﷺ کی جس قدر اولادیں ہوئیں بجز حضرت ابراہیم کے حضرت خدیجہ ؓ ہی کے بطن سے ہوئیں۔

[2] کعبہ کی تعمیر سیلاب وغیرہ کے سبب کمزور ہو گئی لہٰذا قریش نے ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کر دیں عرب کے تمام قبائل اس مذہبی کام میں حصہ لینے کے لیے اکٹھے ہو گئے اور عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے کہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا ہوا ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھ سے انجام پائے نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۷۱)

[3] عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالے میں خون بھر کے اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا اس موقع پر بھی بعض دعوے دار قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۱۷۲)

[4] چار دن تک ہنگامہ برپا رہا آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہو وہی ثالث قرار دیا جائے کرشمہ ربانی دیکھو کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس نور پر پڑیں وہ جہاں تاب محمدی ﷺ تھا' آپ کو دیکھ کر شور مچ گیا' امین آ گیا' امین آ گیا' اور سب نے بخوشی آپ کو ثالث مان لیا۔

[5] رحمت عالم نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں سب ایک ایک سردار کا انتخاب کریں پھر آنحضرت نے اپنی چادر بچھا کر دستِ نبوت سے سنگِ اسود کو اُٹھایا اور اپنی چادر پر رکھ دیا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے کہا اب اس چادر کے کنارے پکڑ کر سنگِ اسود کو اٹھاؤ اور مقررہ مقام پر لے چلو چنانچہ سب نے اُٹھایا جب چادر موقع کے برابر آ گئی تو رحمت عالم نے حجر اسود کو پھر اُٹھایا اور خود نصب فرما دیا (گویا اشارہ تھا کہ دین الٰہی کا آخری تکمیلی پتھر بھی انہی ہاتھوں سے نصب ہو گا) (سیرت النبی صفحہ ۱۷۲)

وہ پتھر نصب کرنا آپ خود جھگڑے کا چک جانا
وہ ہر اک جنگجو کا آشتی کی سمت جھک جانا

یتیموں کی خبر لینا غلاموں کی مدد کرنا
طلب کرنے سے نفرت خود سوالی کو نہ رد کرنا

بیاں کرتا یہ ساری حالتیں قبلِ نبوت کی
طبیعت کا وہ سوز و ساز وہ تسکین خلوت کی

غریبوں پر ترس کھانا خدا کے خوف سے ڈرنا
وہ چھپ چھپ کے حرا[1] کے غار میں یادِ خدا کرنا

وہ صبحِ نور کا نظارہ وہ جبریلؑ کا آنا
ادب سے وہ نبوت کا لباسِ نور پہنانا

وہ اِقْرَأْ[2] کا سبق وہ ایک اُمی کا سبق پڑھنا
وہ ہمت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا

وہ کثرت کے مقابل ایک وحدت لے کے آجانا
وہ فرمانِ خدا یعنی نبوت لے کے آ جانا

مصنف کا اعترافِ عجز

میں یہ سب کچھ بیاں کرتا مگر ہمت نہیں پڑتی
یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جرأت نہیں پڑتی

ادب اے خامۂ گستاخ جھک جا' سرنگوں ہو جا
تحیّر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا

بیاں کرتا ! بیاں کرتا ' یہ آخر گفتگو کیا ہے!
اگر کہہ دے کوئی' تیرا بیاں کیا اور تو کیا ہے!

---

[1] مکہ معظمہ سے تین میل پر ایک غار ہے جس کو غار حرا کہتے ہیں۔ آپ مہینوں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہ ختم ہو چکا تو پھر گھر تشریف لے جاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں معروف ہوتے۔

[2] نبوت کا دیباچہ تھا کہ خواب میں آپ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے بعینہٖ وہی پیش آتا۔ ایک دن جب کہ آپ حسب معمول غار حرا میں محو مراقبہ تھے فرشتہ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ (سورہ اقرا)

پڑھ اُس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ تیرا خدا کریم ہے' وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

مرا منہ اور سرکار محمدؐ کی ثناء خوانی   مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی!
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا   دہن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا
میں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا   متاع بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
نہ یارائے سخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی   اگر کچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی
مگر ہاں مدعا ہے خدمتِ اِسلام مدت سے   کہ میں نے بھی پیے ہیں چند قطرے جامِ وحدت کے
کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا   کہ غزواتِ حق و باطل ہیں اصلی معرکہ میرا

رسولِ پاک کی سیرت سے واقف اِک زمانہ ہے
مجھے بعثت کے بعد اب نقطۂ اصلی پر آنا ہے

* * *

بابِ پنجم

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت

مظلوم دُنیا کی دعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اس دُنیا میں آئے تھے
وہ قرآں جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے
وہ پیغامِ محبت وہ نجات اولادِ آدم کی
زمینِ صدق پر رکھنا نئی بنیاد عالم کی
اب اس کا وقت آ پہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا
زمیں تیار کر کے نخلِ حق کا بیج بونا تھا
اندھیرا چھا چکا تھا کفر کا دنیائے ہستی پر
زبردستی تسلط پا چکی تھی زیردستی پر
بستی میکشوں سے ہو چکا تھا مے کدہ خالی
کہ دُنیا ہو گئی تھی بادۂ غفلت کی متوالی
کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں
کوئی سنتا نہ تھا ان کی یہ بیچارے کہاں جائیں
کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر
یہ مرجاتے تھے بھوکے اور بک جاتے تھے داموں پر
ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی
غضب ہے مزد مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی
ستم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی شریفوں نے
دُعا کو دستِ رعشہ دار اُٹھائے تھے ضعیفوں نے

اقرأ

اُٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر   لب اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقْ[1] لے کر
سنایا آ کے اہلِ بیت کو مژدہ رسالت کا   انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا
کہا ”اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہو شیدا   اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا
وہ جس نے گوشت کے اک لوتھڑے کو زندگی بخشی   بنائی شکلِ انساں اور ایسی برتری بخشی
ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو   اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو
خدیجہؓ اور علی ابنِ طالبؓ جب ہوئے مومن   ابھی شیرِ خدا دس سال کے بچے ہی تھے کمسن
جنابِ زید جو اک بندۂ آزاد کردہ تھے   علیؓ کے بعد وہ بھی دامنِ اسلام میں آئے

صدیقؓ کا ایمان

ابو بکرؓ[2] آئے اُن کو بھی یہی پیغام پہنچایا   خدا کے دین کی تلقین کی، اسلام پہنچایا
کہا ”مجھ کو مرے ربّ نے نبوت دے کے بھیجا ہے   ہدایت دے کے بھیجا ہے، شریعت دے کے بھیجا ہے

---

[1] آیت اقراء کا ترجمہ دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۳۵

[2] علماء میں اس امر کا اختلاف ہے کہ حضرت علی مرتضٰی پہلے اسلام لائے یا حضرت ابوبکر صدیق علمائے محتاط نے یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے ام المسلمین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اکبر بچوں میں حضرت علیؓ غلاموں میں زید بن حارث سابق الایمان ہیں۔

حضرت علیؓ اس وقت بچے تھے اور ابو طالب کے خوف سے ایمان کو ظاہر نہ کر سکتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کو فوراً ظاہر کر دیا اس کی تائید میں امام حسنؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے انہوں نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ ابوبکر نے چار چیزوں میں مجھ سے سبقت لی۔ ۱۔ اظہار اسلام ۲۔ ہجرت ۳۔ رفاقتِ غار ۴۔ اعلانیہ ادائے نماز حالانکہ میں شعب جبال میں مخفی طور پر نماز ادا کرتا تھا۔
(تذکرۃ الرسول وآباء العدول صفحہ ۴۹

میں آیا ہوں کہ بندوں کو خدا کے در پہ لے جاؤں
نجاتِ دنیوی و اُخروی کی راہ دکھلاؤں

کہا ابوبکرؓ نے سرکار اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا
مرے مالک مرے مختار اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا

مرے ماں باپ آل اولاد قرباں اِس شریعت پر
محمدؐ کے خدا پر اور محمد کی رسالت پر

یہ کہہ کر جھک گئے بوبکر چومے ہاتھ حضرت کے
لگے پھر خدمتِ تبلیغ کرنے ساتھ حضرت کے

یہ وہ ایمان تھا جس کا خدا نے ذکر فرمایا
یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدیقؓ کا پایا

السَّابِقِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ

ابو بکرؓ آج اس توحیدِ حق کا جام لے آئے
کہ جس سے حضرت عثمانؓ بھی اِسلام لے آئے

زبیرؓ و سعدؓ و طلحہؓ عبدِ رحمٰنؓ بو عبیدہؓ بھی
علی کے بھائی جعفر اور بیوی ان کی اسماءؓ بھی

غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے
پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے

برس چالیس پورے اس نبی کو سب نے دیکھا تھا
مروت سے بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا

یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے
درِ توحید پر السَّابِقِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ آئے

مقدر تھی سعادت اِن رضا کے بہرہ مندوں کو
خدا نے آپ گویا چن لیا تھا اپنے بندوں کو

ابوبکر بن ابی قحافہ دولتمند ماہر انساب صاحب الرائے اور فیاض تھے جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور مکے میں ان کا عام اثر تھا رزین شہران سے ہر بات میں مشورہ کرتے تھے آپ آنحضرت ﷺ کے پرانے دوست اور لڑکپن کے رفیق تھے اور مدتوں سے فیضیاب تھے اہل سیر کا بیان کہ کبار صحابہ ان ہی کی تبلیغ سے ایمان لائے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خاندان اُمیہ کے ایک دولتمند رکن تھے۔

زبیر رضی اللہ عنہ ابن عوام آنحضرت کی پھوپھی کے بیٹے اور حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ عبد الرحمن بن عوف ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ابن الجراح اسماء رضی اللہ عنہا بن عمیس۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ عثمان بن مظعون عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب سعید رضی اللہ عنہ ابن زید اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب ہمشیر حضرت عمر فاروق (عمر اس وقت حالت کفر میں تھے) اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر عبد اللہ بن مسعود عمار بن یاسر خباب بن الارث ارقم صہیب رضی اللہ عنہ رومی ان خوش قسمت میں سے تھے سابقین الاوّلین کہلائے۔

یہ چھوٹی سی جماعت ذکرِ حق کرتی تھی چھپ چھپ کے
شہادت گاہِ الفت میں قدم دھرتی تھی چھپ چھپ کے

انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
عرب کا ذکر کیا سارا جہاں ہو جائے گا دشمن

مگر وہ روز جلد از جلد منہ دکھلانے والا تھا
کہ تبلیغ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا

ملا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
خدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ' اعلائے کلمۃ الحق

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادیؐ
نظر کے سامنے تھی پستیٔ انساں کی آبادی

صدا دی اے قریشی عورتو ' مردو ادھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو' ادھر آؤ"!

مثالِ رعد ہادیؐ کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اُٹھا فضاؤں میں

یہ کڑکا سن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
بڑی انبوہ در انبوہ' دوڑی صف بصف آئی

اکٹھے ہو گئے آ کر جوان و پیر و مرد و زن
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن

خطاب اُن سے پیمبر نے کیا اللہ کے بندو
خلیل اللہ کے پوتو' ذبیح اللہ کے فرزندو!

کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے اس کوہ کے سر پر
دو جانب مجھ پہ روشن ہے یہاں اچھا بُرا منظر

اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ "اس کہسار کے پیچھے
پہاڑوں کی بلند اور آہنی دیوار کے پیچھے

چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پر وار کرنے کو
گھروں کے لوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو

یہ کہہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
یقیں آ جائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے؟

---

[۱] احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمانِ خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کسی پہاڑ میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھتے۔ (سیرت النبی ﷺ)

[۲] فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (قرآن)   پس تجھے جو حکم ہوا ہے واشگاف کہہ دے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کر

کہا لوگوں نے ”ہاں سچا ہے تو یہ جانتے ہیں سب
تو بچپن ہی سے صادق ہے امیں ہے مانتے ہیں سب
بھلا اس قول پر کیسے یقیں ہم کو نہ آئے گا
بلا چون و چرا مانیں گے کوئی شک نہ لائے گا“
یہ سن کر پھر بلند آواز سے سچا نبی بولا
اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا
کہ اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سن لو
میں کہتا ہوں کہ باز آ جاؤ ظلم و جور سے سن لو
بہائم کی صفت چھوڑو ذرا اِنسان بن جاؤ
بُرے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ' شرماؤ
فواحش اور زنا کاری مٹا دو' نیک ہو جاؤ
خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
یغوث ولات وعزیٰ کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں
جنہیں تم پوجتے ہو وہ تو خود تم سے بھی کمتر ہیں
وہی خالق' وہی سچا خدا معبود ہے سب کا
وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجود ہے سب کا
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ
پھنسا رکھا ہے شیطاں نے تمہیں باطل کے پھندے میں
نہ رکھا فرق تم نے کچھ خدا میں اور بندے میں
تمہارے واسطے میں دولتِ اِسلام لایا ہوں
جو ابراہیم لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں
خدائے واحد و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ
جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ
اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاحِ دنیوی و اُخروی پاؤ گے اے لوگو!

نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
بُرا وقت آنے والا ہے، بُرا وقت آنے والا ہے

◆

مشرکین کا جوش و خروش

خدا کا نام گویا قہر تھا بت خانۂ دل پر
گرا دی حق نے بجلی تودۂ بارودِ باطل پر
غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صورت میں
نگاہیں سرخ ہو کر چھا گئیں نورِ نبوت پر
غضب میں بھر گئے سارے قریش اس وعظ کو سن کر
کہ اُن کے پتھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتھر
جسے دیکھو اسی کے منہ میں کف تھی کفر بکتا تھا
خدا واحد ہے، یہ گویا سمجھ میں آ بھی سکتا تھا
بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جرم تھی گویا
ہوا وہ شور و شر برپا' قیامت آ گئی گویا

انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سنتے
کھٹکنے لگ گئے کانٹے جنہیں' وہ پھول کیا چنتے

ابولہب ابنِ عبدالمطلب کا کفر

اُٹھا شعلے کی صورت بولہب اور یوں دہن کھولا
کہ "بس چپ او بھتیجے تو ہی جانے گا اگر بولا!
ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہو!
تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہو!
اہانت اِک خدا کے نام سے اتنے خداؤں کی
مذمت اتنے معبودوں کی دیوی دیوتاؤں کی
نبوت کیا ترے ہی واسطے تھی اس گھرانے میں
نبوت کے لیے کیا تو ہی تھا سارے زمانے میں
یہی باتیں سنانے کو ہمیں تو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تو نے سنایا تھا
تری باتوں پہ ہرگز کان دھر سکتا نہیں کوئی
کہ اِس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی"
غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی
پسند آئی نہ اُن کو بات کوئی بھی پیمبرؐ کی

---

[1] ابولہب یہ خیال کرتا تھا کہ آل ہاشم میں اس وقت سب سے بڑا میں ہوں اس لیے نبوت مجھے ملنی چاہیے تھی۔

مگر اس رحمتِ عالم کا دِل توحید کا گھر تھا
نہ آ سکتی تھی مایوسی کہ یہ اُمید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علیؓ کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامان دعوت کا — بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بلا بھیجا
چچا تھے بولہب، عباسؓ حمزہؓ اور ابو طالبؓ — یہ عبد المطلب کے جانشیں سر کردہ و غالب
اکٹھے ہوگئے سب بھائی بہنیں بیویاں بچے — کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے[2] کچے
کھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا — "عزیزو میں تمہارے واسطے اِک چیز ہوں لایا
وہ چیز اِسلام پر ایمان ہے جو دینِ بیضا ہے — متاعِ بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دُنیا ہے
بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے — بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے[3]"
یہ سن کر منہ لگے اک دوسرے کا سب کے سب تکنے — لگا تھا بولہب اُس وقت پھر کچھ ناروا بکنے
کہ طفلِ سیز دہ سالہ علی ابنِ ابی طالبؓ — وہی شیرِ خدا جو ساری دُنیا پر رہا غالب
اٹھا اور اُٹھ کے بولا، میں اگرچہ عمر میں کم ہوں — مری آنکھوں میں ہے آشوب گویا چشمِ پرنم ہوں
بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہوں — کہ میں سچے نبی پر جان و دِل قربان کرتا ہوں
میں اپنی زندگی بھر ساتھ دوں گا یا رسول اللہ — یقیں رکھیے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسول اللہ
جھکے شیرِ خدا جب بات اپنی بر ملا کہہ کر — رسول اللہ نے سر پر ہاتھ رکھا مرحبا کہہ کر

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعرآ) — اور اپنے نزدیکی خاندانوں والوں کو خدا سے ڈرا
یہ سب بنی ہاشم تھے ان کی تعداد چالیس یا ایک کم یا ایک زیادہ تھی۔ (رحمۃ للعالمین ۱۳۶)
دیکھو رحمۃ للعالمین صفحہ ۴۷

بڑے بوڑھے جو چپ تھے کھلکھلا کر ہنس پڑے سارے — انہیں معلوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے
کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے — پہاڑوں کے جگر تھرّا اٹھیں گے اس کی ہیبت سے

بنی ہاشم ہنسی میں بات اُڑا کر ہو گئے راہی
علیؓ کو ہو گئی حاصل مگر دارین کی شاہی

اِسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ

علانیہ ادھر سے دین کا اِعلان ہوتا تھا — اِدھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا
مسلسل پھولنے پھلنے لگا اِسلام کا پودا — مخالف تھے قریش اب بڑھ چلا کچھ اور بھی سودا
نبیؐ کو اور مسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے — وہ تکلیفیں کہ جن سے عرشِ اعظم بھی لگا ہلنے
غضب کے ظلم ہوتے تھے مسلماں ہونے والوں پر — خزاں آتی تھی دل میں تخمِ وحدت بونے والوں پر
لٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اُوپر — تو رکھتے تھے کسی کے سینۂ بے کینہ پر پتھر
مسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا — کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے درد کستا تھا

---

[۱] حضرت بلال ؓ حبشی النسل تھے اور امیہ بن خلف کے غلام تھے ٹھیک دوپہر کے وقت امیہ ان کو عرب کی جلتی ہوریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا یہ وہی بلال ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں حضرت یاسر اور ان کے بیٹے عمار ؓ اور ان کی بیوی سمیہ ؓ مسلمان ہو گئے تو ابوجہل نے ان کو شدید عذاب پہنچائے ایک دن آنحضرت ﷺ نے ان کو عذابوں میں مبتلا دیکھ کر فرمایا: ''اصبرو ایا ال یاسر فان موعدکم الجنه'' ترجمہ: یاسر والو صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے ابوجہل نے بی بی سمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئی حضرت خباب بن الارث کے سر کے بال کھینچے جاتے اور گردن مروڑی جاتی گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۴۰)

حضرت صہیب ؓ رومی مشہور ہیں نگران کے والد سنان کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے رومیوں کے حملے کے سبب تباہ حال ہو گئے ایک عرب نے ان کو خریدا مکے میں عبداللہ بن جدعان نے روپیہ دے کر ان کو آزاد کرا دیا تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے۔ ابوفکیہہ ؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے امیہ ان کا گلا گھونٹتا، مارتا، گھسیٹتا، مگر وہ راہ خدا سے نہ ہٹے ان کے سینے پر ایسے وزنی پتھر رکھے جاتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ لبینہ ایک کنیز تھی حضرت عمر جس وقت تک ایمان نہ لاتے تھے ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے اور وہ اسلام پر قائم رہی نہدیہ اور زنیرہ بھی کنیزیں عامر بھی غلام تھے۔ (دیکھو سیرت النبی ۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵)

بلالؓ و یاسرؓ و عمارؓ و خبابؓ اور سمیہؓ صہیبؓ اور بو فکیہہؓ اور لبینۃؓ اور نہدیہؓ
زنیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں اُن کی مسلماں ہو گئے بس آ گئی آفت میں جاں ان کی
محمدؐ کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے خدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے
یہ ظلم ان کو خدا سے دور کر سکتے نہ تھے ہرگز نشے صہبائے وحدت کے اتر سکتے نہ تھے ہرگز
ستم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سے بیدردی تو ان کی حضرت بو بکرؓ نے قیمت ادا کر دی[1]
اخوت مذہبِ اِسلام کا پتھر ہے بنیادی غلاموں کو دلائی ہے اسی جذبے نے آزادی[2]

مسلماں ہونے والوں سے غلامی کی مٹی ذلت
کہ آڑے آ گئی عثمانؓ اور بو بکرؓ کی ہمت[3]

اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرارِ مکہ نے مسلمانوں کو بے بس کر دیا کفارِ مکہ نے
مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیرو محمدؐ کے تو باہم مشورے ہونے لگے ایذائے بے حد کے
ابوجہل و امیہٗ بو لہبؐ عقبہٗ ابو سفیاں ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشاں[4]
یہ فرزندانِ تاریکی جو نورِ حق سے چندھیائے ہوئے اک دن اکٹھے اور ابوطالب کے گھر آئے[5]
کہا "ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے

دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۵

حضرت ابوبکر کے دفتر فضائل کا پہلا باب یہی ہے کہ انہوں نے بے دریغ دولت خرچ کر کے مظلوم مسلمان لونڈی اور غلاموں کو بھاری بھاری داموں پر یدکے آزاد کر دیا (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۵)

ابوجہل ابن ہشام امیہ بن خلف عقبہ ابن معیط ابوسفیان حرب بن امیہ ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (عمر بن عاص کا باپ) بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا)

[5] دیکھو سیرت النبی صفحہ ۲۰۵

بُرا کہتا ہے وہ چھوٹے بڑے سارے خداؤں کو
ہبل کو لات کو عزیٰ کو دیوی دیوتاؤں کو
ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے
سوا اپنے خدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے
بس اب برداشت کر سکتے نہیں ہم اس کی جرأت کو
کسی دن دیکھ لیں گے اس کو اور اس کی نبوت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے
تم اس کا ساتھ چھوڑو یا کرو تنبیہ سمجھاؤ
وگرنہ جنگ کا ساماں کرو میدان میں آؤ!"

چچا کی فہمائش بھتیجے کو

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابوطالب بھی گھبرائے
انہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے
بلایا آپ کو نرمی سے بولے "جانِ عم دیکھو!
تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم، دیکھو
تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبہ نہ آنے دو
میں بوڑھا ہوں اکیلا کل عرب سے لڑ نہیں سکتا
میں اڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اڑ نہیں سکتا"

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آبدیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا
قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن
جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آ جائیں
کسی دھمکی، کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں

خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
میں سچا ہوں تو بس میرے لیے میرا خدا بس ہے
کسی امداد کی حاجت نہیں اُس کی رضا بس ہے
مرا ایمان ہے ہر شے پہ قادر حق تعالیٰ ہے
وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابو طالب کا تاثر

ابو طالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا
جلالِ مصطفیٰ میں نورِ حق جلوہ نما پایا
کہا ''اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا
جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا''!

تبلیغِ حق کا دشوار گزار رستہ

کفار کی ایذا رسانی اور توہین

پیمبر دعوتِ اِسلام دینے کو نکلتا تھا
نویدِ راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا
نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو
وجودِ پاک پر سو سو طرح کے ظلم ڈھانے کو
امیہ بو لہب بو جہل عقبہ سخت دشمن تھے
شقاوت پیشہ تھے بیداد گر تھے اور پُر فن تھے
خدا کی بات سن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے[۱]
نبی ﷺ کے جسم اطہر پر نجاست ڈال[۲] دیتے تھے

---

[۱] قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔
لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حم سجدہ) اس قرآن کو نہ سنو اس میں گڑبڑ ڈال دو شائد تم غالب آؤ۔

[۲] ابولہب بن عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا' مگر آپ کو سب سے زیادہ ایذا دیتا تھا آپ کے دروازے پر محض ستانے کے لیے نجاست ڈال دیتا ایک مرتبہ کچھ اونٹ ذبح ہوئے تھے ان کی اوجھیں پڑی ہوتی تھیں ابو جہل نے دل لگی کی راہ سے کہا' اس اوجھ کو کون لے کر اس شخص پر ڈالتا ہے؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا میں حاضر ہوں یہ کہہ کر اُس نے اوجھ اُٹھائی آپ ﷺ سجدے میں تھے کہ سر اور دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی' اور سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ آپ ﷺ اُسی طرح ساکت وصامت سجدے میں پڑے رہے سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خبر ہوئی اگرچہ وہ کمسن تھیں مگر تاب نہ لائی دوڑی ہوئی آئیں اور اس نجاست کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا۔ (خاتم المرسلین از شرر صفحہ ۹۰-۹۱)

کوئی گالی سناتا تھا کوئی پتھر اُٹھاتا تھا
کوئی توحید پر ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا
حرم کی سرزمیں پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر
ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر
قریشی مرد اُٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے
یہ ناپاکی کے چھرّے چار جانب سے برستے تھے
کوئی حضرت کی گردن گھونٹتا تھا کس کے چادر میں
کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں[1]
قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
گزرگاہِ گلِ گلزارِ وحدت میں بچھاتی تھیں[2]
نجاست گھر کے دروازے پہ لا کر پھینک جاتی تھیں
جھگڑتیں بد زبانی کرتی تھیں فتنے اُٹھاتی تھیں
کلامِ حق کو سن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے
کوئی کہتا تھا کاہن ہے، کوئی کہتا تھا ساحر ہے
مگر وہ منبعِ حلم و صفا خاموش رہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عتبہ کی فہمائش

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا
کہ ظلم اتنے کیے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
محمد اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟
نمود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟

---

[1] ایک دفعہ بہت سے قریش نے جن میں اشراف قریش شامل تھے آنحضرت پر وار کیا عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر مروڑا کہ آپ کا دم رُکنے کے قریب ہو گیا اتنے میں حضرت ابوبکر ﷛ جھپٹ کر آئے اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے آپ کو یہ کہہ کر چھڑایا۔
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا پروردگار ہے
تمہارے پاس روشن دلائل لایا ہے

[2] ابوسفیان کی زوجہ ام جمیل جو ابوسفیان کی بہن تھی وہ کام چھوڑ کے جاتی اور خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی چونکہ آپ صبح اُٹھنے کے عادی تھے اور اندھیرے منہ طواف کعبہ کیا کرتے تھے اس لیے آپ کو ان کانٹوں سے سخت تکلیف پہنچتی۔

غرض آپس میں کوئی مشورہ کر کے اُٹھا عتبہ
رسولِ پاک سے تنہائی میں جا کر ملا عتبہ

کہا ''جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر
بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر پر

رواج و رسمِ قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
غلاموں مفلسوں[1] سے آشنائی کرتے پھرتے ہو

بُرا کہتے ہو کیش و مذہبِ اجداد و آبا کو
کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن[2] لات و عزیٰ کو

پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
خدا اک ہے' انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو

قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آ چکے ہیں سب
بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب

بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدعا کیا ہے؟
بہت اچھے تھے پہلے تم تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟

رسومِ عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے

تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

یہ کیا جادو ہے' کیا افسوں ہے جس میں کھو گئے ہو تم
روایاتِ قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم

تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
نہ ہو گا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا

اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں

عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل
کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پر مائل

کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی
ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی

نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو
تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو

---

[1] حضرت نوح کے خاص مقربین کی نسبت بھی کفار اسی طرح کہا کرتے تھے۔

مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰی
كُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ م بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ٥ (ہود)

اور ہم تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو رذیل ہیں اس لیے ہم تم میں کوئی بھی برتری نہیں پاتے بلکہ ہماری نظر میں تم سب جھوٹے ہو۔

[2] مْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الانبیاء)

تم اور جن چیزوں کو پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہوں گی۔

اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں
کریں اس کا تدارک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں
مسلط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے؟
ستاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے؟
ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں
کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹونا ٹوٹکا لائیں!
مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو
مقدس دیوتاؤں کو بُرا کہنے سے منہ موڑو

تمہارے ان طریقوں سے بڑا طوفان آئے گا
تمہارے پیروؤں میں کوئی بھی جینے نہ پائے گا

ارشادِ نبوت

کہا ’میں تم کو ارشاداتِ ربانی سناتا ہوں
ہدایت کے لیے آیاتِ قرآنی سناتا ہوں
یہ فرما کر پڑھیں حـــم کی آیاتِ[1] قرآنی
سنیں عتبہ نے سن کر ہو گیا غرقابِ حیرانی
اُٹھا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رو برو آیا
کہا میں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا
وہ شاعر بھی نہیں کچھ اور ہے طرزِ کلام اس کا
میں کہتا ہوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اس کا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اس کو
مناسب ہے کہ اب رہنے دو اس کے حال پر اُس کو
اگر اس شخص کو اہلِ عرب نے مار ہی ڈالا
چلو چھٹی ہوئی مطلب تمہارا ہو گیا پورا
اگر یہ غالب آیا ملک پر تو بھی بُرا کیا ہے
تم اس کی قوم ہو سب کے لیے اچھا ہی اچھا ہے
وہ بولے ”اور لیجیے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے
دلِ عتبہ پہ جادو چل گیا معلوم ہوتا ہے“

---

[1] قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا وَاسْتَغْفِرُوْهُ (حٰم السجدہ)
قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں وحی نے بتایا کہ تمہارا خدا صرف وہی ایک خدا ہے پس سیدھے اس کے حضور میں جاؤ اور معافی طلب کرو۔
کہہ دے کیا تم لوگ اس خدا کو جھٹلاتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کر دی اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو وہی ہے سارے جہان کا پروردگار!

غرض کوئی نہ کی پروا پرستارانِ باطل نے
رسول اللہ کو اب اور ایذائیں لگیں ملنے
ابی طالب کے ڈر سے قتل گرچہ کر نہ سکتے تھے
مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے
ابو جہل اور عتبہ کرتے تھے گستاخیاں ایسی
کہ سن کر بھی جنہیں برداشت کر سکتا نہیں کوئی

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

شجاعِ نامور فرزندِ عبد المطلب حمزہؓ
وہ عم مصطفیٰ عالی نسب والا حسب حمزہؓ
وہ حمزہ جس کو شاہِ شہسوارانِ عرب کہیے
جسے جانِ عرب لکھیے جسے شانِ عرب کہیے
اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے
مگر فخرِ رسل کی دائمی اُلفت پہ قائم تھے
مشیت تھی کہ ان کے دم سے تقویت ملے حق کو
مٹے باطل سے شانِ ظاہری' شوکت ملے حق کو
چلے آتے تھے اک دن دشت سے وہ پشتِ توسن پر
شجاعت اور جلالِ ہاشمی تھا اپنے جوبن پر
سوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سن پایا
بھتیجے کو مرے بو جہل نے صدمہ ہے پہنچایا
یہ سن کر جوشِ خوں سے روح میں غیظ و غضب دوڑا
پلٹ کر سوئے کعبہ ابنِ عبد المطلب دوڑا
وہاں بو جہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
مثیل ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہ نے نعرہ "او ابو جہل او خرِ بزدل!
محمد مصطفیٰ کے دین میں اب میں بھی ہوں شامل
سنا ہے میں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اُٹھاتا ہے
اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بد زبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
بلا لے ساتھ اپنے اِن حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں ان کمینوں کو رذالوں کو"

رت حمزہ ؓ بن عبدالمطلب آنحضرت کے برادر رضاعی بھی تھے یعنی آنحضرت ﷺ نے ثویبہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ ثویبہ حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔

یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہ گروہ بد سگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ نا ہنجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہوگیا ناپاک خوں جاری[1]
سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سناٹا
مگر حمزہؓ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا
کہا ”گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چمڑے میں شتر کی لید بھروں گا“
یہ کہہ کر چل دیے مشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر[2] کو روک سکتے تھے
ابوجہل اس لیے دبکا پڑا تھا فرش کے اوپر
مبادا واپس آ کر قتل کر دے عمِ پیغمبر
یہاں سے جا کے حمزہؓ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کے وسیلے سے چچا نے مرتبے پائے

حضرت عمر کے اِیمان کا بیان

دُشمنانِ دِین میں نبی کے قتل کی تجویزیں

عمرؓ ابنِ خطاب اس وقت تک ایماں نہ لائے تھے
حجابِ کفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے
نہایت صاحبِ غیرت بہادر تھے تہمتن تھے
مگر سچے نبی کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے
غریبوں حق پرستوں کو اذیت دیتے رہتے تھے
مسلماں اُن کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے
جنابِ حضرتِ حمزہؓ بھی جب ایمان لے آئے
تزلزل پڑ گیا باطل میں اہلِ مکہ گھبرائے
مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے
کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے
کہ دُنیا دِین آبائی سے پیچھے ہٹتی جاتی ہے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۹۳

[2] حضرت حمزہ کا خطاب اسد اللہ و رسولہٗ بھی تھا۔ دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۹۱

یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا ہبل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا“
کوئی بولا ”یہ مذہب پھیلنے سے رُک نہیں سکتا محمدؐ زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چک نہیں سکتا“
کہا بوجہل نے ”دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے“ پکارا ”بولہب میں کیا کروں میرا بھتیجا ہے“

عمرؓ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اُٹھاتے ہیں

عمرؓ بولے یہ قصہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر کہ دیتا ہوں تمہیں سرہادیٔ اِسلام کا لا کر
بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش میں اُٹھے عمر نے کھینچ لی تلوار پورے جوش میں اُٹھے
چلے اس زندگی بخشِ جہاں کے قتل کرنے کو شہنشاہِ مکان و لا مکاں کے قتل کرنے کو
نعیمؓ اِک مردِ مسلم سے ہوئی مُٹ بھیڑ رستے میں وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غصے میں؟
کہا ”میں قتل کرنے جا رہا ہوں اس پیمبر کا کہ جس نے خرخشے میں ڈال رکھا ہے عرب بھر کو“
وہ بولے اپنے گھر کا حال بھی معلوم ہے تم کو کہ ہمشیرہ مسلماں ہو چکی معلوم ہے تم کو؟
تمہارے گھر میں بستا ہے خدا کا نام مدت سے کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اِسلام مدت سے“
یہ سن کر اور بھی غیظ و غضب طوفان پر آئے عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے
غضب ٹوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے وہ دونوں حضرتِ خبابؓ سے قرآن پڑھتے تھے

وسیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۰۸

بولہب نبی کا سب سے زیادہ دشمن تھا جب آنحضرت ﷺ تبلیغ کے لیے نکلتے تو یہ پیچھے سے پکارتا جاتا۔ لوگو! دیوانہ ہے اس کی بات میں نہ آنا۔

نعیم بن عبداللہ حضرت عمر ؓ کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔

حضرت خباب بن الارت بنی تمیم میں سے تھے جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے تھے ام انمار نے خرید لیا تھا یہ ان دنوں ایمان لائے جب حضرت ﷺ ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور اس وقت تک صرف چھ سات شخص ایمان لا چکے تھے انہوں نے اِسلام کی محبت میں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائی ں ان کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیے جاتے اور ان کی پشت ان صدمات سے برص کے سفید داغوں کی طرح سفید پڑ چکی تھی۔ (سیرت النبی ﷺ ۲۱۳-۲۱

عمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر سخت غصے میں
سنی آہٹ تو فوراً چھپ گئے خباب پردے میں
کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے "تم کو کیا مطلب"!
کہا "دونوں مسلماں ہو چکے ہو جانتا ہوں سب!"
بہن [1]بہنوئی کو آخر عمرؓ نے اس قدر مارا
کہ زخموں سے نکل کر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے!
بلندی معرفت کی مل گئی ہے، گر نہیں سکتے!!"
دہن سے نامِ حق آنکھوں سے آنسو منہ سے خوں جاری
عمر کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہو گئی طاری
کہا اچھا دکھاؤ مجھ کو وہ آیاتِ قرآنی
"سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشاداتِ ربانی"
بہن بولی "بغیرِ غسل اس کو چھو نہیں سکتے"
یہ سن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے
اُٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

حضرت عمرؓ کا ایمان

کلامِ پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری
خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

---

[1] حضرت عمر ؓ کے بہنوئی کا نام سعید بن زید تھا اور بہن کا نام فاطمہ بن خطاب۔

[2] سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۰۹ فاطمہ ؓ نے قرآن کے اجزا لا کر سامنے رکھ دیے عمر ؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (حدید) زمین و آسماں میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے

ایک ایک لفظ پر اُن کا دل مرعوب ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حدید) خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

تو بے اختیار پکار اُٹھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ رسول خد ہیں۔

وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
مسلمانوں کے حق میں جو کسی جلاد کا دل تھا
شعاعِ نور نے اس دل کو یکسر موم کر ڈالا
ہوئی تسکین بہہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا
اُڑی کافور کی صورت سیاہی رنگِ باطل کی
یکا یک آج روشن ہو گئیں گہرائیاں دل کی
اِسی عالم میں اُٹھے جانبِ کوہِ صفا دوڑے
نکل کر نرغۂ شیطاں سے جیسے پارسا دوڑے

عمرؓ آستانہ نبوت پر

رسول اللہ تھے اس دم مقیمِ خانہ ارقمؓ[1]
حضوری میں جناب حمزہؓ و بوبکرؓ تھے ہمدم
نحیف و ناتواں کچھ اور اہلِ اللہ بیٹھے تھے
خدا سے لو لگائے دو جہاں کے شاہ بیٹھے تھے
عمر آئے مسلح، آ کے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک
صحابہ نے جونہی سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر روئے عمرؓ دیکھا
صحابہ میں سے اکثر ڈر گئے اس رنگِ ظاہر سے
عمرؓ کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اِک فوجِ قاہر سے
رسول اللہ سے آ کر عرض کی اک طرفہ ساماں ہے
عمرؓ در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیرِ براں ہے
کہا حمزہؓ نے "جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خلقِ محمد کا دکھائیں گے
اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا"[2]
رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا
"بلالو دیکھ لیں کس دُھن میں ہے ابنِ خطاب آیا"
عمرؓ داخل ہوئے اندر تو اُٹھے حضرتِ والا
ہوا ضو ریز سرِ شاخِ طوبیٰ پر قدِ بالا

---

[1] ارقم کا مکان کوہ صفا کی تلیٹی پر تھا اور رسول اللہ وہاں پناہ گزیں تھے (سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۰)

[2] دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۱۰

کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عمر کیا ہے!   ”چلا تھا آج کس نیت سے، کس نیت سے آیا ہے؟“
عمرؓ کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری   وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
ادب سے عرض کی ”حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو   خدا پر اور رسولِ پاکؐ پر ایمان لانے کو“
یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی   فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گونجی

حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان

عمرؓ رخصت ہوئے ایمان لا کر شہر کی جانب   چلے بے خوف ہو کر بانیانِ قہر کی جانب[1]
وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمرؓ کے منتظر سارے   کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے
عمرؓ آ کر پکارے ”اے قریش! اے فہر[1] کے بیٹو!   سنو اے عقل کے اندھو، سنو تقدیر کے ہیٹو!
یہ بت جھوٹے ہیں بیشک پوجنا بے سود ہے سب کا   خدا واحد ہے، جو خالق ہے اور معبود ہے سب کا
کوئی جھٹلائے مجھ کو یا کرے میرا یقیں کوئی   محمد ہیں رسول اللہ اس میں شک نہیں کوئی
نہ ہوگا کچھ بھی حاصل کر سے، حجت سے، حیلے سے   فلاحِ دین و دنیا ہے محمدؐ کے وسیلے سے
حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہوں   میں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہوں
کتاب اللہ پر، قرآن پر ایمان لایا ہوں   خدائے واحد و رحمٰن پر ایمان لایا ہوں“
یہ سن کر زلزلہ سا آ گیا ایوانِ باطل میں   بہت صدمہ ہوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں

---

[1] حضرت عمر سے پہلے پچاس کے قریب آدمی ایمان لا چکے تھے عرب کے مشہور بہادر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے تھے تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی ادا نہیں کر سکتے تھے کعبہ میں نماز ادا کرنا تو گویا ناممکن ہی تھا لیکن حضرت عمر کے ایمان لانے سے حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ کافروں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی لیکن وہ ثابت قدم رہے یہاں تک مسلمانوں کو ساتھ لے جا کر کعبے میں نماز ادا کی ابن ہشام اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعود کی زبانی اس طرح لکھتا ہے کہ عمر اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبے میں نماز پڑھی اور ان لوگوں کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔

[1] فہر قریش اوّل کا نام تھا۔

اُٹھے سب طیش کھا کر پل پڑے اس مردِ غازی پر
کیا اُن بھیڑیوں نے حملہ اس شیرِ حجازی پر
مگر وہ مردِ میدانِ وغا غالب رہا سب پر
خدا غالب ہوا' نامِ خدا غالب رہا سب پر

ہجرتِ حبشہ

ایذادہی کی انتہا' طرح طرح کی عقوبتیں

عمرؓ کی حق پسندی سے بڑھی اِسلام کی شوکت
علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت
قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خون کے پیاسے
یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دُنیا سے
ستم ایجاد تھے' لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی سے تپتے تھے
غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
جھلس کر سرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی
ہم آغوشی ہوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی
نشانِ سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر
دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر اُن کے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے
سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے
مثالِ نوح جو اِنسان کے بیڑے تراتے تھے
انہیں یہ لوگ پہروں آب میں غوطے کھلاتے تھے
غلاموں تک نہ تھا محدود یہ "لطف و کرم" ان کا
کہ تھا ہر بندۂ توحید پر ظلم و ستم ان کا
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ [1] علیؓ تک کو ستاتے تھے
ابوذرؓ پر زبیرؓ و سعدؓ پر سو ظلم ڈھاتے تھے
وہ مصعبؓ عبد رحمٰنؓ اور جعفر بنؓ ابی طالبؓ
یہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان دو قالب

---

[1] حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا' اکثر اوقات کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ تا اور نیچے دھواں دیا کرتا۔

قیامت خیز ایذائیں غضب کے رنج سہتے تھے — تشدد منع تھا اس واسطے خاموش رہتے تھے
وطن کی سرزمیں پھرنے لگی جب آسماں بن کر — ہوا دم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دھواں بن کر
حقوقِ زندگی بھی چھن گئے جب اہلِ وحدت سے — حبش کی سمت ہجرت کا ملا فرماں نبوت سے
مسلمانوں کی اک تعداد نکلی بے وطن ہو کر — حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں بنایا گھر
مگر اس امر کی جب اہلِ مکہ نے خبر پائی — تعاقب کے لیے فوراً سفارت ایک بھجوائی
چلے مکے سے ابنِ عاص جو تھے ان دنوں کافر — سفارت لے کے دربارِ نجاشی میں ہوئے حاضر
حضورِ شہ جھکے سجدے میں یہ سب ظلم کے بانی — تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گزرانی
کہ اے شاہِ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم — ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم
حبش میں آ بسے ہیں ہر طرح دلشاد پھرتے ہیں — مذاہب کی بُرائی کرتے ہیں آزاد پھرتے ہیں
یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں — نیا دین ایک قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں
پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجیے ان کو — اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجیے ان کو"
نجاشی اور درباری یہ سب کے سب تھے نصرانی — ہوا جب مشورہ ہر شخص نے تائید کی ٹھانی[5]

---

[1] حضرت ابوذر کا اسلام لانے والوں میں ساتواں یا چھٹا نمبر تھا۔

[2] وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ ۢبَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (النحل)
اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اس کے بعد کہ ظلم ہوئے ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

[3] سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ یعنی آنحضرت ﷺ کی بیٹی سیدہ رقیہ نے ہجرت اختیار کی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثان پہلا شخص ہے جس نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے یہ پہلا قافلہ ۱۲ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا رات کی تاریکی میں مکے سے نکلے اور جدہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو چلے گئے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں ان کے قافلہ سالار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

[4] عمر بن عاص جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتح مصر کے نام سے مشہور ہیں اس وقت کافر تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن۔

[5] سفارت نے جس میں عمر بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ جیسے سرکردہ لوگ تھے نجاشی شاہ حبش کے درباریوں اور پادریوں کو جاتے ہی گانٹھ لیا تھا کہ دربار میں ان کی طرف سے تائید ہی ہوگی۔ (دیکھو سیرت النبی صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

نجاشی اِنصاف کی راہ پر

مگر سب کی ہم آہنگی نجاشی نے بُری سمجھی
گلوئے عدل پر ایسی عدالت اِک چھری سمجھی
مسلمانوں کو بھی اُس نے بلایا اور فرمایا
کہ "تم کو قید کرنے کے لیے یہ وفد ہے آیا
تمہارا جرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی شے تم سے؟
تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دُنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے؟"

دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

جنابِ حضرتِ جعفرؓ اُٹھے تقریر کرنے کو
علی الاعلان دین اللہ کی تفسیر کرنے کو
کہا "اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
ہم اس دارِ مشقت میں نکمّے اور کاہل تھے
بہت بدکار تھے بت پوجتے' مردار کھاتے تھے
غریبوں کو' شریفوں کو' ضعیفوں کو ستاتے تھے
یتیموں پر' غلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
پڑوسی زیر دستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا
دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈوب جانے میں
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں
تکلف برطرف' جاتے تھے ہم سیدھے جہنم میں
اسی اثناء میں ایک سچا نبیؐ پیدا ہوا ہم میں
نبیؐ! شہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
کوئی منکر نہیں جس کی صداقت کا' دیانت کا
وہ آیا اور اُس نے دعوتِ اِسلام دی ہم کو
نکالا موت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو
ہمیں تلقین کی ان پتھروں کا پوجنا چھوڑو
زنا سے' جھوٹ سے' چوری سے' سرشوری سے منہ موڑو
ہمیں تلقین کی اک دوسرے کے حق کو پہچانو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ نادانو

ہمیں اُس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے   پسند آیا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے
بس اتنی بات تھی جس پر ہوئے اہلِ وطن دشمن   ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن
ہمارا جرم یہ ہے بت پرستی چھوڑ دی ہم نے   ملی ہم کو اذیت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے
ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں   یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں"

نجاشی راہِ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہوا قلبِ نجاشی پر   وہ بولا "کون سا بُرہان لایا ہے وہ پیغمبرؐ"
سنائیں حضرت جعفرؓ نے چند آیاتِ قرآنی[1]   نجاشی کے مکدر دل نے پائی جن سے تابانی
ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری   کہا لا ریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری
قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآں میں   اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآں میں

نجاشی کا تہیہ

کیا اب یوں مخاطب اہلِ مکہ کے سفیروں کو   کہ جاؤ کہہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو
کہ "جو مظلوم میرے دامنِ دولت میں آئے گا   وہ خود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا"
مسلمانوں سے بولا "تم حبش کو اپنا گھر سمجھو   مجھے اپنا معین و ہم خیال و ہم نظر سمجھو
یہ دُنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں   خدا منزل ہے سب کی حیف ہے اُن پر جو کافر ہیں"

---

[1] حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات پڑھیں دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۲۱

رسول اللہ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ

شرارت اہلِ مکہ کی کسی صورت نہ کام آئی
سفارت بھی حبش سے یوں ہی بے نیلِ مرام آئی
شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی ہیٹی کی
اکٹھے ہو کے پھر اہلِ ستم نے اک کمیٹی کی
بنی ہاشم کے گھر سے بولہب بھی ساتھ شامل تھا
کہ ہر ایذا دہی کے وقت اس کا ہاتھ شامل تھا
صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی
کہ اک تحریر لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکائی
لکھا یہ تھا "تعلق قطع ہے اب آلِ ہاشم[1] سے
نہ رکھیں آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے
رفاقت، بیاہ، شادی، ناتا رشتہ، دوستی، اُلفت
مروّت، لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت
تواضع، گفتگو، بیع و شریٰ سب ترک کرتے ہیں
کوئی آ کر نہ پوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں
ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی
نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی
ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے
قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے
ابو طالب لیے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو
مریں گے بھوکے پیاسے خود سمجھ لیں گے نتیجے کو
محمدؐ جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے
خدا کو ایک اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے
ابو طالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں
جو اسکے ساتھ والے ہیں سب اسکے ساتھ میں دیدیں
ہم اُن کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹوٹے گا
لہو ان کا دوبارہ نخلِ اُلفت بن کے پھوٹے گا

غرض یہ عہد لکھوا[3] کر درِ کعبہ پہ لٹکایا
ابو طالب کے پاس اک ہاشمی فوراً خبر لایا

کیونکہ بنی ہاشم اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر قبیلے کی عصبیت کے سبب سے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین)

اس معاہدہ کا ذکر طبری نے اور ابنِ سعد نے تفصیل سے کیا ہے نبی کریم کو قتل کے لیے حوالے کر دینے کا تذکرہ جواب مواہب لدینہ میں ہے۔ (سیرت [illegible] صفحہ ۲۳۸)

[3] اس معاہدہ کی کتابت منصور بن عکرمہ نے کی تھی۔

ابوطالب کی ثابت قدمی

ابو طالب نے فرمایا "عجب اُلٹا زمانہ ہے
یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا اچھا بہانہ ہے

وہ صبحِ نور جس کے چہرۂ انور کی برکت سے
کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابرِ رحمت سے

وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے
جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے

وہ جس نے اُجڑی بگڑی آدمیت کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے

وہی جو ابرِ رحمت بن کے بے جانوں کو جاں بخشے
چمن کو رنگ بخشے اور بلبل کو زباں بخشے

وہی جو نوعِ انساں کو غلامی سے رہائی دے
وہی جو پنجۂ مرگِ دوامی سے رہائی دے

یہ اِنساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں
حرم کے طائروں کو شانِ صیادی دکھاتے ہیں

اسی کے باغ پر یہ برق شعلہ ریز ہوتی ہے
اسی کے بے زبانوں پر چھری اب تیز ہوتی ہے

وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہے تقدیریں
اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں

کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں
ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں

ہمیں منظور ہے قطعِ تعلق اہلِ مکہ سے
نہیں ہم چاہتے رسمِ تعلق اہلِ مکہ سے

یہ کہہ کر آلِ عبد المطلب کو گھر میں بلوایا
کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال بتلایا

بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے
مگر اہلِ حمیت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے

اکٹھے ہو گئے شعبِ[1] ابی طالب میں آ کر
یہیں پر تھے رسولِ پاک اہلِ بیت اور چاکر

فقط اک بولہب سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا
نہایت سنگدل، بے رحم، بے ایمان پرفن تھا

---

[1] ابوطالب کے ایک قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

وابیض یستسقی الغمامه بوجهه
ثمال الیتامی عصمة الارامل -

وہ گورا شخص جس کے چہرے کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے
جو یتیموں کے لیے پناہ اور دکھیا عورتوں کو دُکھ سے نجات دینے والا ہے

شعبِ ابی طالب میں محصوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی نہ آنے دیتے تھے غلہ اِدھر تا حدِ امکانی
کوئی غلے کا سوداگر اگر باہر سے آ جاتا تو رستے ہی میں جا کر بولہب کمبخت بہکاتا
پہاڑوں کا درہ اِک قلعۂ محصور تھا گویا خدا والوں کو فاقوں مارنا منظور تھا گویا
رسول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے
وہ حمزہ کا شکارِ آہواں کے واسطے جانا کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آ جانا
وہ بچوں کا تڑپنا ماہیِ بے آب کی صورت علیؓ کے ضبط میں غصے کے پیچ وتاب کی صورت
عمرؓ کا ہاتھ اکثر قبضۂ شمشیر پر رکھنا نبیؐ کے حکم پر سر تکیۂ تقدیر پر رکھنا
نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنا اور چپ رہنا غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا
وہ بھوکی بچیوں کا رُوٹھ کر فی الفور من جانا خدا کا نام سن کر صبر کی تصویر بن جانا
تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا
گزارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے دکھا دی شانِ استقلال اپنی آن والوں نے
رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے کہ کھانے کے لیے ملتے رہے پتے درختوں کے
دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے اِک دن چچا کو دی خبر اس مصدرِ الہام نے اِک دن

شعب ابی طالب پہاڑ کے ایک درے کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھی۔

دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳ سیرت النبی ﷺ ۲۲۸- سیرت خیر البشر صفحہ ۲۷- سیرت رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۴

بنی ہاشم کے بچے بھوک سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کی آواز گھاٹی سے باہر سنائی دیتی۔ (زاد المعاد)

صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے حضرت سعد بن وقاص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑہ ہاتھ آ گیا میں اس کو پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھایا۔ (روض الانف بحوالہ سیرت النبی صفحہ ۲۲۸)

کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہد نامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو
ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں
فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریرِ فانی میں

شکستِ معاہدۂ باطل

ابی طالب اُٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے
تھے جن کے دستخط اس عہد نامے پر وہ بلوائے
کہا اس قسم کی دی ہے بھتیجے نے خبر مجھ کو
دکھاؤ کھول کر تحریر اپنی اک نظر مجھ کو
میں اس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اس کا اگر باطل
وہ حق پر ہے تو پھر اس عہد نامے کا اثر باطل
تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بو جہل بد گوہر
اتارا عہد نامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر
کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امرِ اتفاقی تھا
جو فانی تھا' وہ فانی تھا جو باقی تھا' وہ باقی تھا

عام الحُزن [1]

ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات

ملا اس قید سے آخر مسلمانوں کو چھٹکارا
اسی انداز سے بہنے لگی تبلیغ کی دھارا
روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہدِ نبوت کا
کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا
ابوطالب سدھارے جانبِ ملکِ عدم آخر
اُٹھا سر سے چچا کا سایۂ لطف و کرم آخر

---

[1] بعثت نبوی کا دسواں سال تاریخ اسلام میں عام الحزن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق و غمگسار اُٹھ گئے جن سے آپ کو بہت تقویت ملتی تھی۔ آنحضرت کی مشکلات پہلے سے بھی بڑھ گئیں اور ایک اور سختی کا زمانہ شروع ہوا۔ (سیرت خیر البشر صفحہ ۶۳)

[2] ابوطالب آنحضرت ﷺ سے عمر میں ۳۵ سال بڑے تھے۔ رسول اللہ کو ان سے اور ان کو رسول اللہ سے بے حد محبت تھی ایک دفعہ بیمار پڑے تو رسول اللہ سے کہا: "بھتیجے جس خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں کرتا کہ مجھ کو اچھا کر دے"۔ آنحضرت نے دُعا کی اور وہ اچھے ہو گئے تو آنحضرت نے کہا: خد
تیرا کہا مانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ بھی خدا کا کہا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہا مانے۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ ذکر ابوطالب بحوالہ سیرت النبی از علامہ شبلی صفحہ ۲۳۱)

وہ اُم المسلمینؓ جو مادرِ گیتی کی عزت ہے
وہ اُم المسلمینؓ قدموں کے نیچے جس کے جنت ہے

خدیجہؓ[1] طاہرہ یعنی نبیؐ کی باوفا بی بی
شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی

دیارِ جاودانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی
گئیں دُنیا سے آخر سوئے فردوسِ بریں وہ بھی

یہ بی بی تھیں، وہ ہمدردِ یتیمی تھے محمد کے
یہ دونوں غمگسارانِ قدیمی تھے محمدؐ کے

مشیت کو مگر مدِ نظر تھی شانِ یکتائی
محمدؐ کی یہ تنہائی ہی تھی سامانِ یکتائی

قریش اس وقت تک نامِ ابوطالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ اُن کے مرتبے کا پاس کرتے تھے

ابوطالب کے اُٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی ان کے مقابل سے

غلامانِ محمدؐ تھے حبش کے ملک میں اکثر
یہاں مکے میں چند افراد تھے دمسازِ پیغمبرؐ

دیا زور اور اظہارِ صداقت پر پیمبرؐ نے
تو باطل آخری کوشش کے منصوبے لگا کرنے

ہادیؐ اِسلام کا سفرِ طائف

وہ ہادیؐ جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اِک روز مکے سے نکل کر جانبِ طائف

دیا پیغامِ حق طائف میں طائف کے رئیسوں[2] کو
دکھائی جنسِ روحانی کمینوں کو خسیسوں کو

نبیؐ کے ساتھ یہ بد بخت پیش آئے رعونت سے
جو سر کردہ تھا ان میں، بول اُٹھا فرطِ حقارت سے

"اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبیؐ پاک کرتا ہے
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے"[3]

حضرت خدیجہ نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی، آپ کی عمر ۶۵ برس ہوئی، مقام حجون میں دفن کی گئیں، آنحضرت خود ان کی قبر میں اترے اس وقت تک نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ (سیرت النبی)

طائف میں بڑے بڑے امرا اور ارباب اثر رہتے تھے عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا یہ تین بھائی تھے عبدیالیل، مسعود، حبیب

دیکھو سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی صفحہ ۲۳۲

کہا اِک دوسرے نے ”واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرا سوا کوئی“[1]
ظرافت کی ادائے طنز سے اِک تیسرا بولا
نہایت بانکپن سے سانپ نے گویا دہن کھولا
”اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیے تم سے
مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہیے تم سے“
یہ طعنِ سو قیانہ سن کے بھی ہادیؑ نہ گھبرایا
اُٹھا اور اُٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا
کہ ”حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو!
یہ پیغامِ ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!“
یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اِسلام کا ہادیؑ
سُنایا قیدیانِ لات کو پیغامِ آزادی
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریروں نے
دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے مینہ پتھروں کا رحمتِ عالم پہ برسانے
وہ ابرِ لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
فرشتے جن پہ آ آ کر جبینِ شوق رکھتے تھے
وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرش آنکھوں پر
وہ نعلینِ مبارک خاک وخوں سے بھر گئیں یکسر

---

[1] کنایہ یہ تھا کہ ہم عرب کے اتنے بڑے رئیس ہیں خدا کو چاہیے تھا کہ پیغمبری ہمیں دیتا چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو اُترنا تھا تو ان دو شہروں مکہ اور طائف میں سے کسی رئیس اعظم پر اُترنا تھا۔

[1] یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ اور طبری و ابن ہشام میں ہے۔

بشر کی عیب پوشی کے لیے جس کو اتارا تھا
بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا
زمیں کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگِ رُخ فق تھا
کہ ساری عمر کا حاصل شکارِ جورِ ناحق تھا
حضورؐ اُس جور سے جب چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے
شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اُٹھاتے تھے
اسی "مہماں نوازی" کا نمونہ پھر دکھاتے تھے
خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے
یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرّہ رنج روحانی
خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی
کوئی کہتا تھا "آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں!
کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں"!
کوئی کہتا تھا "تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی!
ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی!"
کوئی کہتا تھا "میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا!
کہ جو اپنے پیمبرؐ کی حفاظت کر نہیں سکتا!!"
غرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندانِ تاریکی
نبیؐ پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگ باری کی
مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا
دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا
بالآخر جان کر بے جان ان لوگوں نے منہ موڑا
لہو میں اس وجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

آپ سے بددُعا کی خواہش

رحمۃٌ للعالمین کا جواب

غلامِ باوفا زید ابنِ حارث ڈھونڈتا آیا
متاعِ نور کو طائف سے کندھوں پر اُٹھا لایا
حدِ نخلہ[1] میں آ پہنچا بحالِ خستہ و غمگیں
وہاں چشمہ پہ لا کر زخم دھوئے پٹیاں باندھی
کہا "سرکار ان لوگوں کے حق بد دعا کیجیے!!
شکایت اس جفا و جور کی پیشِ خدا کیجیے!!

---

[1] نخلہ طائف اور مکے کے درمیان ایک مقام ہے آپ نے طائف سے واپسی پر یہاں چند روز قیام فرمایا۔ (سیرت النبی ﷺ)

زمیں کو حکم دیجے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے
فلک کو حکم دیجے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر بجائے آب برسے آگ طائف کی بہاروں پر"
جناب رحمۃ" للعالمین نے سن کے فرمایا کہ "میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
اگرچہ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے! خدائے پاک کے دامانِ وحدت میں نہیں آتے
مگر نسلیں ضرور ان کی اسے پہچان جائیں گی درِ توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی!
میں ان کے حق میں کیوں قہرِ الٰہی کی دُعا مانگوں بشر ہیں بے خبر ہیں' کیوں تباہی کی دُعا مانگوں

پتھر مارنے والوں کے لیے آنحضرت کی دُعائے خیر

یہ فرما کر نبی نے ہاتھ اُٹھا کر اک دُعا مانگی خدا کا فضل مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی
دُعا مانگی "الٰہی قوم کو چشمِ بصیرت دے الٰہی رحم کر ان پر انہیں نورِ ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
فراخی ہمتوں کو روشنی دے ان کے سینوں کو کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر"

وہی جوشِ تبلیغ

یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکے کی طرف آئے برائے دعوت و تبلیغِ حق پھر سر بکف آئے

یہاں بہرِ تجارت کچھ قبائل آتے جاتے تھے رسولِ پاک انہیں جا کر پیامِ حق سناتے تھے
بہت سے خوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے گھروں کی سمت پلٹے دولتِ عرفان لے آئے
طفیل[1] ابنِ عمر دوسی یمن کا شاہزادہ تھا حضورِ سرورِ دیں اس کا آنا بے ارادہ تھا
قریشِ مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی کہ اِنساں عقل کھو دیتا ہے اُس کے پاس جاتے ہی
قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دو چار حضرتؐ سے سنا قرآن ' پھر معمور تھا نورِ ہدایت سے
مسلماں بن کے خوش قسمت' یمن کے سمت لوٹ آیا پئے تبلیغِ حق اہلِ وطن کی سمت لوٹا آیا
اسی صورت سویدِ[2] یثربی ایمان لائے تھے ایاس ابنِ معاذ اوسی[3] اسی صورت سے آئے تھے

---

[1] طفیل ابن عمر یمن کے مشہور فرمان روا قبیلہ دوس کے ایک معزز کن اور نامی گرامی شاعر تھے وہ کسی کام سے مکے میں آئے انہیں رسول اللہ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا اکابر قریش طفیل کے مرتبہ کو جانتے تھے وہ اُن کے پاس آئے اور کہا اتنا خیال رکھنا کہ محمد ﷺ نام ایک شخص ہے اس سے نہ ملنا بڑا جادوگر ہے اس کا کلام باپ بیٹے میں تفرقہ ڈال دیتا ہے طفیل نے ان کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا' جب کبھی باہر نکلتا کانوں میں روئی ٹھونس لیتا لیکن اتفاق سے آنحضرت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے طفیل نے بھی باوجود کانوں میں روئی ہونے کے اس آواز کو سنا دل میں خیال آیا کہ یہ تو حماقت ہے کہ کسی کی آواز نہ سنوں بُری بات ہو گی تو نہ مانوں گا چنانچہ کانوں سے روئی نکالی اور اللہ کا کلام سننے لگا کلام سچائی نے اثر کیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور چپ چاپ اپنے وطن چلا گیا وہاں جا کر اپنے کنبے کو مسلمان کیا اور قوم میں تبلیغ کرنے لگا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

[2] سوید ابن صامت ارض یثرب کا مشہور معروف شجاع اور عالم تھا اس کو امثال لقمان کا ایک نسخہ ہاتھ آ گیا تھا' جس کو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا وہ ایک مرتبہ حج کے لیے آیا رسول خدا ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے امثال قرآن پڑھ کر سنائیں آپ نے فرمایا میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں وہ اسلام کا معتقد ہو کر لوٹا اور یثرب کے لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا وہ انہی دنوں جنگ ابعاث میں مارا گیا روضہ الانف میں طبری میں ذکر موجود ہے۔

[3] ارض یثرب میں اوس و خزرج نامی ایک ہی خاندان یعنی قحطان کے دو قبیلے آباد تھے مگر ایام جاہلیت میں دونوں میں جنگ رہا کرتی تھی قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو اس کے عمائد قریش کے پاس خزرج کے مقابلے میں انہیں اپنا حلیف بنانے کے لیے آئے اس سفارت میں ایاس ابن معاذ بھی تھے رسول اللہ کو ان کا آنا معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور قرآن مجید کی چند آیات ان کو سنائیں ایاس نے ساتھیوں سے کہا: تم جس غرض سے آئے ہو یہ کام تو اس سے بھی بہتر ہے لیکن اس سفارت کے قافلہ سالار نے اس کے منہ پر کنکریاں مار کر کہا ہم اس کام کے لیے نہیں آئے اس کے بعد یہ سفارت وطن کو گئی ایاس آنحضرت کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت ایاس رضی اللہ عنہ کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔ (سیرت النبی ﷺ)

اسی صورت سے[1] چند افراد آئے ارضِ یثرب سے
پسند آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے
وطن میں جا کے سب نے دینِ بیضا کی منادی کی
کہ لوگو جاگ اُٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی
وہ پیغمبرؐ کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
وہ پیغمبرؐ نوشتوں[2] کے مطابق جس کو آنا تھا
اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
خدا کا نام لیتا ہے جہانِ بت پرستی میں
سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے
خدا کے فضل سے ہم سب مسلماں ہو کے آئے ہیں
دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہلِ یثرب میں اِسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطرافِ یثرب میں
اخوت از سرِ نو آ چلی اشرافِ یثرب میں
یہاں کے رہنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
نہایت با مروّت' اہلِ دل' اہلِ وسائل تھے
یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے
بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھر اُجڑتے تھے
یہودی بھی بکثرت تھے' معزز سمجھے جاتے تھے
یہ لڑوا کر قبائل کو بہت ہی لطف اُٹھاتے تھے
بتوں کو چھوڑ کر اور حبِ مال و جاہ کو تج کے
مسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے

---

[1] حج کے زمانہ میں عرب کے قبائل مکے میں آتے تھے اور آنحضرت اس موقع پر ان کے ڈیروں پر جا جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ ایسا ہی ہوا مقام عقبہ کے پاس (جہاں اب مسجد عقبہ ہے) قبیلہ خزرج کے چند اشخاص آپ کو نظر آئے آپ نے ان کو دعوت اِسلام دی ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا دیکھو یہود اس اوّلیت میں ہم سے بازی نہ لے جائیں یہ کہہ کر سب نے اِسلام قبول کر لیا چھ شخص تھے دوسرے سال بارہ اشخاص آئے اور بیعت کی اور خواہش کی کہ کوئی معلم ہمارے ساتھ ارکان اسلام سکھانے کے لیے دیا جائے آپ نے مصعب ؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا مصعب ؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اِسلام میں تھے مصعب ؓ کی کوشش سے یثرب میں اِسلام پھیلنے لگا اگلے سال بہتر آدمیوں نے مکے اور مقام منا میں بیعت کی۔ (سیرت النبی ﷺ)

[2] اہل یثرب نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ ایک موعود نبی ﷺ کے آنے کا زمانہ قریب ہے یہودی تورات' عیسائی انجیل کی پیشگوئیوں کی بناء پر موعود نبی کے مدتوں سے منتظر تھے۔

لیا جانے لگا ختم الرسل ﷺ کا نام یثرب میں لگا ہر سمت پھلنے پھولنے اسلام یثرب میں

حسد کرنے لگی قومِ یہود اس دین و ملت سے
بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے ہادی ایک مدت سے

* * *

باب ششم

مسلمانانِ مکہ کی ہجرتِ یثرب

ادھر مکے میں دُنیا تنگ تھی ایمانداروں پر
کہ روندے جارہے تھے پھول کے سے جسم خاروں پر
نبوت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ
وطن والوں کے اس ظلم و تعدی سے اماں پاؤ
بشارت ہے وہاں پر امن بخشے گا خدا تم کو
یہاں صبحِ وطن ہے، خندۂ دنداں نما تم کو
صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے
بچارے سانس آزادی سے لینے کو ترستے تھے
نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا
رسولِ پاک کو مکے میں تنہا چھوڑ جانا
مگر فرمانِ محبوبِ خدا فرمانِ باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ، شیوۂ طاعت گزاری تھا

مشرکینِ مکہ کے اِرادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانبِ یثرب ہوئے راہی
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی
دلوں میں خوش ہوئے ظالم کہ اب حسرت ہوئی پوری
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دُوری
مسلماں جا چکے ارضِ حبش میں اور یثرب میں
یہ اچھا وقت ہے سب ٹل گئے وقت مناسب میں

ابو بکرؓ و علیؓ باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
بہادر ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا
جو چند افراد ہیں کچھ اور وہ کمزور ہیں سارے
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے
یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمدؐ کو
مٹا دو آج تنہائی میں اس نورِ مجرد کو
تساہل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
حبش میں اور یثرب میں مسلماں بڑھتے جاتے ہیں
خدا والے کہیں ایسا نہ ہو قوت پکڑ جائیں
بتانِ کعبہ کے اِس ملک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشرکینِ مکہ کی مشاورتِ قتل

جبیر و عقبہ و عتبہ ابو جہل و ابو سفیاں
نضر، بو بختری، حارث امیہ اور اک شیطاں
یہ سب ایوانِ ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آ کر
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بلوا کر
تھا شیطاں نجد کا اک بے حیا بوڑھے کی صورت میں
کہ چل کر دور سے آیا تھا آج اس بزمِ لعنت میں
ہوئے ایوان کے در بند تقریریں لگی ہونے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے
نظر آتی تھی اس بوڑھے کو ہر تجویز میں خامی
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی!
بالآخر سوچ کر بو جہل نے اک بات بتلائی!
یہی تجویز اس شیطان بوڑھے کو پسند آئی
کہا اُس نے کہ ہر کنبے سے اِک اِک آدمی چن لو
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سن لو
یہ نکلیں آج شب کو لے کے خون آشام تلواریں
محمدؐ پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی ماریں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ چند ایسے لوگ مکہ میں باقی رہ گئے تھے جو مفلسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ نَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۔

کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیے دار الندوہ میں اجلاس خفیہ کا اعلان کیا گیا (دار الندوہ کو قصی ابن کلاب نے قائم کیا تھا) اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا ان بھی آ کر شامل ہو گیا تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

نبیؐ کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے مجسم نورِ وحدت پارا پارا ہو کے رہ جائے
یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل کہ ہوگا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل
کریں اس خون کا دعویٰ مسلماں یا بنی ہاشم تو مل کر سب قبیلے جنگ میں اُن سے نبٹ لیں ہم"

غرض طے پا گئی آخر یہی تجویز شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبیؐ کے قتل کی ٹھانی

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خون میں ڈوبا کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصوبا
کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیئے دامن فضا پر لشکرِ ظلمات نے پھیلا دیئے دامن
مسلط ہو گئیں خاموشیاں دنیائے ہستی پر ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکے کی بستی پر
نہیں تھا دامنِ کعبہ پہ زمزم اشک جاری تھا چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہول طاری تھا
نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا مصلے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیمبر تھا
عبادت ختم کی تسکین و اطمینان نے اُس نے اُٹھا' باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اُس نے
جگایا نیند سے شیرِ خدا کو اور فرمایا کہ "فرماں ہجرتِ یثرب کا ہے میرے لیے آیا
مثالِ موسیٰؑ و داؤدؑ ہجرت فرض[1] ہے مجھ پر کمالِ دینِ حق اتمامِ حجت فرض ہے مجھ پر
اُٹھو' دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصور ہے میرا کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظور ہے میرا
نکلنا اور اس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے مگر حکم خدا ہے اس لیے مجھ کو نکلنا ہے

---

[1] حضرت موسیٰ نے مصر سے ہجرت کی اور حضرت داؤد نے بھی ساؤل بادشاہ کے ظلم کے سبب ہجرت کی دیکھو کتاب سیموائیل ۱۳-۱۳-۱۴ اورس (بحوالہ رحمۃ للعالمین)

یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آ کر میرے بستر پر
محافظ ہے وہی، رکھو بھروسہ شانِ داور پر
یہ مال وزر انہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے
مانت کا ادا کرنا ہی اِسلامی دیانت ہے
خدا حافظ ہے، دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا
یہ چیزیں ان کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا"
علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر
"باطمینان" آ کر سو گئے حضرتؐ کے بستر پر

……

ارادہ کر لیا جب سرورِ عالم نے چلنے کا
تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا
درازوں میں سے جھانکا ہر طرف گہرا اندھیرا تھا
مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلادوں نے گھیرا تھا
اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظارا
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا
وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورہ یٰسٓ کی کرتا ہوا نکلا
گری برقِ نظر اس مجمعِ قاتل کی آنکھوں پر
کہ پٹی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر

کھنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

خدا نے خاکِ غفلت ڈال دی کفار کے سر میں
رسولِ پاک پہنچے حضرتِ صدیق کے گھر میں
سنایا دوست کو فرمانِ حق یثرب کی ہجرت کا
نویدِ زندگی بخشی دیا مژدہ رفاقت کا
بعجلت دخترِ صدیقؓ نے سامان کو باندھا
نطاق اپنی اُتاری اُس سے توشہ دان کو باندھا

اَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (یٰس)
ہم نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور کچھ نہیں دیکھتے۔

حبیبِ حق کی خوشنودی صلہ تھا جوشِ خدمت کا
شرف پایا ہوئی ذات النطاقین آج سے اسماؓ[۱]

غارِ ثور[۲]

ہوئے آزاد باطل کے حصارِ قہر سے دونوں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں
نبیؐ نے خانۂ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا
کہ "اے پیارے حرم میری تری فرقت کا وقت آیا
ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری" ہے
یہ فرماتا ہوا آگے بڑھا اِسلام کا ہادیؐ
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی
چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا، پر خار رستہ تھا
نبیؐ کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دلِ صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے
نہ دیکھا جا سکا پائے محمدؐ کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اُٹھایا شانِ رحمت کو
اندھیرا، پتھروں کے ڈھیر، کوہِ ثور کی گھاٹی!
خدا ہی جانتا ہے یہ مصیبت جس طرح کاٹی
بالآخر دو مسافر نزدِ غارِ ثور آ ٹھہرے
مقدر تھا یہیں نورانیوں کا قافلہ ٹھہرے
گئے اندر ابو بکرؓ اور اس کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے
مہ و خورشید نے برجِ سفر میں استراحت کی
کہ تھا نو روز تاریخِ یکم تھی سنِ ہجرت کی

---

[۱] اس موقعہ پر توشہ دان کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملتی تھی حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنی کمر کی پٹی اُتاری اور پھاڑ کر دو حصے کر لیے ایک سے ناشتہ دان کو باندھا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اسماء رضی اللہ عنہا کی اس مستعدی پر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسماء رضی اللہ عنہا خدا جنت میں تمہیں دو پٹیاں عطا کرے گا۔ پٹی کو عرب میں نطاق کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت کے ارشاد فیض بنیاد کے سبب اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاقین ہو گیا۔ یعنی دو پٹیوں والی
(دیکھو سیرت النبی صفحہ ۲۵۱ خاتم المرسلین ۱۸۱ رحمۃ للعالمین صفحہ ۸۱)

[۲] یہ غار مکہ سے تین میل جانب جنوب ہے پہاڑ کی چوٹی قریباً ایک میل بلند ہے چڑھائی بہت ہی سخت ہے۔ یہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔

ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اُٹھی
یکایک اس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اُٹھی

سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

اُفق کے غرفۂ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشمِ حیراں کا
گروہ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہوا پایا
علی کو سایۂ شمشیر میں سوتا ہوا پایا
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر
بہت جز بز تھا انبوہِ قریش اپنی حماقت پر
حقیقت کھل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے
بہت بپھرے، بہت ہی اُچھلے کودے جوش میں آئے
بہت کچھ کھینچا تانی کی، علیؓ کو خوب دھمکایا[۱]
یہاں سے پھر یہ مجمع خانۂ صدیق پر آیا
ہوا معلوم انہیں بوبکر بھی گھر میں نہیں سوئے
یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش بھی کھوئے
بہم لڑنے لگے اک دوسرے کی داڑھیاں نوچیں
محمدؐ کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

اِنعام کا اِعلان اور تلاش

کیا اِعلان آخر جو کوئی جرأت دکھائے گا
پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا
لگے کچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہاؤ ہُو کرنے
بہت سارے مسلح ہو کے نکلے جستجو کرنے
لگائے ہر طرف چکر بہت لمبے بہت چوڑے
پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھومے دشت میں دوڑے
تعاقب میں کئی مشرک دہانِ غار تک پہنچے
کئی بار اس مقامِ سیدِ ابرار تک پہنچے

رحمۃ للعالمین صفحہ ۸۱

ھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا پھر چھوڑ دیا۔ (سیرت النبی)

سنی بو بکر نے قدموں کی آہٹ دل ہوا پُر غم[1]
کہا "دشمن قریب آئے ہیں اے فخرِ بنی آدم"

کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشۂ دشمن
رکھو اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پر نظر اے دوست لَا تَحْزَنْ

قافلہ نبوت مدینے کے راستے میں

اٹھا رکھی نہ اہلِ مکہ نے باقی کسر کوئی
نہیں پہنچا خدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی

مسافر تین روز و شب رہے اس غار کے اندر
غذا ملتی رہی تازہ بفضلِ خالقِ اکبر

سکوں افشاں ہوا دنیا پہ چوتھی رات کا سایا
تو عامر[3] گھر سے اک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا

ادب سے عرض کی بوبکرؓ نے اے رحمتِ باری
سوارِ ناقہ ہو کر کیجیے چلنے کی تیاری"

ہوا ارشاد "اِس ناقہ کی قیمت طے کر پہلے
کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے"

اشارا تھا مدد جز رحمتِ یزداں نہیں لیتے
خدا کی راہ میں انسان کا احسان نہیں لیتے

بقیمت لے کے ناقہ شانِ رحمت نے سواری کی
بڑھیں یثرب کی جانب نکہتیں بادِ بہاری کی

رسول اللہ اور صدیق تھے اِک پشتِ ناقہ پر[4]
تھا عامرؓ دوسری پر اور اس کے ساتھ اک رہبر[5]

---

[1] دیکھو سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۵۲ رحمۃ للعالمین

[2] خدا پاک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کا اعتراف قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے گویا جس معیت الٰہی میں نبی ﷺ واصل تھا اسی میں ابوبکر کو بھی شامل کر لیا۔ سورۂ توبہ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اسے کافروں نے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے کا تیسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب اس نے اپنے رفیق سے کہا غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

[3] عامر بن فہیرہ صدیق اکبر کا غلام تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے اسے ہدایات دے آئے تھے۔

[4] اس ناقہ کا نام قصویٰ تھا۔ اور آنحضرت نے اسے ابوبکر سے بقیمت خریدا تھا۔

[5] عبداللہ بن اریقط کو کچھ اُجرت پر رہبری کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

بظاہر چند اہلِ کارواں معلوم ہوتے تھے
مگر اُن کے جلو میں دو جہاں معلوم ہوتے تھے

عرب کی دُھوپ

یہ شب چلتے ہی گزری اور دن کی دوپہر آئی
عرب کی دھوپ نے شان تمازت اپنی دکھلائی
اُٹھا طوفانِ آتش اس بیابانی سمندر میں
سمایا آ کے سو سو ہاویہ ایک ایک پتھر میں
زمیں انگارے اُگلی آگ برسی آسمانوں سے
دھواں اُٹھنے لگا جھلسی ہوئی کالی چٹانوں سے
فضا تھرا گئی سیلِ حرارت کے دریڑوں سے
ہوا گھبرا گئی امواجِ حدت کے تھپیڑوں سے
ازل کے روز سے یہ خاک یونہی پاک ہوتی تھی
وضو کرتی تھی ہر ذرّے کا منہ کرنوں سے دھوتی تھی

کیا کرتی تھی غسلِ آفتابی اس لیے وادی
کہ گزرے گا یہاں سے ایک دن اسلام کا ہادیؐ

کیا آرام اک پتھر کے سائے میں رسالت نے
مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوشِ خدمت[ل] نے
ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی
پیا شیر مصفا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ ابنِ مالک ابنِ جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرح انعام اونٹوں کا
گرفتاری کی خاطر بچھ چکا تھا دام اونٹوں کا
سراقہ ابنِ مالک کی ہوس نے آج اکسایا
چڑھا گھوڑے کے اُوپر اور نبی کو ڈھونڈنے آیا

[ل] آنحضرت نے آرام فرمایا تو حضرت صدیق ؓ تلاش میں نکلے کہ کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں۔ پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اس سے کہا بکری کا تھن صاف کر دے پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہایا۔ برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑ جائے۔

(سیرت النبی ﷺ صفحہ ۲۵۳)

مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے
جگایا رُوحِ خوابیدہ کو پہلی بار گھوڑے نے
یہ اِک تنبیہہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی
کہ بعد از صد تامل پھر تعاقب ہی کی ٹھہرائی
نظر آیا اُسے اب قافلہ ایمان والوں کا
ہوس نے بھر دیا سو اونٹ سے دامن خیالوں کا
سراقہ خوش ہوا گھوڑے کو دواڑتا ہوا دوڑا
نہایت زعم سے نیزے کو چمکاتا ہوا دوڑا
گرایا اک جگہ بارِ دِگر راکب کو مرکب نے
جھنجوڑا روحِ خوابیدہ کو دستِ قدرتِ ربّ[1] نے
یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہِ الٰہی تھی
ہوا ثابت کہ فالوں میں تعاقب کی مناہی[2] تھی
پھر اُکسایا اُسے انعام ملنے کی امیدوں نے
خطابِ قاتلِ اِسلام ملنے کی اُمیدوں نے
بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے اعادے سے
اُسی بے رحم نیت سے اسی قاتل ارادے سے
مگر اس مرتبہ دامِ بلا میں پھنس گیا گھوڑا
روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا
دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگوں ساری
سراقہ کے دلِ وحشی پہ ہیبت ہوگئی طاری
پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اس کا
یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اس کا

آنحضرت کی ایک معجز نما پیش گوئی

پکارا ''یا محمدؐ بخش دیجے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بدی تھی رہنما میری
میں تائب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے
ترے دربارِ رحمت میں مجھے توقیر مل جائے''
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادیؐ
پھر اس کو بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی

---

[1] یہ واقعہ صحیح بخاری سے لیا گیا ہے۔

[2] گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ نے ترکش سے فال دیکھنے کے لیے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ جواب میں نکلا کہ نہیں۔ (صحیح بخاری)

سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں ملہمؐ نے فرمایا
اگرچہ تو ابھی اللہ پہ ایماں نہیں لایا
نرالے رنگ ہیں لیکن خدا کی شانِ والا کے
تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہوں دستِ کسریٰ کے
تحیّر خیز تھے معجز نما الفاظ حضرتؐ کے
عیاں فرما دیئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے

جہاں کو جلوے اِس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمرؓ کے عہد میں پائے

بریدہ اسلمی اور اُس کے ساتھی

سراقہ امن کی تحریر لے کے گھر کو لوٹ آیا
اعادہ پھر سفر کا رحمتِ عالم نے فرمایا
ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرجح تھا
حدایدؔ اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے
مقاماتِ جداجد بھی اقامت گاہ میں آئے
ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ پہنچا تھا
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا
یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا اِن کا
جواں ہمت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا
اسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا
یہ فتنہ راستے میں اہلِ مکہ نے اُٹھایا تھا
مگر اِسلام کی دولت لکھی تھی ان کی قسمت میں
بریدہؓ آ گیا آتے ہی دامانِ نبوت میں
شرف پایا جو اس نطقِ خدا سے ہم کلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا

تحریر عامر بن فہیرہ نے چمڑے پر لکھی تھی لکھنے کا سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' سراقہ بعد میں اِسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت میں کسریٰ کے زیورات بھی آئے تو حضرت عمر نے دیکھا کہ سراقہ کے حصے میں کسریٰ کے کنگن تھے۔

یہ واقعہ علامہ شبلی نے نہ جانے کیوں چھوڑ دیا رحمۃ للعالمین میں تفصیل سے مذکور ہے بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار تھا' اسی انعام کے حاصل کرنے کے لیے ۷۰ آدمی لے کر تلاش میں نکلا۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۸۷)

آپ کی ہجرت کے مقامات یہ تھے' خیمہ ام معبد' اسفل اج خرار' ثنیۃ المرہ' مدلجہ' مدلجہ مجاج' مرجح' محاج' مرجح ذی العضوین' بطن ذی کشد' جداجد' اجرد' ذی سلم' اور قاحہ' عرج' ثنیۃ العائر' جثجاثہ' قبا' مدینہ۔

بتوں کو چھوڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے یثرب کی جانب ہمرکابِ مصطفیٰ ہو کر
محبت میں بریدہ نے اُتارا اپنا عمامہ[1]
اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما
کہ اِسلامی پھریرا آج لہرایا فضاؤں میں
معاً اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں
یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا
طلوعِ صبحِ وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا
کہ ”عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی
مجسم رحمتِ عالم محمد ﷺ مصطفیٰ نامی
وہ ابرِ لطف جس سے ہر گلِ گلزار خنداں ہے
انیسِ بے کساں ہے دردمندِ دردمنداں ہے
جہاں کو از سرِ نو نور سے معمور کرنے کو
دلوں سے کفر کا زنگِ کدورت دور کرنے کو
وہ جس کا اِک اشارہ روحِ مردہ کو جلاتا ہے
وہی تشریف لاتا ہے، وہی تشریف لاتا ہے“

قبا میں ورودِ[2] مسعود

الانتظار، الانتظار

طلوعِ بدر کے ساماں ہوئے بزمِ کواکب میں
کئی دن سے یہ روشن ہو چکا تھا ارضِ یثرب میں
نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آتی تھی
تمنا رنگِ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی
ہوا کرتی تھی فرشِ راہ اُٹھ کر بار بار آنکھیں
ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں
بھٹکتا تھا تصور منزلوں میں اور راہوں میں
سحر سے شام تک اک شکل رہتی تھی نگاہوں میں
کئی دن تک نہ جب صورت دکھائی شاہِ والا نے
بہت مضطر ہوئے شمعِ نبوت کے یہ پروانے

---

[1] دیکھو رحمۃ للعالمین صفحہ ۸۷

[2] مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ یا قباء کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے، یہ فخر ان کی قسمت میں تھا ک
سب سے پہلے رسول خدا نے انہی کی مہمانی قبول کی۔ اکابر صحابہ یہاں پہلے ہی سے مہمان تھے۔

ہوئیں کوتاہ آخر انتظارِ دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لیے آئیں نمازِ عید کی گھڑیاں

کسی نے دی خبر، اے لو رسول اللہ آ پہنچے
جنابِ حضرتِ صدیق بھی ہمراہ آ پہنچے
غل اُٹھا لیجیے ذرّوں کے گھر میں آفتاب آیا
زمین و آسماں کا نور جس کے ہمرکاب آیا
اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاؤں کی طرح سے گرد خورشیدِ رسالت کے
نظر آئی جونہی پہلی جھلک روئے منور کی
سلامی گونج اُٹھی نعرۂ اللہ اکبر کی
پیمبرؐ نے قبا میں چند[1] دن آرام فرمایا
مروت نے بلطفِ خاص فیضِ عام فرمایا
سبھی پہلے مہاجرؓ اس جگہ موجود تھے سارے
اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے
علیؓ مرتضیٰ بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے
چلے مکے سے تنہا پا پیادہ تا قبا پہنچے
وہ اہلِ مکہ کو ان کی امانت دے کے آئے تھے
انہیں اِسلام کا درسِ دیانت دے کے آئے تھے
ہوئے حاضر تو پا سوجے ہوئے تھے خون جاری تھا
نبی کا دیدۂ ہمدرد محوِ اشکباری تھا
اساسِ دینِ محکم تھی نبیؐ کی خاطرِ عالی
قبا میں سب سے پہلے ایک مسجد کی بنا ڈالی

یہ مسجد اوّلیں بنیاد تھی طاعت گزاری کی
صفا کی، صدق کی، تقویٰ کی اور پرہیز گاری کی

---

[1] صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت نے قباء میں ۱۴ دن قیام فرمایا تھا بعض ارباب سیر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے۔ مگر صحیح بخاری کی روایت قرین قیاس ہے۔

ہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید فرماتا ہے:

مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ
ـهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کی پاکیزگی بہت پسند ہے اور خدا پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

قافلہ نبوت شہر یثرب کی طرف

اٹھی اِک روز آوازِ بلند اللہ اکبر کی   سواری جانبِ یثرب چلی محبوبِ داور کی
نمازِ جمعہ کا وقتِ مبارک راہ میں آیا   یہاں حضرت نے خطبہ جمعہ کا ارشاد فرمایا
یہ پہلا جمعہ تھا پڑھ لی نمازِ جمعہ حضرت نے   امام المرسلینؐ کی اقتدا کی آج اُمت نے

مدینۃ النبی ﷺ میں نبی ﷺ کے داخلے کی شان

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی   بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی
جوان و پیر، مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے   بہار آنے کو تھی گلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے بنی نجار سج سج کر   بڑھے انصار بن کر اوچکی ہتھیار سج سج کر
جنوبی سمت اُٹھا ایک نورانی غبار آخر   سوادِ شہر میں داخل ہوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں   یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں
مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر   کھڑے تھے راہ میں انصار ہر سو صف بصف ہو کر
درودیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر   زمیں کیا آسماں بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر

مسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چومتی تھیں عصمتِ دامانِ پیغمبر

زباں پر اشرق البدر علینا کی صدائیں تھیں   دلوں میں ما دعٰی للہ کی دعائیں تھیں[1]

---

[1] سرراہ بنی سالم کے محلے میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔

[2] مدینے کی معصوم لڑکیاں گھروں میں گارہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   چاند نے طلوع کیا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاعِ   کوہ وداع کی گھاٹیوں سے

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسولِ پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں

کہ ”ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی“

مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے

نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

شوقِ میزبانی

رسول اللہ سلام انصار کا لیتے ہوئے گزرے
زباں سے خیر و برکت کی دُعا دیتے ہوئے گزرے

ہر اک مشتاق تھا پیارے نبی کی میہمانی کا
تمنا تھی شرف بخشیں مجھی کو میزبانی کا

ہر اک مشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب و منت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا

بہت ہی کشمکش تھی اشتیاقِ میزبانی کی
نبیؐ نے اس عقیدت کی نہایت قدر دانی کی

کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زُہد و تقویٰ میں تونگر ہو

اقامت کو مگر میں نے خدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقے کو فقط اس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے

سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مجھ کو محبت ہے
جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے“

رُکی یکبارگی ناقہ بحکمِ حضرتِ باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایوب انصاری

حاشیہ گزشتہ صفحہ سے

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر شکر واجب ہے
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	جب تک دُعا مانگنے والے دُعا مانگیں

راہ میں ننھی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار	ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں
یا حبذا محمدا من جار	محمد ﷺ کتنا پسندیدہ ہمسایہ ہے

پڑی تھی ایک جانب کچھ زمیں ویران و افتادہ
مشیت تھی اسی کو پاک کر دینے پر آمادہ
تھے وارث دو ہی لڑکے داغ تھا جن پر یتیمی کا
انہی کے حال پر سایہ ہوا ابرِ کریمی کا
یہی وہ فرش تھا ملنا تھا جس کو عرش کا پایا
نبیؐ نے ان یتیموں کو بلایا اور فرمایا
کہ ''بچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم لے لیں!
جو قیمت مانگو ہم دے کر تمہیں دام و درم لے لیں''
وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا
انہیں بو بکر کے ہاتھوں سے پورا دام دلوایا
یہ افتادہ زمیں ہے سجدہ گاہِ شوق اُس دن سے
یہیں تسکین پاتی ہے نگاہِ شوق اُس دن سے
صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری
ہمارے میزباں ہوں گے ابو ایوب انصاری
فلک نے رشک سے دیکھا اس انصاری کی قسمت کو
ابو ایوب گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

''مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد''

دارُ الامانِ مدینہ

ابو ایوبؓ کے گھر میں حبیبِ کبریاؐ ٹھہرے
مگر جب ہوگئی تیار مسجد میں اس میں آ ٹھہرے
ملی اظہارِ حق کی آج انسانوں کو آزادی
بآزادی لگا تبلیغ کرنے صلح کا ہادیؐ
بھٹکتے پھرنے والوں کو خدا کی راہ پر لایا
بتوں میں گھرنے والوں کو درِ اللہ پر لایا
یہاں آتے تھے غیر اللہ کا رشتہ توڑنے والے
صدائے آخرت پر حبِ دُنیا چھوڑنے والے
زمانے کے ستائے' درد کے مارے ہوئے آتے
نبیؐ کے دامنِ رحمت میں آرام و سکوں پاتے

---

[۱] ان لڑکوں کا نام سہل بن عمرو و سہیل بن عمرو تھا' معاذ بن عفرا کی تولیت میں تھے۔ (خاتم النبیین صفحہ ۸۷)

کوئی ترکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رومی
سبھی یکساں تھے زیرِ سایۂ دامانِ معصومی
تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
کہ اس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا
تماشوں' رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوقِ وحدت نے
مسلماں تھے کہ زہد و ورع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں ' اذانیں اور تکبیریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں
مشقت کے لیے دن تھے عبادت کے لیے راتیں
یہ بستی کاٹتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
نہایت آشتی سے امن سے صلح و صفائی سے
ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
خدا پر تھی نظر سب کی' خودی کا دم نہ بھرتے تھے
نبی کا حکم اور قرآن دستور العمل اُن کا
صداقت بن گئی آئینہ ظاہراور باطن کا

ضیائے حق سے رشکِ طورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

◆

باب ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکہ کا جوشِ غضب

مدینے میں ضیا افگن ہوئے جب حضرتِ والاؐ
خدا نے کر دیا جب ظلمتِ باطل کا منہ کالا
قریش اس تازہ ناکامی سے کھسیانے ہوئے ایسے
یہ قتل وخون کے مشتاق دیوانے ہوئے ایسے
کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے کشت وغارت کے
مدینے تک بڑھائے حوصلے اپنے شرارت کے
وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے
ہمیشہ جن پہ ظلمِ ناروا کرنے کے عادی تھے
ہنسا کرتے تھے یہ ظالم تڑپتے دیکھ کر جن کو
ستانے کا تہیہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو
لٹاتے تھے جنہیں تپتی ہوئی بالو کے بستر پر
رگِ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوکِ خنجر پر
جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی مناہی تھی
خطا جن کی فقط پابندیٔ امرِ الٰہی تھی
قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے
بھلا صلح و صفائی کا نظارا کس طرح کرتے
وہ جن کی سرد آہیں بھی چھپی رہتی تھیں سینے میں
وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں
اگرچہ تین سو فرسنگ پر بستے تھے بیچارے
مگر چلتے تھے رہ رہ کر دلِ کفار پر آرے
نبیؐ کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصہ تھا
زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصہ تھا
یہ غصہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں!
زمیں پر کیوں نہ بہہ نکلیں مقدس خون کی دھاریں

قریش مکہ کی دھمکی اہلِ مدینہ کو

ہوئی جب ہر طرح ناکام ہر تزویر ہر سازش
غرور و عجب کو صدمہ ہوا زخمی ہوئی نازش
نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہلِ مکہ نے
بالآخر جنگ کی ٹھانی نبی سے اہلِ مکہ نے
مدینے والوں کو اِک اشتعال انگیز خط لکھا
ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھا
کہ ”اپنے سر پہ خود ہی جنگ کو بلوا لیا تم نے
ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا تم نے
تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کڑی ٹالو
محمد ﷺ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو
وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سوگند کھا لی ہے
قسم اپنے ہبل کی لات کی عزیٰ کی کھا لی ہے
کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کر دیں گے
گلی کوچے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے
جوانوں کو تمہارے چیل کوؤں کو کھلائیں گے
تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے“

عبداللہ بن ابی ۔ منافق

یہ خط مکہ سے عبد اللہ اُبی کے نام پر آیا
اور اُس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے دکھلایا
مدینے کا یہ بدقسمت مسلمانوں سے جلتا تھا
رسول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
مسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اس کا
کہ جب مشرک تھے لوگ اُن پر تھا پورا اختیار اس کا
یہ اپنے آپ کو اس شہر کا افسر سمجھتا تھا
رسول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں
اُخوت آ گئی اور بھائی بھائی بن گئے انساں
سمجھا تھا کہ میں بن جاؤں گا حاکم مدینے کا
مگر اب کوئی بھی پُرساں نہیں تھا اِس کمینے کا
مسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے
یہ سن کرؐ آپ سمجھایا اُسے آ کر پیمبرؐ نے

کہا ''اے بیوقوفو کیا اُجڑنا چاہتے ہو تم
کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم
تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب پکے مسلماں ہیں
اگر ان سے لڑو گے خود تمہارے ہی یہ نقصاں ہیں
یہ سن کر چل دیئے سب ساتھ والے اس منافق کے
خدا نے دست و بازو کاٹ ڈالے اس منافق کے
منافق چپ ہوا اور چپ ہی رہنے کی ضرورت تھی
بظاہر چپ تھا لیکن دِل میں کینہ تھا کدورت تھی

مدینے کے بد باطن یہودی

مدینے میں یہودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے
جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے
یقیں رکھتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر
کہ اسمٰعیل کی اولاد میں ہو گا وہ پیغمبرؑ
وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا
جو اہلِ صدق کو پھر تختِ شوکت پر بٹھائے گا
انہیں معلوم تھا اب وہ پیمبر آنے والا ہے
بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے
یہ بیٹھے انتظارِ ہادیٔ موعود کرتے تھے
میانِ اہلِ یثرب کاروبار سود کرتے تھے
دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی
نبیؐ تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی
سبب یہ تھا نبیؐ قائل تھا عیسیٰؑ کی صداقت کا
سمجھتا تھا اُسے اِک برگزیدہ ربِّ عزت کا
یہودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اس پیمبر کو
صلیبِ مرگ تک پہنچا چکے تھے اس پیمبر کو
بھلا وہ شخص جو اِس ظلم کو مذموم ٹھہرائے
جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصوم ٹھہرائے
یہودی اس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں
اسے سمجھیں تو کیا سمجھیں اُسے مانیں تو کیا مانیں
غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دشمن تھے
دغا باز اور محسن کش تھے مکار اور پُر فن تھے
رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے
مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے

بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے   معاہد[1] ہو چکے تھے اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے
مسلماں ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے   اگرچہ زر میں کم تھے زور میں مدِ مقابل تھے
یہ انصارِ رسول اللہ خوش تھے فقر و فاقے میں   زراعت میں لگے رہتے تھے یثرب کے علاقے میں
ہدایت پا کے اپنی خوبیٔ قسمت پہ نازاں تھے   خدا کے فضل یعنی آیۂ رحمت پہ نازاں تھے

قریشِ مکہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے   مسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے
کیا اس طرح آغازِ شرارت اہلِ مکہ نے   کہ رہزن بن کے ڈالی طرح غارت[3] اہلِ مکہ نے
پھرا کرتے تھے بیرونِ مدینہ اونٹ میداں میں   انہیں کرز ابنِ جابر لے گیا روزِ درخشاں میں
صحابہ حضرتِ اقدس سے اکثر التجا کرتے   مگر لڑنے سے ان کو منع شاہِ دوسرا کرتے
یہودی مل گئے مکہ کے ان وحشی لعینوں سے   توقع تھی خلافِ عہد کی ہر دم کمینوں سے
ہوئی تنگ اس قدر آخر مسلمانوں کی عافیت   کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت
نکلتے تھے تو گھر جاتے تھے قزاقوں کے دستوں میں   بچارے دن دہاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں
خدا کا نام لینا اِک نرالا رنگ لایا تھا   نبیؐ صابر تھے فرمانِ جہاد اب تک نہ آیا تھا
قریشِ مکہ نے ڈالی جو طرحِ جنگِ مغلوبہ   کیا باطل نے شمعِ حق بجھا دینے کا منصوبہ
حدِ برداشت سے گزری تعدی اہلِ باطل کی   زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دینِ کامل کی

آنحضرت نے مدینے میں تشریف لاتے ہی یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کرایا تھا۔ (دیکھو ابن ہشام)

ان دنوں مدینہ میں یہود اور منافقین کے گروہ مسلمانوں کو امن و امان سے رہتے دیکھ کر حسد سے اندھے ہو رہے تھے اور آئے دن سازشوں میں مصروف تھے۔

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو غارت کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا' کرز ابن جابر مدینے کی دیواروں تک غارت کرتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اذنِ جہاد

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی!
کہ اذنِ جنگ بن کر غیرتِ حق جوش میں آئی

معاً جبریل لے کر[1] آیۂ قرآں ہوئے نازل
جہادِ فی سبیل اللہ کے فرماں ہوئے نازل

یہ حکم آیا کہ "ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے
بچارے بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے

وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں
وہ جو اپنے وطن میں سانس لینے کو ترستے ہیں

جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور مغموم رہتے ہیں
وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے ہیں

خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے
جو دنیا کو لٹا کر اک خدا کا نام لے آئے

جنہیں دشمن تہیہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا
ہے ان کو اذن حملہ آوروں سے جنگ کرنے کا

خدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے
خدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے

نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدِ باب کی جرأت
یونہی بڑھتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرأت

یہ معبد، خانقاہیں، صومعے یکسر اُجڑ جائیں
مناور اور گرجے بیخ سے بن سے اُکھڑ جائیں

مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے
جہاں انسان آ کر معصیت کے داغ دھوتا ہے

گرا دیں لوگ آ کر ان عماراتِ مقدس کو
نہیں منظور یہ اللہ کی ذاتِ مقدس کو"

---

[1] اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ب الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ (حج)

ان کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے اس لیے کہ انہوں نے پروردگار کو اپنا خدا کہا' اور اگر بعض لوگوں پر سے بعض کو اللہ دور نہ کرتا تو البتہ گرا دیے جاتے مندر تر ساک صومعے درویشوں کے اور عبادت خانے یہود کے اور مسجدیں کہ جن میں اللہ ک نام کثرت سے لیا جاتا ہے اللہ اپنے مدد کرنیوالوں کی مدد کرتا ہے اور اللہ البتہ زور آور اور غالب ہے

رسول اللہ نے اک دن بصد تاکید و پابندی
سنایا اہلِ ایماں کو یہ فرمانِ خداوندی
کہا ”راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف یہ ہے حکم قرآں کا
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اِجازت پیش دستی کی خدا ہرگز
مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتداء ہرگز
فقط اُن سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں“

قریش کی دھمکی

قریشِ مکہ نے ٹھانی ہوئی تھی قتل و غارت کی
مسلماں بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی
قبائل کا بھی خطرہ تھا دیارِ ارضِ یثرب میں
کہ بودو باش تھی جن کی جوارِ ارضِ یثرب میں
یہ خطرہ تھا مبادا اہلِ مکہ سے وہ مل جائیں
رسد کو لوٹ لیں اہلِ مدینہ پر ستم ڈھائیں
خبر تھی فتنۂ آئندہ کی محبوبؐ داور کو
معاہد کر لیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو
یہ کوشش تھی کہ دب جائے فساد و جنگ کا فتنہ
نہ اُٹھے اس جہاں میں کوئی خونیں رنگ کا فتنہ
مگر اب کر چکے تھے اہلِ مکہ خوب تیاری
نہ اُن کو بیٹھنے دیتی تھی خوئے مسلم آزاری
مسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بوجہل نے دھمکی!
کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی
محمدؐ کو بڑا ہی صاحبِ اعجاز سمجھے ہو!
یہاں سے بچ نکلنے کو خدائی راز سمجھے ہو
تمہیں یہ ناز ہوگا آبسے ہیں اب مدینے میں
سمجھتے ہو گے ہم آزاد ہیں اب مرنے جینے میں
ا دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں
تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں“

قافلۂ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفارِ مکہ کی
بہت بد ہو چکی تھیں نیتیں اشرارِ مکہ کی

نبیؐ پر حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے
بس اپنے قافلے کے منتظر کفار بیٹھے تھے

ابو سفیاں گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو

تجارت کے منافع پر مدارِ جنگ تھا سارا
تجارت کیا تھی گویا کاروبارِ جنگ تھا سارا

قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
ابو سفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا

پہنچ کر مکہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گزرنا تھا

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فسادِ بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

ابوسفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیالی وسوسے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے تھے

کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اس تجارت کا
خبر ہو جائے شاید بھید کھل جائے تجارت کا

چلے ہیں قاتلوں کے ہم دہانِ آز بھرنے کو
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو

سمجھ جائیں' یہ سونا قبر کے اندر سلائے گا
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن ان کو پہنائے گا

سمجھ جائیں کہ ان کی صبح پر شام آنے والی ہے
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے

کہیں ایسا نہ ہو اس قافلے کا حال کھل جائے
سرِ منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کھل جائے

ہمارا قافلہ مکے پہنچ جائے تو اچھا ہو
کسی صورت مدینے پر بلا آئے تو اچھا ہو

یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہول آتا ہے
مدینے کی حوالی سے گزرتے ہول آتا ہے

اگر اہلِ مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو
اکارت جائیں گے مکے میں پھر ساماں لڑائی کے ہوا ہو جائیں گے امکان خنجر آزمائی کے
یہ سارا مال اگر اہلِ مدینہ چھین لے جائیں تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں
بڑی دقت ہے پھر اللہ والوں کو مٹانے میں محمد ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں
کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں لڑائی کے لیے مکے سے واپس لوٹ کر آئیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آ کر مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آ کر

شرارت

ابو سفیاں الجھتا آ رہا تھا اِن خیالوں میں کیا اب مشورہ بزدل نے اپنے ساتھ والوں سے
بہت سوچا بالآخر اِک شرارت تازہ طے پائی معاً اک مردِ ضمضم نام کو ترکیب سمجھائی
کہا یہ کام اگر کر دے تو اتنا مال پائے گا ملیں گے اونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
چلا مکے کی جانب اُونٹ پر چڑھ کر یہ ہرکارا بڑھا دو منزلیں کرتا ہوا وہ حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

ادھر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مدت سے لڑائی چھیڑنا منظور تھی فخرِ نبوت سے
قط اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزوئے حفظِ مال ان کو
ریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں ابو جہل ان کو سکھلاتا تھا قتلِ عام کی گھاتیں
یک اک صدا اُٹھی کہ "فریاد اے بنی غالب! اُٹھو دوڑو کرو فی الفور امداد اے بنی غالب!
ں او رفریادیں سنیں تو اہلِ شر دوڑے بہت بیتاب ہو ہو کر اُٹھے آواز پر دوڑے

نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اک شتر تنہا
اور اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہے اک ننگا[1] بشر تنہا
برہنہ جسم ننگِ خانداں معلوم ہوتا ہے
تباہی اور فلاکت کا نشاں معلوم ہوتا ہے
شتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے اُلٹا کر
نظر آتا ہے، آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر
فغاں کرتا ہے، چیخیں مارتا ہے، روتا جاتا ہے
پیاپے سینہ کوباں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے
صدا دیتا ہے "اے لوگو مری فریاد کو پہنچو
تمہارا مال و زر لٹنے کو ہے امداد کو پہنچو
محمدؐ بدلہ لینا چاہتے ہیں بر ملا تم سے
سمجھتے ہیں کہ جھیلے ہیں بہت جور و جفا تم سے
مسلماں قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو!
اُٹھو، دوڑو، بڑھو، چل کر انہیں روکو، انہیں مارو!
مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہو گا
ابو سفیاں بچارا جان اپنی کھو چکا ہو گا!
پڑے سوتے ہو تم، سونا تمہارا لٹ گیا ہو گا
تمہارا کارواں سارے کا سارا لٹ گیا ہو گا
پکڑ کر لے گئے ہوں گے مسلماں ساتھ والوں کو
نکالو جلد اپنی فوج، دوڑاؤ رسالوں کو
ارے تم سن رہے ہو، تم سے کچھ بھی بن نہیں پڑتی!
میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی"

ابوجہل کی آتش افروزی

اب اہلِ شہر پہچانے کہ ضمضم ہے یہ ہرکارا
گھڑی میں شہر اُس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا
وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سو تکتا جاتا تھا
دوہتڑ پیٹتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا
اُلجھنے کے لیے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
لگے یہ حال سن کر سانپ کی مانند بل کھانے
چنگاری پڑ گئی بارود میں شعلہ بھڑک اُٹھا
دلِ ہر ثانیٔ نمرود میں شعلہ بھڑک اُٹھا

---

[1] جاہلیت میں فریاد کرنے اور اکسانے کے انتہائی طریقے یہی تھے۔

لگی تلووں میں آگ ایسی کہ نتھنوں سے دھواں نکلا   غضب کی شکل میں آنکھوں سے مغز استخواں نکلا
غرور و عجب نے دل کی سیاہی رُخ پہ دوڑا دی   غضب ناکی نے آنکھوں کو ردائے سرخ پہنا دی
یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آ نہ سکتی تھی   تصور میں یہ صورت منہ کبھی دکھلا نہ سکتی تھی
مسلمانوں کو یہ جرأت کہ ان کا قافلہ روکیں   جواب تک چھپتے پھرتے تھے انہیں میدان میں ٹوکیں
(انہیں ٹھیکا ملا تھا اہلِ دنیا کو ستانے کا   کسی کو حق نہ تھا مدِ مقابل بن کے آنے کا)
مسلماں اور اُن کے کارواں پر حملہ آور ہوں!   خبر سن لیں یہ بھتنے اور جامے سے نہ باہر ہوں!
وہ ہرکارا تو پلٹا صورتِ شیطان بہکا کر   لگے بس گھولنے یہ سانپ پیچ و تاب کھا کھا کر
بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اور ہاتھ آیا   اُٹھا بوجہل اِک تقریر کی لوگوں کو بھڑکایا
کہا: "او بیوقوفو! سوچتے کیا ہو کمر باندھو!!   اُٹھاؤ نیزہ و خنجر اُٹھو تیغ و تبر باندھو!
مسلمانوں کو مکے سے نکل جانے دیا تم نے   وہ موقع خوب تھا افسوس ٹل جانے دیا تم نے
محمدؐ کو یہیں پر ختم کر دو میں نہ کہتا تھا   مسلمانوں سے قبرستان بھر دوٗ میں نہ کہتا تھا!
مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی اُن کو   تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی اُن کو
تمہیں ان کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی   نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اس جماعت کی   مسلماں کیا ہیں اک بے رنگ سی تصویر غربت کی
وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی   تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی
لطیمہ[1] ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!   تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!
بھالے، برچھیاں، پیکان کس دن کام آئیں گے   تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے

---

[1] اسباب منافع تجارت کو لطیمہ کہتے تھے۔

چلو میداں میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو
ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں، تنہا خدا اُن کا
بھلا اِتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا اُن کا
اُٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
عرب سے اِک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو'

قریشِ مکہ کی چڑھائی

اُٹھا اِک غلغلہ ہر شخص تیاری لگا کرنے
ہر اک تائیدِ خونریزی و خونخواری لگا کرنے
درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی
قریشی نسل کے مردانِ جنگی سر بکف ہو کر
بڑھے گھوڑوں پہ یا اونٹوں پہ چڑھ کر صف بصف ہو کر
نضر، بو بختری، حرث ابنِ عامر تھے یہ سب افسر
ابو جہل اور عقبہ اور شیبہ تھے سرِ لشکر
چلے وہ سب کے سب جن کو پیمبر سے عداوت تھی
منبہ اور رقعہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی
بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بمجبوری
کہ بزدل سمجھے جاتے گر بتاتے کوئی معذوری
اگرچہ با خبر تھے اس بُرائی کے نتیجے سے
چلے عمِ نبیؐ، عباس بھی لڑنے بھتیجے سے
عقیل ابنِ ابی طالب بھی ان کے ساتھ شامل تھا
نہیں تھا بولہب اس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا
قریشی سورما اکثر شریکِ فوجِ باطل تھے
کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے
یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر
دلوں میں بغض، نعرے کفر کے ان کی زبانوں پر
یہ لشکر بڑھ رہا تھا کعبۂ توحید ڈھانے کو
مسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو
مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر
گزرگاہوں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا تھا یہ لشکر
زمینِ دشت کی چھاتی سے آہوں کا غبار اُٹھا
فلک بھی کانپ کر اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ پکار اُٹھا

ابوسفیان اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا
مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا قیامت تھا

وہ لے کر مال و دولت منزلِ مقصود پر پہنچا
نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا

پہنچ کر مکے میں یہ قافلہ دو روز ستایا
سوئے لشکر مگر اک تیز رو قاصد کو دوڑایا

کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے
اگر چاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے

اگر سارے عرب کو مشتعل کرنا ضروری ہو
مدینے کی زمیں کو خون سے بھرنا ضروری ہو

تو واپس لوٹ آؤ تاکہ بندوبست ہو جائے
مسلمانوں کی ہستی جس سے بالکل پست ہو جائے

تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں
کہ ہوگی اس سے وسعت اہلِ مکہ کے وسائل میں

قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے
وہ اُنکے کھیت، میداں، راستے لاشوں سے بھر دیں گے

مدینے کے یہودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے
ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلفِ صلح کے مارے

انہیں لالچ دیا جائے تو وہ بھی عہد کو توڑیں
یہ مجبوری کی ظاہر داریاں رکھنے سے منہ موڑیں

اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا
کہ ہوگا اوس و خزرج کو بھی مشکل شہر میں رہنا

بہر سو ناکہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا
لگا دیں آگ کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا

مزا جب ہے ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے
کہ ان کے بھاگنے کا راستہ مسدود ہو جائے

پلٹ آنا اگر ہو نا مناسب خیر بڑھ جاؤ
مسلمانوں کے سر پر بھوت کی مانند چڑھ جاؤ

ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آ جائیں
نہیں کچھ اور خیر اس لوٹ ہی کا مال پا جائیں

ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو

ہنسا ابوجہل یہ پیغام سن کر تن کے یوں بولا
کہ ”یہ دفترِ نصیحت کا ابوسفیاں نے کیوں کھولا!

اُسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آ جائے لشکر میں
وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہوا گھر میں
قبائل میں کریں کیوں مفت جا کر بادیہ گردی
مسلماں چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سر دردی
مٹانے کے لیے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے
خس و خاشاک کی خاطر یہی اک موج کافی ہے
چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ جانا ہے ناممکن
مسلمانوں کے سر سے موت کا ٹلنا ہے ناممکن
ابوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو
تمہارا مدعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو
جو قاصد تم نے بھیجا تھا اُسے پہچانتے تھے ہم
تمہارے کارواں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم
سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی
لگا دی آگ رگ رگ میں تمنا جنگ کی بھر دی
یہ لشکر جمع ہو کے بہرِ قتل و خوں نکل آیا
نکلنا تھا جو مطلب مال و زر سے یوں نکل آیا
ہوا مفتوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آ جاؤ
سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آ جاؤ
اگر تم عیش کرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
مزے سے پیٹ بھرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے
یہاں ہر چیز ہے موجود ہر نعمت مہیا ہے
شرابیں ناچ گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں
بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہ لشکر ہیں
انہیں کے حسن سے معمور یہ خرگاہِ لشکر ہیں
انھی سے منزلوں میں اہتمامِ عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقامِ عیش رہتا ہے
ہماری رات غرقِ بادۂ سر جوش رہتی ہے
صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشا رہتی ہے
کبھی چشمِ فلک نے یہ نرالے رنگ دیکھے ہیں
نظر سے گزرے ہیں یہ عیش، ایسے جنگ دیکھے ہیں؟
مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں
نہیں، خود آ کے دیکھو ویسے ہی سفاک و قاتل ہیں
ہمارا جوش ہر منزل پہ دونا ہوتا جاتا ہے
کہ ہر مے نوش دل سے زنگِ حسرت دھوتا جاتا ہے

یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم
دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم
قریشی نسل کی شانِ امارت کے امیں ہم ہیں
عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں
عرب کے رہنے والے کو دکھا کر بزم کا نقشہ
بتا دیں بر سرِ میداں جما کر رزم کا نقشہ
یہ ساری عشرتیں اہلِ وغا کا دل لبھائیں گی
ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی
وہاں ہم کیا کریں گے، یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ
مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ
تفنگ و نیزہ و خنجر، شراب و نغمہ و ساقی
مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی

مرا مطلب یہ ہے بزدل نہ کہلاؤ ابو سفیاں
مجھے تم جانتے ہو منہ نہ کھلواؤ ابو سفیاں

صورتِ حالات کی نزاکت

نبی ﷺ کا مشورہ صحابہ

اُدھر گاؤ زمیں تھرا رہی تھی بد نہادوں سے
اِدھر اہلِ مدینہ بے خبر تھے اِن اِرادوں سے
وہی اک ملہمِ صادق، وہی اک دیدۂ بینا
اسی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ
اُسے معلوم تھا آغاز و انجام اس چڑھائی کا
اسی کا دل تھا جس میں درد تھا ساری خدائی کا
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
رسول اللہ نے اِک دن مسلمانوں کو بلوایا
بٹھایا مسجدِ نبوی میں سب کو اور فرمایا
کہ دو جانب سے اُٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے
قریشی فوج آتی ہے، ابو سفیان آتا ہے
ابو سفیاں پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت
قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیت

اُٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا
مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا

اُدھر مکے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو
تمہارے دین و امن و صلح کے برباد کرنے کو

اُٹھے ہیں اہلِ مکہ تاخت و تاراج کی خاطر
چلا آتا ہے باطل حق سے امتزاج کی خاطر

حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی
حمایت میں مسلمانوں کی ہیں کمزور و لاغر بھی

کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہے کیسا
کہ دین و مذہب و ملت میں ہے اکراہ نازیبا

وہ عرفانی بلندی پر ہیں یا پستی میں بستے ہیں
تمہارے دامنوں میں امن کی بستی میں بستے ہیں

بہت سے لوگ طرزِ غیر جانبدار رکھتے ہیں
بچارے بال بچے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں

مدینے پر ہوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے
جفا و ظلم کی چکی میں پس جائیں گے بیچارے

مسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی
مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی، ضعیفوں کی

قریشِ مکہ کی یورش کا باعث صرف مسلم ہیں
کہ اب تک باوجودِ ضعف، دین اللہ پہ قائم ہیں

وہ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبریہ
تمہیں پر فرض ہے اس یورش بے جا کا دفعیہ

اگرچہ مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو
قریشِ مکہ سے سامان میں افراد میں کم ہو

مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے
غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے

سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی

مسلمانو! مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے

تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں؟
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

* * *

مہاجرین کا مشورہ

ابو بکرؓ و عمرؓ نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمارے مال، جاں، اولاد سب کچھ آپ پر قرباں
غلامانِ محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے
اُٹھے مقدادؓ اٹھ کر عرض کی "اے سرورِ عالمؐ
نہیں ہیں قومِ موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم
کہا تھا اس نے "اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے لے اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو"
معاذ اللہ مثیلِ اُمتِ موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیں ہیں ہم
ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامانِ محمدؐ ہیں
مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر"
بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسول اللہ نے سن کر دعائے خیر فرمائی

انصار کا جوشِ ایمان

صفِ انصار کی جانب اُٹھیں آنکھیں نبوت کی
تو سعد ابنِ معاذ اُٹھے دکھائی شان جرأت کی
ادب سے عرض کی "انصار ہیں ہم یا رسول اللہ
غلامِ سیّدِ ابرار ہیں ہم یا رسول اللہ
خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختم المرسلیں اس شہر میں تشریف لے آیا
جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی
کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی
خدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم
رسول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم

تو کیا اب موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دیں گے　　بھلا دیں گے یہ احساں بارِ لعنت سر پہ لا دیں گے
تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے با وفاؤں کا　　پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا
صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے　　کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے
قسم اللہ کی جس نے نبیؐ مبعوث فرمایا　　سبھی کچھ پا لیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا
گدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے　　ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحیٔ الٰہی ہے
ہمیں میدان میں لے جایئے یا شہر میں رہیے　　کسی سے صلح کو فرمایئے یا جنگ کو کہیے
ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی　　ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی
ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہو گا　　کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا
اگر ارشاد ہو بحرِ فنا میں کود جائیں ہم　　ہلاکت خیز گردابِ بلا میں کود جائیں ہم
نبیؐ کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں　　جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں
قریشِ مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

وعدۂ نصرتِ الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوشِ اطاعت کا　　اُٹھا عرشِ معلّٰی کی طرف چہرہ نبوت کا
یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی　　اُٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی
دُعا کے بعد لوگوں کو نویدِ فتح و نصرت دی　　برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی
کہا ’’دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی　　خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی

رہے گا بول بالا قدرتِ حق سے صداقت کا   گرے گا جڑ سے کٹ کے نخلِ کفر و ظلم و بدعت کا
فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہوں گے   یقیں رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہوں گے"

مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر

نمازِ صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری   اُٹھا خود مسجدِ نبوی سے ابرِ رحمتِ باری
دکھانا شانِ حق منظور تھی ہادیؐ کامل کو   مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوجِ باطل کو
دوئم تھا سالِ ہجری بارہویں تھی ماہِ رمضاں کی   کہ نکلی مختصر سی اک جماعت اہلِ ایماں کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی   تو گنتی تین سو تیرہ تھی ان طاعت گزاروں کی
سلاحِ جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زرہیں   غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گرہیں
کمانیں اور نیزے، چو بہائے نا تراشیدہ   حدودِ کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے   کہ ستر اونٹ تھے بہر سواری اور دو گھوڑے
ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے   جنابِ حمزہؓ کیا، خود صاحبِؐ لولاک پیدل تھے
علیؓ اور بولبابہؓ اور جنابِ سیّدِ ؐعالم   یہ تینوں باری باری سے شریکِ ناقہ تھے باہم
ابو بکرؓ و عمرؓ اور عبد رحمٰنؓ اک سواری پر   منازل طے کئے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
سمندر میں اُٹھا کرتی ہے جیسے موجِ بے پروا   اسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوجِ بے پروا
کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو   یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو
بہت سے سربسر محروم گھوڑے اور ناقے سے   بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے
خیالِ عظمتِ ملت مکیں تھا ان کے سینوں میں   کوئی ساماں نہ تھا ذوقِ یقیں تھا ان کے سینوں میں

یہ چند افراد اُٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں

زرہ پہنے ہوئے جب لشکرِ نورِ سحر نکلا
شہِ خاور اُٹھا بہرِ مدد سینہ سپر نکلا
قضائے دہر سے اب اُٹھ چلی شب کی عملداری
خدا دینے لگا باطل کو پاداشِ سیہ کاری
شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں
بلائیں بھاگ اُٹھیں اپنے ڈیروں کی طرف لپکیں
تکبر، ظلم، گستاخی، دل آزاری، من و مائی
تشدد، کینہ توزی، ناز، خود بینی، خود آرائی
ستانے کے طریقے، قتل کر دینے کی ایجادیں
یہ بچے مادرِ شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں
ہوئے آ آ کے سب شامل گروہِ اہلِ باطل میں
یہ فتنے آ بسے کفار کے تہ خانۂ دل میں
خودی نے بھر دیئے تھے کبر کے طوفان ہر سر میں
ڈبونے جا رہے تھے کشتیِ حق آبِ خنجر میں
لگایا بدر کے میدان میں کفار نے ڈیرا
یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا

ابوجہل کا غرور

یہاں بوجہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا
دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
کہا "یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدت سے
اکٹھے ہیں صنادیدِ قریش اس وقت قسمت سے
ہمارے پہلواں بھاری ہیں سو سو پہلوانوں پر
مدینے بھر میں شورِ الحذر ہو گا زبانوں پر
یہ خود سر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں
بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی
چڑھائی ہو گئی ہے اِک خدا پر سب خداؤں کی

کریں گے جب یہ مل کر تین سو اور ساٹھ تقدیریں
اُٹھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خونریز شمشیریں
میں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خدا کس کام آتا ہے
کہاں لے جا کے مٹھی بھر جماعت کو چھپاتا ہے
یہ برچھے، بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں
کہاں ہیں آج وہ سینے جو ان کو روک سکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہر دار شمشیریں
یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چیریں
یہ خنجر دیکھتے ہو، جو کھنچے جاتے ہیں تن تن کر
تڑپتے ہیں کہ تیریں موجِ خوں میں مچھلیاں بن کر
ہمارے تیر دیکھو ان کا مینہ جس دم برستا ہے
تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے
رسد کو دیکھو نظارہ کرو سامانِ جنگی کا
ہے چہروں سے ہی ظاہر دبدبہ مردانِ جنگی کا
نظارے ہی سے اصحابِ محمدؐ کانپ جائیں گے
ہمارے ہر سپاہی کو وہ اِک جلاد پائیں گے
مسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل ان کا
نہیں پتھر نہیں پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل ان کا
محمدؐ خود کہیں گے ہاں یہ جلادوں کا لشکر ہے
یہ نمردوں کی فوجیں ہیں یہ شدادوں کا لشکر ہے
ہمارے نام کی ہیبت عرب میں بیٹھ جائے گی
مسلماں قتل ہوں گے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی
یہاں اک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر
اچانک اس طرح سے جا پڑو اہلِ مدینہ پر
کہ اُن کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتلِ عام ہو جائے

مسلمانوں کی کمزور جماعت

علم کفار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر
اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روزِ روشن پر
بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہلِ باطل نے
رسد بٹنے لگی، لحمِ شتر سب کو لگا ملنے
زمیں کے جسم پر ہر خیمہ اک پُر سوز چھالا تھا
کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا

لگا اس شان و شوکت پر دماغِ چرخ چکرانے   غضب کے سازوساماں لے کے آئے تھے یہ دیوانے
ادھر سے جا رہی تھی اک جماعت حق پرستوں کی   بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی   نہ ان کی پشت پر تھا جز خدا بہرِ مدد کوئی
نہ زرہیں تھیں، نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں   فقط خاموش تسکیں تھی، فقط پر جوش تکبیریں
کوئی ساماں نہیں تھا ایک ہی سامان تھا ان کا   خدا واحد، نبی صادق ہے، یہ ایمان تھا ان کا
بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیاتِ قرآں کو   بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طوفاں کو

اِنہی کے نور سے ہر سو اُجالا ہونے والا تھا
اِنہی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا

◆

قطعۂ تاریخ

شاہنامۂ اسلام جلدِ اوّل

اثرِ خامہ جناب صُوفی غُلام مُصطفٰی صاحب تبسّم ایم۔ اے

لیکچرار گورنمنٹ کالج، لاہور

نسخۂ شاہنامۂ اسلام ہست ہم نغمہ زار و ہم تاریخ
زانکہ از خامۂ ابوالاثر است اثرِ خامہ' گفتہ ام تاریخ
۱۳۴۷ھ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف بہ

شاہنامۂ اِسلام

جنگِ بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین کے سرفروشانہ کارنامے، مدینے میں یہودیوں اور منافقوں کی شرارتیں، مکے میں جوشِ انتقام، غزوۂ سویق، غزوۂ اُحد وغیرہ

شاہنامۂ اسلام

(جلد دوم)

اُردو نظم میں تاریخِ اسلام کے زرّیں واقعاتِ رزم کا ولولہ انگیز بیان

اثرِ خامہ

ابوالاثر حفیظؔ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفیظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد دوم)

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
دیباچہ از آنریبل جسٹس شیخ سرِ عبدالقادر صاحب مدظلہ	۱۸۷	رات کا منظر	۲۱۵
معیار از پروفیسر محمد دین تاثیر	۱۹۱	تصویر کے دو رُخ	۲۱۶
عرضِ حال مصنف	۱۹۶	رسول اللہ کی شب بیداری	۲۱۶
شکریہ	۱۹۸	صبحِ کاذب اور لشکرِ کفار	۲۱۶
سخن ہائے گفتنی در پیرایہ سرگزشتِ مصنف	۱۹۹	ضمیر کی آواز اور صلح کی ایک کوشش جنگ کا فتنہ	۲۱۷
مسجد و مکتب	۱۹۹	عتبہ کا جواب	۲۱۸
سیلاب الحاد و کشتی ملت	۲۰۳	حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا	۲۱۹
ٹی ہوئی کشتی کا ملاح	۲۰۵	ابوجہل کی ضد اور فتنہ انگیزی	۲۱۹
باب اوّل		لشکر کفار کی آمادگی جنگ	۲۲۰
معرکہ بدر		صبحِ صادق۔ مجاہدینِ اسلام	۲۲۱
کرِ اسلام کا ورود	۲۱۰	نتیجہ جنگ کے متعلق پیمبرؐ کی پیش گوئی	۲۲۱
دت کی شدت	۲۱۱	مجاہدینِ اسلام کی صف بندی	۲۲۲
را کی دعا	۲۱۱	معرکہ نور و ظلمت	۲۲۴
رش کا نزول	۲۱۲	استعارہ از طلوعِ آفتاب	۲۲۴
وئے غنیم	۲۱۳	میدانِ بدر میں صفِ مجاہدین کا منظر	۲۲۵
اوہادیؐ	۲۱۴	لشکرِ مشرکین کی دھوم دھام	۲۲۶
ر کے جاسوسوں کا بیان	۲۱۴	دشمنوں کا سراپا	۲۲۷
ل کا ناز و غرور	۲۱۵	صفِ اسلام	۲۲۸

مضامین	صفحہ
تلقینِ ہادیؐ	۲۲۹
رسول اللہ کی دعا بہرِ مجاہدینِ بدر	۲۳۰
دشمنوں کی آہنیں صفیں	۲۳۱
نور و ظلمت آمنے سامنے	۲۳۲
رحمۃ للعالمین کا تاثر اور نصرتِ حق کی طلب	۲۳۲
فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ	۲۳۳
قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی	۲۳۴
انصار کا اقدامِ میدان اور قریش کا غرورِ نسب	۲۳۵
بہادرانِ بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا	۲۳۶
مبارزین کی نوک جھوک	۲۳۶
انفرادی جنگ کا منظر	۲۳۷
حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ	۲۳۷
حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ	۲۳۸
حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا	۲۳۹
حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر رسول اللہ کی مہرِ تصدیق	۲۴۰
فوجِ دشمن کا خوفزدہ ہونا	۲۴۰
ابوجہل کی تقریر	۲۴۱
قریش کا عام دھاوا	۲۴۳
مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبر	۲۴۳
مسلمانوں کی تیر اندازی	۲۴۴
جنگِ مغلوبہ	۲۴۵
مجاہدینِ اسلام کی شجاعت	۲۴۶
حضرت زبیرؓ اور ابوکرش کا مقابلہ	۲۴۷
ہنگامۂ کارزار	۲۴۹
گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثر کا فیض	۲۵۰

مضامین	صفحہ
حوض پر کفار کی چیرہ دستی	۲۵۱
مسلمانوں کا ثبات و استقلال	۲۵۱
اصل اُصولِ جہاد	۲۵۲
حبِ رسولؐ	۲۵۳
میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں	۲۵۳
قتل ابوجہل کی کہانی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زبانی	۲۵۴
دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو	۲۵۵
حضرت عبدالرحمٰن کی نشاندہی	۲۵۵
نوجوانوں کی غیرت مندی	۲۵۶
انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر	۲۵۷
ایک نوجوان کی شہادت	۲۵۹
دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار	۲۵۹
غازیوں اور شہیدوں کی شان	۲۶۰
کشمکش کی انتہا اور نصرتِ حق کی طلب	۲۶۲
پیغمبرؐ اپنے خدا کے حضور	۲۶۲
پیغمبر عرصۂ کارزار میں	۲۶۳
معجزے کا ظہور	۲۶۴
جنگِ بدر کا انجام	۲۶۵
قریشی فوج کی شکست کا منظر	۲۶۵
رحم کی تلقین کا اثر	۲۶۶
بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر	۲۶۷
ابوجہل کی نگاہِ واپسیں	۲۶۹
فتح کے بعد آنحضرت اور غازیوں کی مصروفیات	۷۱
مشرکین کی لاشوں سے آنحضرت کا خطاب	۷۲
بعد فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب	۷۳

مضامین	صفحہ
بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی	۲۷۵
واپسی کی پہلی منزل	۲۷۶

باب دوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ

مکہ اور مدینے کے حالات

مضامین	صفحہ
منافقین اور یہود کی شرارتیں	۲۷۷
مدینہ میں مسلمانوں کی حالت	۲۷۷
منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں	۲۷۸
حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن	۲۷۸
فتح کی خوشخبری	۲۷۹
فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی	۲۸۰
حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ کا جوش	۲۸۱
رسول اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت	۲۸۲
عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ بطور اسیرِ جنگ	۲۸۳
مکے میں شکست کی خبر	۲۸۴
صفوان بن اُمیہ کا شک وشبہ	۲۸۶
شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی	۲۸۷
مکے میں کہرام	۲۸۷
شکست کی روداد — اور ابولہب کی مایوسی	۲۸۷
ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش	۲۸۸
ہند جگر خوار کا غم وغصہ	۲۸۹
مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں	۲۹۰
لام کی تدبیریں	۲۹۱
ب کی مرگ مایوسی	۲۹۲
بعد جنگِ بدر مدینے کی صورتِ حالات	۲۹۲
قیدیانِ جنگ کا مسئلہ	۲۹۲
پیغمبر اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں	۲۹۳
صدیق اکبرؓ کی رائے	۲۹۴
حضرت عمر فاروقؓ کی رائے	۲۹۴
رحمۃ للعالمین کی اُمت کا فیصلہ	۲۹۵
ارشادِ پیغمبر در بارۂ اسیرانِ جنگ	۲۹۶
اسیروں کے لئے اس عہد کے عام قوانین	۲۹۸
قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک	۲۹۹
عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدیہ جنگ	۲۹۹
حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل اور آنحضرتؐ کا معجزہ	۳۰۰
حضرت عباسؓ کا ایمان لانا	۳۰۱
حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ اور آنحضرتؐ کی رقت	۳۰۱
مدینے میں مسلمانوں کی مشکلات	۳۰۳
منافقین کا گروہ	۳۰۳
مدینے کے یہود	۳۰۵
ایک لڑکی سے اوباشانہ مذاق	۳۰۶
ایک مسلمان کا پاسِ غیرت	۳۰۶
حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت	۳۰۷
یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش	۳۰۸
یہودیوں کا گستاخانہ جواب	۳۰۸
ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں	۳۰۹
حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کی شادی	۳۱۱
مسجد میں اجتماعِ صحابہ اور نکاح	۳۱۱
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی رخصتی	۳۱۲

مضامین — صفحہ
حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا جہیز ۳۱۳
رحمۃ للعالمینؐ بیٹی کے گھر میں ۳۱۴
عذرِ مصنف ۳۱۶

باب سوم

مکے والوں کے انتقامی حملے

مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد

غزوۂ سویق ۳۲۰
ابوسفیان کی قسم ۳۲۱
ابوسفیان کی دستبرد ۳۲۱
آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں ۳۲۲
جنگ اُحد ۳۲۴
قریش مکہ کی آتشِ انتقام ۳۲۵
شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا ۳۲۵
مکے میں فوج کا اجتماع ۳۲۸
قریشی عورتیں ۳۲۹
آنحضرتؐ کی اطلاع یابی ۳۲۹
شہر کی حفاظت کے ضروری سامان ۳۳۰
مسجدِ نبوی میں مجلسِ شوریٰ ۳۳۱
آنحضرتؐ کا خطبہ ۳۳۲
عبداللہ بن اُبی منافق کی رائے ۳۳۳
مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد ۳۳۴
جوش و تحمل ۳۳۵
پیغمبرؐ کا فیصلہ ۳۳۶
رحمۃ للعالمینؐ لباسِ جہاد میں ۳۳۷

مضامین — صفحہ
جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت ۳۳۸
پیمبرؐ کا جواب ۳۳۹
مجاہدین کا مدینے سے خروج جانبِ اُحد ۳۳۹
لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت ۳۴۰
وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا ۳۴۰
مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب ۳۴۲
راس المنافقین اور اُس کے ساتھی ۲۴۳
کفار کی چھاؤنی ۳۴۳
کفار کے جاسوس کا بیان ۳۴۴
ابوسفیان کی تدبیریں ۳۴۵
ابوعامر راہب ۳۴۶
خفیہ سازش ۳۴۷
زنانِ قریش کی تیاریاں ۳۴۸
حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش ۳۴۸
لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات ۳۵۰
آشوبِ شب ۳۵۱
لشکرِ اسلام اور خیرالانام ۳۵۴
مجاہدین کا اقدام ۳۵۵
نمازِ صبح ۳۵۵
مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بے وفائی ۳۵۶
قطعہ تاریخ ۳۵۷

جلد دوم

از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ

"شاہنامۂ اسلام" کی پہلی جلد کو اگر حفیظ کی رزم نگاری کا نقش اول کہیں تو دوسری جلد جو اب شائع ہونے کو ہے لفظی اور معنوی طور سے نقش ثانی کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر صاحب فن کا نقش ثانی نقش اول سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جلد دوم میں اشعار کی آمد اور روانی پہلے سے زیادہ زور جوانی دکھا رہی ہے۔ پہلی جلد کو جو کامیابی نصیب ہوئی، اس کے بعد دوسری جلد کے لیے کسی تمہید یا تقریب کی حاجت نہیں مگر مصنف کی حنت اور جگر کاوی مستحق اعتراف ہے اور جی چاہتا ہے کہ دوسری جلد کا خیر مقدم بھی اسی جوش سے ہو جس کا اظہار پہلی جلد کی اشاعت کے وقت کیا گیا تھا۔

کامیابی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ "شاہنامۂ اسلام" کو خدا نے ہر طرح سے کامیابی دی۔ کتاب اگر مقبول ہو اور بکثرت اشاعت پائے تو اس کی پہلی اور سب سے بڑی فتح ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد جتنی چھپی تھی ایک سال کے اندر فروخت ہو گئی اور دوسری اشاعت کی نوبت گئی۔ اس کی خوبی کا دوسرا ثبوت یہ ملا کہ قرنِ اولیٰ کے رہبرانِ اسلام کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنانے کی جو طرز حضرت حفیظ نے اختیار کی ی، اس کی تقلید جا بجا ہونے لگی اور کئی اور لکھنے والوں نے اسی طرز پر اسلامی نظمیں شائع کیں۔ قبولِ عام اس تصنیف کو اس قدر حاصل ہوا کہ ی مجالس میں جب کسی نے اسے پڑھ کر سنایا تو لوگوں نے انتہائی توجہ اور شوق سے سنا اور جہاں کہیں لوگوں کو خود مصنف کی زبان سے ہنامۂ اسلام کے کچھ حصے سننے کا موقع ہوا وہاں جلسے پر محویت طاری ہو گئی۔ عام قدردانی کچھ تو کتاب کی فروخت کی کثرت سے ظاہر ہوئی ر زیادہ تر اس امر سے کہ بہت سے شائقین نے بہتر قسم کے مجلد نسخے فی نسخہ بارہ بارہ روپے کو خریدے حالانکہ معمولی نسخوں کی قیمت تین پے فی نسخہ تھی۔ ہمارے رؤسا میں سے ایک فیاض طبع اور نیک دل قدردان نے جن کے نام نامی کے اعلان کی اجازت نہیں شاہنامۂ اسلام د اول کا ایک نسخہ ایک ہزار روپے میں خریدا۔ یہ سب باتیں حوصلہ افزا ہیں۔ ان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام کو بجا طور پر میں قبولیت حاصل ہوئی ہے بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی زندہ قوم ہیں اور اسلام کی سچی خدمت کو پہچاننے اور خادموں کی ہمت انے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

پہلی جلد میں مصنف نے یہ کوشش کی تھی کہ جو روایات نظم کی جائیں وہ ایسی ہوں جن کی صحت تاریخی اعتبار سے مسلمہ ہو۔ یہی احتیاط ں جلد میں ملحوظ رکھی گئی ہے بلکہ جا بجا ایسے نوٹ دیئے گئے ہیں جن سے روایات کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے۔ اس احتیاط کے متعلق کچھ اشعار لد میں "عذرِ مصنف" کے عنوان سے درج ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ مصنف نے کیا خوب کہا ہے۔

ے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہبازِ فکر اڑنے سے نہیں عاری

جو موضوعِ سخن مجھ کو اجازت اِک ذرا دیتا
زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
کسی ذرّے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ابرِ خزانی بھی بہاری بھی
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہِ راست خامے کی
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں
یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تعریف سے کوئی یہ سمجھے کہ کتاب نظم کے اعتبار سے روکھی پھیکی ہو گی اور جو حالات لکھے ہیں اُن کی تصویر اگر مطابق اصل ہے تو اُس میں مصور کو رنگ بھرنے کا کیا موقع ملا ہو گا۔ مگر طبع رنگیں اپنے لیے راستہ نکالے بغیر کہاں رہ سکتی ہے۔ سیدھی سادی روایتوں کے منظوم بیان میں حفیظ کی شاعری نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لیے گنجائش نکال لی ہے اور دوسری جلد میں کئی ایسے ادبی جواہر پیش کیے گئے ہیں جنہیں شائقین پسند کریں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے۔ مثلاً جنگ بدر کا بیان ہے کہ جہاں جناب رسالت مآب کا چھوٹا سا لشکر ایک ریگستانِ بے آب میں پانی کی تلاش میں ہے۔ اُس وقت حسن اتفاق سے مینہ برس گیا۔ اس سادہ سی بات کو بیان کرنے کے لیے حفیظ کے تخیل نے یہ سماں باندھا کہ صحرا کے دل میں یہ آرزو پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے اپنے مقدس اور مقتدر مہمانوں کے لیے پانی بہ پہنچائے اور اس نے نہایت عجز سے بارگاہِ ایزدی میں دعا مانگی کہ آسمان سے پانی برسائے۔ وہ دعا منظور ہو گئی اور مینہ آ گیا۔ اِس موقع پر ''دعائے صحرا'' کے نام سے جو ٹکڑا حفیظ کے قلم سے نکل گیا ہے وہ اُن کے ادبی کارناموں میں پائیدار شہرت کا مستحق ہے۔ یہاں تخیل نے اپ زور دکھایا ہے مگر کسی تاریخی واقعہ میں تصرف نہیں کرنا پڑا۔ واقعہ اتنا ہی ہے کہ مینہ برسا اور اُن لوگوں کی تکالیف رفع ہو گئیں جو پیغمبرِ اسلام کے ہمرکاب تھے مگر اُس کے بیان کے پیرائے میں جدت پیدا کرنے سے مضمون رنگین ہو گیا ہے۔

ایک دوسری خوبی جو شاہنامۂ اسلام میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بزرگانِ سلف کی خوبیاں بیان کرتے کرتے ضمناً مگر نہایت دلآو طریق سے ایسے اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے جن کی موجودہ زمانے میں بھی ہم کو ضرورت ہے۔ اس مطلب کی وضاحت ذیل کے اشعار ہوگی جہاں اس چھوٹی سی فوج کا ذکر کرتے ہوئے جو جنگ بدر میں اسلام کے ہادی برحق کی اپنی سپہ سالاری میں خدا کی راہ پر پہلی لڑائی کر کو نکلی تھی۔ مصنف یوں نغمہ پیرا ہوتا ہے ۔

نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی
نہ فکرِ کامیابی تھی نہ ذکرِ ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو
نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں، ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رزم کا آغاز زیادہ تر اسی جلد سے ہوتا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ رزم کے میدان میں ہمارے مصنف کے اشہب قلم کی رفتار قابل تعریف ہے۔ ذیل کے رزمیہ ٹکڑوں میں صفائی بیان اور الفاظ کی موزونیت ملاحظہ ہو ۔

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے

گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

ایک دوسری جگہ پر تلوار ہی کے بیان میں لکھا ہے۔

بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیرِ بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گزری صدر تک پہنچی
بڑی خوبی ہے منشائے قضا و قدر تک پہنچی

مخالف فوج کے سرگروہ ابوجہل کا بیان کرتے ہوئے کہ وہ میدان میں اپنے آپ کو کس طرح محفوظ کیے ہوئے تھا۔ اوروں کو لڑاتا تھا اور آپ تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا۔ لکھا ہے۔

مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں
جو اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی
کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی

جلد دوم میں سب سے زیادہ پر لطف اور پر اثر وہ حصے ہیں جن میں جہاد کے اصلی معنی واضح کیے گئے ہیں اور وہ اصول بتائے گئے ہیں جو آنحضرت نے اپنی فتوحات کے بعد خود ملحوظ رکھے اور جن پر کار بند ہونے کی اپنے پیرووں کو تاکید کی۔

جہاد کا اصلی مفہوم اُن ہدایات سے واضح ہوتا ہے جو جنگ سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰت والسلام نے اپنے ساتھیوں کو دیں۔ اُن میں سے اشعار ذیل میں درج ہیں۔

خبردار آ نہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے اِستقبال لازم ہے

یہ تو جنگ کی ہدایات تھیں اب فتح کے بعد کے حالات سنیئے جب خدا نے آنحضرت کو فتح دی تو اُن کا اور اُن کے ہمراہی غازیوں کا طریق تمام دنیا کے لیے نمونہ ہے۔ اس کے بیان میں جناب حفیظ نظم میں یوں موتی پروتے ہیں۔

نماز عصر کا وقت آ گیا اِن کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں
وضو کر کے صفیں میدان میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
سنے نغمات شکر اِن فتح مندوں کی زبانی سے
اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسانِ فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اِس اُمت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ایمان کے اُوپر

جب جنگ بدر میں فتح پانے کے بعد آنحضرت اور صحابہ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ اُس وقت کے بہت سے دلچسپ واقعات نظم کیے اُن کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر غازیوں کی قوتِ ضبط کی تعریف میں جو شعر لکھے گئے ہیں، وہ نہایت سبق

سر و سینہ کو وقفِ تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ کوئی ناچ گانا تھا، نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی اُن کی زبانوں پر
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نہ پہلوانوں پر

جو لوگ فوجِ دشمن میں سے قید ہو کر آئے اُن کے متعلق آنحضرت نے بہت نرمی اور احسان کے احکام جاری کیے۔ اس کی کیفیت ایسے مؤثر پیرایہ میں لکھی ہے کہ اُس کو پڑھتے ہوئے رقت ہوتی ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے۔

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

اس جلد کے خاتمے کے قریب اہل مکہ کے انتقامی حملوں کا تذکرہ ہے اور جنگ اُحد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اِس جلد کے اشعار پہلی جلد کی طرح دو ہزار سے اوپر ہیں اور حجم اڑھائی سو صفحے سے زیادہ ہے اور لکھائی چھپائی میں پہلی جلد کی سب خصوصیتیں قائم رکھی گئی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے بھی وہی قبولیت عطا کرے جو شاہنامۂ اسلام کی جلد اول کو حاصل ہوئی ہے اور حضرت حفیظ کو توفیق دے کہ وہ تاریخ اسلام اور ادبِ اردو کی اس بیش بہا خدمت کو جاری رکھیں اور شاہنامۂ اسلام عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے کارناموں کی ایک مکمل منظوم تاریخ ہو۔

عبدالقادر

معیار

از پروفیسر محمد دین تاثیر ایم اے

کسی نظم یا شعر کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ داغؔ کو ہوسناک، غالبؔ کو فلسفی، انشاؔء کو ہزال اور اقبالؔ کو قومی شاعر کہہ دینا بدیہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا داغؔ وصل اور بوسے کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیا غالبؔ زندگی کا رونا نہیں روتا۔ کیا انشاؔ پھکڑ نہیں لڑتا۔ کیا اقبالؔ کا ترانہ ہر جگہ نہیں گایا جاتا؟ تو پھر یہ آرا بدیہیات میں سے نہ ہوئیں؟ کیا اِن کے متعلق کسی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

مگر مشکل یہ ہے کہ یہ تمام تصورات ہوس، فلسفہ، ہزل، قومیت ایک طرزِ خیال کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتے۔ ایک طرف ان شعراء کی ایک عام مشترک خصوصیت کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی بدولت اِن سب کو ایک ہی نام (شاعر) سے پکارا جاتا ہے اور دوسری طرف انہیں نفسیات، اخلاقیات اور مختلف معیاروں پر تولا جاتا ہے۔ کسی کو ایک وجہ سے مقہور قرار دیا جاتا ہے اور کسی کو دوسری وجہ سے سراہا جاتا ہے۔ کیا تنقید کا یہ صحیح طریقہ ہے؟

یہ درست ہے کہ ہر تنقید سے حقیقتاً ذاتی پسند کا اظہار ہوتا ہے۔ نقاد کے اصول خواہ کس قدر مستند اور قدیم کیوں نہ ہوں اُن کا اختیار کرنا بجائے خود ایک ذاتی فعل ہے اور ان کا اوّلین واضع ایک ہی فرد ہوگا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیک وقت ایک ہی فن کے متعلق مختلف معیار استعمال کیے جائیں۔ نقاد کی پسند ذاتی سہی لیکن اُس میں یگانگت کا ہونا ضروری ہے ورنہ تنقید محض ایک کھیل ایک دل لگی سی بن جائے گی۔ جو چاہے نقاد ہو جائے اور جو منہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

تنقید کو ایک معین علم بنانے کی غرض سے چند ابتدائی امور کا تصفیہ ضروری ہے۔

کیا ادبی تصانیف کو جانچنے کے لیے ایک مقرر کردہ اصولی نظام، ایک خارجی ضابطۂ تعزیرات درکار ہے؟ ہماری فصاحت و بلاغت کی پرانی کتب اس سوال کا جواب ہیں لیکن اُن کی استنادی حیثیت قریباً مفقود ہو چکی ہے اور کیوں نہ ہوتی؟...... عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو میں منتقل ہو کر بھی یہ کتابیں جوں کی توں ہی رہیں۔ زمانہ اور اُس کا مذاق بدل گیا مگر یہ نہ بدلیں اور کیسے بدلتیں جب اُن کا اساسی اصول ہی یہ ہو کہ تبدیلی گناہ ہے۔ جب ان کے پاس ہر شعبۂ ادب کے لیے ایک ہی معیار ہے مگر ان کتب کی نامقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام تر تجزیاتی ہیں۔ ان کے نزدیک ایک متحد تصنیف کو جانچنے کے لیے اسے پرزہ پرزہ کر ڈالنا ضروری ہے اور پھر اُن کے پیش کردہ معیاریوں

بھی تسلی بخش نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مختلف انواع ادب کیا ایک ہی نوع کے مختلف مظاہر کو کسی ایک ضابطے سے جانچنا غلطی ہے۔ یہ ہی نہیں کہ نثر و نظم (ڈرامہ، افسانہ، غزل وغیرہ) کے لیے خاص معیار بنانا ضروری ہیں بلکہ ایک شاعر سے دوسرا شاعر مختلف ہے اور مختلف معیار تنقید کا حقدار ہے۔ ورنہ ادبیات میں جدت کا خاتمہ ہو جائے اور فقیہوں کے استدلال **کل جدید بدعتٌ کل بدعتٌ ضَلالۃٌ کل ضلالۃٌ فی النار** کی نذر ہو جائے۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر تصنیف کو اُس کے داخلی معیار سے دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ لکھنے والے کا مقصد کیا تھا اور وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے۔ یہ نہ ہو کہ غزل گو کو اس لیے دھتکار دیا جائے کہ اس میں ”پیغام“ نہیں اور ”بانگ درا“ کو اس لیے غیر شاعرانہ کہہ دیا جائے کہ اس میں تغزل کمیاب ہے، اس انفرادی معیار کو قائم کرنے کے بعد ہم یہ پوچھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کیا مقصد بذات خود قابل قدر ہے اور اگر ہے تو کیا اسے ادبیات میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ اور اسے کس نوع ادب میں شمار کرنا چاہیے۔ نثر میں یا نظم میں؟ افسانے میں یا ڈرامے میں؟ مگر عام طور پر یہ بحث ایک حد تک غیر ضروری اور خارجی ہوگی۔

یہ کوئی ایسی پیچیدہ باتیں نہیں مگر ان کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے عجب عجب مضحکہ خیز مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے دکن میں کسی بزرگ نے ایک انگریز شاعر کے نظریہ شاعری کو معیار بنا کر غالب کو تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ معمولی مفروضات و روایات سے بے خبر نوجوان ہماری مشرقی شاعری کو سرے سے بے معنی قرار دے ڈالتے ہیں۔ ہمارے یوپی کے پرانے استاد لوگوں نے اقبال کو تو جو کچھ سمجھنا تھا سمجھا، اپنے ہم وطن اکبر کو بھی نہ چھوڑا جس پر انہیں تنگ آ کر کہنا پڑا ۔

تم سے استادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے

جس طرح بلبل کے نغمے خارجی قانون سے آزاد ہیں ہر شاعر کو ایسی آزادی کا حق حاصل ہے، یہ نہیں تو جھٹ کہہ دیا کہ ”شاہنامۂ اسلام“ ایک مثنوی ہے۔ اس کا وزن مثنوی کے مقررہ وزن سے باہر ہے۔ صغریٰ کبریٰ مرتب، نتیجہ ظاہر ہے ”شاہنامۂ اسلام“ مثنوی بھی نہیں اور حفیظ شاعر بھی نہیں۔

رباعی اور قطعات کی بحث بڑھانے والے نقاد بھی اس قماش کے ہیں اگر ان اہل فن بزرگوں کے معیار پر اکتفا کیا جائے اور معانی کو نظر انداز کر کے محض الفاظ کے الٹ پھیر کو شاعری کا منتہا قرار دیا جائے تو یقیناً چرکیں اپنے وقت کا ملک الشعرا کہلانے کا مستحق ہوگا۔ استادوں میں تو اب بھی متصور ہوتا ہوگا۔

”شاہنامۂ اسلام“ کا مقصد تلاش کرنے کے لیے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔ مصنف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی مصنف کا پیش کردہ مقصد ہی اس کا صحیح ادبی مقصد ہو۔

گئی دنیا سے آقائی محمد کے غلاموں کی
بھلا بیٹھے جو یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دل سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقے سے سنانا' یہ ہے شاعر کا مقصد! عقل اور تاریخ کی بندش غیر ضروری ہے۔ اس کا خیال اسی حد تک کرنا چاہیے جس حد تک اس پابندی سے ولولہ انگیزی میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صدی میں اگر خلافِ عقل واقعات پیش کیے جائیں تو ولولہ کی جگہ ہنسی پیدا ہوگی۔ اسی طرح سلف کے ایسے تاریخی واقعات میں جن سے ہر خلف آگاہ ہے تبدیلی کرنے سے اصل مقصد میں رکاوٹ پیدا ہوگی مگر تصور کی وسعت کو روکنا عبث ہے۔

حفیظ نے اپنے مقصد کو اس طرح متعین کر کے اپنے راستے میں بہت سی مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ ہومر کے سامنے ایک افسانہ تھا جس میں وہ عشق و محبت، حسد و نفاق، رقابت اور جنبہ داری کی کشاکش کے ساتھ ہر طرح کے عقلی و غیر عقلی واقعات بیان کیے جاتا تھا۔ فردوسی کے شاہنامے کا زمانہ بھی ماقبل تاریخ ہے۔ ہمارے مرثیہ نگاروں نے تاریخ کو طلسم بنا رکھا ہے جو چاہا ہے جس طرح چاہا ہے کہہ ڈالا ہے۔ حفیظ ان سب کے بعد آتا ہے اور سب سے زیادہ مشکل مہم پیش نظر رکھ لیتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں جو اس کی رہنمائی کر سکے۔ وہ اپنی منزل بھی آپ تلاش کرتا ہے اور اپنا راستہ بھی خود ہی بناتا ہے۔ یقیناً اس کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے۔ تخیل کو دبائے تو شاہنامہ محض منظوم تاریخ رہ جائے۔ واقعات کو بدلے تو تحریف کا مرتکب ٹھہرے۔ یہی تکالیف اُس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں۔ یہی مشکلات اُس کی کامیابی کو غیر فانی بنا دیتی ہیں اور حفیظ کو حالی، اقبال اور اکبر کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا حق دار کر دیتی ہیں۔

"شاہنامۂ اسلام" (حصہ دوم) تاریخی کتابوں، آیات اور احادیث کے حوالوں سے بھرا ہوا ہے۔ مصنف قدم قدم پر تاریخی تفصیلات کے بیان سے واقعات کی صداقت ظاہر کیے جاتا ہے اور اسلاف کے ان کارناموں کو مصور الفاظ اور مناسب اصوات سے زندہ کر دکھاتا ہے۔ تاریخی تفصیلات سے محض عقل کی تسلی ہوتی ہے۔ اس نظم میں اُن کی قدر محض منفی حیثیت رکھتی ہے ع مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضاں کی

اور ع یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے

ایک مسلسل بیان ہے۔

بنایا اک عریشہ پھونس کا اربابِ ہمت نے
قیام اُس میں کیا بعدِ دعا فخرِ رسالت نے
نبی نے امر فرمایا کہ دو اہل نظر جائیں
کہاں اُتری ہوئی ہے فوجِ قرشی کی خبر لائیں
علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے
مقامِ عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

یہ اونٹوں کی تعداد، تاریخ اور دن کا تعین، چھپر (عریشہ) کی تخصیص، مقامات اور افراد کے نام ان تفصیلات سے واقعیت کی فضا پیدا ہوتی ہے مگر اتنا کام تو ہر تک بندی بھلی طرح سرانجام دے سکتا ہے۔ مگر حفیظ کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ارضیہ کے آگے ایک چلتی پھرتی جیتی جاگتی تخلیق کر دیتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سینما کا کس قدر اثر شامل ہے۔ یوں یہ واقعیت ادبیات حاضرہ کی عالمگیر خصوصیت ہے۔ "وہ طلسم ہوشربا" اور کسی جدید ناول کے مقابلہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے مراثی میں بھی یہ حقیقت وضاحت سے نظر آتی ہے۔ انیس

جزئیات میں اس کا ماہر ہے۔ گو زمانہ کی بدمذاقی اور ماحول کی نااستواری اسے کبھی کبھی اپنا ہمنوا کر لیتی ہے۔ مگر حفیظ بیسویں صدی کا شاعر ہے۔ واقعیت اس کے "شاہنامہ" کی جان ہے۔ جنگ بدر کا نقشہ ہے۔ بے جان واقعات نہیں ولولہ انگیز کارناموں کا بیان ہے۔

دشمنوں کا لشکر ؎

اڈتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

اڈتی، دوڑتی، اٹھتی ...... یہ ہیجانی الفاظ پے بہ پے آ کر معانی کی کس قدر صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ اس ٹکڑے میں اصوات کے مناسب استعمال کی اور مثالیں بھی نظر آتی ہیں ؎

نہاں اس ابر میں ڈھولوں کی ڈھم ڈھم دف کی دف دف تھی
مغلظ گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی

اِن اشعار کو اگر کوئی اردو سے ناواقف اجنبی بھی سن لے تو محض اصوات سے معانی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اصوات کے ساتھ مصور الفاظ مل کر واقعات کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں۔ انفرادی جنگ کا منظر دیکھئے۔ حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ ہے۔

جنابِ حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سبکدستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اک جھنجھناہٹ کی صدا آئی.
اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے
سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے اپنا سر چھپایا ڈھال کے نیچے

حضرت زبیرؓ اور آہن پوش پہلوان ابو کرش کے مقابلہ میں کہیں کہیں شگفتہ ظرافت کی بھی جھلک ہے۔ جس سے مشتعل جذبات کو کچھ کچھ تسکین ہو جاتی ہے۔ سننے والا دم لے کر آگے بڑھتا ہے۔

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
بشر تھا یا کہ تھا بے ڈول سا اک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا
یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پہ اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بلا کے طعن تھے پر پیچ چوٹیں تھیں تکانیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں
جما کر پیترا کر کے اشارا مرد غازی نے
انی رکھتے ہی اک ہکہ جو مارا مرد غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ
قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا
مگر اب جاں نثارِ احمدِ مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی بازگاری تھی
جھپٹ کر شیر نے اِک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھسی چشم عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گزری

سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا   کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر   تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موجِ خوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اُڑ گیا آخر   اِدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

کہیں کہیں مضمون آفرینی بھی کی گئی ہے ۔

یہ تیغِ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے   زمیں پر آ رہی کرکے دو ٹکڑے جسم ناری کے

اور جب تصورِ عقل کی ارضی زنجیروں کو توڑ کر پر پرواز کشادہ کرتا ہے۔ حفیظ کا جذبۂ نیاز و عقیدت تاریخی واقعات کے سہارے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صحرا کی دعا میں صحرا کوئی بے جان بیابان نہیں۔ خود دیدارِ یار کا بیکس تمنائی شاعر ہے۔ ہم ہیں تم ہو۔ ہر صاحبِ دل ہے ۔

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا   کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے   شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

غرض شاہنامۂ اسلام میں وہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہونا چاہیے۔ یقیناً حفیظ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے۔ جن لوگوں نے شاہنامہ کے کچھ حصص بھی سنے ہیں اُن کے لیے یہ دعویٰ تحصیل حاصل ہے۔ وہ دل بہت ہی سنگین ہوگا جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں!

تاثیر

عرضِ حالِ مصنف

آج میں اپنی ناچیز کوشش کا دوسرا ثمر ملت کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی معافی چاہتا ہوں دوسری جلد کے طلب گاروں کو توقع سے زیادہ انتظار کرنا پڑا یعنی پورے چار سال۔

شاہنامۂ اسلام کی جلد اول کی طرح یہ جلد بھی دو ہزار سے کچھ زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کرنے والے اصحاب اس کو دو تین ساعت میں ختم کر ڈالیں گے۔ اے کاش ان میں کچھ ایسے بھی ہوں جو ایک کمزور نحیف اور دائم المریض وجود کا بھی تصور کریں جو ان حروف کو یکجا کرنے کی ادھیڑ بُن میں گھلتا رہا ہے اور جو مطالعہ کرنے والوں سے دعائے خیر کے سوا اور کسی بات کا طالب نہیں۔

درانتظار ہمادام چیدنم بنگر
دمید دانہ و بالید و آشیاں گہ شد

یہاں ایک سوال کا جواب بھی ضروری ہے۔ سوال ہے کہ اگر کارگزاری کی رفتار یہی رہی تو تاریخ اسلام کا تمام سلسلہ کس طرح اور کتنی مدت میں نظم ہو سکے گا؟

گزارش یہ ہے کہ دوسری جلد کی تکمیل میں جو التوا ہوا اس کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب بعض ناگہانی حادثات ہیں جن میں سب سے بڑا حادثہ میری بچی ارشاد بتول کی مرگِ ناگہاں تھی۔ اس واقعہ کی روداد سے چونکہ میرے سوا کسی کو دلچسپی نہیں اس لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ ذہین لڑکی جو مدرسۂ بنات جالندھر میں کلام مجید پڑھتی تھی اور جس سے آئندہ مجھے اپنے کاموں میں امداد کی توقعات تھیں۔ ایک روز اچانک گھر کے کنوئیں میں گر گئی اور جانبر نہ ہو سکی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ اکتوبر ۲۹ء میں پیش آیا۔ جب کہ میں جلد اول کی طباعت سے فارغ ہوا تھا۔ حادثہ کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ ایک عرصہ کے لیے میرا دماغ ماؤف ہو گیا۔ میں اپنی کمزوری کا معترف ہوں۔ واقعی مجھے اتنا اثر پذیر ہونا نہیں چاہیے تھا مگر

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت

اس حالتِ بے دلی میں بعض احباب کے مشورہ سے پھر وطن کو خیر باد کہہ کر لاہور کا رخ کرنا پڑا مگر بجھی ہوئی طبیعت کو لاہور کی چہل پہل میں سکوں نصیب نہ ہو سکا اور میں لاہور کے قریب اس نئی آبادی (ماڈل ٹاؤن) میں بسنے پر مجبور ہوا۔ خیال تھا کہ یہ ایک گوشۂ سکون ہے۔ یہاں میں شاہنامے کے کام کو اطمینان سے انجام دے سکوں گا لیکن بد قسمتی اور طبیعت کی افتاد۔

بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست

اس میں شک نہیں کہ کام بھی بہت ہی مشکل تھا لیکن فضول جھگڑے بکھیڑے بھی پیش آتے رہے۔ ذہنی تفکرات کے علاوہ جسمانی

امراض نے بھی حفیظؔ کے جھونپڑے کو خانۂ انوری سمجھ لیا۔ خیر مذکورہ بالا موانع تو عارضی اور ہنگامی تھے جن پر آخرکار قابو حاصل کرلیا گیا لیکن کام میں التوا کی دوسری وجہ مستقل ہے۔ یہ ایک ایسا عقدہ ہے جس کو میرا ناخن تدبیر وا نہیں کرسکا۔ بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ مشکل آسان ہو لیکن تاحال اس الجھن سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

بات یہ ہے کہ میرا کام صرف تصنیف تک محدود رہنا چاہیے تھا۔ یعنی شاہنامۂ اسلام کی معنوی تکمیل اور بس۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ہر سال کے اختتام پر دو ہزار اشعار کی ایک جلد ملت کے حضور پیش کرسکتا۔

لیکن افسوس مجھے تو اس کو چھاپنا، نہ صرف چھاپنا بلکہ فروخت بھی کرنا پڑتا ہے اور آپ نہیں جانتے کہ یہ چھاپنا اور فروخت کرنا کس قدر غیر شاعرانہ افعال ہیں اور اُن کا اہتمام ایک ایسے مصنف کے لیے جو کاروباری اہلیت نہ رکھتا ہو۔ کتنا حوصلہ فرسا، صبر آزما اور ذہنی کوفت کا موجب ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہیں گے کہ پھر کیوں یہ کام کسی ایسے طابع اور ناشر کے سپرد نہیں کردیا جاتا جو اپنے حق المحنت کے عوض اس مہم کو انجام دے دیا کرے۔

میں جواب دوں گا کہ کوئی ایسا طابع اور ناشر بتایئے جو تصنیف کے ساتھ مصنف کی جان کا بھی گاہک نہ ہو۔

پھر جس مصنف کو ایک لمبی مدت تک کام کرنا مدنظر ہو وہ کیا کرے۔ ظاہر ہے کہ شاہنامہ اسلام ایک دو حصوں تک محدود نہیں ہے۔ خدا عمر اور توفیق ارزانی فرمائے تو ارادہ ہے کہ تاریخ اسلام کے تمام مہتم بالشان کارناموں پر احاطہ کیا جائے لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ جسم و جان کا ربط باہمی قائم رہے اور جسم و جان میں ربط قائم رکھنے کے لیے صرف ہوا پھانک لینا کافی نہیں۔

لیکن شاہنامہ اسلام کے مصنف کو تو آج تک جتنے طابع و ناشر ملے وہ کتاب لے کر صرف ہوا کھانے ہی کی اجازت دیتے رہے۔ لہٰذا میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

کے مصداق کتاب لکھوں اور دنیا کو سناؤں پھر اس کی طباعت کے لیے مالی ذرائع مہیا کروں۔ طبع ہو جائے تو ایک ایک کر کے فروخت کیا کروں.........اور یہ چکر چلتا رہے۔

اب آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حوصلہ افزا قبولیت کے باوجود کام میں سست رفتاری کا اصلی باعث کیا ہے۔

ہاں میری کتاب کی قدردانی حوصلہ افزا ہے لیکن قدردانوں تک کتاب کا پہنچانا کافی وقت چاہتا ہے اور یہی وقت ہے جو صرف تصنیف پر خرچ ہونا زیادہ مناسب تھا۔

میں ابنائے زمانہ کی ناقدری کا شکوہ سنج نہیں ہوں کیونکہ جہاں جہاں میں اس جنس کو پہنچا سکا جوشِ خلوص کے ساتھ قبول کی گئی البتہ مجھے وہ اُن انجمنوں سے ہے جو اسلامی مدارس کو چلا رہی ہیں جن میں سے اکثر چندہ فراہم کرنے کے لیے شاہنامۂ اسلام اور شاہنامۂ اسلام کے نف کو تو استعمال کرلیتی ہیں لیکن اُن کے اربابِ اقتدار کو آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ شاہنامۂ اسلام کو اپنے مدارس کے دینی نصاب میں ل کرلیں حالانکہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منٹگمری نے ایک قرارداد کے ذریعہ ان کو توجہ بھی دلائی تھی۔

اگر یہ محترم حضرات اس طرف متوجہ ہوں اور شاہنامۂ اسلام کو دینی نصاب مقرر کر لیں تو اس کاوش کا اصل مقصد بھی بڑی حد تک پورا ہو جائے یعنی کتاب کے مطالب طالب علمی ہی کے زمانہ سے نونہالانِ قوم کے ذہن نشین ہو جائیں اور یہ حرارت ایک مدت تک دلوں کو گرماتی رہے۔ دوسری طرف مصنف کو کتاب کی تکمیل کو چھوڑ کر فکر معاش میں زیادہ وقت ضائع کرنا اور اتنا سر گرداں نہ ہونا پڑے اور اطمینان کے ساتھ ایک گوشے میں بیٹھ کر شغلِ تصنیف میں منہمک رہے نیز چونکہ کتاب کافی تعداد میں نکلے لہٰذا قیمت بھی کم کر دی جائے لیکن

خانۂ شرع خراب است کہ اربابِ صلاح
در عمارت گریٔ گنبد دستار خودند

میرا خیال ہے کہ اب میں التوائے کار کے اسباب عرض کر چکا ہوں۔ اس وقت کتاب کے دونوں حصے آپ کے پیشِ نظر ہیں اگر یہ کام آپ کو ملت کے لیے کسی حد تک مفید معلوم ہو تو فیصلہ کیجیے کہ اس کو جلد مکمل ہونا چاہیے یا بدیر۔

اگر کتاب کا جلد جلد منزلِ تکمیل تک پہنچنا ضروری قرار دیا جائے تو اس کی فقط ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ طباعت اور اشاعت دونوں سے مجھے سبکدوش کر دیا جائے اور کتاب کے قدر دان چاہیں تو ایک چھوٹا سا ادارہ اس کی اشاعت کے لیے ترتیب دے لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

بصورت دیگر میں تو اپنا فریضہ ادا کر ہی رہا ہوں۔ کام جس طریق سے ہو رہا ہے ہوتا رہے گا۔ انشاءاللہ

شکریہ

ملک کی عام اقتصادی حالت چار سال سے خراب ہے۔ بے کاری اور عام کساد بازاری شاہنامۂ اسلام کی اشاعت پر بھی اثر پذیر رہی ہے۔ اگر اللہ کا فضل اور بعض دردمندانِ ملت کی بروقت امداد شاملِ حال نہ رہتی تو جلد دوم تا حال تشنہ طباعت رہتی...... مدد کم ملی یا زیادہ یہ سوال خارج از بحث ہے۔ میں تو اُس خلوص اور محبت کا شکر گزار ہوں جس کا اظہار امداد کی صورت میں کیا گیا۔ جلد اول کی سرپرستی کرنے والے بزرگوں کا شکریہ میں جلد اول کے دوسرے ایڈیشن کے عرضِ حال میں ادا کر چکا ہوں۔ آج میں دوسری جلد کی تکمیل میں حصہ لینے والوں میں سے

اعلیحضرت شہریار بہاولپور خلد اللہ ملکہٗ کے علاوہ

نواب صدر یار جنگ بہادر بالقابہ، نواب مسعود جنگ بہادر بالقابہ، خان بہادر میاں نصیر الدین احمد (کوئٹہ) دیوان سر عبدالحمید صاحب بالقابہ، خان بہادر ملک زمان مہدی صاحب آئی سی ایس، سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب اور مسلمانانِ کراچی، خان بہادر نواب احمد یار خاں دولتانہ، کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

کتاب کی معنوی امداد کے لیے جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری پروفیسر نذیر نیازی، پروفیسر تاثیر اور پنڈت ہری چند اختر کا سپاس گزار ہوں۔ خدا اِن سب کو جزائے خیر دے۔

حفیظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن ہائے گفتنی در پیرایۂ سرگزشتِ مصنف

مسجد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جنبشِ دامانِ مادر نے
کہ دل گرما دیا تھا نعرۂ اللہ اکبر نے
نہ اُلٹا تھا ابھی مضمونِ طفلی کا ورق میں نے
لیا تھا بائے بسم اللہ سے پہلا سبق میں نے
ابھی ملبوسِ گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا
کہ سیکھا تھا زباں نے قل ہو اللہ احد کہنا
وظیفہ تھا کلامِ پاک ہی میرے جدواَب کا
دیا مجھ کو زبانِ مادری نے درس مذہب کا
پدر جس دن ہوا تھا سوئے مسجد رہنما میرا
دہن حمدِ خدا سے ہو چکا تھا آشنا میرا
میں اب مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو
خدا اور مصطفیٰ کی راہ میں پروان چڑھنے کو
مرا اُستاد حق آگاہ تھا مردِ مسلماں تھا
پرستارِ خدائے پاک تھا پابندِ قرآں تھا
موحد تھا بہت ہی صاف و سادہ تھے اُصول اس کے
وہ کہتا تھا خدا اک ہے، محمدؐ ہیں رسول اُس کے
اُسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر
فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت پر
محبت نے سکھائی تھی تمیزِ خوب و زشت اس کو
نظر آتا تھا صحرائے عرب باغِ بہشت اس کو
وہ کہتا تھا محمدؐ کی محبت جانِ ایماں ہے
بنائے وحدتِ ملت ہے پشتیبانِ ایماں ہے
نظر ڈالی نہ تھی اُس نے کبھی اسبابِ زینت پر
خدا رحمت کرے اُس پاکباز و پاک طینت پر
عمل تھا تابع فرمانِ قرآنِ شریف اُس کا
رہا وقفِ ریاضت عمر بھر جسمِ نحیف اس کا

وہ قائل تھا فقط اسلام ہی کی بادشاہی کا
دیا کرتا تھا درسِ اطفال کو علمِ الٰہی کا
کیا تھا خدمتِ ملت کا رستہ اختیار اُس نے
اِسی دُھن میں بسایا گلشنِ گنجِ مزار اُس نے
میری حبِّ رسول اللہ کی بنیاد ہے مسجد
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد
تصور میں ہے اب تک صحنِ مسجد کا وہ نظارا
اُدھر اُستاد اِدھر میں درمیاں رحل اور سیپارا
شکستہ بوریے پر ہم سنوں کا بیٹھنا مل کر
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھل کھل کر
سبق سے پیشتر قرآں کو جھک کر چومتے جانا
وہ کیف انگیز قرأت کے اثر سے جھومتے جانا
وہ آوازِ اذاں پر دفعتاً خاموش ہو جانا
صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا
وہ ذوقِ نعت خوانی محفلِ میلاد کے نغمے
وہ معصومانہ طفلی، فطرتِ آزاد کے نغمے
مقدس تھے وہ شب چرچے مقدس تھیں وہ سب باتیں
وضو، وِرد و وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں

یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدا میری
اسی فردوس میں اے کاش ہوتی انتہا میری!

گھرانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی
کہ اس طفلی میں اک تہمت تھی مجھ پر ہوش مندی کی
مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
تنازع للبقا کی آہنیں زنجیر نے کھینچا
وہ مکتب آہ پہلا زینۂ تلقینِ بے دینی
دکھاتے ہیں جہاں آئینہ آئینِ خود بینی
جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا
جہاں بوتے ہیں تخمِ اوّلیں نسلی عداوت کا
جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے
جہاں مکر و ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے
جہاں جور و جفا کا سربلندی نام رکھا ہے

وہاں داخل ہوا میں ، آہ بختِ سوختہ میرا! سبق مسجد کے بھولے ، لٹ گیا اندوختہ میرا!
مقرر تھے یہاں اُستاد مجھ کو یہ سکھانے پر کہ اب اللہ نہیں ، اک اور حاکم ہے زمانے پر
وہ کہتے تھے تیرا اسلام ہے تلوار کا مذہب مسلمانوں سے نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب
کہیں نامِ جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنستے تھے پرانے غازیوں کو ”راہزن“ کہہ کہہ کے ہنستے تھے
مجھے اُن کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہدِ جہالت کا
لڑکپن کا زمانہ اور دِن تھے بے شعوری کے اسی میں ہوگئے طے مرحلے مذہب سے دُوری کے
یہ دنیا اور تھی ، اِس کے مقاصد اور تھے سارے یہاں تہذیبِ نو تھی ، طور ہی بے طور تھے سارے
یہاں قرآں نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی یہاں مذہب نہیں اک اور ہی مضمون تھا کوئی
یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں یا رُوحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

نہ اِس مکتب میں جاتا میں نہ یوں مسموم ہو جاتا!
جو اَب معلوم ہے کاش اُن دنوں معلوم ہو جاتا!

میری رُودادِ نادانی ہے افسانہ در افسانہ کہیں اُکتا نہ جائے دوستوں کی طبعِ فرزانہ
نہیں فرصت مجھے بھی قصۂ ذاتی سنانے کی مگر یہ داستاں ہے داستاں سارے زمانے کی
مثالِ عام ہے یہ اُن چمن زادانِ مکتب کی ہے جن کی روشنی طبع دشمن جانِ مذہب کی
کرو عبرت کی آنکھوں سے نئی دنیا کا نظارا نظر آتے ہیں کتنے خود غرض خود بین و خود آرا
یہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروا مسلماں ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروا
وہ کیا جادو ہے جس نے ان کی سیرت منقلب کر دی یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھر دی
کیا ہے خطا ان کی مگر کیا ہے قصور ان کا نئی تہذیب کی پستی سے اُبھرا ہے شعور ان کا

انہی کے حال پر صادق ہے قولِ حضرت اکبر
”ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نوردیں کھو کر
غضب یہ ہے کہ بجھ لیتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں“

چلو ہذیاں ہی سمجھو میری آشفتہ بیانی کو
اجازت دو کہ لاؤں اب نتیجے پر کہانی کو
ابھی عنوان ہی پیشِ نظر تھا نوجوانی کا
حوادث نے ورق الٹا کتابِ زندگانی کا
یہ وہ دن تھے کہ گل کھلنے لگے تھے باغِ ہستی میں
بہارِ رنگ و بو آوارہ تھی انساں کی بستی میں
جوانی آ گئی ، عشق آ گیا ، بیچارگی آئی
نئی وارفتگی آئی ، نئی آوارگی آئی
چمن زارِ سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں
رخِ مغرب سے الحادی ہوائیں تیز تیز آئیں
لباسِ حسن میں شیطان کی پرچھائیاں دوڑیں
مذاقِ عاشقی بن کر میری رسوائیاں دوڑیں
نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جس کی نگہ ہوتی
یہ مکتب تھا ، کوئی مسجد نہ تھی جو سدِّ رہ ہوتی
فقط ماں باپ نے حسرت سے دیکھا اِس تباہی کو
مگر وہ روک سکتے کس طرح قہرِ الٰہی کو
میرے مکتب کے اُستادوں نے اتنی مہربانی کی
کہ میرے پاسبانوں ہی سے میری پاسبانی کی
یہ کارندے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے
حوالے کر دیا مجھ کو بلائے ناگہانی کے

ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہونا ہے
نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہونا ہے

پری بن کر بلا آئی اُڑا کر لے چلی مجھ کو
سر بازارِ رُسوائی اٹھا کر لے چلی مجھ کو
پرانی وحشت اُچھلی تازہ مضموں ہو گیا پیدا
سوادِ نجد میں اک اور مجنوں ہو گیا پیدا
سرِ سودا زدہ سر پھوڑنے کی دُھن میں چل نکلا
نیا فرہاد پتھر توڑنے کی دُھن میں چل نکلا
نہ شیریں تھی ، نہ لیلیٰ تھی ، نہ محمل تھا ، نہ ایواں تھا
مگر دست و گریباں سے کوئی دست و گریباں تھا

کہیں بحرِ سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا
کہیں نغمے کے بازاروں میں کھو جانا پسند آیا

خیالِ خام بلبل کے خیالِ خام میں اُلجھا
رگِ گل میں پھنسا میں رنگ و بو کے دام میں اُلجھا

خیالی آبلوں کی دعوتیں دیں خارزاروں کو
زبانی ہی زبانی آگ دکھلا دی چناروں کو

کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا
کبھی پھوٹی ہوئی تقدیر تھی ٹوٹا ہوا دل تھا

اِدھر صحنِ حرم سے جانبِ بت خانہ جا نکلا
اُدھر واعظ کے در پر صورتِ رندانہ جا نکلا

نہ پاسِ حق نہ خوفِ سیلیِ استاد تھا مجھ کو
نہ مسجد یاد تھی مجھ کو نہ مکتب یاد تھا مجھ کو

یہ مشتِ خاک تھی گویا بگولا جوش و مستی کا
ہوس تھی اور میں تھا اور جھولا خود پرستی کا

کوئی سرسام تھا شاید کہ گرمایا ہوا تھا میں
کوئی آنکھیں تھی جس کی راہ میں آیا ہوا تھا میں

مگر یہ نشۂ بے کیف آخر بے وفا نکلا
مجھے مفلوج کر کے صورتِ موجِ صبا نکلا

غضب تھا قلزمِ اُمید کا چڑھ کر اُتر جانا
نہ جینا اب مجھے آساں نظر آیا نہ مر جانا

ہوس گم ہو گئی آخر، ہجومِ یاس و حرماں میں
یہ فتنہ سو گیا نیند آ گئی آغوشِ طوفاں میں

ہوئی رخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
بھری دنیا کے اندر میں تھا یا اب میری تنہائی

حباب آسا مٹے سب ولولے جوشِ جوانی کے
نتائج رہ گئے باقی خیالی لن ترانی کے

مار آلودہ و خمیازہ کش، درماندہ و خستہ
میری جرأت شکستہ تھی میری امید پابستہ

سیلابِ الحاد اور کشتیِ ملت

لیں آنکھیں تو اِک ہنگمۂ محشر نظر آیا
عجب سیلابِ عالمگیر کا منظر نظر آیا

ر دیکھا نظر آئیں سکوں نا آشنا موجیں
تلاطم خیز، شور انگیز، آتش زیرِ پا موجیں

بلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی روانی میں
رواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں
حوادث بھی نظر آتے تھے دریائی بلائیں بھی
فلک پر چھا رہی تھیں تند و طوفانی گھٹائیں بھی
تہِ آبِ معاصی تھیں نئی دنیا کی ایجادیں
دُہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں
جنہیں بحرِ گنہگاری میں ذوقِ تہ نشینی تھا
نظر آیا کہ اُن کا ڈوب جانا اب یقینی تھا
نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ
یہ کشتی ایک رحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا
ہزاراں در ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
تھپیڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں
یہ ہر سیلاب تیری تھی ہر طوفاں سے نکلی تھی
نئی جرأت، نئے ارماں، نئے ساماں سے نکلی تھی
اُٹھایا بار اِس نے ہر بلائے ناگہانی کا
دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانیؐ کا
حوادث کے مقابلے میں دکھایا تھا کمال اس نے
گزارے تھے ہزار و سہ صد و پنجاہ سال اُس نے
اخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
رواں تھی رحمۃ للعٰلمین کے نام پر اب بھی
مگر واحسرتا اس وقت غفلت تھی سوار اس پر
مسلط ہو گئے تھے خود غرض اربابِ کار اس پر
یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی
یہ اس کشتی میں روزن کر کے منواتے تھے چالاکی
دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد و آہن سے
یہ اکثر تاپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے
تکلف برطرف میں بھی انہی کے ساتھ شامل تھا
انہی لوگوں کا تابع تھا، اسی غفلت پہ عامل تھا
ہم اس کشتی میں تھے دریائے بے پایاں میں تھی کشتی
ہوائے تند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی
ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکر و بے غم تھے
بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے

بلائے جانِ ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
تعالیٰ اللہ یہ دہشت یہ منظر کی غضبناکی
''شب تاریک، بیمِ موج، گردابے چنیں حائل''
نہنگانِ اجل کی نیتیں بیداد پر مائل
غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا، موت کا ہنسنا
فقط اک ''سرپھرا'' ملاح، طوفانوں سے لڑتا تھا
ہوا کے' آب کے جنوں سے' شیطانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے
یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے
یہ سب تھے عقل و جرأت میں ارسطو اور اسکندر
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی
اُبھرتی، بیٹھتی، دبتی دباتی اور چکراتی
کبھی گرداب کے منہ میں، کبھی پر شور دھارے پر
کبھی اِس کے اشارے پر، کبھی اُس کے اشارے پر
ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اُٹھ اُٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں
فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے
اُڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے
تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی ''باکمالوں'' کو
نہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے
ہیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے
انہیں گر یاد تھے گرداب میں مشکل کشائی کے
طوفانوں پہ کر سکتے تھے لچھے دار تقریریں
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں

ہوا کا رخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے   تہِ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے
یہ سب، جو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پرانے ناخداؤں اور ملاحوں کے بیٹے تھے
مگر وہ "سر پھرا ملاح" تنہا تھا، اکیلا تھا   اِدھر موجوں کی شدت تھی، ادھر پانی کا ریلا تھا
وہ چلاتا تھا، اُٹھو بھائیو، آؤ، اِدھر آؤ   ذرا ہمت دکھاؤ، دست و بازو کام میں لاؤ
ہوا میں اُڑ چکی ہے دھجی دھجی بادبانوں کی   شکستہ ہو چکی ہے ناؤ، مانگو خیر جانوں کی
اُکھڑ جائیں گے تختے، آؤ اِن کو تھام لو آ کر   سلامت ہیں جو کچھ "اَوزار" اُن سے کام لو آ کر
اِدھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے   اِدھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے
نہیں ہنگام سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ   حوادث کے مقابل آہنیں دیوار بن جاؤ
مبادا ناؤ اب کے اور بھی کمزور ہو جائے
یہ گردابِ بلا شاید دہانِ گور ہو جائے
وہ چلایا، وہ چیخا، منتیں کیں، آہ و زاری کی   مگر بے سود تھا سب کچھ، کسی نے بھی نہ یاری کی
نہ آمادہ ہوا کوئی بھی جرأت آزمائی پر   سبھی ہنستے رہے ملاح کی "ہرزہ سرائی" پر
بلاتا تھا وہ نامِ غیرتِ اسلام لے لے کر   جھڑک دیتے تھے لیکن سب اُسے دشنام دے دے کر
مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا   وہ اپنے ساتھیوں کی آبرو کا پاس رکھتا تھا
اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند موجوں کے   اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے
وہ اپنی جان پر سہتا رہا، سہتا رہا تنہا   اُٹھو! ہمت کرو! کہتا رہا، کہتا رہا تنہا!
مگر ہنستے رہے، ہنستے رہے غفلت کے شیدائی   اسی کشتی کے ہمراہی، اسی ملاح کے بھائی

اُدھر بڑھتی رہی ، بڑھتی رہی دریا کی طغیانی
اِدھر گھٹتی رہی ، گھٹتی رہی توفیقِ انسانی
شکستہ ناؤ کا ملاح بے دم ہو گیا آخر
بڑھا کر حوصلہ تن میں لہو کم ہو گیا آخر
گرا دریا میں چپو ، ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی
شکستہ ہو گئے بازو ، مگر ہمت نہیں ٹوٹی
وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں
اُنہیں تاکید کرتا تھا ، اشاروں ہی اشاروں میں
مگر اس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہو تو اس طرف تکتا نہ تھا کوئی
تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ
لگا جھکنے وہ سرافراز سر آہستہ آہستہ
وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی میرو وزیر و شاہ کے آگے
وہ سر اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا
کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اُس مردِ مسلماں کا
شکستہ ناؤ میں ، طوفان کی اس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں
خدا کی راہ میں خلقِ خدا کا رہنما بن کر
خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر
تمسخر ساتھیوں کے اور غیروں کے ستم سہنا
مگر از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا
میری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا
اندھیری رات تھی ، اندھیر برپا تھا سفینے میں
مگر اک روشنی سی میں نے پائی اپنے سینے میں
شعاعِ نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
میرے دل میں اُسی ملاح کی صورت سے پیدا تھی
رکتب نے بے حس کردیئے تھے دست و پا میرے
تحفظ ، کشتی بشکستہ کا بس میں نہ تھا میرے

زباں قابو میں تھی اِک داستاں یاد آ گئی مجھ کو　　سنی تھی صحنِ مسجد میں یہاں یاد آ گئی مجھ کو
وہی تاریخ جس کو صدق کا آئینہ کہتے ہیں　　نئی تہذیب کے بندے جسے پارینہ کہتے ہیں
خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو　　ہوائیں لب کشا افسانۂ ماضی سنانے کو

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد دوم

باب اوّل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ط

معرکۂ بدر [1]

فضائے بدر کو اِک آپ بیتی یاد ہے اب تک — یہ وادی نعرۂ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرّے مسکراتے ہیں — زبانِ حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں
پلٹ کر اِس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک — فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمیں اب تک
یہاں ہر صبح روشن، پرتوِ خورشیدِ ایماں سے — یہاں ہر شام رنگیں، غازۂ خونِ شہیداں سے
دیکھا اس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا — حق و باطل کا پہلا معرکہ اس خاک نے دیکھا
رے پیشِ نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے — یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زرّیں حصہ ہے [2]

ینے سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ یہ مقام اس نقطے کے قریب ہے جہاں مکے سے شام اور مدینے جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر نکلتا ہے۔

آن پاک کی شہادت کا دوست دشمن کو اعتراف ہے۔ ہم مسلمان تو خیر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اغیار کے بیانات ملاحظہ ہوں۔ سر ولیم میور لکھتا ہے:۔ اسلام اور بانیٔ
ے متعلق تاریخی تحقیقات کرنے کے لیے قرآن ایک سنگ بنیادی ہے جس سے ہر واقعہ کی صحت جانچی جا سکتی ہے۔ (لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پھر لکھتا ہے
اللہ علیہ وسلم) کی سیرت معلوم کرنے کے لیے قرآن ایک سچا آئینہ ہے۔ پھر لکھتا ہے بانیٔ اسلام کے سوانح حیات کے لیے قرآن ایک یقینی کلید ہے۔ پروفیسر
ی تاریخ ادب میں لکھتا ہے اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کے لیے قرآن ایک بے نظیر اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا کتاب ہے۔

خدا کے بالمقابل جمع کر کے اک خدائی کو
اُٹھے تھے پہلوانانِ عرب زور آزمائی کو[1]
قریشی فوج کو لے کر چلا شیطان مکے سے[2]
مدینے کی تباہی کو اُٹھا طوفان مکے سے
یہ مشرک جا رہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ آندھی چل رہی تھی شمعِ ہستی کے بجھانے کو
یہ شمشیریں، یہ خنجر، یہ تبر، یہ تیر، یہ بھالے
یہ سب مردانِ جنگی اونچی اونچی کلغیوں والے
یہ آہن پوش اسوار اور زرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ ریشم کی کمندیں لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے
یہ اونٹوں کی قطاریں، یہ رسد، یہ خیمہ خرگاہیں
[3]ہزار انسان جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں
یہ مکے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
اُدھر نامِ خدا تھا، اس طرف ساری خدائی تھی

لشکرِ اسلام کا ورود

زمینِ بدر تک جب آ گیا سیلِ سیہ کاری
مدینے سے اُٹھا نورِ خدا بحرِ ضیا باری
مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضاں[4] کی
شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہلِ ایماں کی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک، پوشاکیں دریدہ، پاؤں میں چھالے
یہ اس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے
نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ اِن کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں
نہ غلہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
علم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افگن تھا
کہ یہ ایک ایک چہرہ نورِ عرفانی کا مخزن تھا

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد اول صفحہ ۲۶۳

[2] اِذۡ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ (سورۂ انفال رکوع ۶)

[3] ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر جن کی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے ابو جہل آگے بڑھا (رحمۃ للعالمین)

[4] ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپ تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے۔ رود، منصرف ذلت ابذال، معلاۃ، اثیل سے گزرتے ہوئے ۱۷ ماہِ رمضان کو بدر کے قریب پہنچے (سیرت النبی صفحہ ۲۹۴)

مئے وحدت سے قلبِ مطمئن، سرشار تھا اِن کا
کہ سردارِ دو عالم قافلہ سالار تھا اِن کا
اِنہی کا فرض تصویرِ وفا میں رنگ بھرنا تھا
رگِ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شمار اِن کا
سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

حدت کی شدت

یہ اس میدان کا خشک اور ریتیلا کنارا[1] تھا
نگاہِ ابرِ رحمت کا اسی جانب اِشارا تھا
قدم نکلنے نہ دیتی تھی زمیں پر دُھوپ کی گرمی
قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی
اُڑی جاتی تھی ریگِ دشت گرمی سے ہوا ہو کر
زمیں پر بچھ گئی تھی دُھوپ آتش زیرِ پا ہو کر
ہوا سیماب، مٹی ماہیٔ بے آب تھی گویا
فضا بارانِ رحمت کے لیے بے تاب تھی گویا

صحرا کی دُعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر
دُعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتشناک چہرا بخشنے والے
رخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھنتا رہا ہوں میں
صدائے رعد و باراں دُور سے سنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے
میرے سینے کے اُوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دُھوپ کی سختی
میری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا
لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیٔ کوثرؐ یہاں تشریف لائے گا

---

[1] قریش پہلے پہنچ گئے تھے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا۔ زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں س جاتے تھے (سیرت النبی ۲۹۵)

اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی
میرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی اِن مقدس مہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بجھا لیتا
میرے سر پر سے گزرا نوح کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اس وقت نادانی
اگر رکھتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی خبر داری
تو ہو جاتا میری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ[1] ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے
حضورِ ساقیٔ کوثر میری کچھ لاج رہ جاتی
میری عزت، میری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی
تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی، حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعلمیں سے شرم آئے گی!
جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
عطا بہرِ وضو، ان کے لیے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابرِ باراں بھیج دے یا رب
بہاراں بھیج دے یا ربّ بہاراں بھیج دے یا رب

بارش کا نزول [2]

دُعا صحرا نے مانگی دامنِ امید پھیلا کر
یکا یک ابرِ باراں آسماں پر چھا گیا آ کر
اِنہی کی منتظر تھی غالباً شانِ الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی، محمدؐ کے سپاہی بھی

---

[1] بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کے ساتھ بقول بعض ساٹھ اونٹ اور بقول بعض ستر اونٹ تھے اور صرف دو گھوڑے تھے۔

[2] وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ (انفال) اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے

کرم کی شان وابستہ اسی شانِ کرم سے تھی
یہ رحمت ، رحمۃ للعلمینؐ کے دم قدم سے تھی

مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی

یہ ریگستاں کہ اک اک بوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے' مینہ برستا تھا

برس کر کھل گیا بادل زمیں پر پھر گیا پانی
ہوئی اب چلنے، پھرنے، بیٹھنے اُٹھنے میں[1] آسانی

ہوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی
تو اُتری آ کے فرشِ ریگ پر فوجِ اہلِ ایماں کی

کھلے میدان میں سچے نبیؐ کا آستانہ تھا
کہ خاکی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

جستجوئے غنیم

[2]نزولِ آب سے تسکینِ راحت ہو گئی طاری
مٹی تشنہ لبی گردِ کدورت ڈھل گئی ساری

سپاس و شکر سے لبریز تھا دل اس جماعت کا
بنا کر حوض پانی بھر لیا بارانِ رحمت کا[3]

بنایا اک عریشہ[4] پھوس کا اربابِ ہمت نے
قیام اُس میں کیا بعدِ دعا فخرِ رسالتؐ نے

اسی کے گرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی
شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی

نبی نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں
کہاں اُتری ہوئی ہے فوجِ قرشی کی خبر لائیں

---

[1] تائید ایزدی اور حسن اتفاق سے مینہ برس گیا۔ جس سے گرد جم گئی (سیرت النبی)

[2] اس پوری آیت کا مفاد بیان کیا گیا ہے۔
اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝
(انفال) یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے
تمہارے دل مضبوط کرے اور ثابت قدم رکھے۔

[3] جابجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنالیے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ (سیرت النبی)

[4] سعد ابن معاذ نے رئیس اوس کی تجویز سے ایک چھپر بنایا جسے عرب کی اصطلاح میں عریشہ کہتے ہیں۔ آنحضرت اور صدیق اکبر نے اسی عریشہ کے نیچے رات بسر کی
(طبری و ابن ہشام)

[1] علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی　　　قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوجِ گراں [2] معلوم ہوتی ہے　　　زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے
مقامِ عدوۃ [3] القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر　　　ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اِک بڑا لشکر

ارشادِ ہادیؐ

ہوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہو جاؤ　　　وضو کر لو، نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ
تمہارے امتحانِ اوّلیں کا وقت آیا ہے　　　کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے
تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے　　　اُگل ڈالے ہیں مکّے نے یہاں اپنے جگر [4] پارے
خدائے پاک کا ارشاد تھا ارشادِ پیغمبر　　　صحابہ نے کمر کھولی تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ پر
لیا خورشید نے آرام گاہِ شام کا رستہ　　　وضو کر کے نمازی ہو گئے میداں میں صف بستہ

کفار کے جاسوسوں کا بیان

یہ نقشہ دیکھ کر کفار کے جاسوس بھی بھاگے　　　بیاں کر دی یہ صورت سر بسر بوجہل کے آگے
کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں　　　محمدؐ اِن مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں
جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں　　　مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں
ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر اِن شیر مردوں کی　　　کہ لشکر کیا ہے اک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی

---

[1] اس وقت خبر لانے والے حضرت علی کرم اللہ اور سعد وقاصؓ اور بقول بعض ان کے ساتھ زبیرؓ ابن عوام تھے۔ (ابن ہشام وطبری)

[2] جب بدر میں پہنچے تو دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ گنا اور سامان میں ہزار گنا زیادہ ہے اترا ہوا ہے۔ (رحمۃ للعلمین صفحہ ۱۰۴)

[3] دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۲۰۸

[4] آنحضرت نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذِہٖ مَکَّۃُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَیْکُمْ اَفْلَاذَ کَبِدِھَا (ترجمہ) مکے نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر ڈال دیئے ہیں۔ (ابن ہشام، طبری، زرقانی وغیرہ)

نہ جانے کون سے برتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو　　نہتے ہیں مگر آئے ہیں خنجر آزمائی کو
یہ جان و جسم کی خاطر سر و ساماں نہیں رکھتے　　سر و ساماں کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
ہمارے رحم پر موقوف ہے مرگ و حیات ان کی　　فقط دو تین سو افراد ہے کل کائنات اِن کی

ابو جہل کا ناز و غرور

بیاں جب کر چکے جاسوس اہل اللہ کی حالت　　خوشی سے کھلکھلا کر ہنس پڑا بوجہل بدقسمت
کہا خود صید چل کر آ گیا صیاد کے آگے　　چلی آئی ہیں کھنچ کر گردنیں جلاد کے آگے
بڑے بت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے　　محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے
یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغامِ تیاری　　کہ پورا ہو چلا، اے بھیڑیو! ارمانِ خونخواری!
سنانوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو　　نگاہوں کی طرح تیروں کو زہر آمیز کر رکھو
خوشی کی رات کاٹو آج اپنے اپنے ڈیرے میں　　کریں گے حملہ اُٹھ کر صبحِ کاذب کے اندھیرے میں

رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا　　بساطِ ارض پر قائم ہوا پہرا اندھیرے کا
سکوتِ مرگ نے شب خون مارا فوجِ ہستی پر　　سپاہِ خواب قابض ہو گئی آنکھوں کی بستی پر
فضا ہنگامہ و شور و فغاں سے ہو گئی خالی　　فلک پر لشکرِ سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی
اُفق سے چاند مشعل لے کے نکلا دیدبانی کو　　اُڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو
ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر　　اُدھر شیطان کا لشکر، اِدھر رحمٰن کا لشکر

تصویر کے دو رُخ

وہاں عیش و طرب نے کر دیئے افلاک پر بستر — یہاں اِن خاکساروں نے جمائے خاک پر بستر
وہاں لَحمِ شتر بھی، کشتیِ مے کی روانی بھی — برائے ساقیِ کوثر یہاں کمیاب پانی بھی
وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں — نہتوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں
وہاں چنگ و دف و رقص اور نغمے کی طرب کوشی — یہاں ذکرِ خدا دل میں، لبوں پر مہرِ خاموشی
وہاں بھوکی نگاہیں باوجودِ فارغ البالی — یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیبِ شکم خالی
وہاں بوجہل، محوِ استراحت خوابِ غفلت میں — یہاں اللہ کا محبوبؐ محرابِ عبادت میں

رسول اللہ کی شب بیداری

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی — نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اسلام کا ہادی [1]
یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہِ باری میں — یہی روشن جبیں مصروف تھی طاعت گزاری میں
یہ پر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں — خدا کے سامنے خلقِ خدا کے غم میں روتی تھیں
اسی پر منحصر تھی گلشنِ ہستی کی شادابی — یہ قلبِ مطمئن تھا اور دنیا بھر کی بیتابی
پڑے تھے اک طرف افرادِ اُمت خوابِ راحت میں — محمدؐ کی زباں وقفِ دُعا تھی فکرِ اُمت میں

صبحِ کاذب اور لشکرِ کفار

ابھی روئے زمیں پر صبحِ کاذب کا دُھندلکا تھا — اندھیرا گہرا گہرا تھا اُجالا ہلکا ہلکا تھا

---

[1] یہ رات کا وقت تھا۔ تمام صحابہ نے کمر کھول کر رات بھر آرام کیا لیکن صرف ایک ذاتِ نبوی تھی جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دعا رہی۔ سیرت النبی، کنز العمال، غزوہ بد
بروایت مسند ابن حنبل و ابن ابی شیبہ

نہ کی تھی شاہِ خاور نے ابھی اٹھنے کی تیاری ابھی تھا آسماں پر ماہ و انجم کا سفر جاری
ابھی ذرّوں نے سطحِ ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں ابھی بلبل نہ چہکی تھی ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں
یکایک سینۂ شیطاں میں اُبھرے ولولے دل کے اٹھے تصویر کے تاریک رخ پر نقش باطل کے
اُٹھا اب صورتِ بوجہل خونیں رنگ کا فتنہ اسی کے بختِ خفتہ نے جگایا جنگ کا فتنہ
اُٹھے گمراہ بندے بہرِ تدبیرِ خداوندی لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمر بندی

ضمیر کی آواز اور صلح کی ایک کوشش

جنگ کا فتنہ

[1]ابوسفیان بھی اب آ چکا تھا، ساتھ شامل تھا مگر بوجہل ہی اس قوم میں فرعونِ کامل تھا
بزرگی کے سبب سب کا سپہ سالار تھا[2] عتبہ کہ غیرت دار تھا، زردار تھا، سردار تھا عتبہ
اگرچہ روکتا تھا اس لڑائی سے ضمیر اُس کو مگر ہٹنے نہ دیتا تھا ابوجہلِ شریر اُس کو
حکیم[3] ابن حزام اس فوج میں اک مردِ دانا تھا کہ اُس کی دُور اندیشی کا قائل اِک زمانہ تھا
سراسر ظلم و خونریزی سے اُس کو کچھ ہراس آیا اندھیرے منہ اُٹھا یہ نیک دل عتبہ کے پاس آیا
کہا اے عتبہ، اے سردارِ قوم اے فوج کے افسر قریشی خانوادے میں نہیں تجھ سے کوئی برتر!

---

[1] ابوسفیان نے جس طرح اس جنگ کی آگ بھڑکائی اس کا تذکرہ جلد اول میں دیکھئے۔ پھر جب اس کا تجارتی قافلہ خطرے سے نکل گیا تو اس نے ابوجہل وغیرہ کو کہلا بھیجا کہ اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سلامت نکل آئے ہیں۔ مگر ابوجہل نے نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ ہم بدر تک ضرور پہنچیں گے۔ وہاں تین دن رہ کر تمام عرب پر رعب ڈالنے کے لیے شوکت کا اظہار کیے بغیر واپس نہ ہوں گے۔ ابوسفیان کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے کہا یہ شخص ضرور اپنی قوم کو ہلاک کرے گا۔ چنانچہ مال تجارت اور قافلے کو امن کی پہنچا کر ابوسفیان بھی چند آدمیوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا۔

[2] عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا (سیرت النبی)

[3] حکیم ابن حزام حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اس وقت تک کافر تھے۔ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ برس بڑے تھے اور گو زمانہ میں آنحضرت سے نہایت محبت رکھتے تھے اور نبوت کے بعد بھی یہ محبت قائم رہی تاہم فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے۔ وہ رؤسائے قریش میں سے تھے۔ (سیرت النبی)

اگر چاہے[1] تو اعزازِ دوامی تجھ کو مل جائے
ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے
محمدؐ کو اوائل عمر ہی سے جانتے ہیں ہم
وہ سچا ہے، دیانتدار ہے، یہ مانتے ہیں ہم
ہمارے دین ومذہب سے ہے بیشک اختلاف اُس کو
تو کیا اتنی خطا ہم کر نہیں سکتے معاف اُس کو
محمدؐ میں بھی عبدالمطلب کا خون ہے آخر
قریش اور آلِ ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر
علیؓ، حمزہؓ، عمرؓ، بوبکرؓ یہ اپنے ہی بھائی ہیں
انہی سے جنگ ہے، یہ سب محمدؐ کے فدائی ہیں
ذرا سوچو، جو اِن کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
کوئی عمو، کوئی بھائی، کوئی بیٹا بھتیجا ہے
وہ خود اپنے وطن سے دُور ہیں اِتنا ہی کافی ہے
غریب ومفلس ومجبور ہیں، اِتنا ہی کافی ہے
یہ خونریزی مجھے بے حد بری معلوم ہوتی ہے
عزیزوں ہی کی گردن پر چھری معلوم ہوتی ہے
اگر میرا کہا مانو تو خونریزی سے باز آؤ
تحمل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ
اُٹھو تیار ہو، چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
سپہ سالار ہو بڑھتی ہوئی اس فوج کو روکو
تمہارے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہو جائے
تو گویا رہتی دنیا تک تمہارا نام ہو جائے

عتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مردِ دانا سچ کہا تو نے
بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تو نے
مگر بے قتل وغارت فوج والے اب نہ مانیں گے
یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
اگر یہ مان بھی لیں، صلح پر تیار ہو جائیں
یہ زور آور یکایک صاحبِ ایثار ہو جائیں
تو پھر بھی صلح اے مردِ معمر غیر ممکن ہے
کسی صورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
ہمارے دوست کی فطرت سے تو اے دوست واقف ہے
[2] ابوجہل اِس طریق کار کا قطعاً مخالف ہے

---

[1] دیکھو سیرت النبی علامہ شبلی (صفحہ ۲۹۵)
[2] ابوجہل کو مکے والے ابوالحکم بھی کہتے تھے اصل میں اُس کا نام عمرو بن ہشام تھا

میں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں وہ ہرگز نہ مانے گا
ہمیں نادان سمجھے گا ہمیں نامرد جانے گا
اگر تم چاہتے ہو صلح ' اُس کو راہ پر لاؤ
میری جانب سے دو پیغام خود بھی جا کے سمجھاؤ

حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا

حکیم اُٹھ کر یہاں سے خیمہٗ بوجہل پر آیا
تو بہر جنگ اس کو تیر پھیلاتے ہوئے پایا
بجھا کر اُونچ نیچ اُس کو لیا پھر نام عتبہ کا
بڑے لطف اور نرمی سے دیا پیغام عتبہ کا
کہا اس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجہ ہے
کہ عبداللہ کا بیٹا ہے، تمہارا بھی بھتیجا ہے
لڑائی میں ہماری فتح ہو گی، پھر بھی کیا ہو گا
کہ دامن سر بسر خونِ عزیزاں سے بھرا ہو گا

ابوجہل کی ضد اور فتنہ انگیزی

ابوجہل اور راہِ راست پر آ جائے کیا ممکن!
جہنم سے قدم کافر کا ہٹنے پائے ناممکن!
یہ باتیں سنتے ہی ظالم کے نتھنوں سے دھواں نکلا
یکا یک فتنہ بن کر نارئ آتش زباں نکلا
پکارا اے قریش، اے لات و عزیٰ کے پرستارو
سپہ سالار عتبہ ہو گیا نامرد اے یارو!
یہاں تک آ کے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے
محمدؐ کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے
سمجھ جاؤ کہ بے معنی نہیں خوف و خطر اس کا
مسلمانوں میں شامل بوحذیفہؓ ہے پسر اس کا[1]
دلِ عتبہ میں اُس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے
کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے
رخِ عتبہ کو دیکھو چھا گئی ہے کس قدر زردی
اسے کہتے ہیں نامردی، اسے کہتے ہیں نامردی!
اگر عتبہ نے ہمت ہار دی ہے، ہار دینے دو
اگر دیتا ہے دم تم کو سپہ سالار دینے دو

---

[1] ے فرزند ابوحذیفہ اسلام لا چکے تھے اور اس معرکہ میں آنحضرت کے ساتھ آئے تھے اس بناء پر ابوجہل نے یہ طعنہ دیا کہ عتبہ اس لیے لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے نہ آئے۔

اُسے کہہ دو، پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے
مگر مردوں کو اپنے عزم کا مختار رہنے دے

ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر
یہ سارا لاؤ لشکر اس جگہ پہنچا ہے جل جل کر

یہ دن ہم نے کفِ افسوس ملنے کو نہیں کاٹے
یہ کالے کوس واپس لوٹ چلنے کو نہیں کاٹے

بڑی مشکل سے ہم نے منزلِ مقصود پائی ہے
ہماری منزلِ مقصود خنجر آزمائی ہے

نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے
یہ بندے اک خدا کے ہیں مخالف سب خداؤں کے

تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو
اٹھو، تیار ہو جاؤ، بڑھو، حملہ کرو، مارو!

شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیادو
پچھاڑو، ذبح کر دو، باڑھ تلواروں کی دکھلاؤ

بجھا دو پیاس اِس تشنہ زمیں کی آبِ خنجر سے
گھٹا تیغوں کی اُٹھے، بجلیاں چمکیں، لہو برسے

یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار، توڑ دو بند بند اِن کا
معزز ہیں کرو نیزوں پہ رکھ کر سر بلند اِن کا

لشکرِ کفار کی آمادگیٔ جنگ

یہ سن کر ایک طوفاں آ گیا دریائے لشکر میں
نکل آئے سپاہی لیس ہو ہو کر گھڑی بھر میں

سنا بوجہل کا عتبہ نے طعنہ جوش میں آیا
کمالِ برہمی سے دامنِ حق پوش میں آیا

اُٹھا شعلہ تکبر کا، تدبر رہ گیا جل کر
کہا، ”اچھا نظر آ جائے گا میدان میں چل کر“

وہ بزدل کون ہے جو داغ نامردی اُٹھاتا ہے
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا[۱] ہے

یہ کہہ کر ہو گیا تیار عتبہ لڑنے مرنے کو
غریبوں بے گناہوں کے لہو میں ہاتھ بھرنے کو

سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر جھلم ڈالے

اُٹھا بانگِ دُہل کے شور سے کفار کا لشکر
سجا کر جسم پر شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر

---

[۱] عتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا اور کہا کہ میدانِ جنگ بتا دے گا کہ نامردی کا داغ کون اُٹھاتا ہے۔ (سیرت النبی)

انانیت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقارے
صدائے طبل سے تھرا اُٹھے دشت وجبل سارے
درندے خوف کھا کر جا چھپے تاریک غاروں میں
ہوا اک حشر برپا جاگ اُٹھے مردے مزاروں میں
چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہو کر
ستارے ڈر کے مارے سو گئے بیدار ہو ہو کر
یہ منظر دیکھ کر چہرہ قمر کا پڑ گیا پیلا
کہ اُبھرا داغ بن کر عدوۃ القصویٰ کا یہ ٹیلا
فلک نے اِک غبارِ نور ہر جانب بکھیرا تھا
مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
اُفق کے رُخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھٹاؤں کا
ہوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

صبحِ صادق

مجاہدینِ اسلام

فرشتوں کو نئے احکام بخشے ربِ عزت نے
کمر کس کس کے باندھی کارپردازانِ قدرت نے
لک پر سے اُڑا رنگِ قمر آہستہ آہستہ
ہویدا ہو چلا نورِ سحر آہستہ آہستہ
بینِ پاک اُٹھی سجدے سے، چمکی برقِ طور آخر
ہوا روئے زمیں پر صبحِ صادق کا ظہور آخر
صلے سے اُٹھا ہادی جگایا[۱] جاں نثاروں کو
خدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گزاروں کو
دائے نغمۂ توحید گونج اٹھی فضاؤں میں
وہی رفتہ روانی آ گئی ساکن ہواؤں میں
کر لی نماز صبح اسلامی جماعت نے
تو رُخ میدان کی جانب کیا فخرِ رسالت نے

نتیجۂ جنگ کے متعلق پیمبرؐ کی پیشگوئی

جز نمانے فتح و نصرت کی بشارت دی
شہادت کے طلب گاروں کو جنت کی بشارت دی

---

[۱] ضرت نے صحابہ کو نماز کے لیے آواز دی اور بعد نماز جہاد پر وعظ فرمایا۔ (سیرت النبی)

بتایا دشمنانِ دینِ حق کا نام[1] لے لے کر — کہ مٹ جائیں گے سب تیغِ فنا کا جام لے لے کر
یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے — امیہ کا یہ مدفن اور یہ عتبہ کا مقتل ہے
یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر — ابوجہل اس جگہ لوٹے گا خون و خاک کے اندر
جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے — اُسے معلوم ہو جائے گا حق باطل پہ غالب ہے
بجز حسرت یہ ظالم حملہ آور کچھ نہ پائیں گے — جہاں سے آج داغِ رُوسیاہی لے کے جائیں گے
نہ دولت کام آئے گی نہ شوکت کام آئے گی — فقط ایمان کام آئے گا، وحدت کام[2] آئے گی
یہ باتیں کہہ کے ہادیؐ نے دعائے خیر فرمائی — صحابہ کی جماعت کو دیا اِذنِ صف آرائی

مجاہدینِ اسلام کی صف بندی

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر — مثالِ کوہِ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر
سرِ راہِ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں — خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجد، یہ اک مطلوب کے طالب — یہ اک معبود کے عابد، یہ اک محبوب کے طالب
نہ ملک و مال کی دُھن میں نہ عز و جاہ کی خاطر — فقط اللہ کی خاطر' فقط اللہ کی خاطر
خیالِ مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز ملول اِن کو — کہ بہرِ جنگ لایا تھا صداقت کا اُصول اِن کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں — صفائے قلب تھی مانند آئینہ جبینوں میں
نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی — نہ فکر کامیابی تھی نہ ذکرِ خوفِ ناکامی

---

[1] جنگ سے پہلے آپ نے میدانِ جنگ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ انشاء اللہ فلاں فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں اس اس جگہ قتل ہو جائیں گے۔ (رحمۃ للعلمین صفحہ ۱۰۴)

[2] وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انفال) اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کچھ مفید نہیں گو وہ کتنی ہی کثیر ہو اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔

نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلّت کا غم ان کو
نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم اِن کو

نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں ، ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ چند افراد جو دیندار تھے، عابد تھے، زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے

مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی تفسیریں

چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں[1] کے سائے میں

* * *

---

[1] الجنۃ تحت ظلال السیوف جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

معرکۂ نور و ظلمت

استعارہ از طلوعِ آفتاب

سحر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی — سمٹ کر ایک بادل بن گئی اور شرق پر چھائی
نظر آئی اسی میں رات کو اپنی ظفرمندی — کہ ہو جائے کسی صورت سحر کے گھر کی دربندی
دھواں اُٹھا، کہ روکے شعلہ ہائے نور کا رستہ — دُودِ خاور پہ بیٹھا لے کے زنگی فوج کا دستہ
مکدر ہو کے ظلمت نے ضیا کو روکنا چاہا — غبارِ دُور نے موجِ صبا کو روکنا چاہا
مرض نے تند خو ہو کر دوا کو روکنا چاہا — شفا کے روبرو ہو کر شفا کو روکنا چاہا
خس و خاشاک نے سیلِ فنا کو روکنا چاہا — دلِ ناپاک نے نورِ خدا کو روکنا چاہا
اندھیرے نے کوئی صورت نہ دیکھی سر چھپانے کی — تو کی اک آخری کوشش اُجالے کو دبانے کی
افق پر گھر گئے بادل حصارِ آہنیں بن کر — کہ سورج کیا، نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر
ہوا تھرا گئی ظلمات کے اِن خانہ زادوں سے — کہ جز پرخاش کچھ ظاہر نہ تھا اِن کے ارادوں سے
ازل سے کر رہا ہے زورِ باطل اپنی تدبیریں — مگر روکے سے رُکتی ہیں کہیں قدرت کی تقدیریں
اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کرتی ہے — ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
اُفق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پرکالے — بزعمِ خود سیہ کاری کا پردہ ڈھانکنے والے
مگر ہر صبح اِن کو ظلم کی پاداش ملتی ہے — اندھیرے کو اُجالے سے شکستِ فاش ملتی ہے

ہوئی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پر آمادہ لپیٹا عابدِ مشرق نے اُٹھ کر اپنا سجادہ
دریچہ کھول کر خورشیدِ عالمتاب نے جھانکا کنکھیوں سے لیا کچھ جائزہ ظلمت کے ساماں کا
سیہ بادل کی جرأت دیکھ کر تیور پہ بل آیا اٹھایا تازیانہ برق کا باہر نکل آیا
عزیمت کے لیے کیا مال ہیں پتھر حصاروں کے غبارِ رہ سے کب رُکتے ہیں رشتے شہسواروں کے
اُٹھا خورشید جب آمادۂ جنگ و جدل ہو کر گری ظلمت پہ برقِ نور پیغامِ اجل ہو کر
پرے کرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے یہ برچھے ابر کی ڈھالوں کے سینے توڑ کر نکلے
جلا ڈالا کہیں تابش سے ان کالی بلاؤں کو کہیں کلے پکڑ کر چیر ڈالا اژدہاؤں کو
بہت پر ہول تھا یہ آخری منبع فسادوں کا کہ جمگھٹ تھا طلسماتی سواروں کا' پیادوں کا
جہاں بادل سحر پر جال پھیلانے کو آئے تھے جہاں عفریت سورج کے نگل جانے کو آئے تھے
نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں چھری سے کاٹ دی ہوں جس طرح تربوز کی قاشیں
ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحرِ نامرادی میں لہو کی ندیاں سی بہ گئیں مشرق کی وادی میں

نمازِ عید کی خاطر نہا کر باوضو ہو کر
سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

میدانِ بدر میں، صفِ مجاہدین کا منظر

ادھر روشن ہوئی روئے نبی سے بدر کی وادی اُدھر پائی شہِ خاور نے دامِ شب سے آزادی
یاباں کے عظیم الشان منظر سے اُٹھے پردے کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے
ئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا

کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑے ہوئے دیندار بندوں کی

نہتے بے سروسامان ، بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے

کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لیے آئے تھے میدانِ شہادت میں

پتہ دیتی تھی ان کی خاکساری سر بلندی کا
نگاہوں میں مرقع تھا دلوں کی دردمندی کا

یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

لشکرِ مشرکین کی دُھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبطِ کامل سے
یکا یک اک سیہ آندھی اُٹھی مدِمقابل سے

اُڑتی ، دوڑتی ، اُٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی ، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

ہوا پر اُڑ کے جانا چاہتی تھی پُر غضب مٹی
فلک کا منہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب مٹی

غضب میں برقہائے تیغ چمکاتا ہوا بادل
بجائے آبِ رحمت ، خاک برساتا ہوا بادل

نہاں اس ابر میں ڈھولوں کی ڈھم ڈھم دف کی دف دف تھی
مغلظ گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی

انانیت کے نعرے ، اشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی

سماعت پاش شیہے[1] فتنہ زا رفتار گھوڑوں کی
مسلح شہسواروں کی ڈپٹ ، پھنکار کوڑوں کی

---

[1] جنگی گھوڑوں کی جوشیلی ہنہناہٹ

زمیں سے آسماں تک گونج اُٹھیں ناپاک آوازیں
ڈرانی، خوف زا، پرہول، ہیبت ناک آوازیں

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مقراضِ ہوا نے گرد کا پردہ
اُٹھا اللہ کے ہر دشمنِ نامرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں میں وہ غولانِ بیابانی
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوسِ[1] انسانی
وہ سر جو ایک اللہ کے مقابل سرکشیدہ تھے
مگر سنگیں بتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے
وہی سر جو سراسر نازونخوت کے تھے گہوارے
ہلا سکتے نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے
جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے
نجس چہرے، غضب آلود چہرے، خشمگیں چہرے
وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں
وہ تیروں سے زیادہ تند پوری دو ہزار آنکھیں[2]
وہی گندے دہن، بدگوئیِ اسلام کے عادی
دروغ و طعن و دل آزاری و دشنام کے عادی
قسم کھا کھا کے جھوٹے عہدو پیماں باندھنے والے
خدا پر، مصطفیٰ پر لاکھ بہتاں باندھنے والے
وہ دستِ چیرہ دست آلودہ خونِ زیردستاں میں
نہ کرتے تھے جو اصلاً امتیاز انسان و حیواں میں
یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے
سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے
وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں، اکڑے ہوئے سینے
زِرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے
وہ سینے جن کے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی
پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کا بو پسینے کی
وہ سینے جن کے اندر دل تھے لیکن سخت پتھر دل
بہت بے درد ظالم دل، بہت بے رحم کافر دل
گھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے
کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے

---

[1] ہُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ   یہ لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں

[2] ایک ہزار حملہ آور مشرکین کی تعداد مراد ہے۔

وہی کج رو قدم جو رہزنوں کی چال چلتے تھے
بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے
وہ جن کی زندگی گزری تھی انسانی لہو پیتے
لباسِ آدمی میں سانپ ، بچھو ، بھیڑیے چیتے
وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھے اعزازِ رئیسانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
تعدی کے جگر گوشے ، بدی کی آنکھ کے تارے
وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے
غرور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے
اکڑتے بنتے تنتے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے
سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے
پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے
زمیں کا سینہ ان کی چال سے شق ہوتا جاتا تھا
فلک کا رنگ اس بھونچال سے فق ہوتا جاتا تھا
یہ قوت کی نمائش تھی ، یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا
یہ لشکر گرز اُٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
علم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا
اٹے تھے سر بسر چار آئینے گردِ کدورت میں
چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابرِ ظلمت میں
یہ ظلمت عدوۃ القصویٰ کے ٹیلے سے نکل آئی
گھٹا شب رنگ ڈھالوں کی زمینِ بدر پر چھائی
نہ تھی لیکن خبر اِن بد سرشتوں بد نہادوں کی
کہ اُن دیکھا خدا بھی دیکھتا ہے اِن اِرادوں کو

صف اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے ، محمدؐ والے بھی ، قرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی ، نہ طرہ تھا ، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (انفال) اُن لوگوں (قریش) کی رح نہ بنو جو اپنے گھروں سے غرور اور نمائش اور دکھاوے کے ساتھ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے خدا اُن کے تمام کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

اگرچہ عرش پیما ہمت مردانہ تھی اِن کی
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی اِن کی
نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
تھے اِن کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں[1]
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دُنیا بھر کی تقدیریں
نہ تیغ و تیر پر تکیہ، نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اِک سادی سی کالی کملے والےؐ پر

تلقینِ ہادیؐ

قریشی فوج کا طوفان جب بڑھتا نظر آیا
تو اطمینان سے اس کملیؐ والے نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موج باطل کی
تمہیں سر دے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آدابِ ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے
تمہیں لازم ہے خوفِ ماسوا دل سے اٹھا دینا
خدا کے حکم، تلقینِ نبی پر سر جھکا دینا
خبردار آ نہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی کوشش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے
نہیں واجب مسلمانوں کو فکرِ بیش و کم رکھنا
میانِ جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا!!
نشاں صبر اور استقلال ہے اقبال والوں کا
کہ ساتھی ہے خدا صبر اور استقلال والوں کا[2]

---

[1] ش صرف چھ سات تھے (خاتم المرسلین) صرف دو گھوڑے تھے (رحمۃ للعلمین) صرف آٹھ تلواریں تھیں (زرقانی)

[2] وا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ   استقلال رکھو اللہ استقلال والوں کا ساتھی ہے۔

رسول اللہ کی دعا بہرِ مجاہدینِ [۲]بدر

یہ فرما کر اُٹھائے ہاتھ ہادی نے دعا مانگی — صحابہ کے لیے اس طرح تائید خدا مانگی
دعا مانگی الٰہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں — بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں
وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے — جفا و ظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے
یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر — تیرے پیغام کی خاطر، تیرے اسلام کی خاطر
بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں اِن کو زیادہ کر — دلوں کو استقامت دے قوی اِن کا ارادہ کر
یہ چند افراد ہیں، تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں — نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں
الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وافر دے — نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے
لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس اِن کو — الٰہی اور دے دے مہلتِ شکر و سپاس ان کو
پیادہ ہیں سواری کے لیے رہوار دے اِن کو — دفاعِ دشمناں کے واسطے ہتھیار دے اِن کو
ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا اِن کو قوی کر دے — الٰہی اِن پہ آساں دینِ حق کی پیروی کر دے
الٰہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے — سر و ساماں نہیں ہے، تو سر و ساماں عطا کر دے

وہ سب کچھ دے اِنہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

لبِ صادق سے جب تقدیر بول اٹھی دعا ہو کر — فلک نے بھی کہی آمیں زمیں سے ہمنوا ہو کر
ہوئی مضبوط مردانِ مجاہد کی صف آرائی — قلوبِ مطمئن نے اور بھی پائی توانائی

---

[۲] اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ وَعُرَاۃٌ فَاَلْبِسْھُمْ وَجِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ وَعَالَۃٌ فَاَغْنِھِمْ مِنْ فَضْلِکَ
اے میرے پروردگار یہ لوگ پاپیادہ ہیں۔ ان کو سوار کر دے یہ لوگ برہنہ ہیں ان کو لباس پہنا۔ یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر، یہ نادار ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دے۔

غلاموں کے دلوں کو حبِّ آزادی سے گرما کر
صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر

صحابہ کو بروئے فوجِ دشمن کر کے استادہ
عریشے میں ہوا محوِ دعا اللہ کا دلدادہ

دشمنوں کی آہنیں صفیں

قریشی فوج بھی تعداد اور سامان دکھلا کر
صف آرا ہو گئی آخر کھلے میدان میں آ کر

قدم کو گاڑ کر، کولے ملا کر' جوڑ کر کاندھے
منظّم قاتلوں نے آج مقتل میں پرے باندھے

ہزار افراد تھے اِس لشکرِ اسلام دشمن میں
مسلح، تندخو، ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں[1]

جھلم آہن کے، خود آہن کے، چار آئینے آہن کے
سر آہن کے، دل آہن کے، مکدر سینے آہن کے

منڈھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے
چڑھے تھے کہنیوں تک سربسر آہن کے دستانے

تبرہائے سیہ رو، گرز ہائے گاؤ سر آہن
نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن

یہ ڈھالیں اور زرہیں اور خنجر اور تلواریں
کھڑی کر دی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں

تعالیٰ اللہ یہ نرغہ تھا اک جانِ محمدؐ پر
نہ تھی ان کی نگہ شاید نگہبانِ محمدؐ پر

محمدؐ جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی
تھی جس کی ذاتِ پاک ایجادِ کن کی علت غائی

محمدؐ، ہاں جسے دنیا و دیں کا پیشوا کہیے
خدا کی کشتیٔ ارض و سما کا ناخدا کہیے

جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا
جو گمراہوں کو درسِ رہنمائی دینے آیا تھا

مقدر تھی نجاتِ دوجہاں جس کے وسیلے سے
اُسے ہونا پڑا دوچار اپنے ہی قبیلے سے

یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالمؐ سے
یہ نقشہ دیکھ کر پیرِ فلک خم ہو گیا غم سے

یہ ڈر تھا ربع مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے
کہیں جوشِ الم سے سینۂ گیتی نہ پھٹ جائے

کا ہر سپاہی لوہے میں غرق تھا (سیرت النبی)

نور و ظلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے روبرو اب صف بصف حق صف بصف باطل	اِدھر حق سربکف موجود اُدھر خنجر بکف باطل
اِدھر وہ جن کے دم سے ہو گیا اسلام پائندہ	اُدھر کفار کی دنیا کا ہر کافر نمائندہ
عیاں تھا ایک جانب نور، ظلمت دوسری جانب	صفائے قلب اک جانب، کدورت دوسری جانب
صداقت ایک جانب اور طاقت دوسری جانب	تحمل اک طرف جوشِ حماقت دوسری جانب
اِدھر[1] اعلائے ایماں کو، اُدھر تکذیب کرنے کو	اِدھر تعمیر کرنے کو، اُدھر تخریب کرنے کو
اِدھر مسلم، اُدھر مشرک، اِدھر مومن، اُدھر کافر	پدر مسلم، پسر مشرک، پسر مومن، پدر کافر[2]
اِدھر تقدیر پر شاکر، اُدھر تدبیر پر تکیہ	اِدھر فضلِ خدا پر ناز، اُدھر شمشیر پر تکیہ
نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارا	اِدھر ایمان صف آرا، اُدھر شیطان صف آرا

تصادم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں
ہوائیں رُک گئیں جس طرح دم رک جائے سینے میں

رحمتہ للعالمین کا تاثر اور نصرتِ حق کی طلب

نظر آتے تھے مردانِ خدا کل تین سو تیرا	جنہیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آ گھیرا
نہتے تین سو تیرہ مگر پتلے تھے غیرت کے	علم بردار تھے یہ ایک غیرت مند اُمت کے
کھڑے تھے اِس طرح اُس لشکرِ کذاب کے آگے	چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سیلاب کے آگے

---

[1] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ (آل عمران)
جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا خدا کے خلاف۔

[2] ہر شخص اپنے مقابل اپنے بھائی بندوں اور عزیزوں کو پاتا تھا۔ (خاتم المرسلین)

صحابہ کو جو دیکھا محو، ذوقِ جاں سپاری میں　　سرِ سردارِ عالم جھک گیا درگاہِ باری میں
طبیعت پر وہی کیفیتِ رقت ہوئی طاری　　کہ جس سے جز پیمبرؐ ہر بشر کا قلب ہے[1] عاری
وہؐ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے　　وہی اس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے
بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و ناز کی گھڑیاں　　لیے تھے دو صدف دُردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
قریب سجدہ کہ صدیقؓ محوِ اشکباری تھے　　لبِ محبوبؐ پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے
الٰہی یہ تیرے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر　　ہوئے ہیں سربکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر
تیرے پیغام کی آیات ہیں جن کی زبانوں پر　　مدارِ قسمتِ توحید ہے، ان چند جانوں پر
اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا!　　قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا!
الٰہی۔ اب وہ عہدِ لیلۃ المعراج پورا کر　　محمدؐ سے جو وعدہ ہو چکا ہے آج پورا کر[2]

فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ

اِدھر محوِ دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادیؐ　　اُدھر نقارۂ جنگی سے گونجی بدر کی وادی
علمدارانِ فوجِ کفر نے کھولا نشانوں کو　　یہ اذنِ جنگ تھا جنگ آزمودہ پہلوانوں کو
نظر بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر　　کہ یہ بپھرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر
دکھائی اپنی اپنی شان سردارانِ خود سر نے　　اشارے پا کے سب راہوار بگدھریاں لگے کرنے
علمبردار کے ناپاک لب سے کرتا چیخی　　اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی

---

[1] آنحضرت پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ عالم بے خودی میں چادر شانہ مبارک پر سے گر گر پڑتی تھی۔ سجدے میں جھک کر خدا کو پکارتے تھے اور امتِ بیضا کے لیے نصرت طلب فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم و بخاری)

[2] اللّٰھم انی انشدک عھدک ووعدک اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض (بخاری و مسلم)
اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے خدا اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا بھر میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

پیادوں نے بھی تن کر کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے
یہ تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں جاموں سے

شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا
مقدر آزمانے مارنے مرنے کا وقت آیا

قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی

یکایک فوج دشمن پاپیادہ ہو گئی ساری
کہ سرلشکر نے کر لی تھی پہل کرنے کی تیاری

سپہ سالار عتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی الرغم ابوجہل آپ خود میدان[1] میں نکلا

برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے

محمدؐ کے صحابہ کو بہت کمزور سا پا کر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آ کر

کہ میں ہوں عتبہ، عتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم!!
میں کیا ہوں، کون ہوں، اچھی طرح پہچانتے ہو تم!

میرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
یہ دونوں میرے بازو ہیں، یہ دونوں ہاتھ ہیں میرے

ہمیں تم تول لو یادِ گزشتہ کے ترازو سے
کہ ناواقف نہیں دُنیا ہمارے زورِ بازو سے

اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
جسے ارمان ہو ناشاد دنیا سے گزرنے کا

ہماری تیغ کا مدِمقابل بن کے آجائے
ہماری ضرب سہہ جانے کے قابل بن کے آجائے

اُدھر ھَلْ مِنْ مبارز کی صدا سے گونج اُٹھا میداں
عریشے میں اِدھر محوِ دعا تھے ہادیؐ دوراں

جنابِ حضرتِ صدیقؓ تھے پہلو میں استادہ
نظر آنے لگے دشمن انہیں لڑنے پر آمادہ

گزارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا کفار نے اقدامِ میداں یا رسول اللہ

ہوا ہے آ کے میدانِ دغا میں لاف زن عتبہ
دکھاتا ہے مسلمانوں کو تن کر بانکپن عتبہ

غلاموں کے لیے کیا ہے رضا محبوبِ باری کی
اجازت سرفروشوں کو بھی ہو میدان داری کی

---

[1] عتبہ جو سردارِ لشکر تھا۔ ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لے کر نکلا اور مبارز طلبی کی (سیرت النبی)

جبینِ پاک سجدے سے اٹھا اے سرورِ عالمؐ! خدا[1] وعدہ وفا فرمائے گا اے سرورِ عالمؐ!
ابھی لب ہی پہ تھی یہ التجا صدیق اکبرؓ کی کہ سجدے سے اٹھی پرنور پیشانی پیمبرؐ کی
وہی آنکھیں، وہی آثار تھے صبحِ تبسم کے وہی لب تھے وہی اسرار قرآنی تکلم کے
لبِ روح الامینؑ سے مژدۂ فتحِ المبیں[2] پایا تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلینؐ آیا

انصار کا اقدامِ میدان اور قریش کا غرورِ نسب

بلا گرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا لیے تھے آج مصعبؓ بن عمیر[3] اسلام کا جھنڈا
مبارز کی طلب واضح ہوئی فخرِ رسالتؐ پر تو رقت آ گئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر
اجازت جنگ کی مانگی اِدھر سے بوحذیفہؓ نے کہ چاہا دُو بدو ہونا پدر سے بو حذیفہؓ نے
رسول اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا پسر مارے پدر کو یہ نہ رحمت کو پسند آیا
مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ مبارز کے لیے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ
ہوئی جنبش لوا کو مل گیا اب اذنِ سرکاری تو مردانِ خدا کی صف سے نکلے تین انصاری
خدا کی راہ میں اغیار سے بے خوف تھے تینوں یہ غیرت مند عبدؓ اللہ معاذؓ و عوفؓ تھے[5] تینوں

---

[1] (صحیح مسلم)

[2] اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (انفال)

جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے پس اُس نے تمہاری فریاد سنی۔ (اور فرمایا) کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے اور یہ فرشتوں کی امداد جو خدا نے کی تو صرف (تمہارے) خوش کرنے کو اور تاکہ تمہارے دل اُس کی وجہ سے مطمئن ہو جائیں ورنہ فتح تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

[3] سفید علم اسلام مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا (خاتم المرسلین)

[4] حضرت بوحذیفہ نے جو عتبہ کے بیٹے تھے اور ایمان لا چکے تھے باپ کے مقابل ہونا چاہا۔ آنحضرت نے ان کو منع فرمایا۔ (کتب السیر)

[5] حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

مگر اِن کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا
کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمدؐ بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کر اِن کاشتکاروں کے مقابل شیر مردوں کو[1]
سنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں
وہ آ جائیں اگر ہم رتبہ و مدِ مقابل ہیں

بہادرانِ بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سنا مختارِ صادق نے
مساوات و اخوت کے علمبردارِ صادق نے
ہواؑ دل دردمند انساں کی بیہودہ سرائی پر
غرورِ امتیازِ رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہوا ارشاد اچھا ، آلِ ہاشم جنگ کو نکلے
دفاعِ گردن افرازانِ خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادیؐ نے انصاری پلٹ آئے
معاذؓ و عوفؓ و عبداللہؓ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہؓ
امیر قوم ، عمِ مصطفیٰؐ و مرتضیٰؓ حمزہؓ
عبیدہؓ اور علیؓ مرتضیٰؓ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدانِ وغا تینوں
علیؓ ، حمزہؓ ، عبیدہؓ اولیائے مصطفیٰؐ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثناء کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

مبارزین کی نوک جھوک

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں
بہم تینوں کے پشتیبان و دمساز و مُمد تینوں
پکارا عتبہ ، اچھا تم قریشی ہو تو آ جاؤ
قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ
کیا حمزہؓ نے نعرہ، حمزہ ہوں میں شیرِ رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابنِ عبدالمطلب ہوں میں

---

[1] عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں اور پکارا کہ محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ (سیرت النبی)

میرے ساتھی جو دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں — علی ابنِ ابی طالبؓ ، عبیدہؓ ابنِ حارث ہیں
کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو — فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو
بہت اچھا ہوا ، تم نے کیا اقدام مرنے کا — مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا
کہا حمزہؓ نے عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے — جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے
یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ — ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

اِنفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کے غصے میں بھبوکا بن گیا عتبہ — بدل کر پینترا حمزہؓ کے آگے تن گیا عتبہ
ولید آیا علی المرتضیٰؓ پر فتح پانے کو — بڑھا شیبہ عبیدہؓ کی طرف جرأت دکھانے کو
غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں — مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں
اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں — اِدھر بھی کاتبِ قدرت کی تحریریں نکل آئیں
دو لشکر اس طرح حیران تھے جیسے جاں نہیں تن میں — زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روزِ روشن میں
دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر — اُدھر بازو کے بل پر ناز ، اِدھر تکیہ دعاؤں پر

حضرتِ حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ

یکا یک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے — کیا حمزہؓ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے
جنابِ حمزہؓ نے تلوار کو تلوار پر روکا — سبکدستی سے ٹھکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اک جھنجھناہٹ کی صدا آئی — اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہؓ نے — سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہؓ نے

لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے
صدا تکبیر کی آئی ، زمینِ بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلی آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑی تلوار ، فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغِ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسمِ ناری کے

یہ برقِ نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یک لخت اور دو لخت کر کے خاک پر آئی

گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خودسر کی
دہانِ شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
صفِ مردانِ غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
قلوبِ اہلِ باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ

اُدھر حمزہ کے ہاتھوں عتبہ فرشِ خاک پر لیٹا
علیؓ سے تھا اِدھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا
پدر کے خون سے منہ ہو گیا غصے میں لال اس کا
بھڑک اُٹھا بدن پر مثلِ شعلہ بال بال اس کا
علم کی اور چوکس ہو کے تیغِ آبدار اُس نے
کئے بڑھ کر، سنبھل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اُس نے
علیؓ اِس شان سے رد کر رہے تھے اُس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پختہ کاروں کو
کبھی رد کر دیئے جھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
یہ آگے بڑھ کے منہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر
زرہ بکتر کو اُلجھن ، چار آئینوں کو سکتہ تھا
مگر عتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا

یکایک وار خالی دے کے حیدرؓ کو جلال آیا
کہ نازک وقت گزرا جا رہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اِک وار او کافر!
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!
صدائے شیرِ حق سے چھائی ہیبت قلبِ دشمن پر
سپر اُٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر
نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اُٹھی، کب گری، کیسے پھری تیغِ یداللٰہی
عجب بجلی تھی، چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
زرِ خالص تھی کندن سی دمکتی ہی نظر آئی
کمالِ ضرب پر حمزہؓ کے منہ سے مرحبا نکلی
صفِ اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
نویدِ فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اُترا بارِ سر اِک ہستی باطل کے شانوں سے
ملا یہ پھل حریفِ بازوئے شیرِ خدا ہو کر
زمیں پر جا پڑا مغرور سر، تن سے جدا ہو کر
سرِ بے تن اُدھر لڑھکا، تنِ بے سر اِدھر لوٹا
ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردانِ عالم کی
تو چھائی روئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی
عبیدہؓ کر رہے تھے ضربتِ حیدرؓ کا نظارا
کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا
چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہؓ نے بھی رخ موڑا
اجل نزدیک پائی، پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا
لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کار دشمن کا
مگر پنڈلی کے اوپر پڑ چکا تھا وار دشمن کا
علیؓ و حمزہؓ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی
عبیدہؓ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری اُدھر ناری
اِدھر بھی ضرب کاری تھی اُدھر بھی ضرب تھی کاری
ک ساعت کیا شیبہ پہ اک اک وار دونوں نے
کیا فی الفور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے

اتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی
کہ مُردوں سے زیادہ اِن کی زندوں کو ضرورت تھی
غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی ساز وساماں سے
اُٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہؓ کو بھی میداں سے
سروں پر ان کے سایہ مہرِ خاور کرتا جاتا تھا
شعاعیں اِن کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر رسول اللہ کی مہرِ تصدیق

پلٹ کر جب صفِ اسلام میں شیر خدا آئے
رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے
یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا
نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا
عبیدہؓ نے ادب سے عرض کی جوشِ ارادت میں
حضور! اب فیصلہ کیا ہے مرے بابِ شہادت میں؟
رسولِ پاکؐ نے ان کی شہادت پر گواہی دی
اُنہیں تہنیت خوشنودیٔ ذاتِ الٰہی دی
عبیدہؓ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر
بسی آنکھوں میں جنت، پھر نظر ڈالی نہ وادی پر
فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہو گئی طاری
ہوا کلمہ شہادت کا زبانِ پاک پر جاری[٢]

فوجِ دشمن کا خوف زدہ ہونا

اُدھر ہلچل پڑی تھی لشکرِ شیطان کے اندر
کہ کھوئے تین سردارانِ قوم اک آن کے اندر
جو ہتھیاروں سے سج کر او پچی بن بن کے آئے تھے
بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے

---

[١] زخمی عبیدہؓ کو کندھے پر اُٹھا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے عبیدہؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہؓ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمه حتیٰ نصرع حولہ
و نذهل عن ابنائنا والحلائل

ہم محمد کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کرینگے جب ان سے لڑ کر مر جائیں اور ہم محمد کے لیے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں (سیرت النبی)

[٢] عبیدہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے بدر سے واپسی پر راہ میں انتقال فرمایا (خاتم النبیین) ارشاد رسالت پورا ہوا۔ اس لیے کہ تھوڑی ہی دیر بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔
(خاتم المرسلین)

بوقتِ حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اُوپر
پڑے تھے اب وہی بے جان ہو کر خاک کے اُوپر

بظاہر بے سروساماں تھے اِن کے مارنے والے
نہ اُن کے بر میں زرہیں تھیں نہ اُن کے ہاتھ میں بھالے

سپر کا بھی اُسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے

یہ منظر خوف سے دیکھا گیا فوجِ مقابل میں
کہ اک ساعت نہ جنبش تک ہوئی موجِ مقابل میں

ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جانِ لشکر تھے
سپہ سالارِ لشکر اور سردارانِ لشکر تھے

قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
کہ بھاری ہیں یہ تینوں فرد اسلامی جماعت پر

توقع تھی نہتّوں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
کسے معلوم تھا یوں مار ڈالے جائیں گے تینوں!

نظر آیا کہ اِک اِک زخم کھا کر مر گئے تینوں
بڑے خونخوار تھے اپنے ہی خوں میں بھر گئے تینوں

پسینے آ گئے ، چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلودہ تلواروں نے سرداروں کا سر کاٹا

بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
کہ نامردوں نے یوں کٹوا دیا تیغ آزماؤں کو

ہوئے مقتول اُن ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے ، کوئی مانے تو کیا مانے!

یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتانے لگا کوئی
دبکنے ' جی چرانے اور کترانے لگا کوئی

ابوجہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر بوجہل نے اس فوج کو ڈانٹا
کہا ، اے قوم ، عتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!

بہم ترتیبِ لشکر میں تو ہم نے عرق ریزی کی
مگر عتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں تیزی کی

یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے
تو کیا اب ہم بھی مر جائیں اسی شرم و خجالت سے

تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں
فنونِ جنگ ہیں ، ساماں ہے ، قوت ہے ، چالیں ہیں

وہ کیا ہیں چند کس فاقہ زدہ، مزدور ناکارے
کہ اب تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے
تمہارے ہاں زِرہ پر ہے زرہ جوشن ہے جوشن پر
وہاں مجھ کو تو کپڑا بھی نظر آتا نہیں تن پر
تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں
اُدھر کیا ہے، زیادہ سے زیادہ آٹھ تلواریں
وہ آئیں اور لائیں کند زنگ آلود تلواریں
تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
کھڑے تم دیکھتے ہو، تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
غضب ہے، قتلِ عتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے، شوکت ہے، کثرت ہے
اگر اس پر بھی نامردی دکھا جاؤ تو لعنت ہے
مبارز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو
اُنہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو
ارے ہم ان مسلمانوں کو کچا ہی چبالیں گے
کچل ڈالیں گے اِن قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے
یہی وہ ہیں جنہوں نے دینِ آبائی سے منہ موڑا
ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا
محمدؐ نے ہمارے ان کے رشتے قطع کر ڈالے
یہ سب ہیں ایک اَن دیکھے خدا کے دیکھنے والے
یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سربلندوں سے!
اِنہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے
شکنجوں میں کسیں گے قمچیوں سے کھال اتاریں گے
جہاں پانی نہیں ملتا وہاں لے جا کے ماریں گے
خبر اِن سب کی لی جائے گی دُرّوں اور کوڑوں سے
اِنہیں رُندوائیں گے مکے میں اونٹوں اور گھوڑوں سے
محمدؐ کی رفاقت کا مزا اِن کو چکھائیں گے
محمدؐ کیا، محمدؐ کے خدا کو بھول جائیں گے
اکٹھے مل کے اِک دھاوا کرو اے جنگجو مردو
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو
ہبل کے جاں نثار ولات و عزیٰ کے پرستارو
بڑھو حملہ کرو مارو، بڑھو حملہ کرو مارو[1]

---

[1] دیکھو طبری وغیرہ

قریش کا عام دھاوا

کیا جوش وغضب کو مشتعل اس شعلہ باری نے
لگا دی ناریوں کو آگ آتشباز ناری نے
ہوا ہیجان پیدا آتشِ نمرود میں گویا
چنگاری پڑ گئی اس تودۂ بارود میں گویا
اُٹھا سودا سروں میں قتل کردو سر اتارو، کا
ہوا اِک حشر برپا پکڑو پکڑو مارو مارو کا
پڑیں نقارۂ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں
زمیں دھننے لگی گھوڑے لگے جب مارنے ٹاپیں
سنانیں تن گئیں، تیغیں اُٹھیں، تیروں نے پر تولے
بڑھیں ساری بلائیں جانب جنگاہ منہ کھولے
اُڑی پھر ٹھوکروں سے ریگِ صحرا گرد ہو ہو کر
چھپایا بارہا خورشید نے منہ، زرد ہو ہو کر
فرشتے غرقِ حیرت تھے اُدھر عرشی اِدھر فرشی
نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکرِ قرشی
نہتوں پر عیاں کرنے کو رعب وداب کی صورت
اُٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط وضبط اور فرمانِ پیغمبر

اُدھر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی، رسالے بھی
صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی
کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے تھے نہ تھکتے تھے
نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے
سکون وضبط کی تصویر، سنولائے ہوئے چہرے
وہ چہرے جن پہ قرباں ہورہے تھے نور کے سہرے
عرق آلود تھیں پیشانیاں، قطرے ڈھلکتے تھے
مقدس داڑھیاں تھیں جن میں موتی سے جھلکتے تھے
گدائی میں بھی حاصل شوکتِ شاہانہ تھی ان کو
کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروانہ تھی ان کو
قریشی فوج نے ڈالی جو طرحِ جنگ مغلوبہ
کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ
تو دیکھا جانبِ ہادیٔ کامل دیں پناہوں نے
اِجازت صفوں سے بڑھنے کے لیے مانگی نگاہوں نے

یم کفار جب یکبارگی بڑھتا نظر آیا
تو اپنے ساتھیوں سے مرشدِ کامل نے فرمایا
ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خرد مندو
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو
بچائے گا اُسی کا ہاتھ اِن شمشیر گیروں سے
قریب آئیں تو اس حملے کو روکو اپنے تیروں سے[1]
صفوں میں ابتری آنے نہ پائے اے جوانمردو
تحمل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

مسلمانوں کی تیراندازی

نبیؐ کا حکم سن کر دم نہ مارا صبر کوشوں نے
اُتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے
کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں لے کر جھکا لی تھیں
بندھی تھیں رسیاں ان میں مگر چلوں سے خالی تھیں
کمانوں کو جھکایا تیر جوڑے، تیر بھی کیا تھے
کہ اکثر تیر سوفاروں سے بھی قطعاً معرا تھے
بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
سلاحِ جنگ کیا، بس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
اُدھر پتلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
اُمڈتا دوڑتا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا
اِدھر تیر و کماں کی شکل ہو کر تن گئے تنکے
زمیں پر غیرتِ سدِ سکندر بن گئے تنکے
اُدھر بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی
غبار اُڑتا تھا جس میں برق رہ رہ کر چمکتی تھی
اِدھر اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
کوئی اندیشۂ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں
مگر بوجہل جب حد سے بڑھا لایا لعینوں کو
بڑھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پرنور سینوں کو
یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر ہی پہ آ پہنچے
ستمگر، راہزن' اسلام کے گھر ہی پہ آ پہنچے
تو اسلامی کمانداروں نے بھی تاکا نشانوں کو
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کر تانا کمانوں کو
دکھائی دست ہائے چپ نے راہِ راست منزل کی
نگاہوں نے لگائی شست چشم و سینہ و دل کی

---

[1] قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آ گئیں۔ تاہم آپ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آ جائیں تو تیر سے روکو (سیرت النبی)

ملے جب دستہائے راست خم ہو ہو کے شانوں سے
صدا یکبار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے
کمانوں سے نکل کر تیر یوں سوئے ہدف جھپٹے
فضا میں جس طرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے
یہ فوجِ رُوسیہ بپھرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا[1]
ہوا میں سنسناہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی موج کی کایا
نہ کترائے نہ منہ موڑا نہ خم کھاتے نظر آئے
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں در آئے
بہت سے پار اُترے جوئے خونِ دل سے منہ دھو کر
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہو ہو کر
تھے اکثر جسم بھی زرہیں بھی اور ملبوس بھی دہرے
مگر تیروں نے گھس کر توڑ ڈالے پشت کے مہرے
بھڑک اُٹھے جو مرکب رکابوں کی پٹریاں ٹوٹیں
رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں
جو سب سے آگے آگے آ رہے تھے جوش میں بھر کر
گرے اُن میں سے اکثر زخم کھا کر اور مر مر کر
ہوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں
شکم میں، آنکھ میں، رخسار میں، شانے میں گردن میں
زمیں پر آ رہے اسوار گھوڑوں نے جو رخ موڑے
صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کے پرے توڑے

جنگِ مغلوبہ

صفوں کی برہمی کا دیکھ کر یہ طرفہ نظارا
غضب میں بھر گیا بوجہل پھر لوگوں کو للکارا
ہبل کے نام کی غیرت دلائی بت پرستوں کو
اکٹھا کر کے پھر آگے بڑھایا چیرہ دستوں کو
نئے وعدے کئے ہمت بندھائی پہلوانوں کی
مسلمانوں کی جانب پھیر دیں نوکیں سنانوں کی

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ لا تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ لا عَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ

[1] (اے پیغمبر) کیا تم نے نظر نہیں کی کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے ان کے داؤ غلط نہیں کر دیئے؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو اُن پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو کھائی ہوئی خوید کی طرح (تباہ) کر دیا۔

ہوئی پامال ضبط و درگزر کی آخری حد بھی   بڑھے اب اِذن پا کر جاں نثارانِ محمدؐ بھی
قتالِ جنگِ مغلوبہ کے ساماں ہو گئے آخر   حق و باطل بہم دست و گریباں ہو گئے آخر
دکھائی رزمگہ میں شان اسلامی دلیروں نے   دبوچا راکبوں کو مرکبوں سے تند شیروں نے
نہتے گھ گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے   نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گرزوں سے نہ بھالوں سے
لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے   زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے
جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر   سنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا بنانوں پر
کسی کا جسمِ لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا   کسی نے چھین کر نیزہ اُسی بے دین کو مارا
ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں   لپٹ کر اس طرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں
یہی تیغیں مثالِ برق چمکیں اب علم ہو کر   لگے گرنے زمیں پر نخلِ تن سے سر قلم ہو کر

مجاہدینِ اسلام کی شجاعت

اِدھر فاقہ زدہ انسان اُدھر گاوانِ پرواری   ہوئی دونوں طرف سے کشت و خوں کی گرم بازاری
نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جوانمردی   کہ شانِ وحدتِ حق فوجِ کثرت پر عیاں کردی
کیا حمزہؓ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پر   کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی   کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیرِ بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی، سر سے گزری صدر تک پہنچی   بڑی خوبی سے منشائے قضا و قدر تک پہنچی
کمر کو کاٹ کر اک تار سی صابون سے نکلی   اگر دامن سے الجھی صاف ہو کر خون سے نکلی
یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی   زرہ کے دام ، بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی

کبھی اس کا گلو تاکا کبھی اس کی کمر تاڑی   کبھی سیدھی گری آ کر کبھی ترچھی، کبھی آڑی
جو افسر تھے اُنہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا   جو بھاگے سامنے سے اُن کا رستہ روک کر مارا
کہیں مولا علیؓ کی تیغ جوہر دار کا غل تھا   خدا کے فضل سے شیرِ خدا غالب علیٰ کل تھا
ہجومِ اہلِ مکہ نے جدھر غلبہ ذرا پایا   جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا
بڑھے مشکل کشا للکار کر اُن بدنہادوں کو   لگے زیر و زبر کرنے سواروں کو، پیادوں کو
مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے   کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے
نہیبِ تیغِ دامن دار سے ہٹ ہٹ گئے کافر   مثالِ زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر
گھڑی بھر میں جہاں کفار کا انبوہِ بے حد تھا   کسی کے ہاتھ گم تھے اور کسی کا سر ندارد تھا

حضرت زبیرؓ اور ابوکرش کا مقابلہ

زبیرؓ[1] اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر   زمیں پر لگ گئے کشتوں کے پشتے آن کے اندر
اگرچہ شانہ[2] و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری   اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری[3]
مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سن کر   خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر
اچانک ایک مشرک پہلواں للکار کر نکلا   اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا
کہ نادانو مسلمانو شجاعت پر نہ اتراؤ   میں ہوں بوکرش[4] تم سب مل کے میرے سامنے آؤ

---

[1] بیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد عوام اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے سگے ا تھے۔ حضرت زبیر قدیم الاسلام تھے۔ آپ سے پہلے صرف تین چار آدمی مسلمان ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ تمام غزوات میں آنحضرت کے ہمرکاب رہے اور ہائے نمایاں کیے۔

[2] حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم کھائے۔ شانہ پر جو زخم تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ (سیرت النبی)

[3] حضرت زبیرؓ جس تلوار سے لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے آرہ گئی تھی (سیرت النبی)

[4] ید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا۔ اور پکارا میں بوکرش ہوں..... حضرت زبیر اس کے مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ بجز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا

بشر تھا یا کہ تھا بے ڈول سا اک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا اُس نے تن کے اُوپر خول لوہے کا

کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مردِ آہن پر
کہ ازسر تاپا فولاد کا ملبوس تھا تن پر

یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سوئے مسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیر اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر

مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اُٹھایا مردِ آہن پوش نے دیوزاد بھالے کو

مگر ہشیار و چابک دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی

اُدھر نیزہ چلا اُس کا، ادھر سے مردِ غازی کا
لگے کرنے دو لشکر اب نظارا نیزہ بازی کا

بہم رڈوبدل سے جرأتیں دو سمت گرمائیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں

پیاپے باندھتا تھا بند کندے تولنے والا
مگر اُس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا

بلا کے طعن تھے، پر پیچ چوٹیں تھیں، تکانیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں

جما کر پینترا کر کے اشارا مردِ غازی نے
اَنی رکھتے ہی اک بکہ جو مارا مردِ غازی نے

ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ

دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اُڑا ڈالا زبیرؓ بالیاقت نے

نظر آئی جو شکلِ مرگ اس اُفتاد کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جاں نثارِ احمدؐ مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے اک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھسی چشمِ عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گزری
سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موجِ خوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اُڑ گیا آخر
اِدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا[2] آخر
مگر ہاں[3] یادگارِ ضربِ اسلامی رہی برچھی
بوقتِ جنگ دستِ راست کی حامی رہی برچھی
دو لشکر کر رہے تھے برسرِ میداں یہ نظارا
کہ آہن پوش انساں اک اشارے میں گیا مارا
صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اُٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اک لہر دوڑا دی

ہنگامۂ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیرِ آسماں گونجیں
اِدھر سے نعرۂ تکبیر اُدھر سے گالیاں گونجیں
بظاہر شور و غوغا مشرکوں کا دور تک پھیلا
دہائی ، خودستائی اور ہلچل اور واویلا
صدائے طبل ، آوازِ جز نعرے نقیبوں کے
بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے
درشت و اشتعال انگیز طعن آمیز گفتاریں
بہم ٹکرا کے تلواروں کی تند اور تیز جھنکاریں
مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی
کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پردار تیروں کی
شپاشپ خنجروں کی اور چقاچق برچھی بھالوں کی
پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی

کہ صرف دو آنکھیں نظر آتی تھیں۔ تاک کر آنکھ میں برچھی ماری۔ وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ (سیرۃ النبی)

وہ چیخیں زخمیوں کی، بددعائیں مرنے والوں کی
بتوں کے نام لے کر التجائیں ڈرنے والوں کی
ہوا میداں میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ
عجب پرہول ہنگامہ، عجب ناپاک ہنگامہ
مگر آوازِ حق اُٹھتی تھی جب اس شورِ محشر میں
تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرۂ اللہ اکبر میں

گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجھلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا
غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا
مثالِ شعلہ اُڑتی تھی زمینِ بدر کی مٹی
یہ مٹی تھی کہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی
معاذ اللہ تابش دھوپ کی سیلاب آتش کا
کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرہ آب آتش کا
جب ایسی آگ لگتی ہے نہیں اُٹھتا دھواں شاید
دھواں اُٹھ اُٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید
طمانچے مارتے تھے آتشیں جھونکے ہواؤں کے
جل اُٹھتے تھے بدن زیرِ زرہ جنگ آزماؤں کے
مگر اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
سرِ میداں بہادر کر رہے تھے جانچ تیغوں کی
غضب کی آ چکی تھی خونِ انسانی میں طغیانی
کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی
ہوئے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے
نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے
مزاجِ کائنات اس وقت محوِ شعلہ باری تھا
مگر ہاں رحمۃ للعلمیں کا فیض جاری تھا
وہی اک حوض تھا اس وقت اِن لوگوں کی قسمت سے
مسلمانوں نے جس کو بھر لیا تھا آبِ رحمت سے
مروّت پوچھتی نام مومن کا نہ کافر کا
کہ پینے دو یہ اِذنِ عام تھا ساقیِ کوثر کا[1]

---

[1] ساقیِ کوثر کا فیض عام تھا۔ اس لیے کہ دشمنوں کو بھی پانی پینے کی عام اجازت تھی (سیرت النبی)

حوض پر کفار کی چیرہ دستی

مگر کفار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی   چڑھی تھی خود فراموشوں کو جامِ مرگ کی مستی
کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑنے دوڑے   تبرلے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے
نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظارا   مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا
قریبِ حوض آ کر بڑھ گئی شدت لڑائی کی   بڑھا دی آپ نے کچھ اور بھی حدت لڑائی کی
پڑا گھمسان کارن خون کی ندی ہوئی جاری   بالآخر حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

مسلمانوں کا ثبات واستقلال

نہتے تھے غلامانِ نبی تعداد میں کم تھے   مگر اللہ والے تھے مگر مردانِ عالم تھے
یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح ساماں والوں سے   کہ ان کے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے
ابوبکرؓ اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کر کے   جو آیا راہ میں سر رکھ دیا اُس کا قلم کر کے
عمر فاروقؓ نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا   پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا
جو اتراتے تھے مدعیان نام و ننگ ہو ہو کر   علیؓ کی ضربتوں سے رہ گئے چورنگ ہو ہو کر
بہادر بودجانہؓ شیر کی صورت جھپٹتے تھے   عدو اللہ کو بے قتل کر ڈالے نہ ہٹتے تھے
غلامانِ محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی   نحیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بیدم نہ تھا کوئی
لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ سپر ہو کر   کہ اکثر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہو کر
زباں تکبیر میں مشغول بازو قتلِ دشمن میں   فزوں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہو تن میں
بات و صبر تھا ذوقِ یقیں کی کارسازی سے   تھے ورنہ تین تین الجھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصلِ اُصولِ جہاد

اصولِ ملتِ اسلام توڑا جا نہیں سکتا
کوئی رشتہ عدوئے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا[1]
مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شانِ جلالی کے
دلوں نے توڑ ڈالے پیکر اصنامِ خیالی کے
پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی
تو ایمانِ پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی[2]
پسر کو جب عدوئے دینِ محبوبِ خدا پایا
تو شمشیرِ پدر نے خون پینے میں مزا پایا[3]
پرانے رشتے ناتے عشق نے سب قطع کر ڈالے
بڑھی جب نوکِ خنجر بہ گئے سب دس بھرے چھالے
ہوئی حائل نہ راہِ حق میں ندی شیرِ مادر کی
کہ بڑھ کر کاٹ لی گردن برادر نے برادر کی
جنھیں خوشنودیٔ ذاتِ خدا مطلوب ہوتی ہے
لحاظِ خوں سے اُن کی طبع کب مغلوب ہوتی ہے
جہاں میں دشمنِ حق عام انسانوں کا دشمن ہے
جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے
برادر، باپ، بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دیں ہے
تو اُس کی پاسداری سربسر توہینِ آئیں ہے
جو ملت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آ جائے
تحفظ کے لیے جز قتل اُس دم کیا کیا جائے
بنائے وحدتِ ملت یہی آئینِ برحق ہے
کہ ملت کے تحفظ پر قیامِ دینِ برحق ہے
بشر جب رشتۂ الفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں
تو اپنے دل جہانِ ماسوا سے توڑ لیتے ہیں
خدا ہی کے لیے خلقِ خدا سے دوستی اُن کی
خدا ہی کے لیے اہلِ جفا سے دشمنی اُن کی
خدا ہی کے لیے جنگ اور صلح و آشتی کرنا
خدا کی راہ میں جینا خدا کی راہ میں مرنا

---

[1] عجب وقت تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں کہ بھائی بھائی کے باپ بیٹے کے اور عزیز عزیز کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا اور حکمِ رسالت کے سامنے کسی دنیاوی رشتے اور علاقے کی پروا نہ تھی۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۲۱۴)

[2] عتبہ میدان میں آیا تو حضرت ابوحذیفہ اس کے مقابلے کو نکلے تھے (سیرت النبی)

[3] حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے (جواب تک کافر تھے) میدانِ جنگ میں بڑھے تو حضرت ابوبکر تلوار کھینچ کر نکلے (ذکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر بحوالہ سیرت النبی)

نہ پروا گوشت کی اُن کو نہ محوِ پوست ہوتے ہیں
جو حق کو دوست رکھتا ہے اسی کے دوست ہوتے ہیں
نہ پاسِ خانداں ان کو نہ عز و جاہ کی خاطر
قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

حبِ رسولؐ

سما سکتی ہے کیونکر حبِ دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقشِ حبِ محبوبِ خدا دل میں
محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبت آنِ ملت، شانِ ملت ہے
محمدؐ کی محبت روحِ ملت، جانِ ملت ہے
محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جاں، اولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا اُن مردانِ غیرتمند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں

ابوجہل اس قیامت زار میں فتنے اٹھاتا تھا
جو بے دل ہو کے ہٹ جاتے تھے اُن کا دل بڑھاتا تھا
کبھی کرتا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا
خفا ہوتا تھا، روتا تھا، گرجتا تھا، برستا تھا
سواروں کو، پیادوں کو بڑھاتا تھا، ہٹاتا تھا
بڑی تدبیر سے اِن لڑنے والوں کو لڑاتا تھا
مگر خود آپ ہرگز تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا
بظاہر جی دکھاتا تھا بباطن جی چراتا تھا
بتوں کے نام شیطانوں کے منتر ورد تھے اس کے
حفاظت کے لیے سب اہلِ کنبہ گرد تھے اس کے

مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں   جو اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی   کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل و خوں کی آگ بھڑکاتا   مسلمانوں سے اُن گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتلِ ابوجہل کی کہانی

حضرت عبدالرحمٰنؓ[1] بن عوف کی زبانی

جنابِ عبدرحمٰنؓ ابنِ عوف اک صف شکن غازی   کہ تھے اس عرصۂ پیکار میں مصروفِ جانبازی
یہ رُودادِ شجاعت آفریں ان کی زبانی ہے   کمالِ جذبۂ غیرت کی اک سچی کہانی ہے[2]
وہ فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی   عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی
اُدھر جوشِ جفا تھا اہلِ مکہ حملہ آور تھے   اِدھر نامِ خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے
مسلماں جب جوابِ حملۂ کفار دیتے تھے   تو قرشی پہلواں اس وقت ہمت ہار دیتے تھے
قریشی فوج ہٹ جاتی تھی یوں مدِمقابل سے   پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے
مگر بوجہل اس کو دم بدم غیرت دلاتا تھا   اُسے پھر جمع کرتا تھا اُسے پھر لے کے آتا تھا
جمی تھیں اُس کے فتنے پر نگاہیں سرفروشوں کی   مگر حائل تھی اس رستے میں صف فولاد پوشوں کی

---

[1] عبدالرحمٰن بن عوف بنو زہرہ قبیلہ قریش اور مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ آپ ان پانچ صحابہ میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے تھے۔ پہلے حبش کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ منورہ کی طرف، تمام غزوات میں ہمرکابِ نبیؐ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ شخصوں میں سے ہیں جن کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے تجویز کیا تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ سنہ ۳۱ھ میں بعمر ۷۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵)

[2] عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا کہ دفعتاً داہنے بائیں مجھے دو نوجوان نظر آئے ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے کہا برادر زادے ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اسے قتل کروں گا یا خود لڑ کر مارا جاؤں گا۔ میں جواب نہیں دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کانوں میں یہی باتیں کیں میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔ بتانا تھا کہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۱)

مرے دل میں تمنا تھی، اگر مہلت ذرا پاؤں
صف کفار چیروں اور سر بوجہل لے آؤں!

دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
کہ تائید دو بازو سے فزوں ہو ہمت عالی[۱]
مقامؔ اپنا مگر دو کمسنوں کے درمیاں پایا
اُدھر اک نوجواں پایا، اِدھر اک نوجواں پایا
بوقتِ جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
تو ہوتی ہے سپاہی کے لیے لڑنے میں دشواری
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا
جواب اس کے سوالوں کا میرے لب تک نہ تھا پہنچا
کہ اُس کا دوسرا ساتھی مثالِ برق آ پہنچا
وہی پہلا سوال اُس نے بھی پوچھا رازداری سے
ادائے ضبط تھی دست و گریباں بیقراری سے
ابھی نوعمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

حضرت عبدالرحمٰن کی نشاں دہی

یہ استفسار بن کر میں نے پوچھا فرطِ حیرت سے
بھتیجو، کام کیا ہے تم کو اس بدخواہِ ملت سے
پتہ اس دشمنِ دیں کا بتا دیتا ہوں میں تم کو
کہو تو اُس کی صورت ہی دکھا دیتا ہوں میں تم کو
وہ دیکھو اک ہجومِ عام قرشی پہلوانوں کا
گرانڈیل ہٹے کٹے موٹے تازے دیداری جوانوں کا

دالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے چپ وراست نگاہ دوڑائی۔ دو انصاری لڑکے میرے دونوں پہلوؤں پر کھڑے تھے ان کو کر میرا دل کچھ بیٹھ گیا کیونکہ جنگ مغلوبہ میں چپ وراست پر بہت کچھ انحصار ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص زیادہ اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے جس کے دونوں بازو مضبوط ہوں پر تائید کرتے جائیں۔ (دیکھو بخاری کتاب المغازی)

وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے ہیں حضرتِ حمزہؓ
خدا حمزہؓ کا ناصر ، دیکھتے ہو جراَتِ حمزہؓ!!!
اِدھر پہلو کی جانب کس قدر گھمسان کا رن ہے
مسلماں کس قدر کم اور کتنی فوج دشمن ہے
گھرے ہیں بو دجانہؓ جس جگہ قرشی سواروں میں
فقط تلوار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں
عمرؓ دوڑے ہوئے اُن کی مدد کرنے کو آتے ہیں
وہ دیکھو ایک مہلک وار سے اُن کو بچاتے ہیں
پلے پڑتے ہیں دشمن جس جگہ انصار کے اُوپر
ہوئے ہیں حملہ آور سینکڑوں دوچار کے اُوپر
پیاپے گر رہی ہے برقِ شمشیرِ علیؓ دیکھو
وہ دیکھو ہٹ چلی اب فوجِ دشمن ہٹ چلی دیکھو
وہ دیکھو چڑھ رہا ہے بھاگ کر مٹی کے تودے پر
وہ کیا ہے کلغی والا ، سامنے پہنے ہوئے مغفر
وہی بوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے
یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے
حفاظت کر رہا ہے ، گرد اس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

نوجوانوں کی غیرت مندی

یہ سن کر بول اٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
بتادیں اب ہمیں کیا کام ہے بے دینِ ناری سے!!
قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی
نہیں ہے اس سے بڑھ کر دشمنِ دینِ مبیں کوئی
کوئی زیرِ زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِؐ باری کو
یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے
خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پرجوش تکبیریں
میں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں
چلو بحرِ شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہوں

مگر وہ کس کی سنتے تھے غیور و شیر دل لڑکے   ہلاکت گاہ میں اُن کے قدم اٹکے نہ دل دھڑکے
میں اُن کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا   نہ ساتھی بن سکا لیکن غزالوں کی تگ و تپ کا
جہاں چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے   جہاں دشمن تھے جن کے منہ بھی کالے دل بھی کالے تھے
جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی   برابر کھیلتے تھے جان سے ایمان کی بازی
جہاں ہر سو تنورِ دشت سے شعلے بھڑکتے تھے   جہاں سر کٹ کے گرتے تھے جہاں لاشے پھڑکتے تھے
وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے' باوفا لڑکے   یہ الہڑ' یہ فنونِ جنگ سے نا آشنا لڑکے
گھرے فولاد پوشوں، قاتلوں جنگ آزماؤں میں   مگر دو بجلیاں تھیں جو چمک اُٹھیں گھٹاؤں میں
ابوجہلِ سیہ رو پر نگاہیں گاڑ کر دوڑے   قریشی فوج کے دَل بادلوں کو پھاڑ کر دوڑے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر

گرا اس طرح کندے جوڑ کر شہباز کا جوڑا   کہ اک دم میں صفِ زاغ و زغن کا سلسلہ توڑا
جوانوں کے مقابل پہلوانوں کی طرح اڑتے   برابر وار کرتے وار سہتے چومکھے لڑتے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں   بسانِ موج' اوجِ ریگ پر چڑھتے گئے دونوں
اُدھر بوجہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں   نہ اُس کی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں

بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

ہٹا وہ دیکھ کر اِن کو یہ پھر اُس کے قریں پہنچے   جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
نہ بھاگا جا سکا تو ان کو دھمکانے لگا کافر   سپر کے آسرے پر تیغ چمکانے لگا کافر

وہ پختہ کار یہ کمسن، یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر
لگا مرکب کدانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر
مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے
ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے، بے جگر لڑکے
ہوا میں گونج اُٹھیں رعد کی مانند تکبیریں
گریں بدبخت پر دو تیز خون آشام شمشیریں
دہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ و سپر چھوٹی
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی
تڑپتا لوٹتا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر، مرکب گیا مرکب
لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگونساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں اُدھر ناری
ابوجہلِ لعیں یعنی رسول اللہؐ کا دشمن
ازل سے تا ابد سب سے بڑا اللہ کا دشمن
زمیں دھنستی تھی جس بدبخت کی ادنیٰ سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر
وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا
زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی رہا کافر
مددگاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اُسے مارا
سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رُخ پھیرا
تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آ گھیرا
سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دوڑے
زباں سے گالیاں بکتے ہوئے سب خیرہ سر دوڑے
بچانے کے لیے خاطی کو دوڑے خانداں والے
بڑھے چاروں طرف سے تیغ، خنجر، برچھیاں، بھالے
ہوئے ایک ایک کے چوگرد گھیرا ڈالنے والے
زمینِ بدر پر دو چاند تھے اس وقت دوہالے

ایک نوجوان کی شہادت

لگے ہونے پیاپے انتقامی وار دونوں پر   برستی میں نے دیکھی کفر کی تلوار دونوں پر
مگر تھے کس قدر جی دار عفراء[1] کے پسر دونوں   پیاپے وار کرتے ہی رہے کفار پر دونوں
میں دوڑا، اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دوڑے   ابوبکرؓ و عمرؓ، حمزہؓ، علیؓ سب سربکف دوڑے
بیک ساعت مجاہد جا پڑے اُن پہلوانوں پر   جنہیں مشقِ ستم سوجھی تھی دو ننھی سی جانوں پر
اُدھر گرز اور خنجر اور بھالے اور شمشیریں   اِدھر لب پر تبسم اور دو پرجوش تکبیریں
وہ غازی تھے شہادت کے لیے لڑتے رہے دونوں   مثالِ شیر روبا ہوں پہ جا پڑتے رہے دونوں
رُخوں پر مسکراہٹ، زخم تھے دونوں کے سینوں پر   فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر
بالآخر اک جواں نے پا لیا دامن شہادت کا   فرشتوں نے کیا نظارہ اس یمن و سعادت کا
زمیں پر قبلہ رُو ہو کر گرا وہ پارسا لڑکا   ہوا قربان دینِ مصطفیٰؐ پر با وفا لڑکا
خوشا قسمت کہ نیک آغاز نیک انجام تھا اس کا   خدا کا پاک بندہ تھا معوّذؓ نام تھا اس کا

دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار

نبرد آرا تھا اب تک دوسرا انبوہِ باطل سے   نظر آتا تھا ٹکراتا ہوا اس کوہِ باطل سے
اُتر آئے تھے قرشی پہلواں روباہ بازی پر   عقب سے عکرمہ[2] نے ہاتھ مارا مردِ غازی پر
ہوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو   مثالِ شاخِ نخلِ بار آور چھٹ گیا بازو
ر پروا نہ کی بحرِ شجاعت کے شناور نے   کیا مڑ کر تعاقب عکرمہ کا اُس دلاور نے

---

[1] جوان معوذ و معاذ عفراء کے پسر تھے۔ (سیرت النبی)

[2] کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آ کر معاذ کے بائیں شانے پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔

نظر آئی جو یہ شانِ بسالت عکرمہ بھاگا[1]
اُڑا یوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا
رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یوں پائی
کہ شیرِ زخم خوردہ کو بھی اک دقت تھی پیش آئی
جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر اٹکتا تھا
کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا[2]
نظر آئی جو یہ دقت وفا کے نور دیدہ کو
خمیدہ ہو کے رکھا زیرِ پا دست بریدہ کو
دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا درکار وحدت کو دوئی کے ساتھ کا رشتہ
معاذؓ اب تیغ زن تھا ایک ہی بازو سے میداں میں
مگر اس طرح جیسے شیر انبوہِ غزالاں میں
جوانو ! قابلِ تقلید ہے اقدام دونوں کا
جبینِ لوحِ غیرت پر لکھا ہے نام دونوں کا
وہ غازی تھے، مئے حبِ نبی کا جوش تھا اُن کو
لبِ کوثر پہنچ کر شوقِ نوشا نوش تھا اُن کو

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق و باطل میں برپا تھا عجب خوںریز ہنگامہ
یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بدنہادوں میں
مسلح اور نہتوں میں، سواروں اور پیادوں میں
اُدھر سینوں میں کینہ تھا، شقاوت تھی، عداوت تھی
اِدھر ذوقِ شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی
پڑا تھا خاک وخوں میں جس جگہ بوجہلِ بدطینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباسِ عشق کی زینت
اِسی تودے کے اُوپر آ پڑی شدت لڑائی کی
کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی
نبرد آرا تھے کافر جمع ہو کر متحد ہو کر
ابوجہلِ لعیں کا بدلہ لینے پر بضد ہو کر
مگر ہمت نہ ہاری بیشۂ ایماں کے شیروں نے
شجاعت کی دکھا دی شان اسلامی دلیروں نے

---

[1] معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا۔ وہ بچ کر نکل گیا۔ (سیرت النبی)

[2] معاذ اسی حالت میں لڑ رہے تھے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہوئی تھی۔ ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا کر تسمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے۔ (سیرت النبی)

مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیاتِ قرآں کے	کھڑے تھے صبح سے ڈٹ کر مقابل فوجِ شیطاں کے
جو غیرت مند راہِ حق میں تھے مصروف جانبازی	ابد تک نام اُن کا ہو گیا اللہ کے غازی
غزا حق کے لیے، حق کے لیے اُن کی شہادت تھی	یہ جینا بھی عبادت تھی یہ مرنا بھی عبادت تھی
شہادت کا لہو جن کے رُخوں کا بن گیا غازہ	کھلا تھا اُن کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ[1]
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی	وہ خوش قسمت ہیں مل جائے جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پا کے ہستی زندۂ جاوید ہوتی ہے	یہ رنگیں شام، صبحِ عید کی تمہید ہوتی ہے
شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں	زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

اسی رنگت کو ہے ترجیح اِس دنیا کی زینت پر
خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر

* * *

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

کشمکش کی انتہا اور نصرتِ حق کی طلب

پیغمبرؐ اپنے خدا کے حضور

سحر سے کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارا
کہ غازی تھے برابر اہلِ باطل سے نبرد آرا
سوارِ صبح ملک شام کو چلنے لگا آخر
لڑائی پر شباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر
بگڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرا
مکدر کر دیا تھا گرد نے افلاک کا چہرا
قریشی جنگ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا
رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا
زبردستی میں پیدا ہوگئی تھی اور بھی تیزی[1]
قریبِ لاشۂ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی
کیا تھا متحد خوفِ اجل نے زور باطل کا
زمین و آسماں میں بس گیا تھا شور باطل کا
بہت ہی سخت تھا یہ وقت اسلامی دلیروں پر
کیا تھا نرغہ بھوکے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر
مگر اللہ کے بندوں کا استقلال کیا کہنا
کہ سینے کر دیئے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا
اثر انداز تھا رنگِ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر
اُدھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
اِدھر سجدے میں تھا زیرِ عریش[2] اسلام کا ہادیؐ
جمال آرا تھا قلبِ مطمئن سے حسن بے تابی
وفورِ گریۂ معصوم سے آنکھیں تھیں عنابی

---

[1] کیا مہاجر اور کیا انصار سب مسلمان پورے اخلاص کے ساتھ لڑے مگر دشمن کی کثرت کچھ پیش نہ جانے دیتی نتیجہ ایک عرصہ تک مشتبہ رہا (خاتم النبیین صفحہ ۱۵۰)

[2] عریش یعنی وہی پھوس کا چھپر جو آپ کی عبادت کے لیے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

مسلسل کر رہا تھا ابرِ رحمت گوہر افشانی
رہینِ آبیاری ہو رہی تھی کشتِ انسانی
گرے تھے جس جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے روبرو تھی وہ جبینِ پاک سجدے میں
جبیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
امینؑ محوِ دعا تھا جبرئیل آمین کہتے تھے
اگرچہ فرش پر تھا استغاثہ فخرِ آدم کا
مگر اُس نے احاطہ کر لیا تھا عرشِ اعظم کا
محمدؐ کی زباں یا حیُّ یا قیوم[1] کہہ کہہ کر
پئے امت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

پیغمبر عرصۂ کارزار میں

زبانِ وحی نے آخر سنا دی نصِ[2] قرآنی
عریش و عرش میں طے پا گئی تقدیرِ انسانی
نویدِ نصرتِ حق لے کے نکلے آپ میداں میں
قدم بوسی کی جرأت آ گئی خونِ شہیداں میں
کیا رحمت نے رُخ اعدائے دین اللہ کی جانب
بڑھا نورِ مجسم اس ہلاکت گاہ کی جانب
نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی
ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی
فلک سہما ہوا تھا کافروں کی چیرہ دستی سے
زمیں شق ہو رہی تھی غلبۂ باطل پرستی سے
مسلط تھا اگر اندیشۂ باطل فضاؤں پر
تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر
مگر جب کملی والا آ گیا اُٹھ کر مصلے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا گئی وادی
کہ اُمت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادیؐ
غلاموں کو جو آقاؐ کا رُخِ انور نظر آیا
قلوبِ مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا

---

[1] زبان پر یاحی یاقیوم کے الفاظ جاری تھے (ابن سعد ونسائی)

[2] یک طولانی سجدے کے بعد خدا کی بشارت لیے ہوئے اٹھے۔ اس وقت آپ کی زبان پر سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ کے قرآنی الفاظ تھے۔ آپ عریش سے

رسولِ پاک نے کفار کی جانب نظر ڈالی جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکا لی
شعاعِ طور کے انوار چمکے روزِ روشن میں لگا دی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
رسالت پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری[1]
بآوازِ بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا کہ دستِ حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا[2]
مٹی دشمن کی شوکت آج پر چم گر گئے اِن کے جلالِ حق سے پیٹھیں مڑ گئیں، منہ پھر گئے[3] اِن کے

معجزے کا ظہور

بدل ڈالی رسالت کی صدا نے جنگ کی صورت کہ اُتری چہرہ افروزانِ خون و رنگت کی صورت
نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامور نے پھینکی[4]
یہ مشتِ خاک اُڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر اداسی چھا گئی پر ہول، دہشت ناک چہروں پر
اُٹھی وادی میں اک آواز اعجازِ پیمبرؐ سے کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اُوپر سے
ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا دوڑ کر آیا اُڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا[5]
کیا اِن ریت کے ریزوں نے حملہ جنگجوؤں پر اُلٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زشت روؤں پر
لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتاً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر نہاں تھا اُن میں شاید نوریوں کا لشکرِ قاہر[6]

---

[1] آپ نے ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی۔ (طبری)

[2] آپ نے زبان مبارک سے شاہت الوجوہ کہا یعنی بگڑ گئے چہرے ان لوگوں کے (زرقانی)

[3] سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنی لشکر کفار ضرور پسپا ہوگا اور پیٹھ دکھا جائے گا (سورہ قمر)

[4] وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (ترجمہ) جب تو نے پھینکا تھا (وہ) تو نے نہیں پھینکا تھا بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔ (انفال)

[5] مٹھی بھر خاک کا یہ اثر ہوا کہ آندھی کا ایک جھونکا آیا۔ کفار کے چہرے آنکھیں ناک ریت اور کنکروں سے بھر گئے۔ (زرقانی)

[6] آپ نے فرمایا یہ فرشتوں کی خدائی فوج ہے جو ہماری نصرت کے لیے آئی ہے۔ (خاتم النبیین)

یہ ابر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فوج کے اُوپر
سنے گھوڑوں کے ہنہنے خاکیوں نے اوج کے اُوپر
جھکا بادل، اُٹھی آندھی، بہم مل جل گئے آخر
فضا میں لشکرِ قدرت کے پرچم کھل گئے آخر
برائے اہلِ ایماں یہ نشانِ نصرتِ حق تھا
اِدھر حق سرخرو تھا، اُس طرف باطل کا منہ فق تھا
نہتوں کو سہارا مل گیا دستِ پیمبرؐ سے
زمانہ گونج اُٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے

جنگِ بدر کا انجام

قریشی فوج کی شکست کا منظر

مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے کافر
ہوا کا رُخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر
بھری تھی خاک آنکھوں میں سجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا
دلوں پر ہیبتِ حق چھا گئی کفار بھاگ اُٹھے
پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اُٹھے
سراسیمہ ' ہراساں ' بدحواس و منتشر بھاگے
یہ اُس سے دس قدم آگے وہ اِس سے دس قدم آگے
پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا
مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے بانے
سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے
دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بیدم تھا
نہ ہوتے اسلحہ، پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا
بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر
ہوئے اس زلزلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
پڑی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا
اچانک بدحواسی میں جو یوں اُوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح اُلجھیں کہ اپنے ہی گلے گھوٹے
جکڑنے کے لیے سینوں کے اندر گڑ گئیں زرہیں
پکڑنے کے لیے گرہوں کے اندر پڑ گئیں گرہیں

جھلم، خود اور زرہیں پھینک دیں، ہتھیار بھی چھوڑے
پڑے ہی رہ گئے سب ساز و ساماں اونٹ اور گھوڑے[1]

ہوا جب منتشر جمعیتِ باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نے اللہ کی قدرت کا اندازہ

اُتارا جا چکا تھا دستِ حق سے تاج باطل کا
سرِ میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا

وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پر
شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا تھا شریفوں پر

وہ بادل چھٹ گیا آخر، وہ لشکر کٹ گیا آخر
معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر

غرور و ناز تھا جس قوتِ ناپاک کے اُوپر
وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اوپر

زمیں پر سرنگوں تھے گُرز، ڈھالیں، برچھیاں، بھالے
کہیں تیر و کماں خم تھے، کہیں تیر و کماں والے

دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری
وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری

وہ بازو ہاں بہت مشاق تھے جو قتلِ انساں میں
وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کے میداں میں

بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں
اسی مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں

رعونت رہ گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں
بچا کر لے چلے میدانِ دار و گیر سے جانیں

دلوں میں گالیاں دیتے ہوئے اپنے خداؤں کو
برا کہتے ہوئے اپنے بھگوڑے دیوتاؤں کو

غرورِ ناز میں آگے تھے جو فرعون و ہاماں سے
وہ قرشی سورما بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے

مسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب زیردستوں کا
خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتلِ ناحق کہہ دیا تھا جوشِ رحمت نے
کیا اب لڑنے والوں کو اسیر اہلِ مروّت نے

شکست و بیدلی، شرمندگی خوف اور گرانباری
یہ سب مل جل کے آخر بن گئے وجہِ گرفتاری

---

[1] بھاگنے والے بوجھل ہونے کی وجہ سے زرہیں اور سامان پھینکتے جاتے تھے جس کو مسلمان اُٹھا لیتے تھے۔ (طبری و زرقانی وغیرہ)

نہتے لا رہے تھے باندھ کر شمشیر گیروں کو
کہ اپنی ہی کمندیں طوقِ گردن تھیں شریروں کو

مگر ایسے بھی تھے اِن میں کہ آئے تھے بمجبوری
عیاں تھی رحمۃ للعلمینؐ پر اُن کی معذوری

سنایا جا چکا تھا حکم سرکارِ رسالت سے
کہ اِن لوگوں سے وقتِ جنگ پیش آنا رعایت سے

کچھ ایسے ہیں جنہیں لایا گیا مکر اور حیلوں سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈرتے تھے شریروں سے رذیلوں سے

اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں اُن کو
مسلمانوں کو اس دم چاہیے بخشیں اماں اُن کو[1]

دکھائی اب جو حق نے فوجِ دشمن کو نگونساری
بجائے جان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری

اگرچہ حضرتِ عباس[2] واقف تھے نتیجے سے
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھتیجے سے

[3]عقیل ابن ابی طالب برادر شیرِ یزداںؓ کے
بحالِ کفر آئے تھے مقابل اہلِ ایماں کے

اسی صورت ابوالعاص ان جفا کاروں میں شامل تھے
ابھی ایماں نہ لائے تھے خطا کاروں میں شامل تھے

ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
گھرے یہ لوگ دورانِ شکستِ فاش میں آخر

جو سب کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ مہلت مل گئی ان کو خدا کی دیر گیری سے

بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول ستر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جا بجا پامال خاک و رنگ کے اندر

---

[1] آنحضرت نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے
ی آپ نے بتا دیے تھے۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۱)

[2] حضرت عباسؓ رسولؐ خدا کے چچا، عمر میں آنحضرت سے دو سال بڑے تھے اور ابھی ایمان نہیں لائے تھے مگر ان کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ بدر میں کافروں کے ساتھ
یں آئے تھے۔ (ازالۃ الخفا)

ل ابن ابی طالب حضرت علی کے بھائی تھے اور ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔

اص حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھانجے تھے۔ اِن سے آنحضرت کی دختر حضرت زینب بیاہی جا چکی تھی۔

یرۃ النبی و رحمۃ اللعالمین وغیرہ۔

یہی ستر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
اِنہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی، چڑھ کے نکلے تھے
انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عداوت تھی
سروں میں خودسری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمعِ عرفاں کو
یہ قوت سے دبانا چاہتے تھے نورِ ایماں کو
یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دینِ منور کو
یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
یہی سب سے زیادہ تھے رسولِ پاک کے دشمن
بنائے فرش و عرش و کرسی و افلاک کے دشمن
یہ بہکاتے تھے راہِ راست سے ہر ایک انساں کو
یہ ایذائیں دیا کرتے تھے ہر فردِ مسلماں کو
[ل] مسلماں ہونے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
برہنہ کر کے جلتی ریت پر اُن کو لٹاتے تھے
انہی کے جسم ہائے سخت تھے اب نرم تھی مٹی
اِنہی کے لاشہ ہائے سرد تھے، اب گرم تھی بھٹی
غلام اور لونڈیاں صیدِ زبوں تھیں ان کے پنجوں میں
جنہیں اظہارِ ایماں پر یہ کستے تھے شکنجوں میں
یہی تھے آج اور دستِ اجل کا تند پنجہ تھا
اِنہی کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا
مظالم میں خیالِ پیش و پس آتا نہ تھا اِن کو
ضعیفوں پرٗ یتیموں پر ترس آتا نہ تھا اِن کو
یہی تھے اب کہ جز لعنت نہ تھی کوئی نوا اِن پر
ہوا دیتی تھی البادی اظلم کی ندا اُن پر
یہی تھے امتیازِ نسل و خوں پر ناز تھا اِن کو
خودی اور خودنمائی کے جنوں پر ناز تھا اِن کو
پڑے تھے اب یہی مٹی کے اُوپر سرنگوں ہو کر
جنوں نتھنوں کے رستے بہ رہا تھا موجِ خوں ہو کر
یہی تھے وہ جو لد کر آئے تھے سامانِ کثرت سے
بہانے کے لیے ایمان کو طوفانِ کثرت سے
وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرقِ ذلت تھی
کہ اِس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش ملت تھی

ع دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد اوّل

ابوجہل کی نگاہِ واپسیں

یہی بوجہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر پر سسکتا تھا
اٹھا تھا کعبۂ توحید کی تخریب کرنے کو
رسول اللہ کی، اللہ کی تکذیب کرنے کو
مسلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
مثالِ ابرہہ[1] ان ہاتھیوں کو لے کے آیا تھا
کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسانِ حال اس کا
پڑا تھا طوق بن کر اِس کی گردن میں وبال اس کا
بتوں کی بندگی کرنے میں گزری تھی حیات اس کی
مدد کرنے نہ آئے وقت پر لات و منات اس کی
بوقتِ جاں کنی حسرت کفِ افسوس ملتی تھی
تمنا پیٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی
عذابِ جاں کنی میں مبتلا تھا دشمنِ ایماں
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں
پڑے تھے ہر طرف شمشیر و خنجر برچھیاں بھالے
جنہیں ایک ایک کرکے چن رہے تھے اب خدا والے
زمیں پر پھیلتا جاتا تھا وقتِ عصر کا سایہ
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اس طرف[2] آیا
ابوجہلِ لعیں کو اس جگہ دم توڑتے دیکھا
تڑپتے، لوٹتے، منہ پیٹتے سر پھوڑتے دیکھا
نظر آیا جو یہ نقشا جہنم کے مسافر کا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا[3]
لعیں نے کھول دیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
وہ زہر آلود لیکن مردنی چھائی ہوئی آنکھیں
کہا بوجہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے
کہ پیر اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا[4] ہے
کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْزَاکَ غازی نے
کیا خوار و زبوں تجھ کو خدا کی کارسازی نے

شاہنامۂ اسلام جلد اوّل۔

سیرت النبی و خاتم المرسلین وغیرہ۔

اللہ بن مسعود نے آواز دی کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ (بخاری)

اللہ بن مسعود نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا۔ ابوجہل نے کہا او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ (سیرت النبی)

خدا سے عفو کا طالب ہو اب بھی جی اگر چاہے
کہا بوجہل نے خاموش او یثرب کے چرواہے![1]

ہبل میرا خدا ہے، لات وعزیٰ ہیں خدا میرے
وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے

قریشی فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو
بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو!

بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو؟
تمہارے اک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو

ترے ساتھی کدھر ہیں قتل ہو کر رہ چکے ہوں گے
مسلمانوں کے لاشے موجِ خوں میں بہ چکے ہوں گے

کہاں ہے وہ تمہارا مایۂ صد ناز پیغمبرؐ
وہ عبداللہ کا بیٹا صاحبِ اعجاز پیغمبرؐ![2]

سرِ میداں کیا ہے ہم نے اُس کا بندوبست آخر
ہمارے دیوتا نے اُس کو دی ہو گی شکست آخر

مجاہد نے کہا "او دشمنِ دیں او ستم آرا"
خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا

ملی پاداشِ حملہ آوری تیغ آزماؤں کو
کہ دی حق نے شکستِ فاش باطل کے خداؤں کو

پڑے ہیں پیدلوں کے اب نہ وہ جنگی رسالا ہے
خدا کا اور محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہے

کیا کفار کو اللہ نے خوار و زبوں آخر
ہوا اس لعنتی کثرت کا جھنڈا سرنگوں آخر

فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم
برائے اہلِ عالم امن کے پیغام کا پرچم

وہ کثرت مٹ گئی ایمانِ قلت دیکھ او کافر
نگاہِ واپسیں سے اپنی ذلت دیکھ او کافر

جو آئے تھے کہ چھینیں حقِ آزادی شریفوں سے
ہوئے سب تین تیرہ تین سو تیرہ ضعیفوں سے

یہ کیا ہے؟ ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرتِ حق کا
گنہ سے توبہ کر، طالب ہو ظالم رحمتِ حق کا

اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے
تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہو جائے

---

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْزَاكَ یعنی حمد ہے اُس خدا کی جس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا۔

[2] ابوجہل نے کہا هَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ یعنی کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے۔ پھر کہا لَوْ غَیْرَ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ یعنی کاش کہ میں کسی کسان کے ہاتھ سے نہ مارا جاتا۔ (خاتم النبیین)

یہ سن کر اس لعیں نے دھندلی دھندلی اک نظر ڈالی   نظر آئی اُسے وادی قریشی فوج سے خالی
بس اپنے پیکرِ حسرت کا منہ تکنے لگا کافر   کراہا، چیخ ماری، گالیاں بکنے لگا کافر
شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کمینے پر   مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھ کے سینے[1] پر
کہا بوجہل نے ”اے بکریوں کے پالنے والے   میں زخمی ہو کہ بیشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے
ذرا گردن بچا کر کاٹنا سرباز سر میرا   رہا ہے عمر بھر دنیا میں سرافراز سر میرا
کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے   بڑے اک گردن افراز و سپہ سالار[2] کا سر ہے
مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا   بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا
چلا شاہِ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر   برائے نذر نخلِ فتح و نصرت کا ثمر لے کر

فتح کے بعد آنحضرت اور غازیوں کی مصروفیات

خدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی   لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی مرہم اندوزی
اسیروں کی حفاظت کے لیے سامان فرما کر   [3]نماز اپنے شہیدوں کی پیمبرؐ نے پڑھی آ کر
ہوا یہ انتظام اب حسبِ فرمانِ رسول اللہ   ہوئی تکمیل تدفینِ فدایانِ رسول اللہ
دعا فرما کے اِن سب کو گنہ سے پاک فرمایا   شہادت پانے والوں کو سپردِ خاک فرمایا
ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علم داری   تھے اِن بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ[4] انصاری

(دیکھو سیرت النبی)

بوجہل بولا اے بکریوں کے چرواہے فخر کر کہ تو بڑی اُونچی جگہ بیٹھا ہے۔ میری وصیت سن کر میرا سر کاٹے تو کندھوں کے قریب سے کاٹیو تا کہ گردن بڑی معلوم ہو اور ہر یکھتے ہی سمجھ جائے کہ کسی بڑے سردار کی گردن ہے۔ (الاسلام حصہ اوّل)

ہداء پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور اُن خون آلودہ کپڑوں میں جنہیں وہ پہنے ہوئے تھے دفن کیے گئے (الاسلام حصہ اوّل)

جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ شخصوں نے شہادت پائی جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصار تھے۔ (سیرت النبی)

سرِ مقتل ہوئی گنتی جو مقتولانِ دشمن کی
بہتر سرنگوں لاشیں تھیں سردارانِ دشمن[1] کی

ہوا[2] ارشاد اِن کی پردہ پوشی بھی ضروری ہے
کھلے میداں میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے

صحابہ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا
مگر ارشادِ پیغمبر اُنہیں ارشادِ باری تھا

پڑی تھیں جابجا میدانِ گیرودار میں لاشیں
اٹھائیں اور سلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں[3]

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرت کا خطاب[4]

ہوئی معمور پھر صبر و سکوں سے بدر کی وادی
کنارِ غار استادہ ہوا اسلام کا ہادیؐ

مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا
کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا

کہو اے عتبہ، اے بوجہل، اے شوکت کے متوالو
جو تم پر عہد تھا اللہ کا اُس پر نظر ڈالو

بتاؤ غار والو، آج تو تم کو یقیں آیا
وعیدِ حق کا ایفا تم نے پایا یا نہیں پایا

نبی کی قوم تھے تم لوگ لیکن کس قدر بد تھے
کہ از آغاز تا انجام شیطاں کے موید تھے

میری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے
خدا کی بہتریں تعمیر کی تخریب کی تم نے

---

[1] تقریباً ۷۰ آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ (سیرت النبی)

[2] لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی آپ اس کو زمین میں دفن کرا دیتے تھے۔ (روض الانف)

[3] اس موقع پر کشتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ ایک وسیع کنواں تھا (عربی میں لفظ قلیب ہے۔ مصنف) تمام لاشیں آپ نے اس میں ڈلوا دیں لیکن اُمیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ جگہ سے ہٹائی جائے اس لیے وہیں خاک میں دبا دی گئی۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۵)

[4] واپسی سے قبل اس گڑھے کے قریب تشریف لے گئے جس میں رؤسائے قریش دفن کیے گئے تھے اور پھر اُن میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا هَلْ وَجدتُم مَا وعدَکُمُ اللہ حقا فَاِنّی وَجدتُ ما وَعدَنی اللہ حقًا یعنی کیا تم نے اس وعدے کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعے تم سے کیا تھا۔ تحقیق میں نے تو اس وعدے کو حق پا لیا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا۔
نیز فرمایا اهل القلیب بئس عشرہ النبی کنتم لنبیکم کذّبتمونی وصدقنی النّاس واخرجتمونی وآوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی النّاس (طبری بحوالہ خاتم النبیین) یعنی اے اہل قلیب تم اپنے نبی کے بہت برے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسرں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ قتال کیا اور دوسروں نے میری نصرت کی۔

نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اَوروں نے اقامت دی
اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اَوروں نے نصرت دی
ہوئے حائل تمھیں راہِ فلاحِ آدمیت میں
بتاؤ کیا کہو گے پیشِ حق اپنی بریت میں
خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرت نے فرمایا
صحابہ کے دلوں میں اک تحیر سا اُمڈ آیا
کہا[1] جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں
بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ
برائی کے برے انجام پر سر دُھن رہے ہیں یہ
مآلِ کار پر ہے انتہائی اضطراب اِن کو
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جواب اِن کو

بعد فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب

نمازِ عصر کا وقت آ گیا اِن کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں
فضا میں گونج اُٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
ہوئی روحِ حقیقی جلوہ گر دینِ پیمبرؐ کی
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
سنے نغماتِ شکر اِن فتح مندوں کی زبانوں سے
اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسانِ فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اِس اُمت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اُوپر
کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ایمان کے اوپر
بشر یہ بھی تھے لیکن قلب اِن کے شر سے خالی تھے
مقاصد تھے بلند اِن کے ارادے ان کے عالی تھے
نہ تھی راہِ خدا میں خواہشِ نام و نمود ان کو
پئے حبِ نبی مقصود تھی نفیٔ وجود ان کو
ب آئے تھے تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ ان کے ساتھ گھوڑے تھے

ت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو اب مردے ہیں وہ کیا سنیں گے (خاتم النبیین)

رت نے فرمایا میری یہ بات وہ تم سے بھی بہتر سن رہے ہیں۔

نہ ان کی پشت پر تھی کوئی بھی امدادِ انسانی
نہ کھانے کے لیے روٹی نہ پینے کے لیے پانی
میسر کچھ نہ تھا سامان و ساز و برگ سے ان کو
اسی حالت میں ٹکرانا تھا سیلِ مرگ سے اِن کو
ہنکا لائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف ان کو
کہ سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف ان کو
اُمڈ آئی تھی جب تیغوں کی موجِ تند و تیز اِن پر
بہر سو اپنے ہاتھوں بند تھی راہِ گریز اِن پر
اِنہیں اس وقت بھی اللہ پر ایمانِ کامل تھا
رسول اللہ کے وعدے پر اطمینانِ کامل تھا
وہی وعدہ جسے اصلِ اصولِ زندگی کہیے
حیاتِ نوعِ انسان کے لیے پائندگی کہیے
مجاہد کے لیے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی[1] ہے
یہی ذوقِ یقیں باعث تھا اُن کی استقامت کا
قدومِ استقامت ہی پہ سر خم ہے کرامت[2] کا
یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح و نصرت بھی
مہیا تھے سلاحِ جنگ بھی مالِ غنیمت بھی
جوانمردی سے حملہ آوروں پر فتح پائی تھی
سرِ میداں دیا تھا امتحاں جرأت دکھائی تھی
بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
کمانیں، تیز زرہیں، گرز، ڈھالیں، برچھیاں، بھالے
خیام اور بارگاہیں اونٹ، گھوڑے، ڈھول، نقارے
رسد کی خرجیاں، بالکل نئے کپڑوں کے پشتارے
سبھی کچھ آج حاصل ہو گیا تھا سرفروشوں کو
یہ روزِ فتح کا تحفہ ملا تھا دلق پوشوں کو
مگر اس فتح پر ہرگز نہ تھا عجب اور ناز ان کو
کہ نازِ قربِ حق نے کر دیا تھا بے نیاز ان کو
نہ اتراتے تھے جرأت پر نہ اپنے زورِ بازو پر
خوشی تولی ہوئی تھی شکرِ خالق کے ترازو پر
زمین و آسماں جن و ملایک سخت حیراں تھے
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے

---

[1] وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

[2] الاستقامت فوق الکرامت

انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسا تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسا تھا
سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
دکھایا جس نے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا!
یہی اک جذبۂ صادق تھا باعث ان کی شادی کا
کہ دیکھا معجزہ تعمیلِ ارشاداتِ ہادیؐ کا
خدا کے پاک بندے تھے خودی کا دم نہ بھرتے تھے
محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیانِ اِسلام کی واپسی

اُدھر باطل گریزاں تھا، اِدھر حق شادوفرحاں تھا
یہ دن ارشادِ قرآں کے مطابق یوم فرقاں[1] تھا
سوارِ صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب
کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب
مگر اِس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی
سفر درپیش تھا اس قافلے کو بعدِ سربازی
نمازِ عصر پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
مدینے کو بڑھی موجِ نویدِ نصرتِ[2] باری
ثناء کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی
سوادِ بدر سے لوٹی جماعت اہلِ ایماں کی
بچشمِ نم شہیدانِ محبت سے جدا ہو کر
چلے بندے خدا کے ہمرکابِ مصطفیٰؐ ہو کر
نہ اتراتے ہوئے آئے، نہ اتراتے ہوئے لوٹے
سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے لوٹے
نہ غرہ تھا اسیروں پر، نہ سامانِ غنیمت پر
یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدروقیمت پر
تھا دل اِس شکر سے معمور ان عالی مقاموں کا
کہ حق نے امتحاں فرما لیا اپنے غلاموں کا

دیکھو سیرت النبی صفحہ ۳۲۳

بعض کا قول ہے کہ اسی روز اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن یہیں قیام فرما کر آنحضرت مدینے کی طرف لوٹے مگر کثرت اس طرف ہے کہ آپ نے تدفین کے بعد یہاں میل پر منزل کی۔

واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروانِ روز پہنچا شب کی منزل پر
لگا دی آسماں نے کشتیِ خورشید ساحل پر
کیا تھا کام دن بھر تھک گیا تھا آفتاب آخر
نہ لایا غازیوں کے جوشِ بیداری کی تاب آخر
رسول اللہ کے روئے منور پر نظر ڈالی
تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی
جھکایا نیرِ اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
شرف اس کو ملا تھا احمد بے میم کی خاطر
مُصر پا کر سفر پر لشکرِ محبوبِ داور کو
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ خاور کو
جبینِ شام پر سرخی ندامت کی جو لہرائی
رسولِ پاک نے بھی اب قیامِ شب کی ٹھہرائی[1]
ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
خدا کی بخششِ خواب وسکوں سے کام لینے کا
کیا فرمانِ ہادیؐ پر قیام ان سربلندوں نے
ادا کی مل کے مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے
مہیا جو ہوا ، نعمت سمجھ کر شکر سے کھایا
عشاء کے بعد حزب اللہ نے آرام فرمایا
فلک سے چاند تارے نور کی بارش لگے کرنے
لگی موجِ ہوا اِن کی ہوا خواہی کا دم بھرنے
ملایک کی جماعت آج پہرے دار تھی اِن کی
یہ محوِ خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی اِن کی

* * *

---

[1] بدر سے ہٹ کر تین میل مقام اثیل ہے متعدد روایات کی رو سے آپ نے واپسی پر وہاں تین دن رات قیام فرمایا تھا۔

بابِ دُوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ

مکے اور مدینے کے حالات

منافقین اور یہود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینے سے　　منافق اور یہود اِن کو یہی کہتے تھے کینے سے
نہ جاؤ جنگ کو اس بے سروسامان حالت سے　　نہ ٹکراؤ عبث شمشیرِ قرشی کی اصالت سے
نہیں کوئی حریف اہلِ عرب میں ان کی طاقت کا　　مقابل اُن سے ہونا کام ہے پوری حماقت کا
یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے　　فنونِ جنگ سے عاری فلاکت آشنا سارے
محمد لے چلے ہیں بے وقوفو، تم کو پھسلا کر　　نہ دیکھو گے کبھی منہ بال بچوں کا یہاں آ کر
قریشی پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے　　تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
بنائیں اِس طرح کی سینکڑوں باتیں رذالوں نے　　سنا سب کچھ، مگر چپ سادھ لی اللہ والوں نے

مدینہ میں مسلمانوں کی حالت

بڑھے آخر یہ اسلامی مجاہد بدر کی جانب　　تو مائل تھے مسلمانوں کے دشمن غدر کی جانب
سول اللہؐ کو معلوم تھی ان کی دغا بازی　　کیا تھا آپ نے یوں سدِ باب فتنہ اندازی

کہ چند[1] اصحاب چھوڑے تھے مدینے کی حفاظت کو   نظر میں تا کہ رکھیں دشمنوں کی نقل و حرکت کو
یہ غیبت میں ستائیں گے غریبوں اور ضعیفوں کو   شرارت سے پریشانی میں ڈالیں گے شریفوں کو
بہت[2] بیمار تھیں اُس دم رسول اللہ کی دخترؓ   رقیہؓ نام تھا عثمانؓ اس بی بی کے تھے شوہر
یہاں بیمار کی تیمارداری بھی ضروری تھی   وہاں تعمیلِ ارشاداتِ باری بھی ضروری تھی
محبت نے ادائے فرض کا رشتہ نہ توڑا تھا   پئے تیمارداری اس جگہ عثمانؓ کو چھوڑا تھا
مجاہد بدر میں آسودہ تھے تیغوں کی چھاؤں میں   مدینے کے مسلماں کاٹتے تھے دن دعاؤں میں

منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود اِن فکر مندوں کو ستاتے تھے   قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے
کہا کرتے تھے قرشی فوج سب کو مار ڈالے گی   زمینِ بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھا لے گی
پیمبرؐ نے کیا برباد اتنے خاندانوں کو   بچالاتے ہیں دیکھیں کس طرح اُن چند جانوں کو
نہتے لڑ سکیں گے کس طرح کمزور بیچارے   ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے
یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہتے تھے   مسلماں ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن[3]

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر   ہوا اک دن رقیہ سیدہؓ کا انتقال آخر

---

[1] مدینے سے نکلتے ہوئے آپ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو امام نماز بنا کر چھوڑا تھا پھر راستے میں مقام روحا سے جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے یہود اور منافقین کے فتنے کے خیال سے حضرت ابولبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر بنا کر واپس بھیج دیا تا کہ مدینے میں امن قائم رکھیں۔ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قباء کے لیے آپ نے عاصم بن عدی کو الگ امیر مقرر کر دیا تھا۔ (ابن ہشام، ابن اثیر)

[2] حضرت کے خروج بدر سے پہلے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ چیچک میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ حالت بہت نازک تھی اس لیے تیمارداری کے لیے آپ نے ان کے شوہر جناب عثمانؓ ابن عفان کو مدینے میں چھوڑ رکھا تھا۔ (حاکم، ابن کثیر)

[3] دیکھو تاریخ الخمیس

دعا کرتی ہوئی حق سے رسولؐ اللہ کی بیٹی
پدر کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی
جنابِ حضرتِ عثمانؓ بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر
نبی کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہ حسرت باوجودِ ضبط چہروں سے ہویدا تھی
یہود اور بت پرست اس وقت بھی ان کو ستاتے تھے
کہ دل سوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

[1] یہ عالم تھا کہ دیکھا اِک شتر اسوار آتا ہے
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مژدہ سناتا ہے
مسلمانوں کے بچے بچیاں ہیں جمع گرد اس کے
”خدا کا فضل“ اور ”فتح مبیں“ لب پر ہیں وردِ اس کے
قریب آ کر نظر آیا جنابِ زیدؓ کا چہرا
وہ چہرہ جس پہ تھا لطفِ خدائے پاک کا سہرا
وہی زید ابنِ حارث خادمِ خاصِ رسول اللہؐ
غلامِ زرخریدِ حسن و اخلاصِ رسول اللہؐ
ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گزاری میں
نبی کا ناقۂ قصویٰ تھا آج اُن کی سواری میں
یہاں تعمیلِ احکاماتِ[1] ہادیؐ کرنے آئے تھے
نویدِ فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے
صدا دیتے تھے لوگو شکر خالق کا بجا لاؤ
قریشی فوج کے حملے سے تم ہرگز نہ گھبراؤ
خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
ہوئی ہے بدر کے اندر شکستِ فاش دشمن کو
پہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی اُن کے
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی اُن کے
ابوجہل و ابوکرش و اُمیہ اور زمعہ بھی
ولید و عاص بھی بوالبختری بھی اور منبہ بھی

---

[1] ت رقیہؓ کو اللہ جل شانہ نے اپنے جوارِ رحمت میں لے لیا تھا۔ وہ دفن ہو رہی تھیں اور مسلمان قبر پر مٹی برابر کر رہے تھے کہ فتح بدر کی خبر آئی (خاتم المرسلین)

وہ سب کے سب جو تھے ہر کارِ نیک انجام کے دشمن
رسول اللہؐ کے اللہ کے اسلام کے دشمن
وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
خدا نے موت کو ترجیح دی ہے اُن کے جینے پر
ربیعہ کے پسر مارے گئے اِک آن کے اندر
ہوئے مقتول سارے کینہ ور میدان کے اندر
بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوجِ شیطاں کے
غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے ساز وساماں کے
اَلاَیَا معشر الانصار یہ دن ہے مسرت کا
عنایت ہے نبیؐ کی اور احساں ربّ عزت کا
کوئی دن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رتبہ شہادت کا
دکھا کر سرفروشی جیت کر ایمان کی بازی
مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تین سو غازی
خدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والاؐ بھی
اُسی کے دم سے ہے یہ نصرتِ باری تعالیٰ بھی

نوید اے طالبانِ دید حق مطلوب آتا ہے!
مدینے کی طرف اللہ کا محبوب آتا ہے!

فتح کی خبر پر منافقین ویہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خفتہ بخت اِس آواز سے[1] جاگے
جنابِ زیدؓ یہ مژدہ سنا کر بڑھ گئے آگے
مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
سنی جب زیدؓ کی آواز آوازے لگے کسنے
کوئی بولا ”پیام زید کیا اچھی کہانی ہے
حقیقت کچھ نہیں لیکن زباں میں کیا روانی ہے“
کوئی بولا ”ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
صریحاً ایک فوجی چال ہے، دھوکا ہے، گھاتیں ہیں“
مسلمانوں کی بازی بدر کے میداں میں پٹ سمجھو
بیاں جو کچھ کیا ہے زید نے اس کا اُلٹ سمجھو

---

[1] بدر سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثؓ کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ آگے آگے جا کر اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچا دیں۔
(خاتم النبیین)

قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہوں گے
مسلماں سب کے سب میدان میں کام آ چکے ہوں گے
یہی حشر اُن کے صاحب کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوتا ہے
یہ ناقہ جس کا ہے اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم
بھگا لایا ہے اُس کو زید سب کچھ جانتے ہیں ہم
کوئی پوچھے ، سلامت ہے اگر اس قوم کا آقاَ
اکیلا لے کے آ سکتا تھا کیونکر زیدؓ یہ ناقا؟
غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوا نہ ہو جائے
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے
کوئی بولا ، "نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے
کہ اُس پُرہول نظارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
کیا ہے رنج و غم نے آج مخبوط الحواس اس کو
رفیقوں کی تباہی کا نگاہوں میں ہے نظارا
نہیں خود بھی سمجھتا ، منہ سے کیا کہتا ہے بیچارا

حضرت اسامہؓ ابنِ زیدؓ کا جوش

اِدھر تو اِن خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
اُدھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں
صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقیں اِن کو
بشاراتِ محمد مصطفیٰؐ پر تھا یقیں اِن کو
جنابِ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے ابھی کمسن
اُنہیں اشرار کی باتوں پہ غصہ آ گیا اس دن
یہ طنز آمیز فقرے سن کے شانِ فوجِ ملت میں
اُٹھے ، اُٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں
کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں
مگر اشرارِ یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں
کہا جانِ پدر ! مسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا
اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی میں وہیں ہوتا
ھلا راہِ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے
حواس و ہوش کھو کر موت سے منہ موڑ سکتا ہے
ی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میری بات سچی ہے
رسول اللہؐ سچے ہیں ، خدا کی ذات سچی ہے

اسامہؓ مطمئن ہو کر بڑھے اشرار کی جانب
جہاں پر زور تھا اُن کا اُسی بازار کی جانب
پکارے اے یہودٔ اے بت پرستو کچھ تو شرماؤ
تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ
ابھی دو چار ساعت میں رسول اللہؐ آتے ہیں
مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں
نظر آئیں گے دن کے وقت زیرِ آسماں تارے
تو جھک جائیں گی یہ بےنور آنکھیں شرم کے مارے
یہ سن کر فتنہ پرور منہ اُسامہؓ کا لگے تکنے
لگے تھے بدزباں اب اور بھی کچھ ناروا بکنے
کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہ اکبر کی
سواری آ گئی تھی ارضِ روحا تک پیمبر کی
اُٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں
دِل اشرار پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں
یہ نادم ہو کے دبکے کوئی تازہ چال کرنے کو
اُسامہؓ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسول اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نویدِ سرخوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو
فرشتے لے اُڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
ہوا جلوہ فگن طیبہ میں جب اسلام کا ہادیؐ
منور ہو گئی شمس الضحیٰ کے نور سے وادی
صحابہ ہم عناں تھے صف بصف محبوبِ داور کے
شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشیدِ خاور کے
عیاں تھا سب کے چہروں سے نشانِ فتح فیروزی
سناتے تھے غنائم داستانِ فتح فیروزی
زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرحبا گونجی
فلک سے بھی ندائے نغمۂ صلِّ علیٰ گونجی
مبارکباد کی آنے لگیں پرجوش آوازیں
مئے حبِ رسول اللہ سے مدہوش آوازیں
قریبِ شہر پا کر لشکرِ مردانِ عالم کو
مسلماں ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو
اُمڈ آیا ہجومِ اہلِ ایماں دید کی خاطر
ہوئی جاں بخش جو اُمید اُسی اُمید کی خاطر

پیمبرؐ اس طرح داخل ہوا اپنے مدینے میں
دمِ رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں
محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھومے
جھکی محرابِ مسجد، فرش نے بچھ کر قدم چومے
فروکش ہو گئے مسجد میں آ کر حضرتِ والا
صحابہ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا
بشر کی شانِ وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے
ستارے بھی مبارکباد دینے کو اُتر آئے
مہاجر اور انصار آ کے بیٹھے سب حضوری میں
رہا کوئی نہ بعد و قرب خاکی اور نوری میں

عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ بطورِ اسیرِ جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقت آرام کا آیا
اُٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
پئے آرام لیٹا کملی والا اک چٹائی پر
خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شہنشاہ لیکن کس قدر سادہ
وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی
کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں دبی سی اک صدا آتی
تھے مسجد کے قریں عمِ نبیؐ عباسؓ اک گھر میں
بندھی تھیں اُن کی مشکیں اور شاید درد تھا سر میں
اگرچہ جنگ میں عباسؓ آئے تھے بمجبوری
رسول اللہ کو معلوم تھی اُن کی یہ معذوری
اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے ان کے
بحالِ کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
مگر کفار کے حملے میں شرکت تھی خطا کاری
ہوئی تھی جنگ کے میدان میں ان کی گرفتاری
چچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گزاری بھی
مگر انصاف کو مشکل تھی اِن کی پاسداری بھی
ھے تھے جس طرح سب دشمنِ اسلام قیدی تھے
کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اک عام قیدی تھے
اہے دمبدم عباسؓ درد و کرب کے مارے
بندھے تھے سخت پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بیچارے

رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیت[1] سے
کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدقِ نیت سے
اُدھر وہ ہلکے ہلکے زیرِ لب اک آہ کرتے تھے
اِدھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے
صحابہ سو رہے تھے صحنِ مسجد میں تھکے ہارے
ردائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے
نبی نے کروٹیں بدلیں جو یوں بے تاب ہو ہو کر
صحابہ جاگ اُٹھے خواب سے بے خواب ہو ہو کر
گزارش کی سبب کیا ہے حضور اس بیقراری کا
مزاج اچھا تو ہے نامِ خدا محبوبِ باری کا
کہا بے تابیٔ بیتابیٔ عباسؓ ہے مجھ کو
حقوقِ خدمتِ دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو
وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملاتا ہے
تو اُس کی خدمتِ حق کا زمانہ یاد آتا ہے
گزارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں
ابھی عمِّ نبیؐ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں
کہا جب دوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر
کروں گا میں نہ ہرگز فرق عمرو زید کے اندر[2]
جھکایا سر یہ منشائے نبیؐ پا کر صحابہؓ نے
کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہؓ نے
اسیروں نے جو قیدِ سخت سے یوں مخلصی پائی
تو چشمِ دردمندِ دردمنداں میں بھی نیند آئی

مکے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
ذرا چل کر شکستِ بانیانِ جنگ بھی دیکھیں
نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
ہمہ تن شہر مکہ منتظر تھا فتح یابی کا
بہت غرہ تھا سازِ جنگ پر جنگی لیاقت پر
یقیں رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر

---

[1] غزوۂ بدر میں کافروں کی طرف تھے۔ اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بندش سخت تھی جس سے یہ کراہتے تھے اور ان کے کراہنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چینی ہوتی تھی۔ (ازالۃ الخفاء)

[2] دیکھو زرقانی حالات عباسؓ بن عبدالمطلب

بہت عاجز سمجھتے تھے محمدؐ کے غلاموں کو
وطن سے کر چکے تھے بے وطن عالی مقاموں کو
انہیں پورا یقیں تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
مسلمانوں کے سر، مالِ غنیمت ساتھ لائے گی
نویدِ فتح مندی کا تھا ایسا اعتبار اِن کو
کہ گھر میں بیٹھ رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو
جما کر خون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
نکل کر بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں
حجر میں ایک دن صفوان واہلِ مکہ بھی اکثر
اسی امید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر
نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اک انسان آتا ہے
سراسیمہ، ہراساں اور بے سامان آتا ہے
نہیں تھی ستر کی سُدھ بدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا
مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میداں سے بھاگا تھا
سماتا تھا نہ اُس کے پیٹ میں دم ہول کے مارے
زباں پر اُس کے تھا "مارے گئے مارے گئے سارے!!!"
یہ اِک مردِ خزاعی[1] تھا اسے لوگوں نے پہچانا
کسی نے راستے میں اس کو لوٹا ہے یہ گردانا
کہا اے مردِ سودائی یہ کیسی دُھن سمائی ہے
کہ یوں "مارے گئے مارے گئے" کی رٹ لگائی ہے
وہ بولا واقعی مارے گئے' مارے گئے سارے
یہ بولے کون؟ وہ بولا سبھی سردار بے چارے
یہ اب بھی کچھ نہ سمجھے اور پوچھا تو نے کیا دیکھا
وہ بولا کچھ نہیں "بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا!"
یہ سمجھے فتح ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے
بڑا بزدل ہے دل میں موت کا خطرہ سمایا ہے
کہا مارے گئے جو لوگ اُن کا نام تو لینا!
وہ بولا، میں بتاتا ہوں مجھے پانی ذرا دینا
لا پانی تو اس بھاگے ہوئے کے دم میں دم آیا
توانائی جو پائی پھر اُسی صورت سے چلایا
کشتوں کے پشتے لگ گئے اِک آن کے اندر
بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر

---

[1] خوردہ مشرکین میں سے حیسمان خزاعی سب سے پہلے مکے پہنچا لوگوں نے پوچھا لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ وہ نہایت پریشانی کے ساتھ گھبرا گھبرا کر کہنے لگا سب
(خاتم المرسلین)

یہ سمجھے ذکر کرتا ہے مسلمانوں کے لشکر کا
عفایا ہو گیا اس قوم کے ہر ایک افسر کا

کہا اچھا ہوا مارے گئے ، تم ہوش میں آوٗ
جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاوٗ

وہ بولا کیا کہا اچھا ہوا ، مرنا بزرگوں کا
تمھیں تو آج ماتم چاہیے کرنا بزرگوں کا

بہت روئے گی قرشی قوم اُن عالی نژادوں کو
جو لے جاتے تھے میداں میں سواروں اور پیادوں کو

سپہ سالار عتبہ ، بوالحکم ، بوکرش اور شیبہ
ولید د عاص ، اُمیہ بن خلف ، بوبختری ، زمعہ

سبھی مارے گئے اسود کے اور حجاج کے بیٹے
ہبل کے نام پر قرباں ہوئے تقدیر کے بیٹے

صفوان بن امیہ کا شک وشبہ

[1] ہنسا یہ سن کے صفوان اور بولا طرفہ مضموں ہے
یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہے مجنوں ہے

زباں پر نام ہے کم بخت کی اُن پختہ کاروں کا
جو تنہا جنگ میں منہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا

بھلا اس سے مری نسبت تو پوچھو کیا بتاتا ہے
مجھے پہچانتا ہے یا سنانی ہی سناتا ہے

کہا اچھا بتا ، صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بھاگ آیا کہ اُس کو موت ہی کے جال میں دیکھا

وہ بولا خوب ، گویا تم مجھے مجنون سمجھے ہو
مرے سچے بیاں کو اور ہی مضمون سمجھے ہو

یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا

یہ سن کر ہکے بکے رہ گئے شیطاں کے بندے
ہزیمت پر یقیں لاتے نہ تھے سامان کے بندے

---

[1] مقتولین کے شمار میں ایسے ایسے معزز ین قریش کے نام لیے گئے تو صفوان بن اُمیہ نے کہا اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو دیکھو کیا کہتا ہے۔
نے صفوان کے متعلق پوچھا۔ اُس نے اشارہ کر کے کہا وہ کیا سامنے صفوان بیٹھا ہے۔ (خاتم المرسلین از شرر)

شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے   اِسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
زبردستوں کے لاشے چھوڑ آئے زیردستوں میں   ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
غرض اب یہ بھی آ اور وہ بھی آ جو بدر سے بھاگے   یہاں ہر پھر کے آ پہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
وہ زرہیں اور بکتر اور ملبوساتِ فولادی   وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ اُستادی
وہ ڈھالیں اور تلواریں ، وہ تیر و نیزہ و خنجر   کہ نکلے تھے بھروسا کر کے جس سامان کے اُوپر
وہ خیمے اونٹ، گھوڑے اور سامانِ رسد اِن کا   وہ چیزیں اہلِ ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
یہ سب دے کر بمشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے   بسانِ زخم فریادی زبانیں لے کے آئے تھے

مکے میں کہرام

غرض اب شہر مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی   مصیبت کوبہ کو خانہ بخانہ ، دربدر پہنچی
ابھی تیاریاں تھیں فاتحوں کے خیر مقدم کی   ابھی آنے لگی ہر سو صدا فریاد و ماتم کی
گھروں سے مرد، عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے   عوام و خاص پکے اور کچے سب نکل آئے
اکٹھے ہو گئے اک چوک میں سب چیخنے والے   پڑی پٹس، اُٹھے فریاد وآہ و زاریاں، نالے
ہزیمت خوردگاں نے اُن کو سارا حال بتلایا   مگر یہ کیا ہوا ، اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی روداد اور ابولہب کی مایوسی

پکارا بولہب لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ   تم آؤ اے ابوسفیاں ہمیں یہ بات سمجھاؤ
معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں   نہ اُن کے پاس تلواریں نہ اُن کے پاس گھوڑے ہیں

نہ اُن لوگوں کا امدادی ہے دنیا میں کہیں کوئی
سوائے حمزہؓ فنِ جنگ سے واقف نہیں کوئی
ہمیں جھک کر سلامیں کرتے رہتے تھے سرِ راہے
وہ حرب و ضرب کیا جانیں بھلا یثرب کے چرواہے
وہ کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
وہ بیچیں بکریوں کا دودھ خوں کا رنگ کیا جانیں
اُنہیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
ٹھہرنے کے لیے تنبو تنبوٹی تک نہیں ملتی
کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
کہ ایسا لشکرِ جرار پہنچا اس نتیجے کو
بتا وہ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
کہ اُس کا اک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر
فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سورماؤں سے
عرب کی خاک تھراتی تھی تلواروں کی چھاؤں سے
مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بات سے ہارے
قریشی فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں سارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آخر
طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابو سفیاں کہ بعدِ بولہب سردار تھا سب کا
بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا[1]
وہ اب ناچار اُٹھا اور بولا اے بڑے بھائی!
ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جادو[2]
زمیں پر پڑھ دیا افسوں ہوا میں بھر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں

---

[1] بیشک رؤسازادے اب بھی قریش میں کافی موجود تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو ریاست کی صف دوم میں شمار کیے جاسکتے تھے مگر وہ بڑے سردار جو اسلام کے خلاف معاندانہ کارروائیوں کی روح رواں تھے سب خاک میں مل گئے تھے...... ابوسفیان رہ گیا تھا بدر کے بعد اس کے سر قریش کی سرداری کا تاج رکھا گیا۔ (ابن ہشام و طبری بحوالہ خاتم النبیین)
عتبہ اور ابوجہل کی موت نے قریش کی ریاست عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا جس سے دولت اموی کا آغاز ہوا لیکن قریش کے اصلی زور طاقت کا معیار گھٹ گیا۔
(سیرت النبی)

[2] نقل کفر کفر نہ باشد۔ یہ مشرکین عرب کی عام ذہنیت کا نقشہ ہے۔ (مصنف)

مسلماں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہو گئے اس دم
تھے اُن کے ہاتھ وقتِ جنگ بھیڑوں کی طرح سے ہم
مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے
ہمیں پھر جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا ہے
اگر ہم آج روئے، اس سے دو نقصان پہنچیں گے
ہمیں بے بس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے
ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اُڑائیں گے وہ چرواہے
مبادا اور کچھ اس سے زیادہ اُن کا جی چاہے
ہنسی اُن کی زیادہ تلخ ہو گی اس ہزیمت[1] سے
عرب میں قوم گر جائے گی اپنی قدر و قیمت سے
قریشی بھائیو لازم ہے ماتم ملتوی کر دو
عزاداری علی الاعلان یک دم ملتوی کر دو
منادی شہر میں کر دو نہ مردوں پر کوئی روئے
کرے تیاریاں ہر کوئی غفلت میں نہ دن کھوئے
یہ خونیں آتشِ غم اپنے سینوں میں سلگنے دو
دھواں باہر نہ اُٹھنے پائے اندر آگ لگنے دو
یہ آگ اِک دن جلائے گی مسلمانوں کے خرمن کو
بھسم کر دے گی اُس نوخیز و نوزائیدہ گلشن کو
کیا موقوف اپنا عیش و عشرت یک قلم میں نے
کہ کھائی آج سے غسلِ جنابت کی قسم میں نے
قسم ہے لات و عزیٰ کی میں بدلہ لے کے چھوڑوں گا
مسلمانوں کا اور اُن کے خدا کا زور توڑوں گا

ہندِ جگر خوار کا غم و غصہ

یہ سن کر چھا گیا اس ہاؤ ہو پر ایک سناٹا
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھاٹا
ابوسفیاں کی بیوی[2] ہند اُٹھی اور یوں بولی
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہو لی
میرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؓ نے مارا ہے
بڑے سردار تھے جن کو اجل کے گھاٹ اُتارا ہے

---

[1] معتبر روایات ہیں کہ ابوسفیان بن حرب مجمع قریش میں کھڑا ہوا اور کہا اے گروہ قریش اپنے مقتولوں کے ماتم میں نہ نوحہ کرو نہ نوحہ خوانی، نہ کوئی شاعران پر مرثیہ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ امر تمہارے غم و غصہ کو زائل کر دے گا۔ علاوہ ازیں اگر اصحاب محمد کو تمہارے گریہ و بکا کی خبر پہنچے گی تو وہ لوگ شماتت کریں گے اور اُن کی طعنہ شکست سے بھی بڑی مصیبت ہوگی۔

[2] ربیعہ کی بیٹی امیر معاویہ کی ماں ابوسفیان کی بیوی ہند جو جنگ اُحد کے بعد جگر خوار کے نام سے مشہور ہوئی۔

پیوں گی میں بھی اب اُس کا لہو اور گوشت کھاؤں گی
کلیجہ اور گردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی
نہیں لے کر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر
اِسی باعث نہ ٹھہرے وقتِ نام و ننگ کے اندر
بوقتِ جنگ گانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
اگر وہ ساتھ رہتیں بھاگنے سے روکتیں تم کو
تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو
چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میداں میں جائیں گی
بوقتِ جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھائیں گی
کیا ہے ترک اپنا بنا ٹھنا آج سے میں نے
قسم ہر بات کی کھائی ہے قومی لاج سے میں نے
کروں گی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری
چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری
مسلمانوں کے حق میں ڈائنیں بن جائیں گی ہم بھی
عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہو گیا برخاست ہنگامہ
بڑھا پھر سوئے گمراہی براہِ راست ہنگامہ
بھڑک اُٹھی دلوں میں اور بھی اب آگ کینے کی
نہیں سوجھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی
اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل و حقارت کو
مگر جب منہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
زبردستوں کے اُوپر فتح پائی زیردستوں نے
تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کھلیں کچھ ہوش آ جائے
جہالت میں تو آیا عقل میں بھی جوش آ جائے
سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور ہے منشا مشیت کا
خدا کو خاتمہ منظور ہے اِس بربریت کا
مگر یہ خود سر و خود بیں خدا کو مانتے کب تھے!
سوا اپنے بتوں کے اور کو گردانتے کب تھے!
خیال اُن کا یہ تھا ہم جس کو چاہیں قتل کر ڈالیں
کسی کا خون پی جائیں کسی کو نوچ کر کھا لیں

اُنہیں لازم ہے جن پر جا کے ہم تیغیں علم کر دیں — ہمارے سامنے آ کر سرِ تسلیم خم کر دیں
کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹوکے — کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے
ہماری قوم ہے نوعِ بشر سے افضل و بہتر — ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اور دنیا کمتر و کہتر
خودی اور خود پرستی بس یہ تھا مدت سے حال ان کا — کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا
عرب کے لوگ جب مکے میں حج کرنے کو آتے تھے — تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے
طفیلِ کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب ان کا — جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب ان کا
تحکم اور تعدی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے — کوئی روکے تو اُس کو برسرِ ناحق سمجھتے تھے
رسول اللہؐ سے تھی بس یہی وجہِ عناد ان کو — کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرتؐ سے داد ان کو
ڈراتے تھے رسولِ پاکؐ انہیں قہرِ الٰہی سے — بدی سے باز آئیں تا کہ بچ جائیں تباہی سے
مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرتِ بد کا — تو ہر بدکار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمدؐ کا

اِنتقام کی تدبیریں

منا ہی ہو چکی تھی اب علی الاعلان رونے کی — اجازت ہی نہیں دیتی تھی قومی آن رونے کی
بپاسِ شرم گو اب اہلِ مکہ رو نہ سکتے تھے — لگی تھی آگ دل میں چین سے بھی سو نہ سکتے تھے[1]

---

[1] غیرت کی وجہ سے منادی کرادی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ اس کا دل اُمڈا آتا تھا لیکن قومی غیرت کے خیال سے رونہ سکتا تھا۔ اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ سمجھا قریش نے رونے کی اجازت دیدی ہے۔ غلام سے کہا دیکھنا کون روتا ہے کیا رونے کی اجازت ہوگئی۔ رے سینے میں آگ لگ رہی ہے جی کھول کر رولوں تو تسکین ہو جائے۔ غلام نے آ کر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کے لیے رو رہی ہے۔ اسود کی زبان سے اختیار یہ شعر نکلے۔

اتبكي ان يضلّ لها بعير — اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے۔ اس کو
ويمنعها من النوم السهود — نیند نہیں آتی اونٹ پر مت رو بدر پر
ولا تبكي على بكر ولكن — آنسو بہا جہاں قسمت نے کی کی تھ

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

سنورنا کھانا پینا ہو گیا یکسر حرام اُن کا — کہ ہر دم ورد تھا الانتقام الانتقام اُن کا
قریش اب جنگ کی ہر طرح تیاری لگے کرنے — یہ خون آشام پھر اقدامِ خونخواری لگے کرنے
تجارت کے منافع سے خریدے اسلحہ سب نے — کیے حاصل نئے ملبوس راکب اور مرکب نے
قبائل کی طرف بھیجے گئے مناد مکے سے — کہ پھر اُٹھنے کو تھا طوفانِ استبداد مکے سے

ابولہب کی مرگِ مایوسی

تھا اِن میں بولہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن — رسول اللہ کا پکا مخالف اور کڑا دشمن
ہوا صدمہ کچھ ایسا بدر کی رُوداد سے اس کو — ندامت آئی اپنی حسرتِ برباد سے اس کو
ہمیشہ جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا ایذائیں — غلام اس کے بروزِ جنگ یوں فتح وظفر پائیں!
سنا لوگوں کے منہ سے جب یہ حال اپنے بھتیجے کا — نہ دیکھا جا سکا اُس سے جلال اپنے بھتیجے کا
مسلمانوں کے بچ رہنے کا تھا رنج والم اس کو — جہنم میں اُٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارا نہ قاتل روگ نے مارا — اسے شیطاں کی مرگِ دائمی کے سوگ نے مارا

بعد جنگِ بدر مدینے کی صورتِ حالات

قیدیانِ جنگ کا مسئلہ

اُدھر مکے میں تھی درکار خون و رنگ کی صورت — اِدھر پیشِ نظر تھی قیدیانِ جنگ کی صورت

علی بدر شقاحرث الجلود
فبکی ان بکیت علی عقیل
وبکی حارثا اسود الاسود

کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث
پر جو شیروں کا شیر تھا۔
(سیرت النبی)

[1] ابولہب بن عبدالمطلب ایسا دل شکستہ ہوا کہ چند روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کے مر گیا (ابن ہشام)

برائے انعقادِ مشورت فرماں ہوا جاری　　مؤدب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اور انصاری
رسالت نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے　　یہ بندے اپنے اللہ کے سوا بے خوف تھے سب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان اِن سب کا　　کہ سر خم تھا، زباں شاکر تھی، دل تھا مطمئن سب کا
سر و سینہ کو وقفِ تیغ و خنجر کر کے آئے تھے　　رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ　　نہ کوئی ناچ گانا تھا، نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زورِ بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی　　نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر　　نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نہ پہلوانوں پر
نتیجہ ہو چکا تھا آئنہ آئینِ بدعت کا　　حریفوں کی شکست اِن کے لیے تھی درسِ عبرت کا
اُسے آنکھوں سے دیکھا تھا جو فرمایا تھا ہادیؐ نے　　دکھایا تھا یہ دن اسلام پر خوش اعتقادی نے
لڑے تھے ملک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر　　فقط اسلام کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر

پیمبرِؐ اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں

تھے قلب ان کے سراسر حرصِ ملک و مال سے خالی　　رسول اللہ نے ان پر محبت کی نظر ڈالی
ہوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو　　اسیروں کے لیے کیا رائے رکھتے ہو خردمندو؟
یہ سب اشرافِ مکہ سر بلند و زور آور ہیں　　قریش ان کا لقب ہے بحرِ جرأت کے شناور ہیں
ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب اِن سے بڑھ کر تھے　　وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے
برے تھے یا بھلے اعمال اُن کے صاف ظاہر تھے　　خدا کے حق میں بد تھے اور نبی کے حق میں قاہر تھے
انہیں نیچا دکھایا اِن کے اپنے جورِ ناحق نے　　تمہارے قبضۂ قدرت میں ان کو دے دیا حق نے

حضرتؐ نے مدینہ میں آ کر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیرانِ جنگ کے معاملے میں کیا کیا جائے۔ (سیرت النبی)

تمہاری رائے پر ہے فدیہ لے کر چھوڑ دینا بھی مناسب ہو تو رشتہ جان و تن کا توڑ دینا بھی
کیا ہے حق نے آخر سرنگوں باطل پرستوں کو زبردستوں پہ غالب کر دیا ہے زیردستوں کو
تمہاری رائے پر موقوف ہے اب فیصلہ اِن کا سمجھ سے کام لو نازک بہت ہے مسئلہ اِن کا
غرض اُمت کو اپنی رائے کا مختار فرما کر ہوا خاموش پیغمبرؐ یہ استفسار فرما کر

صدیق اکبرؓ کی رائے

اُٹھے صدیقِ اکبرؓ، عرض کی اے ہادیِ دوراں میرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہؐ پر قرباں
حضور اِن قیدیانِ جنگ پر احسان فرمائیں کہ شاید بعض اِن میں سے کبھی ایمان لے آئیں[1]
بجا ہے واقعی یہ لوگ جابر اور قاہر ہیں ستم کرنے میں ہیں مشاق، جلادی میں ماہر ہیں
بجا ہے قلب ان کے سخت ہیں کینہ ہے سینوں میں یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجام بینوں میں
مگر شاید کبھی اللہ کی جانب سے ہدایت ہو اُنہیں بھی نورِ ایماں درگہِ حق سے عنایت ہو
یہ لوگ آخر نبیؐ کی قوم ہیں شاید سنبھل جائیں خدا دِل پھیر دے شیطاں کے پنجے سے نکل جائیں
رہا فدیہ، سو یہ دستورِ کارِ انتظامی ہے غلام، اِن قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

حضرت عمرؓ فاروق کی رائے

یہ باتیں سن رہے تھے غور سے اہلِ صفا بیٹھے گزارش کر کے اپنا مشورہ صدیقؓ آ بیٹھے
عمر فاروق اُٹھے عرض کی اے سرورِ عالم نہیں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی اسرار کا محرم
یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہ کے دشمن بہت کج رو، بہت کج فہم، سیدھی راہ کے دشمن

---

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں۔ (سیرت النبی) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے بھائی بند ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ کل انہی میں سے فدائیانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ (خاتم النبیین)

یہ مکے میں ضعیفوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
ہمیشہ زیردستیوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہی وہ ہیں یتیموں سے نوالے چھیننے والے
سرِ زمزم فقیروں کے پیالے چھیننے والے
یہی وہ ہیں نبی کی جان لینے پر تھے آمادہ
فقط اس جرم پر کیوں ہے وہ اِک اللہ کا دلدادہ
شکنجوں میں کسا کرتے تھے ایماں لانے والوں کو
عدم کی رَہ دکھاتے تھے ہدایت پانے والوں کو
یہ بہرِ اہلِ دیں پھیلا چکے تھے موت کے پھندے
وطن سے بے وطن ہیں ان کے ہاتھوں سینکڑوں بندے
مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی اِن کو نہ صبر آیا
کہ اب لشکر مدینے پر بعزمِ قہر و جبر آیا
نبیؐ پر حال آئینہ ہیں باطن اور ظاہر کے
یہی تو سرغنے ہیں کافروں کی فوجِ قاہر کے
اگر چھوڑا گیا اِن کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے
پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اُٹھائیں گے
ہمیشہ اِن سے پہنچیں گی مسلمانوں کو ایذائیں
مناسب ہے کہ عالی جاہ سب کو قتل فرمائیں[1]
اگر چھوڑا گیا، یہ مضحکہ ہم پر اُڑائیں گے
کبھی ایماں نہ لائیں گے، کبھی ایماں نہ لائیں گے
گئے وہ دن کہ رشتہ دار تھے یہ لوگ ہم سب کے
ہم اِن سے اور یہ ہم سے بے تعلق ہو چکے کب کے
مناسب ہے کہ مسلم دین پر ہر چیز کو وارے
کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو خود ہاتھ سے مارے
ہماری رشتہ داری دین داری سے ہے وابستہ
میری دانست میں اس وقت سیدھا ہے یہی رستہ
ہے ان کا قتل ہی واجب کہ یہ ملت فسادی ہے
یہ اک رائے ہے آگے جس طرح ایمائے ہادی ہے

رحمتہ للعلمین کی اُمت کا فیصلہ

یہ دونوں مختلف رائیں سنیں سرکار عالیؐ نے
تو دیکھا اپنی اُمت کی طرف اُمت کے والیؐ نے

---

[1] رت عمر نے کہا کہ دین کے معاملے میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہ ہونا چاہیے۔ اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ بس میری رائے میں ان سب کو قتل نا چاہیے بلکہ حکم دیا جائے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ دار کو قتل کریں۔ (خاتم النبیین)

نظر آیا کہ سب خاموش ہیں سر در گریباں ہیں — تدبر کر رہے ہیں فکر میں غلطان و پیچاں ہیں
یہ مشکل مسئلہ حل ہو نہیں سکتا بآسانی — اِدھر ہے امن خطرے میں، اُدھر ہے جانِ انسانی
نبوت کو مگر مدِ نظر تعلیمِ ملت تھی — کہ غور و خوض کی عادات پر تنظیمِ ملت تھی
خموشی سے اُٹھا حجرے میں داخل ہو گیا ہادیؐ — کہ باہم گفتگو کر لے یہ جمعیت بآزادی
اجازت پائی جب اس امر کی ہادی سے امت نے — کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے اُمت نے
میانِ بحث تھیں صدیقؓ اور فاروقؓ کی رائیں — کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی رائیں
اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی — مگر نیت تھی واحد مالک واحد کے بندوں کی
ہر اک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو — مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اُجالا ہو
طریقے مختلف مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا — ارادہ بہرِ ملت تھا سراسر نیک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دو رنگ تھے گویا — یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا
اگر اس سمت شانِ رحم کی دریا نوالی تھی — تو اس جانب وقارِ عدل کی محکم خیالی تھی
ہوئی لیکن اسی نقطے پہ ملت متحد ساری — سرِ اجماعِ اُمت رحم کا پلہ رہا بھاری
مشیت تھی یہی' یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا — کہ اس اُمت میں رنگِ رحمۃ للعٰلمینی تھا

اِرشادِ پیغمبرؐ دربارۂ اسیرانِ جنگ

رسول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے — صحابہ ایک ہی رائے کے اُوپر متحد پائے
کہا، بوبکرؓ اس امت میں ابراہیم[1] ہیں گویا — کہ اعمال ان کے عفوِ عام کی تعلیم ہیں گویا

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالا تو آپ نے صرف یہ فرمایا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھی میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس تو آمرزگار اور رحم کرنے والا ہے۔

گنہگاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال ان پر
ہے صادق ملت بیضا میں عیسیٰ کی مثال[1] ان پر
مثالِ نوح ہیں گویا عمر فاروقؓ اُمت میں[2]
اشدآءُ عَلَی الکُفّار محکم ہے طبیعت میں
یہ ہیں کفار کے حق میں مثالِ موسیٰ[3] عمراں
کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلالِ موسی عمراں
مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
تو اچھا قیدیوں کو سر بہا لے کر رہا کر دو[4]
مگر ایسے بھی ہیں اِن میں جو فدیہ دے نہیں سکتے
رعایت تم نے دے دی ہے مگر وہ لے نہیں سکتے
وہ سب[5] انصار بچوں کو نوشت و خواند سکھلائیں
نوشت و خواند سکھلا کر سوئے مکہ چلے جائیں
جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ[6] بھی ہیں اُن کو رہا کر دو
علم احسانِ اسلامی کا دنیا میں بپا کر دو
اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو
کیا ہے فیصلہ جو کچھ اُسے ملحوظ بھی رکھنا
انہیں آرام بھی دینا، انہیں محفوظ بھی رکھنا

---

[1] حضرت عیسیٰ نے اپنی امت کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اِن تُعَذِّبْهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی ان لوگوں پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے بندے ہی تو ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے گا تو بڑا عزیز تو بڑا حکیم ہے۔

[2] حضرت نوح نے اپنے وقت کے نافرمانوں کے لیے فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا یعنی اے خدا روئے زمین پر کافروں میں کسی کو آباد نہ رہنے دے۔

[3] حضرت موسیٰ نے فرمایا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یعنی اے پروردگار ان کے مالوں کو مٹا ڈال جو ان کی سرکشی کا باعث ہے اور ان کے دلوں میں سختی ڈال کیونکہ جب تک یہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔

خدائے رحیم کے رحم دل نبی نے تاوان لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

ے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا۔ (رحمۃ للعالمین)

ان بدر میں جو بالکل نادار تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ حضور سرور کائنات کے ارشاد کے مطابق بطور احسان یونہی رہا کر دیے گئے۔ (ابن ہشام و

غرض اس فیصلے پر مشورت برخاست فرما دی   اسیروں کے لیے بخشش براہِ راست فرما دی
مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں[۱] کی   کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت سخت گیروں کی
اُحدا والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادیؐ کا   کرو احسان اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادیؐ[۲] کا

اسیروں کے لیے اس عہد کے عام قوانین[۳]

ہوئی تھی آج تک نرمی نہ یوں جنگی اسیروں پر   کہ فاتح اپنے مفتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے   زمیں میں گاڑ کر پھر اُن پہ کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں   سلائیں گرم کر کے جسم میں برمائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پر خار کوڑوں سے   کبھی رُندوا دیا جاتا تھا اُونٹوں اور گھوڑوں سے
اگر اعدا کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا   تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دیتے تھے   کنوئیں کے منہ پہ سل پتھر کی لا کر ڈھال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بدذائقہ پانی   کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عرب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے   اذیت ملتی تھی مغلوب کو ہر کام سے پہلے
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری   کہ اُن کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلت و خواری
چنانچہ بدر کے قیدی جو آئے تھے مدینے میں   تو دم بھی ہول کے مارے سماتا تھا نہ سینے میں
سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے   خبر کیا تھی یہ شرعِ رحمۃ للعالمینی ہے

---

[۱] اسیرانِ جنگ دو دو چار چار صحابہ کو تقسیم کر دیے گئے۔ (سیرت النبی)

[۲] ارشاد ہوا کہ قیدی آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔

[۳] سرگزشت اقوام اور تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیانِ جنگ پر ہولناک سختیاں ہوتی تھیں۔ غلام بنا کر بیچ دیے جاتے تھے۔ کتوں سے نچوائے جاتے تھے، کنوؤں میں ڈالے جاتے تھے آروں سے چروائے جاتے تھے، آنکھیں نکلوا دی جاتی تھیں، دست و بازو کٹوا دیے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے اِن کو بال بچوں کی طرح رکھا قلوبِ سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا
کلامِ سخت سن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے اِنہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے[1] تھے
تواضع اور نرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن کہ اِس طرزِ سلوکِ عام سے انجان تھے دشمن
کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلقِ محمد کا سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطافِ[2] بیحد کا
ندامت سے ہوئے مجوب اُن کے کینہ ور سینے لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے تاریک آئینے[3]
بالآخر شہرِ مکہ سے رقومِ خوں بہا آئیں تو اُن لوگوں نے قیدِ جنگ سے آزادیاں پائیں
اقارب جن کے بے پروا بے درد اور بے حس تھے ہوا فدیہ معاف ان کو کہ وہ نادار مفلس تھے

عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدیہ جنگ

بنی ہاشم میں دولت مند تھے عباسؓ اسیروں میں عرب میں تھا شمار اِن کا بڑے بھاری امیروں میں
نبیؐ کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر اِن کے کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر اِن کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسمِ جہالت پر نہ لائے تھے ابھی ایماں خدا پر اور رسالت پر
یہ وقتِ جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے سرِ میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
رسول اللہ سے انصار نے ان کی[4] سفارش کی اِنہیں فدیے سے مستثنیٰ کیا جائے گزارش کی

نے ان کے ساتھ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے یہ اس بناء پر تھا کہ آنحضرت نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا کرنا۔

نامی ایک اسیر بدر کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کا کھانا لاتے روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے مجھی کو واپس دے دیتے۔ (طبری)

اس نیک سلوک کے اثر سے مسلمان ہو گئے تھے۔ (اصابہ وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ (حضرت) عباس ہمارے بھانجے ہیں ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں۔ (سیرت النبی)

کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں
قریبی رشتہ ہم سے حمزہؓ و عباسؓ رکھتے ہیں
ہمارے ان کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے
ہم اِن سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبی نے کر دیا انکار لیکن اس[2] رعایت سے
کہ شانِ عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامل اور آنحضرتؐ کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں
کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکانِ ضروری میں
عقیل[1] و نوفل[2] و عتبہ[3] جنہیں تم ساتھ لائے تھے
تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہرِ جنگ آئے تھے
تمھیں واجب ہے اِن تینوں کا [4] فدیہ بھی ادا کرنا
نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا کرنا
لگے عباسؓ یہ سن کر بڑی چون و چرا کرنے
بہت سے دام و درہم اُن کو پڑتے تھے ادا کرنے
بنی ہاشم میں سب سے مقدرت اور شان والے تھے
اسی باعث یہ سب قیدی انہی کے سر پہ ڈالے تھے
کہا عباس نے میں آج کل معذور ہوں صاحب
رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود[5] مجبور ہوں صاحب
بہانے سے کیا اظہارِ غربت یوں جو سر دھن کر
رسول اللہؐ کے لب پر تبسم آ گیا سن کر
کہا جب شرکتِ اعدا کی نیت کر کے آئے تھے
تو ام الفضل سے وہ کیا وصیت[6] کر کے آئے تھے

---

[2] آنحضرت نے مساوات کی بناء پر حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑا جانا گوارا نہیں فرمایا۔ (سیرت النبی)

[1] حضرت عقیل بن ابی طالب۔

[2] نوفل بن حارث بن عبدالمطلب

[3] عتبہ بن عمرو بن جحدم حضرت عباس کے حلیف

[4] بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبدالمطلب تھے انہیں آنحضرت نے حکم دیا کہ عقیل و نوفل و عتبہ کا فدیہ بھی وہی ادا کریں۔ (خاتم المرسلین)

[5] جناب عباس نے کہا میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔

[6] آپ نے پوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا عبداللہ کا اتنا اور عبیداللہ ک
اتنا ہے۔ (خاتم المرسلین)

تمہارے لفظ تھے عباس اگر مارا بھی جائے گا تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا
یہ حصہ فضل کا ہے اور باقی مال جتنا ہے عبید اللہ کا اتنا ہے عبداللہ کا اتنا ہے
وہ دولت سب ہے ام الفضل کی تحویل میں اب تک یہ جرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عباسؓ کا ایمان لانا

مگر اظہارِ باطن تھا بیانِ ملہمِ صادقؐ یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ ملہمِ صادقؐ
جنابِ حضرتِ عباسؓ پر رعشہ ہوا طاری کہ پیغمبرؐ تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری
پکار اُٹھے بحالِ وجد میں ایمان لے آیا[1] بجا ہے راست ہے جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا
یہ سچ ہے جب میں بہرِ جنگ نیت کر کے نکلا تھا تو اتنے مال کی گھر میں وصیت کر کے نکلا تھا
میری زوجہ تھی یا میں تھا، وہاں کوئی نہ تھا اُس دم تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اُس دم
محمدؐ کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا بدل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا اسیرانِ بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ اور آنحضرت کی رقت

ابوالعاصؓ اک بہادر مرد میدانِ بسالت تھے خدیجہؓ کے بھتیجے اور دامادِ رسالت تھے
مگر بعثت سے پہلے اذن لے کر اپنے شوہر کا خدیجہؓ نے کیا تھا عقد اُن سے ایک دختر کا
ابوالعاص آج تک کافر ہی تھے ایماں نہ لائے تھے شریکِ کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے
یہ دختر حضرتِ زینب تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں نہایت صبر سے غم باپ کی فرقت کا سہتی تھیں

ت عباس کو حیرت ہوئی بولے خدا کی قسم آپ پیغمبر ہیں۔ اس رقم کا حال میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ
پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا
ہوا غم باوفا بی بیؓ کو شوہر کی اسیری کا[۱]
ملا تھا قیمتی اِک ہار اُن کو تحفۂ شادی
اسی کو بھیج کر چاہی گئی شوہر کی آزادی
نظر آیا جونہی یہ ہار ، دل حضرتؐ کا بھر آیا
سمٹ کر ابرِ گوہر بار پلکوں پر اُتر آیا
خدیجہؓ طاہرہ کا ہار ، مرحومہ رفیقہ کا
رسالت کی انیسہ اور اُمت کی شفیقہ کا
خدیجہؓ طاہرہ اس قلب میں آباد تھی اب تک
محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک
[۲] کہا بیٹی نے ماں کی یادگار ارسال کر دی ہے
یہ دولت بہرِ شوہر آج استعمال کر دی ہے
مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
کہ بہرِ یادِ مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اُس کو
کیا اظہارِ شانِ دردمندی دردمندوں نے
رہا فرما دیا بوالعاص کو اللہ کے بندوں نے
مدینے میں بلا لینا جو تھا درکار زینبؓ کا
اُنہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہار زینب[۳] کا
یہ رشتہ توڑ دینا مرضیٔ ہادیٔ دوراں تھی
ابھی بوالعاصؓ تھے کافر، مگر زینبؓ مسلماں تھی
یہ شادی ہو چکی تھی پیشتر تنزیلِ قرآں سے
نہ ہوتا عقد ورنہ مسلمہ کا نا مسلماں سے
کیا زینبؓ کے حق میں پیکرِ اخلاصؐ نے وعدہ
تو اُن کو بھیج دینے کا کیا ابوالعاصؓ نے وعدہ[۵]

---

[۱] آنحضرت کے داماد ابوالعاص بھی اسیرانِ جنگ میں آئے۔ اُن کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی آنحضرت کی صاجزادی حضرت زینب کے شوہر تھے۔ وہ مکہ میں تھیں ان کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہ نے جہیز میں ان کو ایک بیش قیمت ہار دیا تھا۔ حضرت زینب نے وہی ہار گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ (سیرت النبی)

[۲] یہ ہار آنحضرت نے دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا۔ آپ بے اختیار رو پڑے۔ (سیرت النبی)

[۳] صحابہ سے فرمایا تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ (سیرت النبی)

[۴] سب نے تسلیم کی گردنیں جھکا دیں اور وہ ہار واپس کر دیا۔ (سیرت النبی)

[۵] ابوالعاص کو آزادی دی گئی جو اپنی مومنہ بیوی اور عفت مآب پیمبر زادی کا وہ ہار لے کر کے کو روانہ ہو گئے۔ مگر جاتے وقت آنحضرت سے وعدہ کرتے گئے کہ کے پہنچتے ہی حضرت زینب کو مدینے میں بھیج دیں گے۔ (خاتم المرسلین)

دلائی مسلمہ کو مخلصی یوں شانِ داور نے   یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور[1] نے
[2]مسلماں ہو گئے بوالعاص بھی بعد ایک مدت کے   خدا کی راہ پر لائے اُنہیں احساں نبوت کے

مدینے میں مسلمانوں کی مشکلات

منافقین کا گروہ

اُدھر مکے سے پھر اُٹھنے کو تھا طوفان کینے کا   اِدھر اک اور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا
یہاں ابن اُبی اِک دشمنِ باری تعالیٰ تھا   شبِ تاریک کی مانند اُس کا قلب کالا تھا

---

[2] ابوالعاص نے اقرار کے مطابق گھر پہنچتے ہی حضرت زینب کو مدینے جانے کی اجازت دیدی۔ زید بن حارث لینے کو آ گئے تو ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب کو اونٹنی پر بٹھا کر اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے نکلے۔ قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا اور مقام ذی طویٰ پر گھیر لیا کنانہ نے تیر کمان سے جوڑا اور چلائے کہ جس کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کی زندگی کی خیر نہیں۔

مگر دشمنوں کے خوف سے حضرت زینب سہم گئیں۔ حاملہ تھیں استقاط حمل ہو گیا۔ ابوسفیان بن حرب نے کنانہ سے کہا ہمیں اس عورت کے روکنے سے کچھ حاصل نہیں مگر یہ تمہاری غلطی ہے کہ دن دہاڑے علانیہ لے چلے اگر ہم یوں نکل جانے دیں تو لوگ کہیں گے کہ اہل مکہ شکست کھا کر اس قدر ذلیل و ضعیف ہو گئے ہیں کہ محمد کی بیٹی ان کے سامنے سے دوپہر کو مدینے چلی گئی اور کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کنانہ اس وقت واپس لوٹ آئے اور رات کو لے جا کے حضرت زید بن حارث کے ساتھ پیمبر زادی کو مدینے کی طرف روانہ کر دیا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۲۲۳)

[3] ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے۔ چند سال کے بعد بڑے سامان سے شام کی تجارت کو نکلے، واپسی میں مسلمان دستوں نے ان کو مع مال واسباب گرفتار کر لیا۔ اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم ہو گیا۔ ابوالعاص چھپ کر مدینے میں حضرت زینب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ آنحضرت مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت زینب نے پردے کے پیچھے سے پکار کر کہا کہ لوگو! ابوالعاص آئے ہیں میں نے ان کو پناہ دے دی ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شخص اپنے قریبی کو پناہ دینے کا مجاز ہے۔ مگر اے زینب یاد رکھو! اب تم ابوالعاص پر حلال نہیں ہو۔ پھر آپ سریہ والوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ جنہوں نے ابوالعاص کے قافلے کو لوٹا تھا اور فرمایا جو تم نے لوٹا ہے واپس کر دو تو میرے نزدیک مناسب ہے لیکن اس میں کوئی جبر نہیں ہے کیونکہ یہ مال غنیمت ہے اور تمہارا حق ہے۔ ان لوگوں نے خوشی خوشی سارا مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص بغیر کسی نقصان کے مکے کو چلے گئے مگر آنحضرت اور مسلمانوں کے لطف و کرم نے دل کی تاریکیاں دور کر دی تھیں۔ مکے میں جو جو چیز جس کسی کی تھی اس کو ادا کر دی اور سب کی امانتیں واپس دے کر کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ خدا کی قسم مدینے میں میں نے جو اسلام قبول نہیں کیا تو فقط اس خیال سے کہ تم کہو گے کہ ہمارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تمہاری امانتیں تمہارے سپرد ہیں اور میں علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینے کی راہ لی۔ (سیرت النبی)

ہمیشہ باعثِ تکلیف تھا بغض و عناد اس کا
بیاں ہم کر چکے ہیں جلد اوّل میں فساد[۱] اس کا
[۲]یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایماں نہ لائے تھے
ابھی اسلام کی آغوشِ راحت میں نہ آئے تھے
رسول اللہ کی تبلیغ ان لوگوں میں جاری تھی
کہ منظور آپ کو ہر دشتِ دل کی آبیاری تھی
ہوئی جب فتح جنگِ بدر میں ایمان والوں کی
بڑھا دی شان حق نے اور بھی ان شان والوں کی
تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے
جو راہِ حق سے اب تک دور ہی پھرتے تھے کترائے
ہوا ابن اُبی پر رعب طاری ڈر گیا دل میں
کہ اب اتنی بڑی تعداد تھی مدِ مقابل میں
سوا ایمان لانے کے نہ جب چارا کوئی پایا
ہوا مسجد میں حاضر مکر سے ایمان [۳] لے آیا
اگرچہ اوّل اوّل خوب پر پرزے نکالے بھی
ہوئے آخر مسلماں یہ بھی اس کے ساتھ [۴]والے بھی
شرارت پر مگر نیت تھی ہر دم چست و چاق ان کی
مسلماں ہو گئے قائم رہی خوئے نفاق ان کی

---

[۱] شاہنامۂ اسلام جلد اوّل صفحہ ۲۵۰ پر ہم عبداللہ ابن اُبی کے قلب کی حالت چند اشعار میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ شخص قبیلہ خزرج کا رئیس تھا اور مدینے میں آنحضرت کی تشریف آوری سے پہلے مدینے کی ریاست تمام کا مدعی تھا۔ آنحضرت تشریف لے آئے تو اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ یہ کینہ اس کے سینے میں پنہاں تھا۔ قریش نے سب سے پہلے اسی کے نام خط لکھا تھا جس کی عبارت یہ تھی:

انکم آویتم صاحبنا انا نقسم باللہ لتقاتلنہ او تخرجنہٗ او لنسیرنّ الیکم باجمعنا حتّٰی نقتل مقاتلتکم و نستبیح نسآئکم (سنن ابو داؤد صفحہ ۶۷ جلد ۲)

تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب جمع ہو کر تم پر حملہ کریں گے اور تم کو فنا کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔

اس نامے کی تعمیل میں ابن ابی نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور شورش کرنی چاہی۔ آنحضرت صلعم بنفس نفیس ان کے مجمع میں تشریف لے گئے اور ان کو سمجھایا اور فرمایا کہ تم کو خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنا پڑے گا کیونکہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس پر اس کے ساتھی دب گئے تھے۔

[۲] ابھی تک اوس و خزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے۔ بدر کی فتح سے ان لوگوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور وہ آنحضرت کی عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور اس کے بعد مدینہ سے بت پرست عنصر بڑی سرعت کے ساتھ کم ہوتا گیا۔ (خاتم النبیین)

[۱] ابن ابی اب تک علانیہ کافر تھا مگر اب وہ بظاہر اسلام کے دائرے میں آ گیا گو تمام عمر منافق رہا اور اسی حالت میں جان دی۔

[۲] بعض ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں اسلام کی اس فتح نے بغض و حسد کی چنگاری روشن کر دی۔ انہوں نے برملا مخالفت کو خلاف مصلحت گردانا، بظاہر تو اسلام قبول کر لیا لیکن اندر ہی اندر اس کے استیصال کے درپے ہو کر منافقین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ (خاتم النبیین)

خلافِ اہلِ ایماں سازشیں کرتے ہی رہتے تھے ادھر کچھ اور بکتے تھے اُدھر کچھ اور کہتے تھے
سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادیٔ اکرم نظر رکھتے تھے ان کے حال اور کردار پر ہر دم

مدینے[1] کے یہود

مدینے کے یہود ان سب سے بڑھ کر تھے شرارت میں انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم[2] و امارت میں
مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیردستوں[3] کی رسول اللہ نے عزت بڑھا دی حق پرستوں کی
وہی انصار جو ہر بات میں محتاج[4] تھے اِن کے وہ اب علم و عمل میں ہر طرح سرتاج تھے اِن کے
اخوت نے محبت اَوس و خزرج میں بڑھا دی تھی اب اِن میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی
یہود اسلام سے پہلے اُٹھاتے تھے مفاد اِن سے یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دل میں عناد اِن سے
مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی یہ کرتے تھے مدینے میں شرارت فتنہ اندازی
مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے
رسول اللہ سے اب بڑھ گیا بغض و حسد اِن کا بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روزِ بد اِن کا

---

[1] ہود مدینہ کے تین قبیلے تھے۔ قینقاع، نضیر، قریظہ، یہ سب مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار، دولت مند، تجارت پیشہ اور صناع تھے۔ ان کے پاس وجنگ کے ذخیرے مہیا رہتے تھے۔

[2] گی اور تجارتی افسری کے ساتھ ان لوگوں کا مذہبی اور علمی اثر بھی تھا۔ انصار عموماً بت پرست اور جاہل تھے۔ اس بنا پر وہ یہود کو عزت کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور ان کو اپنے یادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے۔ (سیرت النبی)

[3] اسلام مدینے میں آیا تو یہودیوں کے مذہبی وقار کو جوان کو مدتوں سے حاصل تھا اور ان میں جو اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولت مندی اور مذہبی پیشوائی نے ل رکھا تھا اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (سیرت النبی)

[4] دیوں نے مدینے میں ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا اور تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی اور چونکہ تنہا وہی صاحب دولت تھے اس ت سے رکھی۔ سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے اور قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے یہاں تک کہ مستورات کو بھی رہن رکھ لیتے تھے۔
(سیرت النبی)

علانیہ لگے توہین کرنے اہلِ ایماں کی
کوئی پروا نہ رکھی باہمی عہد اور[1] پیماں کی
سرِ بازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے
کسی کا پاسِ عزت تھا نہ یہ اللہ سے ڈرتے تھے
ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ اللہ کے دشمن
عدوئے دینِ حق تھے اور نبی کی جان کے[2] دشمن

ایک لڑکی سے اوباشانہ مذاق

سرِ بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اُسے چھیڑا شرارت سے
زبانِ فحش سے، ہاتھوں کی رندانہ اشارت سے
بچاری سٹ پٹا کر دوسری جانب لگی چلنے
تو اس کو کر دیا بے ستر اک نامرد[3] اجہل نے
لگے ٹھٹھا اُڑانے بے حیا اس پاکدامن کا
کہ اُس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاکدامن کا
نہ حفظِ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اُس مظلوم لڑکی نے محمدؐ کی دہائی[4] دی
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں؟
کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمدؐ کے مدینے میں!

ایک مسلمان کا پاسِ غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی
سنی اک راہ چلتے مردِ مسلم نے پکار اُس کی

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لیے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رُو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن وامان قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہوا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ (ابن ہشام وطبری حالات یہود)

[2] اب انہوں نے طرح طرح سے آنحضرت کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کیں۔ (سیرت النبی) انہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیے۔ (خاتم النبیین)

[3] سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ مفصل بیان ہے کہ دیہات کی ایک عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قینقاع کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے بیٹھی تھی کہ بعض اوباش یہودیوں نے اسے مذاق کرنا شروع کیا اس کا منہ کھلوا کر دیکھنا چاہا۔ دکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس زیرین کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹانک دیا جب وہ پاکدامن یہودیوں کے مذاق سے لجا کر دوسری جانب چلنے لگی تو کپڑے کے اس طرح ٹانکے جانے کی وجہ سے ننگی ہو گئی جس پر سب یہودی قہقہے لگانے لگے۔

[4] بے آبروئی دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری اور مدد کے لیے پکاری (سیرت ابن ہشام)

وہ دوڑا بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو
عبا اپنی اتاری اور اُڑھا دی اس عفیفہ کو
نظر آیا جو اسلامی حمیت کا یہ نظارا
تو اِن بازاریوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا
کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
کوئی بولا نہیں یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے
مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جوانمردی!
پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں
ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
یہودی سخت گالی دے کے بولے تو نہ بک اتنا
تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابھی تو مرد ہے کتنا
بڑا آیا ہے وہ بن کر، چلا جا، راہ لے گھر کی
اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
ارے لے، ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں
نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں
مسلماں نے متانت سے کہا اے قومِ بداختر
ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آ پڑے تنہا پہ جرأت آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

اِدھر سے بیسیوں تیغوں کے چرکے تھے کچوکے تھے
اُدھر اک مرد نے رستے سرِ بازار روکے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
بچا کر آبرو لڑکی دُعا دیتی ہوئی چل دی
پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہو کر لاش بے سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
ہودی جمع ہو کر آ پڑے تنہا دلاور پر
گریں چوبیں تیغیں بحرِ جرأت کے شناور پر

ایک مسلمان رہرو نے اس کی پکار سنی اور دوڑ کر اس جگہ آ پہنچا۔ (سیرت ابن ہشام)

گھرا تھا مردِ مومن مجمعِ اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرتمند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش

مثالِ رعد گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوندنے مسلم کے[1] سینے میں
رسولِ پاک نے خود جا کے اِن لوگوں کو سمجھایا
خدا کے قہر سے اِن کو ڈرایا اور فرمایا
کہ اے اہلِ کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو
گزارو زندگی اَمن و اماں ،صلح و صفائی سے
تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے
مبادا تم پہ نازل ہو عذابِ دردناک آخر
ہوئیں اقوام اس جورو تعدی سے[2] ہلاک آخر

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے
اُٹھے گستاخ ہو کر روبرو سردارِ عالم کے
کہا ، اس فتحِ ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت!
کبھی جنگ آپڑی ہم سے تو ہم اس دن دکھادیں گے
مسلمانوں کا نام اس لوحِ ہستی سے مٹادیں گے
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں[3] سے
یہود آمادۂ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت
مگر ان کو اماں دیتا تھا اب تک دامنِ رحمتؐ

---

[1] مدینے کے بازار میں یہودیوں نے ایک انصاری عورت کی بے حرمتی کی۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا۔ اس نے ایک یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کو قتل کر دیا۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۷۱)

[2] آنحضرتؐ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے۔ (سیرت النبی)

[3] یہودی بولے ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھادیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔ (سیرت النبی)

نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوشِ خودرائی   تو محبوب خدا نے گوشمالی ان کی [1] فرمائی

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی ایک بیباک شاعر تھا   یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا
اُسے بھی ہادیٔ اسلام سے پوری عداوت تھی   کہ پیشہ سود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی
خبر قرشی ہزیمت کی ہوئی جب گوش زد اس کے   کئے بغض و حسد نے مشتعل جذباتِ بد اس کے
برائے تعزیت مکے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر   "مجھے بھی موت آ جائے یہی کہتا تھا رہ رہ کر"
لگی میں اور بھی جا کر لگا دی آگ شاعر نے   کچھ ایسی دُھن سے مقتولوں کا گایا راگ شاعر [2] نے
قبائل کو مسلمانوں سے لڑ مرنے پر اکسایا   "تمہارے دین کے دشمن ہیں" یہ کہہ کہہ کے بھڑکایا [3]
غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اُس کے سینے میں   نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں
رسول اللہ کی ہجویں کہیں کمزور فطرت نے   خریدی روسیاہی ہر طرح اس کور فطرت [4] نے

---

[1] دیکھو ابن سعد غزوۂ قینقاع

واقعہ بدر میں یہودیوں نے شورش اور حسد ظاہر کیا اور عہد کو توڑ دیا۔

(مسلمان عورت کی بے حرمتی کے واقعہ کے بعد) بنی قینقاع جنگ کا اعلان کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا محاصرہ کیا۔ عبداللہ ابن ابی منافق ان کا حلیف تھا۔ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ان کو اور کچھ نہ کہا جائے۔ صرف جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ یہودیوں کا یہ قبیلہ شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ یہ شوال ۲ھ کا واقعہ ہے۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۲۷)

کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔ دولت مندی کی وجہ سے یہودیانِ عرب کا رئیس بن گیا۔ اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سردارانِ قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لیے مکے گیا۔ کشتگانِ بدر کے پردرد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا اور روتا رلاتا تھا۔ (سیرت النبی)

اس نے مکہ والوں کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر (تین سو ساٹھ بتوں کے روبرو) کعبہ کے پردے ان کے ہاتھ میں دے کر قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانی اسلام کو دنیا سے میٹ نہ دیں گے اس وقت تک چین نہ لیں گے۔ مکے میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کر کے اس بدبخت نے دوسرے قبائل عرب کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ خاتم النبیین بحوالہ فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۵۹ و زرقانی جلد ۲ صفحہ ۹

مدینہ میں واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرت کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۲۷)

تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
اُتر آیا اُدھر سے کعب اپنی بے حیائی پر
کہ اکثر عورتوں کے[۲] نام لے لے کر قصاید میں
یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زوائد میں
مسلمانوں کو اس کی بدکلامی سے اذیت تھی
یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے
یہی ارشادِ ہادیؐ تھا، دلوں پر جبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہو گیا لبریز پیمانہ
بھڑک اُٹھے مسلمانوں کے جذباتِ شریفانہ
زبانِ تیغ تھی اس بدزبانی کا جواب آخر
اُٹھے دو چار غیرت مند بہرِ سدِ باب[۱] آخر
ہو جس سینے میں ایسا بغض پھٹ جائے تو بہتر ہے
زبانِ شاعرِ بد کار کٹ جائے تو بہتر ہے
یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلا تا چند شاعر کا
کیا اک رات دستِ تیغ نے منہ بند شاعر کا

* * *

---

[۲] اس نے مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔ یعنی اپنے اشعار میں اوباشانہ طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا اور بالآخر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر ڈالنے کی ناکام سازش کی۔ دیکھو بخاری، زرقانی، ابن ہشام، ابن سعد، خمیس ابوداؤد، طبری وغیرہ۔

[۱] ایک انصاری مسلمان محمد بن مسلمہ، سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابونائلہ اور دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت اس کے مکان پر گئے اور باہر بلا کر اسے کیفر کردار تک پہنچادیا۔ (دیکھو بخاری باب قتل کعب بن اشرف)

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی شادی

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب[1] کے مہینے میں
نکاحِ حضرت زہراؓ ہوا جس دن مدینے میں

وہ زہراؓ ہاں وہی زہراؓ رسول اللہ کی بیٹی
وہی زہراؓ شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی

وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پُور کی دختر

وہ خواہر اُمِ کلثوم و رقیہ اور زینب[2] کی
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اس لیے نورِ نظر سب کی

وہ قاسمؓ کی بہن وہ طیبؓ و طاہرؓ کی ماں جائی
جو ماں کی گود میں اِتمامِ نعمت[3] کی طرح آئی

وہی آئینۂ عفت کا سب سے خوشنما جوہر
خدیجہ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر

وہ صبحِ نورِ چشمِ رحمۃ للعٰلمینؐ زہراؓ
نگینِ خاتمِ تسکینِ ختم المرسلیں[4] زہراؓ

وہ زہراؓ جو شبیہؓ[5] اُسوۂ سرکارِ عالی تھی
علیؓ سے آج اُسی زہراؓ کی شادی ہونے والی تھی

مسجد میں اجتماعِ[6] صحابہ اور نکاح

مہاجر اور انصارِ اکابر جمع تھے سارے
اُتر آئے تھے گویا دن کو اِس تقریب میں تارے

---

[1] حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح ۲ھ میں رجب کے مہینے میں ہوا تھا مگر رخصتی پانچ مہینے بعد عمل میں آئی۔ (ابن خلدون جلد ثانی)

[2] آنحضرت کی دختران بلند اختر میں حضرت زہراؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھی۔ حضرت زینب حضرت ابو العاصؓ سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہ حضرت عثمان غنیؓ سے اور رت کی وفات کے بعد حضرت اُم کلثومؓ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے عقد میں دی گئی تھیں۔

[3] حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے آنحضرت کی اولادوں میں حضرت زہرا سب سے آخر میں پیدا ہوئی تھیں۔ (اصابہ)

[4] آنحضرت حضرت فاطمہ کو سب بچیوں سے عزیز رکھتے تھے۔ (ترمذی)

[5] رت زہرا خصائل میں آنحضرت سے مشابہ تھیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

[6] رتؐ نے مہاجرین اور انصار میں سے چیدہ چیدہ اصحاب کو مسجد میں جمع فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح پڑھا (ابن سعد)

علیؓ باعزوشانِ ہاشمی تھا اِن کے جھرمٹ میں   وہ ماہِ آسمانِ ہاشمی تھا ان کے جھرمٹ میں
نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ   نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ
نہ رنگارنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا   وہی تھے شاہِ مرداںؓ اور وہی مردانہ چہرا تھا
رسول اللہ خود موجود تھے محرابِ مسجد میں   کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آدابِ مسجد میں
رخِ شمس الضحیٰ کی ضو سے پرتنویر تھی مسجد   سکون و سادگی کی خوشنما تصویر تھی مسجد
زمیں سے آسماں تک بس گئے نغماتِ رُوحانی   کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی
ہوا یہ عقدِ عالی شان معمولی طریقے سے   ہوئے تقسیم خرمے غیرمعمولی سلیقے سے

حضرت فاطمۃ الزہرا کی رخصت

دوم تھا سال ہجری اور ذالحج کا[1] مہینہ تھا   پیمبر بعدِ جنگِ بدر جاں بخشِ مدینہ تھا
ارادہ آپ نے اب رخصتِ زہراؓ کا فرمایا[2]   محبت سے جنابِ مرتضیٰؑ کو پاس بلوایا
بہت احساس تھا حیدرؓ کی ناداری کا ہادیؐ کو   کہا ”ہے کچھ تمہارے پاس اخراجات[3] شادی کو؟“
کہا یہ ایک مضمونِ ادق ہے یا رسول اللہ   فقط نامِ رسول و نامِ حق[4] ہے یا رسول اللہ
کہا[5] پھر وہ زرہ کیا ہوگئی جو تم نے پائی تھی   جو روزِ بدر میداں میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟
کہا موجود ہے[6] حضرت نے فرمایا وہ کافی ہے   تم اس کو بیچ ڈالو، جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہے[7]

---

[1] نکاح پانچ ماہ پہلے پڑھ دیا گیا تھا اب جنگ بدر کے بعد ذوالحجہ ۲ھ میں حضرت زہراؓ کو رخصت کرنے کا سامان کیا گیا۔ (طبری)

[2] اس وقت زہراؓ کی عمر بقول علامہ شبلی مرحوم ۱۸ سال کی تھی۔

[3] آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟

[4] حضرت علیؓ نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ (ابوداؤد)

زرہ بیچی علیؓ نے چار سو اسی دراہم [1] میں　　(بقول شبلی مرحوم اس سے بھی بہت کم ہیں)[2]
تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظارا　　ولیمہ بھی اسی میں، اور اسی میں مہر بھی سارا

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا جہیز

جہیز اِن کو ملا جو کچھ شہنشاہِ [3] دو عالمؐ سے　　ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدمؑ سے
متاعِ دنیوی جو حصۂ زہرا میں آئی تھی　　کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں　　ملی تھیں چکیاں دو تا کہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا　　نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے　　یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہراؑ جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی　　ملی تھی مشک اُن کو تا کہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو　　کہ بخشی تھی خدا نے اِک جبینِ سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبیؐ کی لاڈلی پہنے　　حیا کی چادریں، عفت کا جامہ، صبر کے گہنے
ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیقِ سخاوت بھی　　کہ ہونا تھا اِسے سرتاجِ خاتونانِ [6] جنت بھی
اسی کی تربیت میں اُسوہ تھا یمن و سعادت کا　　اسی کی گود سے دریا ابلنا تھا شہادت [5] کا

---

[1] آپ نے فرمایا کہ وہ زرہ حطمیہ کیا ہوئی جو جنگ بدر میں بطور غنیمت تمہارے ہاتھ آئی تھی۔ (اصابہ)

[2] آپ نے فرمایا وہ زرہ لے آؤ چنانچہ زرہ بیچی گئی۔

[3] کل چار سو اسی درہم ہاتھ آئے۔ اسی میں سے شادی کے اخراجات مہیا کیے گئے۔ (نسائی)

[4] ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سو روپیہ (سیرت النبی علامہ شبلی صفحہ ۳۳۸)

[5] آنحضرتؐ نے فاطمۃ الزہراؑ کو حسب ذیل جہیز دیا تھا۔ بان کی ایک چارپائی، دو چکیاں، مٹی کے دو گھڑے چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے ایک چھاگل ایک مشک اور ایک یمنی چادر (سیرت النبی، نسائی، اصابہ وغیرہ)

[6] ملاحظہ رحمۃ للعالمین جلد دوم۔　　[7] شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

وہی غیرت جو مہرِ خاتمِ حق کا نگینہ تھی امینؐ کی لاڈلی ہی اُس امانت کی امینہ تھی
علی المرتضیٰؓ نے آج تاجِ ھَلْ اَتٰی[1] پایا دلہن کی شکل میں اک پیکرِ صدق و صفا پایا
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہراؓ اپنے گھر آئی[2] توکل کے خزانے، دولتِ مہر و وفا لائی

رحمۃ للعلمینؐ بیٹی کے گھر میں

عشا پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادیؐ زمانے کا درِ بیتِ علیؓ پر اِذن مانگا اندر آنے[1] کا
پئے تہذیبِ اُمت اذن حاصل کر کے سرورؐ نے ضیا اِس گھر کو بخشی زینتِ محراب و منبر نے
بشفقت سادہ پانی کا پیالہ ایک منگوایا دعا دم کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا
دیئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدرؓ پر یہی پانی رسولؐ اللہ نے چھڑکا پاک دخترؓ پر[3]
محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو
ہو اِن کی نسل یا رب دو جہاں میں خیر کا باعث یہ عقدِ خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث
خداوندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے عمل میں دے اثر، ان کے ارادے خیر سے بھر دے
دعا کے بعد دختر سے پھر اتنی بات فرما دی کہ میں نے مردِ افضل تر سے کر دی ہے تری شادی[4]

---

[1] دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم

[2] حضرت علیؓ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر کر لیں۔ حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے جن میں سے دو کئی آنحضرت کی نذر کر چکے تھے۔ آنحضرت اس بارہ میں ان سے کہنے میں متامل تھے۔ حضرت حارث نے سن پایا دوڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پاس جو کچھ ہے سب حضور کا ہے۔ خدا کی قسم مکان آپ کے کام آئے۔ وہ میرے پاس رہ جانے والے مکان سے زیادہ مسرت دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ وہاں تشریف لے گئیں۔ (سیرت النبی)

[3] جب فاطمۃ الزہراؓ نئے گھر میں جا بسیں تو آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا پھر اندر آئے۔ (سیرت النبی)

[4] آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اس پر دعا کی اور پانی حضرت علیؓ کے سینہ و بازو پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہؓ پر چھینٹے دیئے اور دعا کے طور پر یہ الفاظ فرمائے۔ اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما نسلھما یعنی اے اللہ تو زوجین کے باہمی تعلقات میں برکت دے۔ اور جو ان کے متعلقات ہوں ان کو برکت دے اور ان کی نسل میں برکت دے۔ (اصابہ)

ادب سے سر جھکائے سامنے استادہ تھے دونوں حیاداری کی اک زندہ شبیہِ سادہ تھے دونوں

ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پرکیف نظارا
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

* * *

نے حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان کے افضل تر شخص سے تیرا نکاح کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد و اصابہ)

عذرِ مصنف

کئے ہیں مختصر حالات جو اب تک بیاں میں نے
نہیں آنے دیا ہے ان میں رنگِ داستاں میں نے
ادب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
صداقت کیش، صدیقوں، شہیدوں، حق پسندوں کا
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہبازِ فکر اُڑنے سے نہیں عاری
خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی
تو رعد اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شنوائی
بیاں کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے
تو اِک شمشیر سے میں سر اُڑا دیتا ہزاروں کے
صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اُتر آتا
تو صحرائے عرب میں بحرِ احمر ہی نظر آتا
جو موضوعِ سخن مجھ کو اجازت اِک ذرا دیتا
زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گُر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
کسی ذرّے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ابرِ خزانی بھی، بہاری بھی
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برف باری بھی
نہیں نا آشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے
زمینِ شعر ہے فردوس میری لالہ کاری سے
یہاں عاید ہے مجھ پر نصِ قرآنی کی پابندی
کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی نارضامندی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہِ راست خامے کی
مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے، محبوبِ خدا کا ذکر کرتا ہوں
نہیں، جائز نہیں، اِس تذکرے میں رنگ آمیزی
گنہ ہے، اِن زمینوں پر سمندِ طبع کی تیزی

یہ اُس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا

نہ ہے یہ زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
پر سیمرغ ہے اس میں نہ راہِ ہفت خوانی ہے

نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والےؐ کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اُجالے کا

شکوہ وشانِ مصنوعی میرے مقصد سے خارج ہیں
یہ زیورِ جسم و روحِ شعر کی صحت میں حارج ہیں

بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
بڑی مشکل سے جانِ واقعہ محفوظ رکھی ہے

نہ اظہارِ کمالِ شاعری مطلوب ہے مجھ کو
نہ پندارِ دبالِ ساحری مرغوب ہے مجھ کو

میرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں

وہی مقصود ہے میرا جو مقصودِ صداقت ہے
وہی معبود ہے میرا جو معبودِ صداقت ہے

ہوئی اس راہِ وحدت میں تلاشِ رہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی "کملی والےؐ" کے سوا مجھ کو

وہ سادی کملی والا جو شہنشاہوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی فقر، فاقا تھا

اُسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ، ماہ و مہر کو تابندگی بخشی

محمدؐ جس نے جوشِ زندگی بخشا ضعیفوں کو
شریروں پر مسلط کر دیا آخر شریفوں کو

محمدؐ جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
خدائے واحد و رحمٰن کی درگاہ دکھلائی

سکھانے کے لیے قانونِ آزادی کی پابندی
وہ آیا لے کے اس دنیا میں آئینِ خداوندی

گدا و شاہ کو رتبے میں یکساں کر دیا جس نے
سہارا مور کو دے کر سلیماں کر دیا جس نے

نویدِ بخششِ یوم الحساب اُس کی زباں پر تھی
وہ اُمیؐ تھا مگر اُم الکتاب اُس کی زباں پر تھی

گھٹائے زور اُس نے سخت کوشوں کے الیموں کے
کیے حق اُس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے

دیا آ کر غلاموں کی رہائی کا سبق اُس نے
کیا انسان پر آساں یہ مضمونِ[1] ادق اُس نے
اُدھر دنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
اِدھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادی
وہ آیا اور انسانوں کے شیطانوں کو للکارا
زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا
ہلاکت خیز تھی وہ قلزمِ باطل کی طغیانی
کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی
بڑھا وہ کشتیِ حق لے کے دنیا کے بچانے کو
صلائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو
نظر آیا قریب و دُور جو بھی ڈوبنے والا
سہارا دے کے بیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالا
وہ انساں جو نکالے جا چکے تھے بحرِ عصیاں سے
مسلح کر دیا اُن کو بھی ملاحی کے ساماں سے
ہوئیں تفویض اُن کو خدمتیں احسان کرنے کی
دل و جاں بہرِ مخلوقِ خدا قربان کرنے کی
چلے وہ ناخدائے کشتیِ حق کے اشارے پر
جہاں بہتی تھیں جانیں کفر کی موجوں کے دھارے پر
دہن کھولے ہوئے لپکی یہاں فوجِ نہنگ اُن پر
یہ نیت تھی کہ گوشہ زیست کا ہو جائے تنگ اُن پر
بڑھیں بل کھا کے چاروں سمت سے شیطان کی فوجیں
خدا کی ناؤ سے اُٹھ اُٹھ کے ٹکرانے لگیں موجیں

---

[1] قرآن فرماتا ہے: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ج (بقر)

نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رخ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور آخرت پر۔ فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اپنے مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر، یتیموں پر محتاجوں پر، مسافروں پر اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ o فَكُّ رَقَبَةٍ (بلد)

جانتے ہو (قرب الٰہی تک پہنچنے کی) گھاٹی کیا ہے۔ غلاموں کو رہائی دینا۔

اب حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هریرة، عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اللّٰه تعالیٰ ثلاثة انا خصمهم یوم القیامة رجل اعطی بی ثم غدر رجل باع حرًا فاکل ثمنه و رجل استاجر اجیرًا فاستوفی منه ولم یعط اجره یعنی حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا ہے، تین قسم کے لوگوں پر میں قیامت کے دن ناراض ہوں گا۔ اول وہ آدمی جو میرا واسطہ دے کر کوئی عہد کرتا ہے پھر غداری کرتا ہے، دوم وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اور فروخت کر کے اُس کی قیمت کھاتا ہے۔ سوم وہ جو کسی آدمی کو کام پر لگاتا ہے اور اس کام کی مزدوری ادا نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب البیع)

نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جدا اس کا
یہ کشتی تھی خدا کی، ناخدا تھا مصطفیؐ اس کا
وہ اُمی کس طرح غالب ہوا ساری بلاؤں پر
نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں پر؟
رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے
ہوئے یہ کارنامے کس طرح اُن چند جانوں سے؟
اُبھارا کس طرح اُن ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے
گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزشِ پا سے
کیا حق نے فرو طوفانِ عصیاں کس طرح آخر
بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر
یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو
بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جن کے کارناموں کو
ہوا تھا کس ہوا سے گلشنِ ہستی تر و تازہ
بندھا کس طرح اوراقِ پراگندہ کا شیرازہ
یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے
کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے
یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے
میں عامی ہوں مخاطب ہی عوام الناس ہیں میرے
غلاموں کو ملے شاید رہائی کی نوید اس سے
اثر اندوز ہو جائے کوئی روحِ سعید اس سے

کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے!
تو شاید حشر میں مشکل میری آسان ہو جائے!

* * *

باب سوم

مکے والوں کے انتقامی حملے

مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد

اور

غزوۂ سویق

اُدھر مکے میں تھی اب اک بڑے حملے کی تیاری اِدھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری
منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی
قبائل بھی اُتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر[1] بہر سو مستعد تھے رہزنی پر، دھینگا مشتی پر
غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن محمدؐ مصطفیٰ کا اور خدا کے نام کا دشمن
تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخلِ اسلامی ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی
یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالی ہی کے دامن میں لگا لپٹا ہوا سرکارِ عالی ہی کے دامن میں
اُسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا اِن بلاؤں کو لیا خود اپنی ذاتِ پاک پر سمی ہواؤں کو

---

[1] آنحضرت کو قبائل سلیم وغطفان کے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ صحابہ کی جماعت کو لے کر قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

ابوسفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھی نگونساری — ابوسفیاں کو حاصل ہو گئی باطل کی سرداری
قسم کھائی تھی اُس نے جب تلک بدلہ نہ لے لوں گا — کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا نہ کھیلوں گا
لگی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو — جلائے ڈالتا تھا، سوزِ داغِ انتقام اس کو
یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا[1] — برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا
قسم کھا کر ہبل کی بہرِ قتلِ اہلِ دیں آیا — اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا
بھروسا تھا اُسے اپنے یہودی یارِ محرم پر — اندھیرے ہی میں دستک دی مکانِ ابن[2] مشکم پر
یہودی نے خوشی سے لا کے اپنے گھر میں ٹھہرایا — مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال بتلایا[3]
تواضع کی گئی اُس کی شرابِ ارغوانی سے[4] — مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

ابوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنۂ دوراں — مکانِ ابن مشکم سے نکل آیا ابوسفیاں
مضافاتِ مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی — مکاں تھے چند نخلستاں تھے اور تھی خوشنما وادی
چرا کرتے تھے اکثر اونٹ بھی اس میں مدینے کے — دکھائے اس جگہ جوہر ابوسفیاں نے کینے کے[5]

فیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا اپنے بالوں میں تیل ڈالوں گا نہ اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا۔ اب ذوالحجہ میں وہ دو سو مسلح سواروں کو لے کر نکلا اور غیر معروف راستوں پر چلتا ہوا مدینے کے قریب پہنچا (دیکھو ابن ہشام و ابن سعد)

یان اپنے سواروں کو مدینے کے باہر ٹھہرا کر رات کی تاریکی میں یہودی قبیلہ بنونضیر کے رئیس ابن مشکم کے مکان پر شب باش ہوا۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

شکم نے آنحضرت سے معاہدہ امن کی خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کو نہایت تواضع سے اپنے ہاں ٹھہرایا اور مسلمانوں کے حالات بتلائے۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

م نے ابوسفیان کو رات بھر شراب پلائی اور لذیذ کھانے کھلائے۔ (سیرت النبی)

سفیان عریض پر حملہ آور ہوا۔ جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (سیرت النبی)

وہ قزاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا

فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اس کو نظر آئے[1]
بدی کے نقش پوری شان سے دل میں اُبھر آئے

درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا
سواروں نے اِنہی سوئے ہوؤں کو قتل کر ڈالا

ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر اُن پاسبانوں کو
لگا دی آگ سب کچھ لوٹ کر خالی مکانوں کو

جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے
درختوں کو بھی خاکستر کیا اِن بدنہادوں نے

بزعمِ خود قسم پوری ہوئی غسلِ جنابت کی
دکھا دی آن گویا اس طرح قرشی نجابت[2] کی

آنحضرت ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح ، آوازِ اذاں آئی بشر جاگے
تو یہ شب دزد پاداشِ عمل کے خوف سے بھاگے

ابوسفیاں کی یہ کرتوت فوراً ہو گئی ظاہر
اُٹھا پھر صحنِ مسجد سے وجودِ طیب و طاہرؐ

بڑھے دو سو مجاہد ہمرکابِ مصطفیؐ ہو کر
تعاقب میں چلے اُن بزدلوں کے باد پا ہو کر[3]

بڑھے اس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے
مجاہد پیچھے پیچھے تھے فراری آگے آگے تھے

ابو سفیان ، خوفِ جاں سے ڈرتا اور تھراتا
بھگاتا ساتھیوں کو ، بھاگو بھاگو منہ سے چلاتا

سلوکِ ابن مشکم کا بیاں اور ذکرِ مے کرتا
چلا جاتا تھا مکے کی طرف راہوں کو طے کرتا

شتر بھی تھک گئے تھے راہزن اسوار تھے جن پر
برائے زادِ رہ ستو کے بورے بار تھے اِن پر

---

[1] اس وادی میں مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے اور پھلدار کھجوروں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھونپڑے تھے مگر اتفاق سے اس وقت مویشی موجود نہ تھے۔ ایک انصاری سعد بن عمرو اور ایک ان کا حلیف وہاں موجود تھے۔ (ابن ہشام)

[2] سواروں نے دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی۔ گھاس کے انبار اور جھونپڑے بھی جلا دیئے۔ گویا ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کر دی۔
(ابن سعد و ابن ہشام)

[3] دیکھو طبری و ابن ہشام

تعاقب ہو رہا تھا اب ابو سفیان گھبرایا مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا
سبک ہونے کو بورے ستوؤں کے جا بجا پھینکے بھگوڑوں نے یہ سارے بوجھ اُونٹوں سے اُٹھا پھینکے
بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا نگاہوں میں یہ ستو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں
اٹھا لیتے تھے آ کر کملی والے کے رفیق اِن کو رہی یاد ایک عرصے تک یہ افتادِ سویق[1] اِن کو
بڑی جانکاہیوں مکاریوں اور کوشش و کد سے یہ رہزن بچ ہی نکلے غازیانِ دین کی زد سے
تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو یہودی خطرہ تھا درپیش ملت کے سفینے کو

◆

---

[1] ابوسفیان کے پاس رسد کا سامان صرف ستو تھا۔ بھاگتے وقت گھبراہٹ میں ستو کے بورے پھینکتا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لیے واقعہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہے۔ (سیرت النبی)

جنگِ اُحد

جنگِ اُحد

قریشِ مکہ کی آتشِ اِنتقام

شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا

گروہِ کفر جب سے بھاگ کر کے میں آیا تھا ۔۔۔ اُسی دن سے یہ دستور العمل اُس نے بنایا تھا
کہ تیاری[1] کرے ہر فرد جنگِ انتقامی کی ۔۔۔ پذیرائی نہیں ہو گی کسی عذر اور خامی کی
قبائل کو قریشی شاعروں[2] نے جا کے بھڑکایا ۔۔۔ پرستارانِ باطل کو ضیائے حق سے دھڑکایا
کہا یہ مسئلہ ہے دینِ آبائی کی عزت کا ۔۔۔ پرانے مسلکِ لاتی و عزائی کی عزت کا
نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا ۔۔۔ اکیلا ہے مگر اتنے خداؤں سے نہیں ڈرتا
نہ ان کو پوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ ۔۔۔ ہماری اس پرستش کو برائی جانتا ہے وہ
وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے منہ موڑو ۔۔۔ یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو!
اکیلے اک خدا کا پوجنا ہم کو سکھاتا ہے ۔۔۔ نہ جسم اُس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا[3] ہے

---

[1] ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جس کا ذکر جنگِ بدر کے اسباب میں ہو چکا ہے۔ اس کے منافع کی رقم جو پچاس ہزار دینار تھی۔ محض اس لیے دارالندوہ میں پڑی تھی کہ رؤسائے قریش نے اسے انتقامِ بدر کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ اب یہ رقم نکالی گئی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں صرف ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ ملک میں اس جنگ کے لیے عام چندہ بھی کیا گیا۔ (دیکھو ابن سعد)

[2] عرب میں جوش پھیلانے اور لوگوں کو گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں دو شاعر شاعری میں مشہور تھے عمرو جمحی اور مسافع، عمرو جمحی بدر میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن رسول اللہ نے باقتضائے رحم اس کو رہا کر دیا تھا۔ قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکہ سے نکلے اور تمام قبائل قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔ (سیرت النبی)

[3] لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر ۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَار وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار ۔۔۔ کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی پکار سنتا اور اُن کے حالات دیکھتا ہے، حواس اور عقلیں خدا کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے۔

اسے وہ حیؔ اور قیوؔم اور رحمٰن کہتا ہے   ہمارے تین سو اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انساں[1] برابر ہیں   گدا و شاہ، کم حیثیت و ذی شاں برابر ہیں
وہ محفل میں بٹھاتا ہے رذیلوں کو حقیروں کو   امیروں کے مقابل کر دیا اُس نے فقیروں کو
بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اور غلاموں کا   مخالف ہے ہمارے فائدے کے انتظاموں کا
ہمارا عورتوں[2] سے عشق بھی ہے ناگوار اس کو   نظر آتی ہیں گویا عورتیں پرہیز گار اُس کو
ہمیں کہتا ہے تم اِن عورتوں کا حق بھی پہچانو   انہیں اپنی طرح سمجھو انہیں اپنی طرح جانو
وہ کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو   گوارا کس طرح کر لیں بھلا اشراف ہیٹی کو
مٹانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو   بھلانا چاہتا ہے وہ حکایاتِ قدیمہ کو
نہ جانے کون سا جادو ہے اِن بیکار باتوں میں   اُلٹ جاتا ہے دل انسان کا دو چار باتوں میں
ہمارے سربراہوں نے اُسے اس کام سے روکا   اور اُس کے ماننے والوں کو بھی اسلام سے روکا
انہیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی   نہ اپنی ہٹ مسلماں بے وقوفوں نے مگر چھوڑی
چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے   ہمارے سخت پنجے سے مگر بچ کر نکل بھاگے
انہیں اب اہلِ یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے   بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے
قبیلے اوس و خزرج کے مسلماں ہوتے جاتے ہیں   خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں
محمدؐ کے خدا کا دین ہر سو بڑھتا جاتا ہے   یہ قطرہ موجِ دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے

---

[1] لا فضل العربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ (حدیث) نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر فضیلت صرف تقویٰ کے ساتھ ہے۔ (زاد المعاد)

[2] قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ (قرآن)
کہہ دیجیے میرے پروردگار نے فحش کی ہر قسم کو کھلی ہو یا چھپی اور گناہ کو حرام کر دیا ہے۔

قریش ان کو سزا دینے گئے تھے آپ خود چڑھ کر
محمد نے نہ جانے پھونک مارا اُن پہ کیا پڑھ کر
بہتّر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
مسلمانوں نے آ کر بدر کے میدان میں مارے
ہبل اور لات و عزیٰ نے ہمیں شاید سزا دی ہے
کہ ہم نے مدتوں سے بندگی ان کی گھٹا دی ہے
خداؤں دیوتاؤں کو خفا یوں کر لیا ہم نے
کہ اُن کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے
خدا سب رُوٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
کوئی تازہ لہو ان کو پلانے کی ضرورت ہے
زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے
رہیں گے ہم ہدف زیرِ فلک ساری بلاؤں کے
اُٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
محمد اور اُس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو
کرو شیرازہ بندی قوم کے اوراقِ برہم کی
مسلمانوں کی قوت ہے عرب کے واسطے دھمکی
ہے تاریخِ عرب پر یہ برے مضمون کا دھبہ
دھلے گا اب تو مسلم خون ہی سے خون کا دھبہ
ہمیں پیشِ نظر جب گوشمالی ہو حریفوں کی
مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی
ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارا ہے
کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے
ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہیے اب بھی
عزیزو، پاسِ نام و ننگ کرنا چاہیے اب بھی
ارادہ کر چکے ہیں اہلِ مکہ ضربِ کاری کا
کرو امداد یارو ہاں یہی ہے وقت یاری کا
مسلح ہو کے مکے سے جو اُٹھے لشکرِ جنگی
تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی
رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جواں مردو
بلائیں جب تمھیں جنگ آوروں سے دشت کو بھر دو

مکے میں فوج کا اجتماع

قریشی[1] قاصدوں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی
بھڑک اُٹھے قبائل کے خیالاتِ من و مائی
مہیا ہو چکا مکے میں جب سامان لڑنے کا
ابوسفیاں نے چپکے سے کیا اعلان لڑنے کا
خبر دے دی گئی باہر کے امدادی قبائل کو
کہ آئیں جلد لے کر اپنے جلادی وسائل کو
تہامہ[2] سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر
چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر
ہوا اجماعِ باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
اُٹھا غارت گری کے واسطے مکہ' مدینے پر
ہزاروں لڑنے[3] والے آج اس لشکر میں شامل تھے
شجاع و جنگ جو تھے آزمودہ کار و کامل تھے
تکبر تھا سروں میں اور زبانوں پر ہمیں ہم تھا
ابوسفیان ان سب کا سپہ سالارِ اعظم تھا[4]
جنابِ خالد و عمرو بن عاص اس وقت نائب تھے[5]
ابھی تک جو ہر ایماں سرو سینہ سے غائب تھے
یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہرمانوں پر
جو فوجوں کے مقابل بارہا کھیلے تھے جانوں پر
انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی
نہادِ آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی
مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی
بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی
سپاہی بھی چلے ، سردار بھی سردار زادے بھی
شترا سوار بھی اور گھڑ چڑھے بھی اور پیادے بھی
دُہل کا شور سن سن کر ہوا فریاد کرتی تھی
زمیں سہمی ہوئی اپنے خدا کو یاد کرتی تھی

---

[1] ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنوکنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا (رحمۃ للعلمین صفحہ ۱۰۷)

[2] پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادے بھی تھے۔ مدینے پر بڑھا۔ (رحمۃ للعالمین بحوالہ ناسخ التواریخ)

[3] دیکھو سیرت النبی

[4] حضرت خالد بن ولید جن کو سیف اللہ ہونا اور دنیائے اسلام کا سب سے بڑا جرنیل بننا مقدر تھا۔ اس وقت تک کافر تھے اور جنگ احد میں مسلمانوں پر انہی کے رسالے نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر بن عاص جو فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے اس فوج میں شامل تھے۔

وہ خونی شیر چیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے یہ آندھی دیکھ کر العظمۃ للہ کہتے تھے

قریشی عورتیں

[1]قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی چلی جاتی تھیں اُن کے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلادوں کو دم اور دام دے دے کر فریب وعدۂ آزادی و انعام[2] دے دے کر
بڑھاوے دے کے بدکاروں کو مال و گنج دینے کے یہ حربے لے کے آئی تھیں نبی کو رنج دینے کے
یہ ساری ڈائنیں پرچھائیاں تھیں فطرتِ بد کی بہت مشتاق تھیں یہ قتلِ اصحابِ محمدؐ کی[3]
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ آ کے نکلی تھیں بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

آنحضرت کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ و مہر کی مخبر نگاہوں سے بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے
ابوسفیان کو اِن راستوں سے واقفیت تھی مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت تھی
مگر باطل تھی یہ کوشش سپہ سالار باطل کی نبی پر ہو گئی افشا خبر یلغارِ باطل کی
نبی کے پاس آیا حضرتِ عباسؓ کا قاصد[4] کہ آتا ہے گروہِ مشرکاں بانیتِ فاسد

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان، ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی، فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد کی بہن برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی ریطہ بنت منبہ عمر بن عاص کی بیوی، سلافہ سعد طلحہ بن ابوطلحہ کی بیوی، خناس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جانباز صحابی کی والدہ، یہ سب فوج کا دل بڑھانے اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ساتھ چلیں۔ (دیکھو سیرت النبی اور خاتم المرسلین وغیرہ)

[2] حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ بدر میں مارا گیا تھا۔ جبیر بن مطعم کا چچا بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بدر میں مارا گیا تھا۔ اس بنا پر ہند نے وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگزاری کے صلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبی)

[3] بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کی اولاد جنگِ بدر میں قتل ہو چکی تھی۔ اس لیے وہ جوشِ انتقام سے لبریز تھیں۔ (سیرت النبی)

[4] حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ایمان لا چکے تھے مگر بحکم رسالت اب تک مکے ہی میں مقیم تھے۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک شہسوار کو خط دے کر اور ان میں مدینے پہنچنے کی تاکید کر کے آنحضرت کے پاس بھیجا۔ آنحضرت اس وقت قبا میں تھے۔ قاصد وہیں باریاب ہوا اور یہ خط پیش کیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

نبی نے انسؓ و مونسؓ دو جواں مامور[1] فرمائے   جو مانندِ ہوا فوجِ قریش کی خبر لائے
گزارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر   چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارضِ مدینہ پر
اٹالا اُن کا قربِ شہر میں ہے بند ہیں راہیں   اُجاڑیں اُن کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبی نے سن کے امرِ واجب الاذعان فرمایا   مدینے کی حفاظت کے لیے سامان فرمایا
معین کر دیئے دروازہ ہائے شہر پر غازی   کہ تھا غارت گروں سے خطرۂ شب خون اندازی
یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا   درِ مسجد پہ قائم کر لیا اصحاب نے پہرا[2]
اچانک آ لیا تھا شہر کو افواجِ شیطاں نے   گزاری جاگ کر یہ رات ہر فردِ مسلماں[3] نے
مقرر کر دیا ہادی نے اک گویندۂ[4] تازہ   کہ ہو اچھی طرح جمعیتِ باطل کا اندازہ
خبر آئی کہ جمعیت ہے بیش از سہ ہزار ان کی[5]   کمک بھی آنے والی ہے بوقتِ کارزار ان کی
رسالے بھی ہیں جن کے پاس نیزے بھی ہیں کڑے بھی   سوار اُن کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی
شترا سوار کثرت سے ہیں کچھ لشکر پیادہ ہے   زرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے

---

[1] آپ نے پانچویں شوال کو ۳ھ کو دو خبر رساں خبر لانے کے لیے بھیجے۔ انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب اور مدینہ کی چراگاہ (عریض) کو اُن کے گھوڑوں نے صاف کر دیا۔ (سیرت النبی)

[2] حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔

[3] خبروں کے اخفا میں بخیال بیدلی احتیاط کی گئی تھی اور عام مسلمانوں کو لشکرِ کفار کے تفصیلی حالات نہیں بتائے گئے تھے۔ پھر بھی یہ شب مدینہ میں سخت خوف وخطر کی رات تھی۔ (ابن سعد)

[4] قریش کے قریب آنے کی خبر موصول ہونے پر آپ نے ایک صحابی حباب ابن منذر کو حملہ آوروں کی تعداد کے صحیح تخمینہ کے لیے بھیجا۔ (ابن سعد)

[5] رحمۃ للعلمین کے محقق نے ناسخ التاریخ کے حوالے سے اس فوج کی تعداد پانچ ہزار لکھی ہے۔ بہر حال تین ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار، سات سو زرہ پوش پیادے مسلح تعداد تھی۔

یہ سن کر مطلقاً اسلام کا ہادیؐ نہ گھبرایا
زباں سے حسبنا اللہ کہہ کے یوں حضرت نے فرمایا
مسلماں کو فقط اللہ کی امداد کافی ہے
اسی کا نام کافی ہے اسی کی یاد کافی ہے
جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
وہ قوت دینے والا ہے اعانت کرنے والا ہے

مسجدِ نبوی میں مجلسِ[1] شوریٰ

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
ہوا اعلان بہر مشورت اجماعِ اُمت کا
اکٹھے ہو گئے آ کر مسلماں صحنِ مسجد میں
سمٹ آئی ضیائے صبحِ رخشاں صحنِ مسجد میں
پرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے
بڑے چھوٹے معمر اور جواں جھٹ آ گئے سارے
کیا اُمت نے جب اجماعِ کامل بزمِ شوریٰ میں
ہوا ابنِ اُبی بھی آ کے شامل بزمِ[2] شوریٰ میں
منافق تھا، رسول اللہ کا در پردہ دشمن تھا
یہ دشمن دامنِ رحمت کا اک پروردہ دشمن تھا
بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
بباطن جانِ ملت پر ہزاروں وار کرتا تھا
مدینے میں بہت سے اور بھی اس کے موافق تھے
کہ ظاہر میں مسلماں اور باطن میں منافق تھے
تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقے ڈالیں
ہویدا تھے نبی پر ان کے سب حالات، سب چالیں
یہ سب ایماں کا اقرارِ زبانی کرتے رہتے تھے
رسول اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
غرض ابنِ اُبی اب مشورت میں ہو گیا شامل
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا عامل

صبح آنحضرت نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع فرمایا اور قریش کے حملے کے متعلق اُن سے مشورہ طلب کیا۔

اللہ بن ابی جو منافقوں کا سرغنہ تھا مگر جنگِ بدر کے بعد یہ بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ بھی اس وقت مشورے میں شریک تھا۔ (سیرت النبی)

آنحضرت کا خطبہ[1]

نمازِ صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے ایمان والو امتحاں کا وقت سخت آیا
قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے ساز و ساماں سے
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے
کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہے اک کٹھن رستہ
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پابستہ
مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
جو ہر اُمت کو بہرِ امتحاں مقسوم ہوتا ہے
نبی کو اس میں خود ہے احتمالِ صدمۂ ذاتی
دکھایا[2] جا چکا ہے مجھ کو حالِ صدمۂ ذاتی
بغیر اس کے رہِ تہذیبِ ملت طے نہیں ہوتی
کہ بڑھ کر جوہرِ ذاتی سے کوئی شے نہیں ہوتی
یہ رستہ ہے میرے اصحابِ[3] اکبر کی شہادت کا
کوئی وعدہ نہیں اس رہگذر میں خرقِ عادت کا
اگر امت نے احکامِ نبی سے کی نہ سرتابی
نہ بشریت نے پیدا کر دیا گر خوفِ اعصابی
پڑھا ہے نظمِ وحدت کا جو مضمونِ ادق تم نے
بھلا ڈالا نہ گر ہنگامِ سختی یہ سبق تم نے
اگر تم اس رہِ دشوار میں ثابت قدم نکلے
ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے
حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گزاری کی
تو دیتا ہوں بشارت میں تمھیں تائیدِ باری کی
تمھیں اس وقت چاروں سمت سے اعدا نے گھیرا ہے
یہاں دشمن کا گھر ہے، اس طرف اعدا کا ڈیرا ہے

---

[1] مشورے سے قبل آنحضرت نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا تذکرہ فرمایا۔

[2] آپ نے فرمایا! آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ گائے ذبح کی جارہی ہے۔
دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے۔

[3] صحابہ نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا گائے کے ذبح سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعض اصحاب اکبر کی شہادت مراد ہے اور تلوار کے ٹوٹنے سے میر
عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہے۔ یا خود مجھے اس مہم میں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے کے اندر رہ کر مقا
مناسب ہے۔ (خاتم النبیین بحوالہ بخاری، ابن ہشام و ابن سعد)

مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے قریشی لشکرِ جرار اُحد پر خیمہ آرا ہے
بتاؤ اُن کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر کہ اِس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
بظاہر بند ہو کر جنگ کرنے میں ہے آسانی یکایک نرغہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی
مگر یہ منحصر ہے کثرتِ آرائے ملت پر تدبر شرط ہے ہر دیدۂ بینائے ملت پر
حقِ آزادیٔ آرا ہے دیں کا سنگ بنیادی تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو بآزادی
میری جانب سے ہر حالت میں استقلال دیکھو گے محمدؐ کو رہِ حق میں شریکِ حال دیکھو گے!

بگوشِ ہوش یہ خطبہ سنا ایمان والوں نے جھکا دیں گردنیں فرطِ ادب سے شان والوں نے
گزارش کیں کھڑے ہو ہو کے رائیں سب اکابر نے کیا تجویز یہ ہر ایک ضابط اور صابر نے
کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے دفاعِ دشمناں ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

عبداللہ بن اُبی منافق کی رائے [2]

کہا ابنِ اُبی نے ہاں یہ دستور قدیمی ہے ہے اس سے فائدہ مقصود اگرچہ چال دھیمی ہے
مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر تو ہو کر متحد سب شہر والے لڑنے مرنے پر
بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر مسلح اور جنگی مرد چڑھتے تھے فصیلوں پر
فراہم کر لیے جاتے تھے جھٹ انبار پتھر کے بلندی سے ہوا کرتے تھے پہروں وار پتھر کے
صیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تند تیروں کی تو چلتی تھی نہ کوئی پیش اُن شمشیر گیروں کی

ن سے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں، اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ (سیرت النبی)

بن اُبی منافق نے بھی یہی رائے دی۔ (سیرت النبی)

ہمارے باپ دادا یوں بھگا دیتے تھے دشمن کو   عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو
مسلمانوں کو لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں   میری شخصیت و اہلیتِ جنگی کو پہچانیں
بٹھا دیں عورتوں بچوں کو چاروں سمت ٹیلوں پر   مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر
کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ   تو میری رائے کا اُس وقت ہو جائے گا اندازہ

مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد [۱]

سنی صبر وسکوں سے رائے سب نے اس منافق کی   کہ نیت بد تھی لیکن اُس نے تقریرِ موافق کی
غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے   وہ تجویزِ نبردِ قلعہ بندی ہی کے حامل تھے
مگر وہ نوجواں نوخیز جوشیلے جری مسلم   وہ سادہ دل نقوشِ پختہ کاری سے بری مسلم
وہ مخمورِ شجاعت بادۂ نورس کے متوالے   وہ تدبیروں سے ناواقف وہ بل والے وہ ست والے
وہ اُٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادیٔ دوراں   ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمتِ ایماں
تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کر دیں   نہیں کچھ اور کر سکتے یہ جانیں ہی فدا کر دیں
نہیں ہے دل رضامند اس نبردِ قلعہ بندی پر   کہ حرف آئے گا اس سے بدر کی فیروزہ مندی پر
ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی   غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حقِ آزادی
اسی وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے   ہواؤں نے سنے ہیں اس جگہ نغمے اذانوں کے
اگر ہم اس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے   فصیلِ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے
تو سمجھیں گے عرب والے اِسے جُبن اور کمزوری   پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سرشوری

---

[۱] اکثر صحابہ نے اور خصوصیت کے ساتھ اُن نوجوان مسلمانوں نے جو بدر کی جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے اور شہادت اور خدمت دین کے جذبے سے سرشار تھے اصرار کیا کہ ہم شہر سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا شہر میں بند ہو کر لڑنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

اگر باہر نکل کر ہم نے دکھلائی نہ پامردی
تو سمجھی جائے گی اس میں مسلمانوں کی نامردی
قریش آئے ہیں بیشک ہر طرح تیاریاں کر کے
شکستِ بدر کو اُفتادِ ہنگامی گماں کر کے
صف آرا ہوں گے اُن کے سامنے ہم دُوبدو ہو کر
کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے روبرو ہو کر
یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی اُن کی زیادہ ہے
مگر اُن سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے
مقابل ہو کے روکیں گے ہم اُن کے وار سینے پر
اُنہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر
نہتے بے سروساماں سبھی ایمان والے ہیں
غلامانِ نبیؐ فضلِ خدا سے آن والے ہیں
زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
نبی کے دامنِ رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے
رہِ حق میں یہی تو منزلِ مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
تمنا ہے کہ اُڑ کر جا پڑے دِل تیر قاتل پر
نظر روئے نبی پر ہو گلا شمشیرِ قاتل پر
یہ سر کٹ کر سوئے پائے محمد لوٹتا جائے
اِسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آ جائے
رہیں گے ہم میں جو زندہ وہ غازی بن کے آئیں گے
کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے
یہ جینا بھی سعادت کا یہ مرنا بھی سعادت کا
اِدھر رتبہ غزا کا ہے اُدھر رتبہ شہادت کا
رہے ہم بدر میں محروم تحصیلِ سعادت سے
جہادِ فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے
ندامت کے لیے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی یہ غیرت کے منافی ہے

جوش وتحمل

نہایت جوش سے کیں اِن صحابہ نے یہ تقریریں
زبانوں سے بیاں کر دیں کتابِ دل کی تفسیریں
جو بہرِ جنگِ میدانی بصد اصرار کوشاں تھے
بہت ان میں ابھی ناپختہ کار و تازہ ایماں تھے

ابھی یہ تازہ تازہ دامنِ رحمت میں آئے تھے
خدا سے لو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے
ابھی تک سختیاں جھیلی نہ تھیں ایمان لانے کی
ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سر دھڑ لگانے کی
رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اُوپر
نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اُوپر
نہ تھا معلوم دل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں
سرِ ہنگامِ سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں
نہیں دیکھا تھا، کیا ہنگامِ سختی پیش آتا ہے
پئے جاں خواستن کس طرح ہر بدکیش آتا ہے
قتالِ کار زارِ بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سنا تھا نامِ جبر و قدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے
یہی اک روز دنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے
مگر گر گر کے اُٹھنے پر مدارِ پہلوانی ہے
انہی ناکامیوں پر انحصارِ کامرانی ہے
کہ بچے بطنِ مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے
بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے
بلندی پر پہنچنے کے لیے حاجت ہے زینے کی
سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی
کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی
اصول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی

نبیؐ کے سامنے تکمیلِ استعدادِ اُمت تھی
یہ کاہش ازبرائے وحدتِ افرادِ اُمت تھی

پیغمبرؐ کا فیصلہ

سنیں حضرت نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں
جو بہرِ جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے شمشیریں
جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل
اگرچہ آپ کو یہ ناز یکسر ناپسند آیا
محبت سے مگر قرآنِ ناطقؐ نے یہ فرمایا

کہ راضی ہو اگر تم سخت گھاٹی سے گزرنے کو
کمر بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے [۱] کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا
دعا مانگو کہ استقلال ساتھی ہو عزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے
خدا کے اور نبی کے حکم کو ملحوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اِک نشانی ہے
کہ حق پر استقامت ہی کلیدِ کامرانی ہے
یہ سن کر ہو گئے مسرور سب پتلے شجاعت کے
تھے اصغر اور اکبر سب کے سب بندے اطاعت کے
نبیؐ نے اب شعارِ راستی پر خطبہ فرمایا
نمازِ جمعہ کا وقت آ گیا تھا جمعہ پڑھوایا

رحمتہ للعلمینؐ لباسِ [۲] جہاد میں

نمازِ جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلانِ تیاری
ہوا ضوریز حجرے میں حبیبِ حضرتِ باری
نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا
کہ جس کی ضو سے ذرہ ذرہ میں خورشید پیدا تھا
وفا و عشق کے رشتے سے دونوں دست و پابستہ
ابوبکرؓ و عمرؓ تھے دم قدم کے ساتھ وابستہ
رفیقانِ نبیؐ کے قلب اس جلوے سے تھرائے
مہم غیر معمولی کے یہ نقشے نظر آئے
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا
کہ خود ہادیؐ نے سامان جنگ کرنے کو نکالا تھا
لباسِ جنگ پہنا آج سردارِ دو عالمؐ نے
خدا کی فوجِ اوّل کے سپہ سالارِ اعظمؐ نے
شرف بخشا زرہ کو چشمِ ہستی کے اُجالے نے
سرِ اقدس پہ رکھا خود کالی کملی والے نے
کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی تلوار لٹکائی
بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی

---

[۱] مسلم نوجوانوں نے اس اصرار کے ساتھ اپنی رائیں پیش کیں کہ آنحضرت نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ اچھا ہم کھلے میدان میں کفار کی مدافعت کریں (دیکھو ابن سعد و ابن ہشام)

[۲] معہ کے بعد آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا اور خود بھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق کو ساتھ لے کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لباسِ جنگ رمایا۔ (ابن سعد و زرقانی)

کیا حیران صدیق و عمر کو اس نظارے نے
لیا نیزہ بھی دستِ پاک میں اللہ کے پیارے[1] نے
ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے باصد[2] ادب کوشی
مکمل ہو گئی محبوبِ حق کی اسلحہ پوشی

جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت

اُدھر مسجد میں مردانِ مجاہد سربکف ہو کر
کھڑے تھے انتظارِ مصطفیٰ میں صف بصف ہو کر
ہوئے حضرت برآمد حجرۂ خلوت سے جلوت میں
ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں
نبیؐ کو آج اُمت نے لباسِ جنگ میں دیکھا
جمالِ مصطفیٰ کو اس نرالے رنگ میں دیکھا
زرہ، مغفر، کمان و تیر و شمشیر و تبر بھالا
مجسم نور جس کے گرد گرد اک نور کا ہالا
ہویدا تھا جمالِ سرمدی سرکارِ عالی سے
دلِ مردانِ عالم کانپ اُٹھے شانِ جلالی سے
ہوئی اب اُن جوانانِ مجاہد کو پشیمانی
صلاحِ قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
ہمارے واسطے مقصودِ عالم سختیاں جھیلے
غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے
زرہ پہنی ہمارے واسطے محبوبِ داور نے
اُٹھائی یہ مشقت بحرِ عرفاں کے شناور نے
دفاعِ دشمناں کے واسطے بھالا سنبھالا ہے
تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے
مؤدّب ہو کے ازراہِ ندامت عرض گزرانی[3]
ہمارے باپ ماں قربان اے محبوبِ یزدانیؐ
نہ جانے اختلافِ رائے عالی کیوں ہوا ہم سے
نہیں پوشیدہ حالِ دل ہمارا دل کے محرم سے
نبردِ قلعہ بندی ہو کہ میداں کی لڑائی ہو
اسی صورت سے طے فرمایئے جس میں بھلائی ہو

---

[1] زرہ زیب فرمائی، چمڑے کی پیٹی سے کمر کسی، سر پر عمامہ، تلوار حمائل کی، دوش پر سپر تھی دست مبارک میں نیزہ تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس جلد اوّل)

[2] حضرت صدیقؓ اکبر فاروقِ اعظم نے اسلحہ پہننے میں آپ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ (ابن سعد)

[3] حضرت سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس اور دوسرے اکابر کی تصریح سے نوجوان مشتاقانِ جہاد کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور اُن کے دل پشیمان ہو رہے تھے۔ اب جو حضور اسلحہ لگائے اور زرہ اور خود پہنے ہوئے حجرے سے برآمد ہوئے تو ان کے دل ندامت سے لبریز ہو گئے۔ (ابن سعد)

حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں   اسی سرکار اسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں
کیا خورشید ذرّوں کو یہ سب احسانِ ہادی ہے   جگہ دامن پہ دے کر آپ نے عزت بڑھا دی ہے
رسول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہے پوشیدہ   وہی فرمائیے جو بہرِ ملت ہو پسندیدہ [1]
پسندیدہ نبردِ قلعہ بندی ہی کی صورت ہے   لباسِ جنگ اُتاریں آپ کیا اس کی ضرورت ہے!

پیغمبرؐ کا جواب

صحابہؓ پر جو طاری جوشِ رقت کا اثر پایا   تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو فکرمندی نامناسب ہے   چلو میداں میں اب قلعہ بندی نامناسب ہے
خدا اِس جذبۂ اخلاص کی تحسین کرتا ہے   نبیؐ پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے
نظارا فتح کا پیشِ نظر ہو یا ہزیمت کا   نہیں واجب نبیؐ کو فسخ کر دینا عزیمت [2] کا
سرِ میداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے   خدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جدا کر دے
پیمبر کے لیے فسخِ عزیمت کی مناہی ہے   یہ ارشادِ الٰہی ہے، یہ ارشادِ الٰہی ہے
خیالِ بغض و کینہ دُور کر کے اپنے سینے سے   رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
ادائے فرض ہے مطلوب مرنا ہو کہ جینا ہو   مجاہد کو ہیں سب مرغوب مرنا ہو کہ جینا ہو

مجاہدین کا مدینے سے خروج [3] جانبِ اُحد

یہ کہہ کر امر فرمایا پیمبرؐ نے سواری کا   درِ مسجد پہ حاضر تھا فرس محبوبِ باریؐ کا

ب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے حضور کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپ جس طرح مناسب خیال یں ملت کے مفاد کے لیے وہی طریق کار بہتری کا موجب ہوگا اور اسی میں برکت ہوگی۔ (دیکھو زرقانی)

پ نے فرمایا جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ فرمادے اللہ کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔ (دیکھو بخاری، کتاب الاعتصام)

بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ اُحد پر ڈیرہ ڈالا۔ آنحضرت صلعم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے۔ (سیرت النبی)

درِ مسجد سے نکلے شہسواری کے لیے سرورؐ   مہ و خورشید گھوڑے کی رکابیں بن گئے آ کر
کیا خورشیدِ عرفاں نے منور خانۂ زیں کو   فرس بھی وجد میں آیا اُٹھا کر سرورِ دیںؐ کو
مہ شوال تھا اور چودھواں دن تھا مہینے کا   کہ نکلا چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
سواری صورتِ ابرِ بہاری شہر سے نکلی   جلو میں اُمتِ محبوبِ باری شہر سے نکلی
نقیبانِ رسالت آگے آگے پاپیادہ تھے   کہ یہ سعدین[1] دیں ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ تھے
یہ دونوں پیکرِ سادہ تھے خدمت اور بسالت کے   رؤسا اوس و خزرج کے مگر چاکر رسالت کے
نبیؐ کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے   یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت

ہزار انسان گنتی کے عدد تھے آج لشکر میں   سوارانِ زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میں[2]
چلا ابنِ اُبی اپنے موافق ساتھ[3] میں لے کر   رہِ حق میں ایک انبوہِ منافق ساتھ میں لے کر
موافق بھی جلو میں تھے نبیؐ کے ناموافق بھی   تھے اس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی
ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا   کہ گوہر اور خزف کا امتحاں ہو جانے والا تھا

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جب جائزہ سب کا   کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارا قدرتِ رب کا

---

[1] سعد بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج آنحضرت کے گھوڑے کے آگے آگے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی اصحاب حضور کے چپ و راست اور
پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ (ابن سعد)

[2] اس وقت لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں صرف ایک سو آدمی زرہ پوش تھے۔ اس ایک ہزار میں عبداللہ بن ابی کے تین سو ساتھی بھی شامل تھے۔

[3] اس وقت عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت لے کر ساتھ چلا تھا۔ (سیرت النبی)

نہ ڈالا شانِ رحمت نے یہ بارِ قرض بچوں پر   جہادِ فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر
بڑے ہو کر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو   وہ سب کمسن دلاور کر دیئے واپس مدینے[1] کو
مگر ان شیر بچوں میں انہی کا ایک ہم سن[2] تھا   جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کمسن تھا
برائے جائزہ باندھیں صفیں جب فوجِ امت نے   اسے بھی کر دیا لا کر کھڑا شوقِ شہادت نے
بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلواں بن کر   ہوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بل تن کر[3]
شہادت کی طلب میں مل گئی دل کی مراد اس کو   نبی نے مسکرا کر دے دیا اِذنِ جہاد اس کو[4]
تھیں اس کو سرفروشی ہی میں امیدیں منافع کی   یہ شوخی کام آئی چل گئی ترکیب رافعؓ کی
اسی کا ایک ہمسن[5] دیکھتا تھا اس طریقے کو   نہ لا سکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو
نبی نے جائزے کے وقت اسے کم عمر پایا تھا   تو حکمِ واپسی رافعؓ سے پہلے ہی سنایا تھا
یہ اپنے باپ کو لے کر رسالت کے حضور[6] آیا   مروّت کے حضورؐ آیا شفاعت کے حضور آیا
گزارش کی، میرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ   کیا ہے آپ نے رافعؓ پہ احساں یا رسول اللہ
اُسے دے دی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی   شہادت سے رخِ اُمید کو گلرنگ کرنے کی
رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے   جہادِ فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے

---

[1] کم عمر بچے مثلاً حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، اسامہؓ بن زید، ابوسعید خدری وغیرہ جو شوقِ جہاد میں ساتھ آئے لشکر کا جائزہ لیتے وقت واپس لوٹا دیئے گئے۔

[2] رافعؓ بن خدیج (سیرت النبی)

[3] جاں نثاری کا یہ ذوق تھا کہ نوجوانوں میں رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ (طبری)

[4] حضرت رافعؓ بن خدیج کی یہ ترکیب کام آئی اور انہیں اجازت جہاد مل گئی۔ (طبری)

[5] سمرۃ بن جندب (ابن ہشام)

[6] سمرۃ نے جو دیکھا کہ رافعؓ کو جہاد کی اجازت مل گئی ہے تو وہ اپنے باپ کو ساتھ لے کر آنحضرت کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ حضور نے رافعؓ کو جنگ کی اجازت دے دی لانکہ میں اُسے کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اسے ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے۔ (ابن ہشام و طبری)

میں کشتی میں سرِ میداں گرا لیتا ہوں رافعؓ کو
میں اپنے زورِ بازو سے اُٹھا لیتا ہوں رافعؓ کو
ملا ہے اُس کو اذنِ جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے
میرے پژمردہ دل کا غنچۂ امید کھل جائے
رسول اللہ نے دیکھے ذوق وشوق ان شیر زادوں کے
کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے
یہ درگاہِ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو
اجازت آپ نے کشتی کی دے دی ان جوانوں کو
گرایا واقعی کشتی میں جب رافعؓ کو سمرۃؓ[1] نے
کیا منظور اسے بھی ساتھ لے چلنا رسالتؐ نے
تعالی اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا
تو کیوں راضی نہ ہوتا اُن سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابی نظر آئی
فلک کا دل بھر آیا اور شفق کی آنکھ بھر آئی
نظارا کر رہا تھا مہر اب تک سرنگوں ہو کر
گرا اب شام کے دامن پہ موجِ اشکِ خوں ہو کر
ہوا دنِ منزلِ شیخین[2] پر مہمانِ شب آخر
ہوئے روشن چراغانِ تہِ دامانِ شب آخر
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشیدِ تاباں کو
دلوں کی روشنی کافی تھی لیکن اہلِ ایماں کو
سکوتِ شام ٹوٹا نغمۂ لحنِ بلالیؓ سے[3]
فضائیں بس گئیں صوتِ جمالی و جلالی سے
جھکائے سر خدا کی بارگہ میں شان والوں نے
پڑھی میداں میں مغرب کی نماز ایمان والوں نے
اُحد کے دامنوں میں فوجِ باطل تھی خیام آرا
ہوا شیخین میں اللہ کا لشکر قیام آرا
عشا کے وقت پھر لحنِ بلالی سے اذاں گونجی
خدا کے نام کی نوبت بزیرِ آسماں گونجی

---

[1] دیکھو سیرت النبی۔

[2] شیخین مدینے اور اُحد کے درمیان دو ٹیلوں کا نام ہے۔ روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک اندھا بوڑھا اور ایک اندھی بڑھیا رہا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اس لیے ان کا نام شیخین مشہور ہو گیا۔

[3] حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تمام صحابہ نے آنحضرت کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ (ابن سعد)

عشا پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
کہ تھا زیرِ نگاہِ صاحبِ لولاک ہر بستر
طلایے[1] پر جوانانِ مجاہد ہو گئے قائم
بہر جانب نگہباں اور شاہد ہو گئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں رات بھر شب خوں کے ہلے کو
یہ ساماں کر کے پیغمبر نے زینت دی مصلے کو

راس المنافقین اور اُس کے ساتھی

ستارے شب کو زیرِ دامنِ بدر الدجیٰ اُترے
مگر اہلِ نفاق ایمان والوں سے جدا اُترے
رہے[2] ابنِ اُبی اور اُس کے ساتھی اِک کنارے پر
کہ چلتے تھے منافق اِس منافق کے اِشارے پر
فلک بھی دیکھتا تھا چشمِ حیرت سے یہ نیرنگی
کہ وقتِ امتحاں تھی طینتِ بد کس قدر ننگی
ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
نظر دو چادریں آئیں کہ اِک اُجلی تھی اِک میلی
جو اُجلی تھی اُسی کا بزمِ ہستی میں اُجالا ہے
جو میلی تھی اُسی کا آج منہ دنیا میں کالا ہے

کفار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نور ہر جانب بکھیرا تھا
اُحد کے دوسرے رخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھے تھے
بلاؤں نے شکاروں کے لیے منہ پھاڑ رکھے تھے
بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ و خرگاہ بن بن کر
بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بدراہ تن تن کر
سیہ کاری نمایاں تھی سیہ بختوں کے ڈیرے میں
کہ روشن داغہائے معصیت تھے اِس اندھیرے میں
سرود و عیش کی دف بج رہی تھی خیمے خیمے میں
برائی اسلحہ سے سج رہی تھی خیمے خیمے میں

---

[1] رسول اللہ نے رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہ کو متعین کیا۔ جو پچاس مجاہدین کے ساتھ رات بھر لشکرِ اسلام کے گرد طلایہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (ابن سعد)

[2] ابی اور اس کے ساتھی لشکرِ اسلام سے ایک کنارے شب باش ہوئے۔

ابوسفیاں کی عشرت گاہ میں سردار تھے سارے　　شرابیں پی رہے تھے، مست تھے، سرشار تھے سارے
سرود و رقص بھی اور شغلِ مے بھی ہوتا جاتا تھا　　اسی میں مسئلہ حملے کا طے بھی ہوتا جاتا تھا
بتائی جا رہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں　　کمانیں چھٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں
بدی پر مستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن　　خدا کے، مصطفیٰؐ کے، دین کے، اسلام کے دشمن

کفار کے جاسوس کا بیان

اِسی عالم میں اِک جاسوس بھی دوڑا ہوا آیا　　مدینے سے خروجِ اہلِ ایماں کی خبر لایا
کہا کل اِک ہزار افراد نکلے ہیں مدینے سے　　نظر آتا ہے گویا ہو چکے ہیں سیر جینے سے
اِسی تعداد میں ابنِ اُبی والے بھی شامل ہیں[1]　　یہ سب باطن میں اپنے دینِ دیرینہ پہ عامل ہیں
دِلوں کا حال اِن لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ　　کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ
یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ　　بہر حال ان کا ہو جائے گا وقتِ جنگ اندازہ
کم از کم تین سو افراد ہیں اِس قسم کے انساں　　نہ پہنچے گا ہماری فوج کو جن سے کوئی نقصاں
یہ ہم سے آملیں گے اور یا منہ موڑ جائیں گے　　بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائیں گے
رہے اب سات سو باقی سو وہ لڑنے کو آئیں گے　　محمد اُن کو وقتِ صبح زیرِ تیغ لائیں گے
وہی زرہیں ہیں[2] جو روزِ بدر کی بھگدڑ میں چھوٹی تھیں　　ہماری فوج نے پھینکی تھیں اِن لوگوں نے لوٹی تھیں
وہی چھینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں　　کہ جن کے پھلے ٹوٹے ہوئے ہیں کُند ہیں دھاریں

---

[1] مدینے سے نکلتے وقت آپ کے ساتھ ایک ہزار کی جمعیت تھی جن میں سات سو راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور تین سو منافق جو عبداللہ ابن ابی کی زیرِ قیادت تھے۔ ان کا ارادہ اسی سے ظاہر ہے کہ جنگ سے پہلے ہی عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ شب باش ہوا تھا۔

[2] اُحد میں صرف ایک سو مسلمان زرہ پوش تھے۔ (طبری)

یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات ان کی — نظر آتی ہے گویا شاخِ آہو پر برات ان کی
نمازی ہیں بہت مردانِ غازی ہیں بہت تھوڑے — سواری کے لیے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے[1]
کسی کے پاس بھی پورا نہیں سامان لڑنے کا — تہیہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا
ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سن پاتے — فصیلِ شہر سے باہر نہ ہرگز یوں چلے آتے
بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے — کھلے میدان میں شیخین پر شب باش ہیں سارے

ابوسفیان کی تدبیریں

ابوسفیاں نے یہ خبریں سنیں پوری خموشی سے — ہوا سردر گریباں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے
کہا دیکھو علی الاعلان یہ خبریں نہ دہراؤ — ابو عامر[2] کو میرے پاس لاؤ، جاؤ، جلد آؤ
ذرا ٹھہرو ابو عامر کو میرے پاس پہنچا کر — بہادر عکرمہ[3] کو بھی مرا پیغام دو جا کر
پھرے شب بھر پچاس اسوار لے کر گرد لشکر کے — نہ گھسنے پائیں خیمہ گاہ میں افراد باہر کے
رہا کچھ دیر تک خاموش ابوسفیان پھر بولا — مخاطب ہو کے نائب افسروں سے یوں دہن کھولا
دلیرانِ عرب! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو — کہ وقتِ انتقامِ بدر آ پہنچا جوانمردو
مسلماں شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے — تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے

---

[1] احد میں لشکرِ اسلام کے ساتھ فقط دو گھوڑے تھے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں اور دوسرا حضرت ابو بردہ کے پاس۔

[2] ابو عامر قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص تھا جو مدینے میں راہبانہ وضع سے زندگی بسر کرتا تھا اور سب لوگ اس کی بے انتہا توقیر کرتے تھے۔ جب رسول پاک مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے اور اوس و خزرج کے قبائل مسلمان ہونے لگے تو اس کی راہبیت کا ڈھکوسلا بھی خطرے میں پڑ گیا اور آنحضرت صلعم کے خلاف اُس کے دل میں بغض و حسد کے طوفان بھر گئے۔ اس نے کچھ اپنے ساتھیوں کو جن میں بہت سے غلام تھے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ چھوڑ کر مکے کو چلا گیا اور وہاں قریش کو آنحضرت کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ میدان احد میں حملہ آوروں کے ساتھ خود بھی آیا اور اپنے ان ساتھیوں کو بھی ساتھ لایا تھا جو اس کی معیت میں مدینے سے نکل گئے تھے۔ (ابن ہشام)

[3] عکرمہ بن ابوجہل احد میں سواروں کے ایک دستے کا افسر تھا۔ روایات صحیحہ کے مطابق عکرمہ ہی اس رات پچاس سواروں کے ساتھ لشکرِ کفار کا طلایہ بردار تھا۔

فصیلوں سے تھی آساں تیر باری، سنگ باری بھی
وہاں بیکار تھیں زرہیں بھی اپنی اور سواری بھی
اگرچہ شہر کی مدِ نظر ہے ہم کو پامالی
مگر حملے کا یہ اسلوب خطرے سے نہ تھا خالی
بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
جبھی تو آج تک قائم ہے آزادی مدینے کی
جو ہوتے کار بند اہلِ مدینہ قلعہ بندی پر
تو مشکل تھی ہماری پیش قدمی اس بلندی پر
چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
نہ ٹکرانا پڑے گا اب چٹانوں اور ٹیلوں سے
کھلے میداں میں اُن کو گھیر لائی ہے قضا اُن کی
میں دیکھوں گا مدد کرتا ہے کیا اُن کا خدا اُن کی!
سویرے منہ اندھیرے اے میرے لشکر کے سردارو
کرو یکلخت دھاوا اور اُن کو گھیر کر مارو
ہدایاتِ مناسب جا کے دے دو اپنے دستوں کو
نگہ میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخوں کے رستوں کو
سحر ہوتے ہی جب قرنا پھنکے یلغار ہو جائے
زمینِ دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے

سدھارو، شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے
بہت ہی ایک نازک مسئلہ طے پانے والا ہے

ابو عامر راہب

میرا منہ تک رہے ہو یوں تعجب سے جو داناؤ
ابو عامر کو بلوایا ہے میں نے بس سمجھ جاؤ
بوقتِ جنگ اگر جادو بیانی چل گئی اِس کی
محمد سے وفا پھر دیکھنا رہتی ہے کس کس کی
یہ راہب ہے اگرچہ سخت غدار اور بدنیت
مگر اہلِ مدینہ کی ہے اِک محبوب شخصیت
لباسِ راہبانہ میں یہ حکم اُن پر چلاتا تھا
زمین و آسماں کے خوب قلابے ملاتا تھا
مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

نئے مذہب کا پیغمبر بھی جب اس شہر میں آیا
ابو عامر نے اپنی قوم کو بدلا ہوا پایا
یہ سمجھا اب فریبِ راہبیت چل نہیں سکتا
چراغِ کذب وقتِ صبحِ صادق جل نہیں سکتا
پنپنے کا نہ اُس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تو چپکے سے نکل کر جانبِ مکہ چلا آیا
تُلا ہے اب وہ اپنی قوم کے برباد کرنے پر
ہے آمادہ ہماری ہر طرح امداد کرنے پر
میں اِس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
یہ اُن لوگوں کو پھسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے
ہے اب تک اوس وخزرج پر بڑا بھاری اثر اِس کا
مجھے اُمید ہے افسون ہو گا کارگر اِس کا
وہ اس کو نیک طینت جانتے ہیں اک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی اس کے ورغلانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
تو ہم برباد کر ڈالیں گے اُن سب کو بآسانی
فنا کر دیں گے ہم پہلے تو اصحابِ محمدؐ کو
دِکھا دیں گے عدم کی راہ احبابِ محمدؐ کو
ازاں بعد اہلِ یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
نہ چھوڑیں گے ہم ان دہقانیوں کو بھی نہ چھوڑیں گے
محمد کو مگر زندہ پکڑنے کا ارادہ ہے
ہمارا قرض اُسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
اُسے زخمی کریں گے پھر، اذیت دے کے ماریں گے
مرے شیرو سدھارو اب ابوعامر کو آنے دو
یہ نسخہ آزمانے دو ، یہ نسخہ آزمانے دو

خفیہ سازش

اُٹھے آخر یہ فتنے فتنۂ محشر جگانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے راہب کے پلانے کو
اُدھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افسر
اِدھر اک راہبِ شیطان سیرت آ گیا اندر
یہ راہب تھا کہ تھا تاریکیٔ ابلیس کا سایا
ابو سفیان استقبال کر کے جس کو لے آیا

لباسِ زہد میں اک پیکرِ تلبیس و مکاری   نہاں ہر ایک موئے ریش میں سو دامِ عیاری
نحوست پر نحوست چھا گئی راہب کے آنے کی   سمٹ کر آ گئی گویا بدی سارے زمانے کی
تکلم با تکلم اور خاموشی بہ خاموشی   مسلسل زیرِ لب خندہ مسلسل ایک سرگوشی

زنانِ قریش کی تیاریاں

ابو عامر ہوا رخصت بہم طے پا گئی سازش   ابوسفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
قریب اِس مرکزی خیمے کے اور اِک تھا بڑا خیمہ   ابوسفیاں کی بیوی[1] ہند کا راحت فزا خیمہ
زنانِ[2] جنگ جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری   ادا و ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری
فریبِ حسن نے ملبوس رنگا رنگ پہنے تھے   کہیں مانگیں سنواری تھیں کہیں زرکار گہنے تھے[3]

حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش

وحشی غلام آلۂ انتقام

درِ خیمہ پہ تھا اک مرد[4] وحشی نام تھا جس کا   کمالِ حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا
غلامِ[5] ابنِ مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا   بظاہر کیا یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا
غلاموں میں سمجھ کر حرصِ دولت کا غلام اس کو   ہوا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اس کو

---

[1] ہند عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی، ابوسفیان کی بیوی (امیر معاویہ کی ماں) جنگ بدر میں اس کا باپ عتبہ جو قریش کا سپہ سالار تھا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بر سرِ میدان مارا گیا تھا۔ اُس کا چچا شیبہ بھی حضرت حمزہؓ ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم صفحہ ۸۷

[2] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم حاشیہ صفحہ ۲۳۳

[3] اُحد کے دن زنانِ قریش میں کوئی ایسی نہ تھی جس نے چوڑیاں، بازو بند، کڑے اور پازیب نہ پہن رکھے ہوں۔

[4] وحشی نام ایک حبشی غلام تھا۔ جو اپنے قومی طریق پر حربہ چلانے کا ماہر تھا۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں۔ برچھی سمجھئے۔

[5] وحشی جبیر ابن مطعم کا غلام تھا اس کے آقا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر ڈالے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبی)

یہ کام اُس شیر کو مکر و دغا سے قتل کرنا تھا
یہ کام اُس مردِ میداں کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا
لرزتے تھے عرب کے کوہ و صحرا نام سے جس کے
ملی تھی پختگی اسلام کو اسلام سے جس کے
وہ حمزہؓ عمِ عالی مرتبت سردارِ عالمؐ کے
سپہ سالار اوّل اُس سپہ سالارِ اعظمؐ کے
وہ حمزہؓ یعنی روحِ سرفروشی جانِ جانبازی
وہ حمزہؓ لشکرِ اسلام کا سب سے بڑا غازی
وہی حمزہؓ قریشی افسروں کو مارنے والا
کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا
وہی ضیغم شکار و شیر افگن غازیِٔ دوراں
اُسی کو قتل کرنے کے یہاں درپیش تھے ساماں
کہا اب ہند بنت عتبہ نے وحشی کو بلوا کر
ہم سب عورتیں آئی ہیں مکے سے قسم کھا کر
مسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائیں گی
ہم اُن کا خون چاٹیں گی ہم اُن کا گوشت کھائیں گی
کیا ہے قتل حمزہؓ نے میرے بھی سربراہوں کو
ملایا خاک میں عالی تباروں ' کج کلاہوں کو
میں اُس کا دل جگر گردے مزے لے لے کھاؤں گی
لہو اُس کا پیوں گی ہڈیاں اُس کی چباؤں گی
ارے وحشی کسی ترکیب سے' دھوکے سے' حیلے سے
کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کے وسیلے سے
کسی صورت سے ہو، حمزہ کو جا کر قتل کر وحشی
دکھا دے اُس کا لاشہ مجھ کو لا دے اُس کا سر وحشی
میں تجھ سے کر چکی ہوں پہلے بھی انعام کا وعدہ
زر و گوہر کا وعدہ عزت و اکرام کا وعدہ
میرا یہ کام کر وحشی ، میں تجھ کو شاد کر دوں گی
علاوہ اور باتوں کے تجھے آزاد کر دوں گی
یہ کہہ کر پیشگی بھی دے دیئے کچھ سکہ ہائے زر
ہوئی حرص و ہوس غالب غلامِ پست ہمت پر
کہا بی بی تمہارا کام مہلک بھی ہے' مشکل بھی
کہ حمزہؓ مردِ میداں بھی ہے دُور اندیش و عاقل بھی
اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اُس کی نظر مجھ پر
تو فوراً آ پڑے گا وہ بشکلِ شیرِ نر مجھ پر
وہاں اظہارِ چابکدستی و کاریگری مشکل
وہاں وحشی کی سو جانیں بھی ہوں تو جانبری مشکل

خود اپنی موت سے لڑنا خرد سے دُور ہے بی بی　　مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی
میں حربہ لے کے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا　　رہوں گا تاک میں اپنا مقدر آزماؤں گا
اگر موقع ملا تو قتل کر ڈالوں گا غازی کو　　زمیں پر سرنگوں کر دوں گا اللہ کے نمازی کو

لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول وقسم کے بعد وحشی بھی ہوا رخصت　　ابوسفیاں نے ساری گفتگو سن لی بصد راحت
رہا خاموش ظاہر میں، مگر مسرور تھا ظالم　　طریقِ جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالم
مگر دِل اِس خوشی میں بھی رہینِ ناصبوری تھا　　ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا
ابوسفیان لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو　　چلا اب تاکہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو
مرتب ہو رہے تھے کینہ کار اپنے طریقے سے　　پیادے اپنے ڈھب سے، شہسوار اپنے طریقے سے
کمانیں، تیر، نیزے، گرز، ڈھالیں اور شمشیریں　　مہیا ہو چکی تھیں قتلِ انسانی کی تدبیریں
اندھیری رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری　　یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری
جدھر ڈالی نظر تیاریوں کا حشر برپا تھا　　خموشی تھی مگر بیداریوں کا حشر برپا تھا

ستارے[3] دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے　　یہ میداں میں گڑھے کس کے لیے خس پوش ہوتے[1] تھے؟
یہ کیسے مشورے ہوتے تھے اِن قرشی رئیسوں[2] میں　　یہ کس کے واسطے پتھر بھرے جاتے تھے کیسوں میں؟

---

[1] ابوعامر نے رسول اللہ کے لیے میدان میں گڑھے کھودے۔

[2] ابن قمیہ، عبداللہ بن شہاب اور ابی بن خلف ان چار سردارانِ مکہ نے آنحضرتؐ کے قتل پر قسمیں کھائی تھیں۔

[3] اُحد میں ابن قمیہ نے آنحضرت کو پتھر سے ضرب پہنچائی تھی۔

قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سناتی تھیں
کوئی افسون پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں؟
اندھیری رات نے آفات کا لشکر نکالا تھا
خدا معلوم ہنگامِ سحر کیا ہونے والا تھا

آشوبِ شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
اُتر آتے ہیں فرزندانِ تاریکی گناہوں پر
زمیں بد بخت فرزندوں کا ایک طومار جنتی ہے
یہ ناہموار ماں اولادِ ناہموار جنتی ہے
لہو روتی ہے مٹی اِس خمیرِ بدصفاتی پر
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر
بشر ہیں بھیڑیے ہیں سانپ بچھو ہیں کہ چیتے ہیں
سمجھ کر شیرِ مادر دُوسروں کا خون پیتے ہیں
خدا کی بے ضرر مخلوق کو جینا نہیں ملتا
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا
چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں مامن سر چھپانے کو
کمیں گاہوں سے اُٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو
یہ کہتی ہیں دہاڑیں شیر کی ہاتھی کی چنگھاڑیں
اِدھر آؤ تمھیں روندیں اِدھر آؤ تمھیں پھاڑیں
سکوتِ شب میں رم کرتے ہیں آہو مرغزاروں سے
نکل آتے ہیں زہری اژدھے تاریک غاروں سے
پڑے ہیں بادرفتاروں کو اپنی جان کے لالے
تعاقب میں چلے آتے ہیں ظالم رینگنے والے
نہیں آتیں جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں
سحر کو ہڈیاں اُن کی ملا کرتی ہیں راہوں میں
رخِ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
تباہی پھیل جاتی ہے، تباہی پھیل جاتی ہے
بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی
یہاں سودا ہے جسم و جاں کا رُوحوں کی خریداری
سرِ بازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری
بدی چولا بدل کر، غازہ مل کر، کبر سے تن کر
تھرکتی ہے اندھیری رات میں پرچھائیاں بن کر

حسینہ ڈائنیں شیطان بھی جن سے لرز جائیں
گنہ کی بیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں
سڑی مٹی سے اور بودار خوں سے ہے خمیر ان کا
اندھیری رات کے اجزاء سے بنتا ہے ضمیر ان کا
بلائیں جب بھی اس معمورۂ فانی میں آتی ہیں
اسی گندے لباسِ حسنِ انسانی میں آتی ہیں
عفونت ہی عفونت ان کے ارمانوں میں ہوتی ہے
بجائے خوں غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے
بپا کر کے تہِ دامانِ شب محفل چراغوں کی
یہ کرتی ہیں نمائش برص کے مکروہ داغوں کی
رفیقانِ گنہ اِن کے عجب بے پیر ہوتے ہیں
بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں
یہی وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں
وبا بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دنیا میں

خدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پردہ دار اِن کی
ہوس ظلم آفریں اِن کی نظر آدم شکار اِن کی

بسا اوقات لعنت آدمی کا رُوپ بھرتی ہے
شیاطیں کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے
خدا کے بالمقابل لے کے دعوے خالقیت کے
جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے
یہ ایوانات شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے
وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے
ریاست کا مرقع عیش کی مکروہ تصویریں
سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں
بدل جاتا ہے معیارِ شرافت اس زمانے میں
خوشی ملتی ہے ننگ و نام کا پردہ اُٹھانے میں
مسرت کا ذریعہ جام و مُل ٹھہرائے جاتے ہیں
دنی الطبع مختارانِ کل ٹھہرائے جاتے ہیں
یہ فاتح بن کے جب کشور کشائی کو نکلتے ہیں
دھواں اُٹھتا ہے ان کے راستوں میں شہر جلتے ہیں
قدم سے اِن کے ہوتا ہے یہ رنگِ گلشنِ ہستی
کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اُجڑی ہوئی بستی
بنی نوعِ بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں
سروں سے یادگارِ فتح کے مینار بنتے ہیں

ہے یکساں قابلِ تعزیر جھوٹا ہو کہ سچا ہو
کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچہ ہو
علانیہ خدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
خودی کی خودپرستی کی بڑی تحسین ہوتی ہے
ستم ایجاد کو بیداد گر کو داد ملتی ہے
سزاوارانِ لعنت کو مبارکباد ملتی ہے
عدالت منہ چھپا لیتی ہے محرومی کے پردے میں
شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں
جفاکاری کے ہاتھوں سے وفا کا خون ہوتا ہے
نہیں ہوتا کوئی قانون یہ قانون ہوتا ہے
نہیں آتا میسر تشنہ لب معصوم کو پانی
ہوا کرتی ہے لیکن خونِ انسانی کی ارزانی
سکوتِ شب میں ہل جاتی ہیں ایوانوں کی بنیادیں
کہ خاموشی کا ہے مفہوم چیخیں اور فریادیں
وہ رُوحیں جن کی پیاری عصمتیں برباد ہوتی ہیں
دعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں
مگر ایمان بچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
سوائے جان دے دینے کے چارا ہی نہیں کوئی
ستم سے تنگ آ کر جو اُٹھا لیتے ہیں تلواریں
چنی جاتی ہیں اُن کے کار ہائے سر کی دیواریں
فلک کی سمت فریادی نگاہیں اُٹھ نہیں سکتیں
دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اُٹھ نہیں سکتیں
اندھیری رات کیا ہے دور طوفانِ جہالت کا
جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا
اندھیری رات کیا ہے نور کا مستور ہو جانا
نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نور ہو جانا
جہاں سے کاروبارِ عدل کا مفقود ہو جانا
شعارِ ظلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا
ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
اُبلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا
یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اُٹھتے ہیں
اسی کی گود سے شداد اور ہامان اُٹھتے ہیں
سرِ امواجِ دریا جس طرح تنکے اُبھرتے ہیں
خس و خاشاک آبِ صاف کے اُوپر بکھرتے ہیں
اسی صورت اُٹھا کرتا ہے جب طوفانِ تاریکی
ہوا کرتے ہیں سرافراز فرزندانِ تاریکی

دنائت ان کو لے جاتی ہے رتبے کی بلندی پر
سبک ہوتے ہیں چڑھ جاتے ہیں بامِ ارجمندی پر
خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروبار ان کا
بڑھا کرتا ہے عزت بیچ دینے پر وقار ان کا
یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنس سبکساری
کہ منڈی میں ہے ایسی جنس کی قیمت بہت بھاری
یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے
کہ شیطاں جاگتے ہیں جس گھڑی انسان سوتا ہے
چھپیں جب شاہبازانِ شکاری آشیانوں میں
تو کیوں آئے نہ تیزی بوم و شپر کی اُڑانوں میں
صدائے نغمۂ بلبل دبے جھینگر کے شیون سے
تو کیا لائیں ہوائیں جز نحوست صحن گلشن سے
اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں
درندے جنگلوں میں، بستیوں میں چور بستے ہیں

لشکرِ اسلام اور خیر الانام

وہاں ظلماتیوں میں ظلم کے سامان ہوتے تھے
یہاں نور آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والا تھا
اُسی کا روئے انور چشمِ ہستی کا اجالا تھا
وہی اک پیکرِ یُمن و سعادت تھا مصلے پر
دو زانو قبلہ رُو محوِ عبادت تھا مصلے پر
دمیدہ اور پوشیدہ مجسم نور کملی میں
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستور کملی میں
پئے نوعِ بشر رحمت طلب درگاہِ باری میں
زباں الحمد میں مشغول سر سجدہ گزاری میں
محمدؐ ذکرِ حق میں اور شیطاں فکرِ ساماں میں
اِسی صورت سے گزری دو تہائی رات میداں میں
ابھی آفاق کو ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا
تہجد کے لیے اب جاگ اُٹھے اللہ کے بندے
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے
جبینوں کا ہجوم اور آستانِ حق تعالیٰ تھا
گزارش کرنے والے تھے گزارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مصلے سے اُٹھا بعدِ تہجد دین کا ہادیؐ
اُٹھا دی چاند نے بدلی منور ہو گئی وادی
اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا
خدا کی فوج نے جانا کہ پیغامِ عمل لے آیا
کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے
کیا اقدام سربازی کی خاطر سر بلندوں نے
بھرا تھا سر میں شوقِ سرفروشی ذوقِ جانبازی
نبیؐ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی
ثبوتِ عشق دینا تھا شہادت گاہ میں ان کو
بڑھا لے کے پیمبرؐ امتحاں کی راہ میں ان کو
خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی ان کا
محمدؐ رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی ان کا

نمازِ صبح

سپہ دارانِ باطل تھے ابھی ترتیبِ لشکر میں
کہ جا پہنچی صحابہ کی جماعت موجِ قنطر[1] میں
شبِ تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آ پہنچا
اُحد کے ایک رُخ پر لشکرِ اسلام آ پہنچا
سپہ سالارِ حق نے اِس جگہ لشکر کو ٹھہرایا
بلالِؓ پاک طینت کو اذاں کا اذن فرمایا
طلسمِ خواب توڑا نعرۂ اللہ اکبر نے
صفیں آراستہ کیں اُمتِ محبوبِ داور نے
میسر تھی امام الانبیاءؐ کی اقتداء ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو
سعادت لائی تھی خود شانِ رحمت کے قریب ان کو
محمدؐ کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب ان کو
بسایا روح کو آیاتِ قرآں کی سماعت نے
ادا کر لی نمازِ صبح اِسلامی جماعت نے

---

[1] موجِ قنطر میں پہنچے تو نماز کا وقت آ گیا تھا اور یہاں سے مشرکین بھی نظر آتے تھے۔ آنحضرت نے بلال کو اذنِ اذان دیا۔ پھر صف بندی کی اور نماز پڑھائی۔ (ابن ہشام، طبری وغیرہ)

مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بیوفائی [1]

مگر خیلِ منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل
”تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل“

یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے

ہوا جب لشکرِ حق فرض ادا کرنے پر آمادہ
صفیں اللہ والوں کی ہوئیں میداں میں استادہ

برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آ پہنچا
میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا

ہوئے بہرِ جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابن اُبَی اور اُس کے ہمراہی

دغا بازی سے نامردوں نے آئینِ وفا توڑا
صفیں کرکے مرتب لشکرِ اسلام کو چھوڑا

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیر ہو گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی

ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے
بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں
خدا تھا اور محمد مصطفیٰ موجود تھا ان میں

ختم جلد دوم

غزوات کے باقی حالات جلد سوم میں ہیں جو زیر تصنیف ہے۔ مصنف اس کی تکمیل کے لیے طالب دعا ہے۔

---

[1] صبح ہوتے ہی لشکرِ اسلام اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس وقت عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لیا اور یہ کہتا ہوا مدینے کی طرف پلٹ گیا کہ محمدؐ نے ہماری رائے نہ مانی اور چھوکروں کا کہنا کیا، اس لیے ہم نہیں لڑتے۔ یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ جان بوجھ کر ہلاکت کے منہ میں جانا ہے۔ (ابن ہشام و ابن سعد وغیرہ)

قطعہ تاریخ شاہنامۂ اسلام جلد دوم

اثرِ خامہ جناب صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم-اے

حفیظ آں خسروِ معنی کہ در ہند   سخن را ہست فردوسیٔ ثانی
کتابِ شاہنامہ کردہ تصنیف   کہ الفاظش بود رشکِ معانی
بیاضے کز طلسم انگیزیٔ کلک   خطِ بطلاں کشید بر نقشِ مانی
کلامے کز فلک پیمائی فکر   بگوش آرد نویدِ آسمانی
سرودے کز نشاط آرائی شعر   بجاں بخشد سرورِ جاودانی
بدل گفتم چہ ہست ایں نقشِ زیبا
ندا آمد ز ہاتف غیر فانی

۵۱ ھ ۱۳

* * *

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

تاریخِ اسلام (منظوم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

یعنی

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخِ اسلام کے واقعاتِ رزم
حق پر باطل کے حملے غزوۂ اُحد کے مفصل و مشرح حالات

شاہنامۂ اسلام

(جلد سوم)

اثرِ خامہ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفیظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد سوم)

مضامین — صفحہ

ذکروشکر حفیظ جالندھری ۳۶۷
عرضِ حال ناظم مجلس اُردو ۳۷۰
دیباچہ آنریبل شیخ عبدالقادر صاحب قبلہ ۳۷۱
بسم اللہ اے ساقی ۳۷۶

باب اوّل

گزارشِ سرنگارش ۳۷۷
غزوۂ بدر کی فضیلت ۳۷۸
مشاہدۂ بدر ۳۷۹
غزوات بدرواُحد کا نکتۂ امتیاز ۳۸۰
بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام ۳۸۱
قریش کا غروراور دعویٔ باطل ۳۸۲
قبائلِ عرب کوامداد کی دعوت ۳۸۲
کہ میں جوش وخروش ۳۸۳
ہاشم سے رشک ورقابت ۳۸۳
سفیان بن حرب بن اُمیہ ۳۸۴
-ابوسفیان کی زوجہ ۳۸۵
غلام قاتل حمزہؓ
ش کا مکہ سے مروج خراج اور مدینہ منورہ کے بیان
حالات کا اقتباس ۳۸۷
ایک راہب ابوعامر فاسق ۳۸۸
ابوعامر فوجِ مشرکین میں ۳۸۹
ابوعامر پر ابوسفیان کا روغنِ قاز ۳۹۰
ابوعامر کے دعوے ۳۹۱
ابوعامر کے وعدے ۳۹۱
ابوعامر کے ارادے ۳۹۲
ایک شیطانی ترکیب ۳۹۲
اُحد کی رات اور ہر دو لشکر ۳۹۳

باب دوم

نوروناروظلمت

منظرِ صبحِ اُحد ۳۹۴
شرارِ بولہبی درپے چراغِ مصطفویؐ ۳۹۴
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۹۵
اُحد میں جمع ہونے والے ۳۹۷
شریف انسان مسلمان ۳۹۷
چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم ۳۹۹
لیکن ان کے بھی مدارج تھے ۴۰۰
آزمودہ ۴۰۰
ناآزمودہ ۴۰۰
شرطِ نصرتِ الٰہی ۴۰۱

مضامین	صفحہ
خبیث انسان، منافقین بظاہر مسلمان مگر بباطن مسلمان کے دشمن	۴۰۱
منافقوں کا سردار ابن ابی ابنِ سلول	۴۰۳
نمود و نام والے۔ قریشِ مکہ	۴۰۳
اسلام کی مخالفت کا سبب	۴۰۴
بظاہر غرور بے جا نہ تھا	۴۰۵
بدر کی شکست گویا شیر کو زخم	۴۰۶
ان کے ارادے	۴۰۶

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

مضامین	صفحہ
قریش	۴۰۸
مسلمان	۴۰۸
منافق	۴۰۸
جماعتوں سے بالا۔ خدا کا رسولؐ	۴۰۹
اس کے ساتھی	۴۰۹
کانٹوں پر پھول	۴۰۹
کفار مکہ اور مسلمان آمنے سامنے	۴۱۰
منافقین کا جماعت سے کترا جانا	۴۱۰
نعرۂ منافقانہ	۴۱۰
فوجِ اسلام کا تاثر	۴۱۱

باب چہارم

اُحد میں لشکروں کی ترتیب

مضامین	صفحہ
صفوفِ اسلامی	۴۱۲
تیر اندازوں کا تعین اور تاکید استقامت	۴۱۲
تیر اندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر	۴۱۳
بقیہ فوج کی تقسیم	۴۱۴
علمبردار اسلام	۴۱۴
ارشاداتِ عالی	۴۱۴
شکست و فتح سے بے نیازی	۴۱۵
شہادت ہی اصل اسلام ہے	۴۱۵
طاعتِ پیمبرؐ۔ راست بازی اور راستی	۴۱۶
تفرقہ و نفاق کی ممانعت	۴۱۶
رسولؐ کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے	۴۱۶
موت و حیات اور حلال و حرام	۴۱۶
فوجِ غنیم کی ترتیب قریشی جیوش کی تقسیم	۴۱۷
خالد کا رسالہ	۴۱۸
ابوسفیان اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ	۴۱۸
طلحہ کا جواب سخت	۴۱۹
ابوسفیان کا کھسیانا پن	۴۲۰
لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر	۴۲۱
اپنا اپنا رنگ۔ نمائش عمرو بن العاص	۴۲۱
آنحضرتؐ کے خاص مخالفین پانچ سازشی	۴۲۲
چھٹا فتنہ	۴۲۲

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تزوین

مضامین	صفحہ
آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے	۴۲۳
یہ سب کس کے مخالف تھے	۴۲۳
قریشی عورتوں کا راگ	۴۲۴
نغمہ زنانِ قریش اُردو میں	۴۲۴

مضامین	صفحہ
ابو عامر راہب میدان میں	۴۲۶
ابو عامر کی حیرت اور حسد	۴۲۶
ابو عامر کی تقدیر	۴۲۷
انصار کا جواب	۴۲۸
پتھر کا جواب پتھر - ابو عامر کا فرار	۴۲۹
غلامی	۴۳۰
کرائے کا سپاہی	۴۳۰
ابو عامر کا فرزند حنظلہؓ	۴۳۱
رسالت کا احسان	۴۳۱
آقاؤں کی بے دردی	۴۳۲
طلحہ علمبردار قریش کا طیش	۴۳۲

باب ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

مضامین	صفحہ
علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان	۴۳۴
طلحہ کی مبارز طلبی	۴۳۴
طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر	۴۳۵
سلمانوں کا ضبط	۴۳۵
ں المرتضیٰؓ کا جوشِ جہاد	۴۳۶
اور طلحہ کی شمشیر بازی	۴۳۷
کی برہنگی اور علی کی حیا و مروّت	۴۳۸
ی فوج کا غضبناک حملہ	۴۳۹
ام کا جھنڈا	۴۳۹
ے کا گیت	۴۴۰

مضامین	صفحہ
قریش کا عام دھاوا - ارشادِ ہادیؐ	۴۴۱
مسلمانوں کی تیر افگنی	۴۴۱
قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی	۴۴۲
ابو شیبہ کی علمبرداری	۴۴۳
ابو شیبہ مبارزت طلب کرتا ہے	۴۴۴
جناب حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت	۴۴۴
اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثرات	۴۴۵
کفار پر حمزہؓ کا رعب	۴۴۶
حمزہؓ اور ابو شیبہ	۴۴۶
ابو شیبہ اور حمزہؓ کی جنگ	۴۴۷
ابو شیبہ کے امدادی	۴۴۸
ابو شیبہ کا قتل	۴۴۸
حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ	۴۴۹
لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ	۴۵۰
رسالت کی تلوار	۴۵۰
جید صحابہؓ کو اس تلوار کی حسرت	۴۵۱
ابو دجانہ کی رفتارِ ناز	۴۵۲
تیراندازوں کو آخری تاکید	۴۵۲
اُحد میں پہلی جنگِ مغلوبہ	۴۵۳
علمبردارانِ قریش کی جرأتیں	۴۵۳
علمِ باطل سرنگوں	۴۵۵
علمبردارِ اسلام	۴۵۵
حضرت ابو دجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالتؐ	۴۵۶
ہند کی سرگرمیاں	۴۵۶
ابو دجانہ ہند کے قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں	۴۵۷

مضامین صفحہ
توقیرِ شمشیرِ رسولؐ ۴۵۷
مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں ۴۵۸
مشرکین کے قدم اکھڑ گئے ۴۵۸
خالد کی بے بسی ۴۵۹
اقلیت کی ظفر مند تھی ۴۶۰
نبیؐ نگرانِ کار تھا ۴۶۰
مسلمانوں کی فتح ۴۶۱
اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں ۴۶۱

باب ہفتم

فتنہ مالِ غنیمت شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں ۴۶۲
ٹیلے کے تیرانداز اور حصولِ غنیمت کا شوق ۴۶۳
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہہ ۴۶۳
تاویلِ احکاماتِ نبوت ۴۶۳
تیرانداز ٹیلہ چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنیوالوں میں ۴۶۴
ٹیلے پر حضرت ابن جبیرؓ اور سات تیرانداز ۴۶۴
خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا ۴۶۵
حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ۴۶۵
غنیمت لوٹنے والوں پر خالد نے نظر ڈالی ۴۶۶
مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ ۴۶۶
بھاگی ہوئی فوج پلٹتی ہے ۴۶۷
اکابر مجاہدینِ اسلام کی پامردی ۴۶۸
رسول اللہؐ پر حملہ کرنے کے متلاشی ۴۶۸
حضرت مصعب پر ابنِ قمیہ کی نگاہِ بد ۴۶۹
ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے ۴۶۹
مصعبؓ کی شہادت ۴۷۰

باب ہشتم

شہادتِ رسولؐ کی افواہ -- اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٔ باطل ۴۷۲
خبر یا صاعقہ ۴۷۲
صحابہؓ پر اس خبر کا اثر ۴۷۳
اس خبر کے مختلف تاثرات ۴۷۳
مسلمین کی بدحواسی ۴۷۳
رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت ۴۷۴
بے خود ساکت ہونے والے ۴۷۵
فاروقِ اعظمؓ بھی سکتہ میں ۴۷۵
حضرت انس ابن نضرؓ ۴۷۶
وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے ۴۷۷
گروہ پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہوگئے ۴۷۷
اُن کا مقصود ۴۷۸
حضرت حمزہؓ کا جلال ۴۷۸
سباعؓ غبشانی ۴۷۹
وحشی غلام کمین گاہ میں ۴۷۹
وحشی حربہ پھینکتا ہے ۴۸۰
حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں ۴۸۰
حمزہؓ کی شہادت ۴۸۱
وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے ۴۸۱
ہند کے لیے ہدیہ ۴۸۲

مضامین صفحہ
ہندہ جسدِ حمزہؓ پر ۴۸۳
ہند کے گلے کا ہار ۴۸۳
وحشی کا انعام ۴۸۴
چند سر فروشانِ اسلام کا ثبات ۴۸۴
نگاہِ ہادیٔ اسلام ۴۸۵
اس افتاد کے وجوہ ۴۸۶
ابنِ قمیہ کے دعوٰی پر ابوسفیان کا شک ۴۸۸
کعبؓ بن مالک حضورؐ کو پہچانتے ہیں ۴۸۸
کہاں ۴۸۹
کعبؓ نے کیا دیکھا ۴۸۹
میدان میں شانِ نبوت ۴۹۰
پیمبرانہ عزم وتاثر ۴۹۰
کعبؓ بن مالک کی صدا ۴۹۱
شمع نبوتؐ کے پروانے ۴۹۲
کفار کی شدت ۴۹۲
حضرت علیؓ کی جانبازی ۴۹۲
حضورؐ پر تیروں کی بارش ۴۹۳
دینے میں شہادت رسول کی افواہ ۴۹۴
ھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کو پشیمانی ۴۹۴
ب میدان کی طرف پلٹتے ہیں ۴۹۵
وشت وجبل میں آوارہ تھے ۴۹۵
ونانِ اسلام ۴۹۶
لحہ اور سعد وقاصؓ کی تیراندازی ۴۹۷
یان پر حضرت حنظلہ بن عامر کا حملہ ۴۹۹
ی اور لاکھوں پائے ۵۰۰

مضامین صفحہ

باب نہم

آفتاب اور برجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی ۵۰۲
ابوسفیان کی تزویریں ۵۰۳
قریش کا بے پناہ حملہ ۵۰۳
انصار کی فداکاری ۵۰۳
خاص ذاتِ اقدسؐ پر حملے ۵۰۴
اُمِ عمارہؓ کی جاں نثاری ۵۰۵
دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا کی زخم داری ۵۰۶
دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دعائیں ۵۰۸
رفیقانِ نبوت ۵۰۹
شہادت کی ارزانی ۵۱۰
خالد کی حیرت ۵۱۰
انتہائی کشمکش ۵۱۲

باب دہم

خاتمہ جنگِ اُحد

قریش کی بے دلی ۵۱۳
ابی ابن خلفِ شانِ نبوتؐ سے طلبِ جنگ ۵۱۴
گستاخانہ پیغام ۵۱۴
آنحضرتؐ کی پیشن گوئی ۵۱۵
صحابہ کا رسولؐ کے بجائے نکلنے پر اصرار ۵۱۵
نبیؐ بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل ۵۱۶
کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا؟ ۵۱۶
ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں ۵۱۸

مضامین	صفحہ
ابن حمید کا حملہ اور حضرت ابودجانہؓ	۵۱۹
نبیؐ کے رخسارِ مبارک پر جمی ہوئی کڑیاں	۵۲۰
نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد	۵۲۱
نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب	۵۲۱
زخمیوں کو پانی مل رہا تھا	۵۲۲
جناب فاطمۃ الزہراؑ کی تشریف آوری	۵۲۳
قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام	۵۲۳
سپہ سالار قریش اور تفتیشِ حالات	۵۲۳
حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب	۵۲۴
ابوسفیان کا اظہار تفاخر اور صحابہؓ کا جواب	۵۲۴
شہادت گاہ کا منظر	۵۲۵
شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین	۵۲۷
نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر	۵۲۸
تدفین کے بعد	۵۳۰
عقیدت اور تسلی	۵۳۱

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

ذکر و شکر

جلد سوم حاضر ہے۔ قبول فرمایئے۔ پسند آئے تو دعا کیجئے۔ صرف مجھ ناچیز کے لئے نہیں بلکہ ان ہمدردانِ قوم و ملت کے لئے بھی جن کی رہنمائی اور اعانت کے بغیر میں اس منزل پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی جارہی ہے۔ توقع سے زیادہ ناسازگار ہے۔ جمعیت اسلامیہ جس سیاسی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس ملک میں جس قسم کی جدوجہد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آج یہ کہاں ممکن ہے کہ ایک فرد کا سکون قائم رہ سکے۔ درخت جو آندھیوں کی زد میں ہو اس کے پتوں کی حالت کیا پوچھتے ہو۔

نامناسب ہوگا اگر میں بعض خاص عالی ہمت محسنوں کے ذکر اور شکر سے خاموش رہوں جو اس جلد کی تکمیل میں کسی نہ کسی طرح ممد و معاون رہے، اس طرح آپ کو میری بعض دقتوں کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

جلد اول کے آغاز میں بہت دشواریاں تھیں لیکن عامۃ المسلمین نے میرا دل بڑھایا۔ وہ زمانہ نسبتاً بہتر تھا۔ قدردانوں نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن دوسری جلد کے دوران تصنیف میں ملکی اور سیاسی طوفانوں کا ایسا زور بندھا جس نے قوم کی توجہ یکسر اپنی طرف کر لی اور وہ طبقہ جو میری کتاب کا خریدار تھا بڑھتی ہوئی کساد بازاری کے سبب کمزور ہو گیا جس کا اثر کتاب کی فروخت یا براہِ راست میری معاش پر پڑا۔

اللہ کو اس کام کا جاری رکھنا منظور تھا۔ عوام کی توجہ ہٹی تو خواص میں سے بعض عالی وقار ہستیاں ذرہ نوازی پر آمادہ ہو گئیں۔ عالی مرتبت فخر دودمانِ عباسیہ اعلیٰ حضرت نواب سر صادق محمد خان بہادر عباسی خلد اللہ وملکہ نے میری قدر افزائی فرمائی۔ نہ صرف مالی امداد سے نوازا بلکہ اس توسل سے مجھے اپنے کام کا اتنا بڑا انعام درگاہِ باری سے ملا جس کا شکریہ ادا کرنا ایک مسلمان کی بساط سے باہر ہے۔ اتنا بڑا انعام کہ مجھے حج بیت اللہ اور زیارت کوئے حبیب نصیب ہو گئی۔

سبز گنبد سے نہ جانے کیا اشارا مل گیا
رہبرِ منزل میں اِک روشن ستارا مل گیا

اسی زہ۔ میں اعلیٰ حضرت سعید الدولہ وزیر الملک نواب حافظ سر محمد سعادت علی خان والی ریاست ٹونک دام اقبالہٗ نے مجھے خلعت و خطاب سے سرفراز کیا اور اس طرح میرا دل بڑھایا۔ یہاں بھی اظہارِ تشکر مجھ پر واجب ہے۔

اب اس تیسری جلد اور غزوہ احد کا مرحلہ آ گیا اس امر کا اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں اگر آغاز کار میں مجھے ایسی سخت گھاٹی کے پیش آنے کا وہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامۂ اسلام لکھنے کے لئے قدم اٹھانے کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میری دشواریاں کیا تھیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ اُحد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو

گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور بے سروسامان مجاہدوں نے اپنے ہادی کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اس کو مزے لے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک ہوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی حالانکہ صحابۂ کرام میں جوشِ ایمانی فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی۔ عنانِ قیادت آج بھی اسی ہادیٔ برحق کے ہاتھ میں تھی جو بدر کے دن فتح و نصرت کا ضامن تھا مگر نتیجہ شکست! شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مضروب و مجروح ہونا۔ اکابر صحابہ کی شہادت خیال فرمائیے خداوند کریم نے جن منہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو معاف کر دیا ہو اور جن سے رسولؐ نے باز پرس نہ کی ہو، مجھ عاصی و گنہگار کا کیا منہ ہے کہ اُن پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہوئے کوئی ایسا لفظ لکھوں جس میں سوئے ادب کا کوئی پہلو نکلے لیکن واقعہ کو واقعہ کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا۔ ایسی حالت میں اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش بھی نہ ملے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہوں گے۔ میں اس سے کیونکر عہدہ برآ ہوا اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تیسری جلد تمام و کمال صرف ایک ہی واقعۂ اُحد کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔

اس مرحلہ کے پیش آتے ہی مجھ پر ایک مدت تک گومگو کا عالم طاری رہا۔ بارہا آغاز کیا، لکھا، پھاڑ ڈالا۔ ادھر یہ صورت کہ اس منزل میں ایک قدم اٹھانا بھی محال، اس طرف تیسری جلد کا متواتر تقاضا اور جلد اول و دوم کی فروخت محدود، میرے کام کا جاری رہنا صرف اس طرح ممکن ہے کہ کتاب کے حصے مکمل فروخت ہوتے رہیں یہ نہ ہو سکے تو کام میں التواء اور مادی وسائل کے لئے بھاگ دوڑ، چنانچہ اس وقت حالت یہ تھی کہ اُحد کی سنگلاخ گھاٹی سامنے اور پائے ہمت شل، حوصلہ تو ساتھ چھوڑ ہی گیا تھا۔ فقط خدا کے فضل و کرم نے دستگیری کی اور ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کی معارف پروری نے مجھے پناہ دی اور میری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔ ھٰذا اگر اس وقت امداد نہ ملتی تو آج یہ جلد تکمیل پذیر نہ ہو سکتی۔

ریاست حیدر آباد (دکن) کے عالی ہمت اور گرامی مرتبت اراکین دولت نے جس طرح مجھے سہارا دیا وہ ایک داستان ہے جس کو کسی دوسری صورت میں لکھوں گا۔ فی الحال آسمانِ آصفیہ کے ان گنت ستاروں سے صرف ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں جنہوں نے مجھے یاس کے اندھیرے سے نکال کر آفتابِ اُمید تک پہنچایا۔

ہز ایکسلنسی یمین السلطنت راجائے راجایاں مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر آنجہانی، رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری الخاطب بہ نواب حیدر آباد نواز جنگ بہادر صدر اعظم، عالی جناب نواب عقیل جنگ بہادر، عالی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر، عالی جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر، عالی جناب نواب کاظم یار جنگ بہادر، عالی جناب مہدی نواز جنگ بہادر عالی جناب سید ہوش بلگرام صاحب قبلہ عالی جناب سید محمد حسین صاحب جعفری ناظم تعلیمات، عالی جناب خاں فضل محمد خاں صاحب سابق ناظم تعلیمات، سید محی الدین صاحب قبلہ معتمد تعلیمات عالی جناب مولوی سید ہاشم علی خاں صاحب جج ہائی کورٹ اور عالی جناب احمد حسین خاں صاحب صدر مہتمم تعلیمات کے اسمائے گرامی بصد شکریہ پیش کر کے شاہنامۂ اسلام کے مطالعہ کرنے والوں سے متوقع ہوں کہ اگر آپ کو میری یہ کوشش پسند آئے اور اس کو ایک ناچیز خدمت خیال کیا جائے تو آپ کی دعاؤں میں متذکرہ بالا اسمائے گرامی یاد رہنے چاہئیں اور سب سے زیادہ آفتاب دولت، واقبال کا شکر واجب ہے جو اِن روشن ستاروں کی ضیا کا باعث ہے۔

الٰہی بخت تو بیدار بادا!
ترا دولت ہمیشہ یار بادا!

ایک بڑی دقت اس جلد کے دوران میں یہ پیش آئی کہ جن کتب پر میرا مدار تھا، ان میں اور تو سبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم ملا خطرۂ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی حد تک دوڑ دھوپ اور ٹھوکریں کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہل علم حضرات سے اصلاح کا سائل ہوں۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بناتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیت گنہگار نہیں۔ خامیاں میری علمی تہی مائگی کے سبب سے رہ گئی ہوں گی۔ لہٰذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمایئے میں شکریہ کے ساتھ دوسری اشاعت میں اصلاح کی کوشش کروں گا۔

تیسری جلد کی تصنیف و تکمیل کی منزلیں مسلسل علالت میں طے ہوئی تھیں۔ طباعت اوّل کے وقت دنیا میں جنگ و جدال کے جو بادل چھا گئے تھے اب تک وہ طوفان بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ کاغذ اور جملہ سامانِ طباعت بہت گراں قیمتوں پر خریدا گیا تھا۔ آج دوسری طباعت کے وقت یہ گرانی ناقابلِ برداشت ہے۔ اب کے لاگت دگنی ہے لیکن کتاب کی قیمت میں اضافے مجھے گوارا نہیں۔ اس مرتبہ بھی کتابت کے سلسلے میں اپنی سادگی یا بے وقوفی کے سبب مشکلات کا سامنا ہوا۔ اپنی جانب سے اصلاح کی بہت کوشش کی گئی تاہم

ع   خطا و سہو کا پتلا ہوں استغفار کرتا ہوں

حفیظ

* * *

عرضِ حال

شاہنامۂ اسلام کا پہلا حصہ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ مصنف کو اس کے لئے قوم سے اصل شرح میں کسی قدر رعایت کے ساتھ پیشگی قیمت طلب کرنا پڑی تب کہیں جا کر اس کی کتابت وطباعت کا مرحلہ طے ہوا۔ اس کے بعد یہ حصہ کئی بار چھپا اور ہر بار ہی مصنف ہی نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

البتہ حصہ دوم، حصہ سوم کی نشرواشاعت کا وقت آیا تو کوشش کی گئی کہ بعض کاروباری سہولتیں میسر آجائیں۔ اس طرح مصنف کی مشکلات اور زیادہ بڑھ گئیں جہاں تک کتاب کی ترتیب وتیاری کا سوال تھا جوں کا توں قائم رہا اور تجربہ نے بتایا کہ جن سہولتوں سے اطمینانِ خاطر کی توقع تھی اور زیادہ پریشانیوں بلکہ شاہنامۂ کی صحیح اشاعت میں بھی ایک حد تک رکاوٹ کا باعث ہو رہی ہیں، اس کے لئے کاروباری دنیا کی اپنی مصلحتیں ہیں۔ یہاں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ پڑھنے والوں کو کس قسم کے ادب کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق ہمارے فرائض کیا ہیں۔

اسی اثناء میں ملک کی سیاسی اور ادبی فضا بڑی حد تک بدل چکی تھی اور مصنف کو اپنے سلسلۂ تصنیف وتالیف کے ساتھ اُردو کی خدمت کے لئے بھی بہت سا وقت صرف کرنا پڑا۔ ادھر حالات کا تقاضا تھا کہ جو لوگ فرداً فرداً اس میدان میں مصروف عمل ہیں وہ اپنی سرگرمیوں کے لئے کوئی مشترک راستہ تجویز کریں۔ آخر بہت سوچ سمجھ کر مجلس اُردو کی بنا رکھی گئی اور طے پایا کہ شاہنامہ اور صاحب شاہنامہ کی سب تصنیفات مجلس کے زیر اہتمام شائع ہوں۔ امید ہے یہ امر مصنف کے اطمینان خاطر کا باعث ہوگا اور اس طرح کتاب کی اشاعت بھی زیادہ آسانی سے ہو سکے گی۔

لیکن شاہنامۂ اسلام چونکہ تاریخ اسلامی کا ایک زرّین مرقع ہے اور تاریخ اسلام کے بغیر مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی نصا مکمل نہیں ہو سکتا اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا جائے۔ کیا اس سلسلے میں یہ بہتر ہ کہ شاہنامۂ اسلام کے قدرداں اس کے نام سے اس قسم کے حلقے یا مجلسیں قائم کر دیں جن سے مسلمانوں کے اندر تاریخ اور ادب کا ذوق پیدا ہو سکے؟ ہمیں یقین ہے کہ مجلس کی یہ درخواست رائیگاں نہیں جائے گی اور ہمدردانِ اُردو اس بارے میں کوئی مؤثر قدم اٹھا گے۔

ناظم مجلس اُردو

دیباچہ

ازقلم۔ سر عبدالقادر صاحب قبلہ، سابق ممبر انڈیا آفس (لندن)

ابوالاثر حفیظ کے زورِ کلام اور ان کی اہم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اوّل و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آج صرف جلد سوم کا خیر مقدم مقصود ہے۔ اس جلد کی اشاعت کے لئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشم راہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہوئی۔ اس کی کئی وجوہ تھیں جو مصنف نے بیان کر دی ہیں جن میں مصنف کی خرابی صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن جہاں ہمارا شاعر ستمہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدر دانوں اور مربیوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے، جن کی حوصلہ افزائی و دستگیری مشکلات پر غالب آئی اور تیسری جلد کی تکمیل اور آئندہ جلدوں کی تیاری کی امید کا باعث ہوئی ان سب مربیوں کا ذکر نام بہ نام مصنف نے کتاب کی تمہید میں درج کیا ہے۔ شاعر کے اوّلین قدر دانوں میں ہز ہائی نس نواب صاحب بہاولپور کا اسم گرامی قابل ذکر ہے اور سب سے بڑی قدر افزائی جو انہیں نصیب ہوئی وہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی حکومت اور دولت سے وظیفہ کا تقرر ہے۔ کچھ عرصہ ہوا یہ وظیفہ تین سال کے لئے عطا ہوا لیکن ہز اگزالٹڈ ہائی نس کی مشہور سخن شناسی اور ان کے ارکان دولت کی توجہات سے امید رکھتا ہے جب تک اس کارآمد تصنیف کا سلسلہ جاری ہے، یہ قدردانی جاری رہے گی، جو خصوصیتیں کتاب کی پہلی جلد میں تھیں وہ اس میں بھی موجود ہیں بلکہ زبان زیادہ سادہ اور با اثر ہے۔ رزم کے مناظر پرزور الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں اور جہاں بزم کا رنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ کا ہے۔ ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنف نے پیش نظر رکھا تھا کہ اکابر حق اور بہادران اسلام کے کارنامے سنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور ان کے ایمان کو زندہ کرے، وہ مقصد اس جلد میں بھی مدنظر ہے۔ مستند روایات کو نظم کرنے کا التزام بھی مثل سابق موجود ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہو گیا کہ ''فٹ نوٹ'' یعنی حاشیہ زیر ورق پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کے ساتھ ان کے حوالے درج ہیں جن سے وہ روایتیں کی گئی ہیں۔ اس اہتمام شاید حیدرآباد تعلیمی محکمے کی جانب سے یہ خواہش ہے کہ شاہنامۂ اسلام اچھے اشعار کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت میں ممتاز ہو، اس لئے مصنف نے جابجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں۔ ان کتابوں کے میں جو وقت صرف ہوا ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ مصنف نے فقط شاعری نہیں کی بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے۔ ممکن

ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوق سخن کی خاطر اس نظم میں پڑھیں گے وہ علمی تحقیقات والے حصوں کو قدرے خشک پائیں گے، مگر جناب حفیظ نے ان کی دلچسپی کے لئے بھی کافی سامان مہیا کر دیا ہے۔ اس جلد کی تصنیف کے دوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرت مطالعہ کے ایک اور ذریعے سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے۔ یعنی سیاحت یورپ، وہ ۱۹۳۸ء کی ابتداء میں سفر یورپ کے لئے گئے تھے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لندن میں صرف کیا اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحل بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں، اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہیں لکھی جا سکتی تھیں۔ ایک نظم ''افرنگ کی دنیا'' کے نام سے لکھی گئی جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے ''اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے'' یہ بھی بہت پسند کی گئی۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصل سفر ہیں مگر اس سے زیادہ ما حصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریق کار کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی امید پر کیا تھا اور ایک حد تک ان کی صحت کو فائدہ بھی ہوا مگر سب سے بڑا کام جو اس ششماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی، وہ یہ تھا کہ جلد سوم کا پہلا نصف ان دنوں تیار ہو گیا۔ اس میں ایک مضمون ایسا ادق تھا کہ اس کے لئے ان کی طبیعت غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی اور وطن میں جو اُن کے مشاغل تھے ان کے ساتھ وہ یکسوئی میسر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصہ ساحل پر جا کر رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی میسر ہوئی جس سے ان کے قلم کو جنگ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو مشکل انہیں درپیش تھی اور جس نے بارہا اُن کے قلم کو روانی سے روکا یہ تھی کہ جنگ اُحد کے حالات جنگ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحد میں افسوسناک شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے صریح ہدایات کی عدم پیروی تھی۔ مصنف کی یہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے وہ بھی بیان ہو جائیں، مگر ان لوگوں کا پاس ادب بھی ملحوظ رہے جو اس وقت حکم عدولی کے مرتکب ہوئے کیونکہ بعد کو رسولؐ خدا نے ان لوگوں کو معاف کر دیا۔ ان میں بعض نے دوسرے مواقع پر بہتر عمل سے اپنی کوتاہی کی تلافی کر دی۔ اس مضمون کو اس احتیاط کے ساتھ بیان کرنا ''کج دار و مریز'' کے مصداق ہے اور میں جناب حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگ اُحد میں دو کمزوریاں لشکر اسلام میں رونما ہوئیں، اوّل تو یہ کہ اس فوج میں جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے، کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے اور ان کا سردار بہانہ کر کے کہ آنحضرتؐ نے اس کے مشورہ کو نہیں مانا فوجِ اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا مگر آنحضرتؐ اس کی بے وفائی سے چنداں متاثر نہ ہوئے اور آپ نے باقی ماندہ فوج کو میدانِ جنگ میں اپنی معینہ جگہ پر جمے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیر اندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر انہیں ہٹائیں اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لوٹ مار کی طمع کر کے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں لیکن آخر میں سخت لڑائی کے بعد جس میں اکثر فدائیانِ رسولؐ نے شجاعت کی پوری داد دی اسلامیوں کی فتح ہونے کو تھی جب بت

پرست قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان یہ سمجھے کہ غنیم اب بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لوٹنے اور ان کا مال سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں لوٹتا دیکھ کر تیر اندازوں میں سے اکثر نے جنہیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کر دی۔ اس وقت خالد ابن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے، اس طرف سے فوجِ اسلام پر حملہ کر دیا جس سے بچنے کے لئے تیر اندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا اس کے بعد ان کی رہی سہی ہمت جاتی رہی۔ جب انہوں نے یہ غلط خبر سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں شہید ہو گئے حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضور زندہ سلامت تھے۔ حضور نے جو عزم و استقلال اس جنگ میں دکھایا اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو سبق ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اردو اور پر اثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی ٹھوس خوبیوں کے ساتھ حفیظ کی طبع رسائی نے جا بجا رنگینی کلام کے بھی جوہر دکھائے ہیں۔ عربی کے اس مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابل تحسین ہے جو اُن عرب عورتوں نے جنگ اُحد کے موقع پر گایا تھا جو مخالف اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر ابھارنے آئی تھیں۔

عربی جاننے والے اس گیت کے ترجمے کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی روح اُردو الفاظ میں کس عمدگی سے آئی ہے۔ اس گیت کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ہم بجلیاں انوار کی   ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی   ہم مشعلیں ہیں طور کی
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم   باصَد اَدائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بو   حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک و بو
ہم پیاریاں ہیں پیار کی   ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم   جیسے چلیں کبکِ دری
شعلے ہیں یا زیبِ گلو
لڑیاں دُرِ شاہوار کی

لطف یہ کہ اس گیت کی لے بھی عربی گیت سے مشابہ ہے۔

ایک دوسرے گیت میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یوں ادا ہوئے ہیں۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر
افلاک کی شہزادیاں

لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حفیظ کے فن کا ایک شیوۂ خاص ہے۔ ایک اور موقع پر ایک گیت علم نبوی کی شان میں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں مقبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچم اسلامی لہرائیں تو یہ ترانہ زبان پر لائیں، اس کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

نامِ خدا کا جھنڈا، پیغام خدا کا جھنڈا، دو جگ میں عزت کا سہارا، نامِ خدا کا جھنڈا، یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا، قرآنی فرمان کا جھنڈا، دین کا اور دنیا کا اُجالا، حرمت والا عزت والا، سب سے اونچی شان کا جھنڈا، سب سے اونچا، سب سے بالا، نامِ خدا کا جھنڈا، مال سے پیارا جان سے پیارا، دل کا نور آنکھوں کا تارا۔

میں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طول دینا نہیں چاہتا مگر دو ایک ٹکڑے اور ان کے متعلق واقعات ایسے دلآویز ہیں کہ انہیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمّ عمارہؓ کے متعلق ہے جو ایک نہایت نیک اور باہمت بی بی تھیں اور زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں اس کا شوہر اور فرزند بھی شریک جنگ تھے جب اس نے دیکھا کہ رسول کی ذات پاک پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کے لئے کمر بستہ ہو گئی اس کا حال شاہنامہ اسلام میں یوں بیان ہوا ہے۔

یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامن گیر لیتی تھی — کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے — مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبؐ باری کو — پہنچتی تھی وہیں اُمّ عمارہؓ جاں نثاری کو
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ — کیا اک لخت بڑھ کر حملہ ایک بدکیش نے اُس پر
اسی شمشیر سے اس نے سرِ شمشیر زن کاٹا — ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے — مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئیں جس قدر فخر کرے کم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ک زمانۂ رسالتؐ میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں، زخمیوں کی امداد کرتی تھیں اور وقت ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں

اس بی بی کی تعریف جناب حفیظ نے ان دو اثر بھرے مصرعوں میں کی ہے۔

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا — اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

ایک اور ٹکڑا پیش کرنے کے قابل ہے۔ اس کا عنوان ہے۔ ”خالد کی حیرت“ اس میں شاعر نے دکھایا ہے خالد تو اس وقت کفر حامی اور اسلام کا مخالف تھا مگر اس کے دل میں آنحضرتؐ کے اعلیٰ خصائل کا اثر اس میدانِ جنگ میں بیٹھا۔ مگر وہ فوراً مشرف بہ اسلام ہوا لیکن اس کے جوشِ اسلام اور خدمت دین کی بنیاد یہیں پڑی۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سردار

گیا۔ اس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

اُدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا   اِدھر روئے زمیں پر ابرِ لالہ فام آیا تھا
تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر   جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتح مندی سے   یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں کھینچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا   وہیں اک سرِبا اطمینان سجدے میں خمیدہ تھا
یہی سر اس جہاں میں پرسکوں معلوم ہوتا تھا   فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں   وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا   دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آراء
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا   کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت، ہو نہیں سکتا
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا   گستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا
نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا   پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کی خوبیِ کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں۔ باقی دو ہزار سے اوپر اشعار اور ان کے چیدہ چیدہ حصے اصل کتاب میں دیکھیں اور اس خادمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تواریخ اسلام کو لباسِ نظم سے آراستہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

* * *

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
اگر جامِ شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی
رہے گی خیر اس دنیا میں یوں مغلوب شر کب تک
یہ مانا صبر لازم ہے بہت اچھا مگر کب تک
یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گے کبھی تو گل کھلائیں گے
یہ مظلوموں کی آہیں کیا یوں ہی بیکار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی
یہاں مٹی کا ہر پُتلا عدوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے
یہ کس کم ظرف نے تقسیمِ نو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمت جس کی عالی ہے اسی کا جام خالی ہے
جنہیں قدرت نے بخشا ہی نہیں اندازِ رندانہ
انہی کے سامنے شیشہ، انہی کے ہاتھ پیمانہ
یہ کیسا دین ہے ساقی یہ کیا آئین ہے ساقی
یہ کس کے دین وایماں کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ مئے خانہ، جہاں جینا لہو کے گھونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقی یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

◆

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گزارش سرنگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلماں سے   اُحد کی داستاں رنگین ہے خونِ شہیداں سے
اُحد کے تذکرے میں حسن بھی ہے اور قباحت بھی   مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ فصاحت بھی
اَدق مضمون ہے کاوش پے تسہیل لازم ہے   نتائج کے لئے اجمال کی تفصیل لازم ہے
مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا   مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا
اُحد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئیں گے   جہاں رَہرو نشانِ منزلِ مقصود پائیں گے
اُنہیں آئے گا غصہ اہلِ ایماں کی ہزیمت پر   وہ پوچھیں گے صحابہ کیوں جھکے مالِ غنیمت پر
فقط گنتی کے چند افراد سرافراز دیکھیں گے   جنہیں اللہ کے محبوبؐ کا جانباز دیکھیں گے
حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض اہلِ ایماں کا   اُدھر مضروب ہونا چہرۂ محبوبِ یزداں کا

غزوۂ احد کا بیان اس قدر دردناک ہے کہ مقتدر ارباب سیر نے بھی محض ارشادات پر ہی اکتفا کیا ہے۔ (مصنف)

اگر ہو گا نہ فہمِ امتیازِ زشت و خوب ان میں
رہینِ بے دلی ہو جائیں گے اکثر قلوب ان میں
اگر اس راہ پر لائے انہیں طرزِ بیاں میری
تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری
مجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحت نگاری کا
یہ طاقت سے اگر معذور ہیں معذور رہنے دو
مجھے خالی خیالی شاعری سے دور رہنے دو
زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دو
عوام الناس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دو
مرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارا کر
بیاباں کی بھی سختی دیکھ دورانِ سیاحت میں
میں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں
میں تیری ہمرکابی تابہ منزل جا کے چھوڑوں گا
خدا کے فضل سے یہ گتھیاں سلجھا کے چھوڑوں گا

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دُہرا رہا ہوں میں[1]
گزشتہ سال کا زرّیں ورق اُلٹا رہا ہوں میں
جہادِ بدر کا دن عزت و اکرام کا دن تھا
اطاعت کا ثمر تھا' ضبط کے انعام کا دن تھا
شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ[2] قرآنی
کہ فتحِ بدر اک آیت تھی من آیاتِ ربانی[3]
بنا ہے سورۂ انفال[4] میری اس گزارش کی
فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی

---

[1] غزوۂ بدر تمام غزوات کی اصلی بنیاد ہے۔ سیرت النبیؐ علامہ شبلی

[2] بدر کے معرکے کے لئے مذہبی اور ملکی حالت پر گونا گوں اثرات پیدا کئے اور حقیقت میں یہ اسلام کی ترقی کا اصلی دن تھا۔ سیرت النبیؐ

[3] یبلی المؤمنین منه بلاء حسناً ان اللّٰه سمیع علیم (انفال) تا کہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے اور خدا دانا بینا ہے۔

[4] ولقد نصر کم اللّٰه ببدر وانتم اذلة اذیغشیکم النّعاس امنة منه وَ ینزل علیکم من السماء ماءً لیطهرکم به ویذهب منکم رجزا الشیطٰن و لیربط علی قلوبکم و یثبت به الاقدام ۔ اذ یوحی ربك الی الملٰئکة انی معکم فثبتوا الذین آمنوا ۔ (انفال)
(ترجمہ) یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تا کہ شکرگزار بن جاؤ۔ پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے۔ یاد کرو جب خدا فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا اس غزوے کو دوسرے غزوات پر جو اختیارات حاصل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں بدر کے احسانات و نعم کی تفصیل سے اپنے نبی کریم کو جبریل علیہ السلام کے ذریعے اطلاع دی۔ سورۂ انفال اکثر و بیشتر اسی غزوہ کے بیان پر مشتمل ہے۔

بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پرستوں کی
مگر کایا پلٹ دی اس نے باطل کے گروہوں کی
نہتے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں
خدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں
نہ کثرت تھی، نہ شوکت تھی، نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے، فقط ایمان رکھتے تھے
نہ تاج وتخت کے طالب، نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لامعبودَ اِلّا اللّٰہ کے قائل
پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اُصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتۂ حبِ رسولؐ ان کو
یہ ہادی کی ہدایت پہ چلے میدان میں آئے
یہ گردابِ ہلاکت میں گھرے طوفان میں آئے
لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحاں[1] اُن کا
تو استقلال پایا صورتِ کوہِ گراں اُن کا
اقلیت رہی قائم صراطِ حسنِ نیت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت[2] پر
بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت[3] کو
غرور و ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال[4] والوں کا

مشاہدۂ بدر

بروزِ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی بیداری
ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی روح پر طاری
بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت
بغلگیری قضا سے اور استقلال کی صورت

---

[1] کانّما یساقون الی الموت وھم ینظرون (انفال) ترجمہ: جیسے وہ موت کی طرف ہنکائے جاتے تھے اور موت کو دیکھ رہے تھے۔

[2] ان اللّٰہ علیٰ نصرھم لقدیر O (ترجمہ) اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

[3] کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ (بقر) بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آجاتی ہے۔

[4] اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم (انفال) ترجمہ: یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سنی اور تمہاری مدد کی۔

بروزِ بدر دیکھا نصرتِ[1] حق کا نظارا بھی
خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی
بروزِ بدر اس ایمان کا انعام بھی دیکھا
قریشی لشکرِ جرار کا انجام بھی دیکھا
بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا
کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت[2] کا
بروزِ بدر دیکھی سر بلندی خاکساروں کی
نچھاور جن کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی
ملا زندوں کو یہ انعام بعد فتح فیروزی
کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ[3] اندوزی
یہ کیا تھا اِک نتیجہ تھا پیمبرؐ کی اطاعت کا
تخیل کی بلندی کا' توکل پر قناعت کا

غزواتِ بدر واُحد کا نکتۂ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا
کریں جنگ اُحد کا بھی مری آنکھوں سے نظارا
اگر چشمِ بصیرت سے اُحد کی جنگ دیکھو گے
تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے
گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادیؐ سے
اُحد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ ارادی[4] سے
نہ سمجھے تھے مسلماں جوش میں منشائے پیغمبرؐ
ہوئی تھی کثرتِ آراء مدینے سے نکلنے[5] پر

---

[1] مسلمان تین سو تیرہ افراد تھے جن کے پاس لڑنے کا سامان اور ہتھیار بھی نہ تھے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس لشکر کے پاس صرف آٹھ تلواریں' چھ زرہیں اور دو گھوڑے تھے۔ لشکر قریش میں ایک ہزار سے زیادہ فوج پورے سامانوں اور ہتھیاروں سے مسلح' ہر سپاہی لوہے میں غرق تھا مگر کفار کو شکست ہوئی اور ان کے ستر بہتر آدمی مارے گئے اور (۱۴) اسیر ہوئے اور قریش کی طاقت ٹوٹ گئی۔ (سیرت النبی' ابن ہشام)

[2] جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (ترجمہ) حق غالب آیا اور باطل شکست کھا گیا اور باطل اسی قابل ہے۔

[3] خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ (سیرت النبی)

[4] اُحد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر ان نوجوانوں نے زور دیا تھا۔ جو بزم شوریٰ میں کثرت رائے رکھتے تھے۔ آنحضرت کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی' مگر آپ نے بزم شوریٰ کی کثرت رائے کو مقدم جانا۔ (طبری)

[5] یہ ایک اہم مسئلہ جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں' کیا اسلام میں آمریت کے معنی جمہوریت ہیں یا شخصی حکومت۔ آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے۔ بیشتر آپ کثرت رائے پر عمل فرماتے تھے۔ آپؐ کے جاں بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہٰذا کون سی راہِ عمل باقی رہ گئی۔ یہ ہر صاحب نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔

کیا تھا احترامِ اجماعِ امت کا پیمبرؐ نے   سلاحِ جنگ پہنے تھے یہاں محبوبِؐ داور نے
احد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر   بشر کی رفعت و افتاد کا عبرت نما منظر
بروزِ حشر امت کو ہلاکت سے بچانا تھا   اُحد میں دعویٰ عشق و وفا کو آزمانا تھا
سکھانا تھا کہ مومن وقتِ سختی صبر کرتے ہیں   نہیں کھاتے فریبِ نفس، دل پر جبر کرتے ہیں
فسادِ حبِّ مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا   انہیں وقفِ جہادِ فی سبیل اللہ کرنا تھا
ضرورت پڑ گئی تھی اِک نمونہ پیش کرنے کی   ثباتِ عبدۂ[1] ہفتاد گونہ پیش کرنے کی
جمانا تھا دلوں پر سکہ ختم المرسلینؐ کا   بہا دینا تھا دریا رحمۃ للعالمینؐ کا

بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے   مہیا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت[2] کے
مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان کے ارادوں میں   یہ اک پختہ خیالِ خام تھا ان کے ارادوں میں
وہ سب جن کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے   وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے
اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطا جن کو   کیا تھا فدیہ لے کر بزمِ شوریٰ نے رہا جن کو
وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے   وہ اب حسنِ[3] جنابِ رحمتِ عالم کو بھولے تھے

---

[2] بروزِ بدر آپؐ نے جو دعا مانگی اس کا مفہوم تھا کہ اے اللہ ان چند نفوس کو جن کے زندہ رہنے پر کلمۂ توحید کا مدار ہے محفوظ رکھ کیونکہ اگر مشرکین نے ان کو مٹا دیا تو تو کبھی پوجا نہ جائے گا۔ ان الفاظ سے ثابت ہے کہ پیغمبر کا مقصود اس جماعت کی حفاظت تھی۔ نیز قرآن حکیم میں امدادِ فرشتگان بھی ثابت ہے جس کی ضرورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو بچانا مقصود ہے مگر احد میں لوگوں کو قدرے نازش تھی اپنی قوت اور جہاد کے اصلی مقصد کا غلط اندازہ کر رہے ہیں۔ (مصنف)

عبدہ دیگر عبدہٗ چیزے دگر

[3] بدر کی شکست سے مکہ میں گھر گھر ماتم تھا لیکن ابوسفیان اور دوسرے قریش نے منادی کرادی تھی کہ انتقام کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔

[4] اسود بن عبدالمطلب بن اسد جبیر بن مطعم صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابی جہل حارث بن ہشام ابوسفیان وغیرہ افراد قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

[1] جو سلوک رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں نے اسیرانِ بدر سے کیا تاریخ میں اس کی نظیر نہیں۔ (سیرت النبی ہشام)

ہوئے تھے بدر میں مقتول ستر نامدار ان کے
مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے باوقار[1] ان کے

اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا
مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا

غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں
لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں

مصاف زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی
بہت حیراں تھی ان چرکے سے ان کی خوئے جلادی[2]

قریش کا غرور اور دعویٰ باطل [3]

انہیں یہ زعم تھا ہم عام انسانوں سے بالا ہیں
ہمارے زیرِ فرماں بندگانِ حق تعالیٰ ہیں

ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور امیری کا
ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا' اسیری کا

جسے چاہیں پکڑ لیں' قید کر لیں' قتل فرمائیں
جہاں چاہیں کریں حملہ' ستم توڑیں' غضب ڈھائیں

کسی کو ہو یہ کیوں جرأت ہمارے وار کو روکے
فقط گردن پہ روکے جو بھی اس تلوار کو روکے

فسادِ مستقل تھا اِک زمانہ سے فتور ان کا
فقط اک بدر کے میداں میں ٹوٹا تھا غرور اُن کا

یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام اُن پر
مسلط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اس زمانے میں
مدد لیتے تھے اس سے ہر نیا فتنہ اُٹھانے میں

قریشی شاعروں نے ملک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت سے دھڑکائے

---

[1] قریش کی اصلی طاقت بدر میں ٹوٹ گئی تھی۔ روسائے قریش جو شجاعت' امارت میں قبائل کے سپہ سالار تھے سب مارے گئے تھے۔ عتبہ' شیبہ' ابوجہل' ابوالبختری' زمعہ بن اسود' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف منبہ بن حجاج یہ سب قریش کے سرتاج تھے۔

[2] قریش عرب بھر میں شجاعت اور افضل العرب مانے جاتے تھے۔ قبائل کی باہمی جنگ میں ان کی پیٹھ کسی نے نہ دیکھی تھی۔ معرکہ بدر میں ان کی ہزیمت بالکل نئی بات تھی۔ (دیکھو طبری و ابن ہشام)

[3] قریش بہت مغرور تھے عرب میں اپنے کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جیسے سمندر میں وھیل مچھلی (رحمتہ اللعالمین)

سخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے   نکالے شعلہ خو افراد چن کر ہر قبیلے سے
ہوا اجماع باطل وادیٔ بطحیٰ کے سینے پر   کہ مکہ لے کے طوفاں اٹھنے والا تھا مدینے پر

مکہ میں جوش وخروش

بہر سو شہرِ مکہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا   کہ یہ مجنوں تھے گویا اور فکرِ جنگ تھی لیلیٰ
قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کے دھندے   کھلی فہرست گھر گھر سے لئے جانے لگے چندے
جو مال وزر سے بہرہ ور تھے مال وزر اٹھا لائے   رسد کر لی مہیا جنگ کے ہتھیار بنوائے
کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے   لہو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ [۱] منہ دھو لے
کسی نے اونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا   تھا جن کے پاس غلہ اس نے غلہ دے دیا سارا
[۲] تجارت کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا   بچھا دامِ حماقت' مرغِ زریں زیرِ دام آیا

بنو ہاشم سے رشک ورقابت

رسولؐ اللہ کے دشمن مخالف آلِ ہاشم کے   کہ حاسد تھے قدیمی عزت واقبال ہاشم [۳] کے

---

[۱] بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی جیسے کوئی پہلوان مدت العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا اور خود بھی اس کی پیٹھ زمین سے نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے زور میں گر پڑے اور شکست کھا جائے۔ یہی احساس ان کا تھا کہ ہم ہیں واقعی سب پر غالب مگر ذرا اپنے زور میں گر پڑے' جھڑ گئے (تاریخ عمران)

[۲] عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں ان دنوں دو شاعر بہت نامی تھے' عمرو جمحی اور مسافع دیلمی بدر میں اسیر ہو گیا تھا مگر آنحضرتؐ نے انتہائے رحم وشفقت اس کو رہا کر دیا تھا بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے۔

[۱] قرآن کریم مشرکین وکفار کے صرف مال کا ذکر فرماتا ہے۔ ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ (ترجمہ) کفار اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں۔

[۲] تجارت کا منافع پچاس ہزار مثقال سونا ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے چندے میں شامل کئے گئے۔ رحمۃ للعالمین۔

[۳] ان میں سے اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا (رحمۃ للعالمین) یاد رکھنا چاہئے کہ خاندانِ بنو ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں برابر سے رشک ورقابت چلی آتی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

دلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی حسد کے درد تھے بیماریاں رشک و رقابت[1] کی
وہ سب تھے پیش پیش اُس کے بھڑکانے والوں میں برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں

ابوسفیان بن حرب بن امیہ

ابوسفیان کی ہر چار سو ریشہ۔ دوانی تھی کہ اس کی آلِ ہاشم سے رقابت[2] خاندانی تھی
پسر تھا حرب کا یعنی اُمیہ کا نبیرہ تھا حسد کے جوش میں انوارِ ایمانی سے خیرہ تھا
کھٹکتی تھی جگر میں دِل نوازی آلِ ہاشم کی نہ تھی دل کو گوارا سرفرازی آلِ ہاشم کی
خدا کے دین میں اس کے لئے بس یہ خرابی تھی کہ اس میں آلِ ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی
خدا تھا اس "خطا" پر ناپسند اور ناقبول اس کو محمدؐ ہاشمی ہے کیوں چنا اپنا رسول اس کو
اگر اولاد ہاشم کے سوا کوئی نبیؐ ہوتا ابوسفیاں نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا
ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی صدائے جنگ اس کے ہر بُنِ مُو سے نکلتی تھی
ابوجہل اور عتبہ کا سر خود سر اترنے پر ابولہب شقاوت پیشہ کے بے موت مرنے پر

---

[1] ابوسفیان بن حرب بن امیہ سات سال تک برابر آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں جمع کرتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ (رحمۃ للعالمین)

[2] بنو ہاشم اور بنو امیہ قریش میں دو قبیلے تھے۔ بنو ہاشم کا جلال عبدالمطلب بن ہاشم نے اور بھی بڑھا دیا۔ لیکن ان کے بعد دنیاوی طور پر کوئی صاحب اثر نہ رہا اور ابوسفیان کا باپ حرب بن امیہ سربرآوردہ ہو گیا اور بنو امیہ کا اقتدار بڑھنے لگا۔ ان ہی دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا۔ آنحضرت کی نبوت کو بنی امیہ کے خاندان اپنے رقیب قبیلہ کی جگہ خیال کرتا تھا لہٰذا آخر تک اس قبیلہ کی اہانت عامہ تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا گیا۔ (سیرت النبی) ولید بن مغیرہ یعنی حضرت خالدؓ کا باپ حرب کی وفات کے بعد مکہ میں ریاست تامہ پر فائز ہوا اس لئے اس قبیلہ نے بھی آنحضرت کی سخت مخالفت کی۔ یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی بنو ہاشم کی کامیابی ہے اور بنو ہاشم کو کسی رنگ میں بھی بڑھنے نہیں دینا چاہئے اور رسول اللہ کی تبلیغ اگرچہ خاندان کے امتیاز کی مخالفت تھی مگر ان کے قلوب بنو ہاشم کے عروج سے خائف تھے۔ ابوجہل اسی مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ابوجہل کا یہ قول جو مولانا شبلی نے اپنی بحث کے دوران میں نقل کیا ہے ان کے قلوب کا مشاہدہ ہے۔ ابوجہل نے اخنس بن شریق کو جواب دیا کہ ہم اور بنو عبد مناف (آلِ ہاشم) ہمیشہ کے حریف ہیں۔ انہوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی خون بہا دیئے۔ انہوں نے فیاضیاں دکھائیں تو ہم نے بھی ان سے بڑھ کر دکھائیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے کاندھے سے کاندھا ملایا تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ (سیرت النبی)

ابوسفیاں بنا تھا سرغنہ قومی امارت[1] کا   یہ فتنہ جاگ اُٹھا تھا دائی قتل اور غارت کا
اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی   قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غسلِ جنابت[2] کی
یہی تھا بدر کے دن قوم کے افتاد کا باعث   اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد کا باعث
بہت بیتاب تھا یہ انتقامِ بدر کی خاطر   یہودی قوم سے کی اس نے سازش غدر کی خاطر
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روزِ اقدام السویق اس سے   بھڑکی تھی ابھی کچھ مدتوں نارِ حریق اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا   انہی قدموں پہ گرنا تھا اسی دامن میں آنا تھا

ہندابوسفیان کی زوجہ

ابوسفیاں کی زوجہ ہند[3] بھی عتبہ کی دُختر تھی   نہ جانے یہ ابوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھے ارمان مردوں کے   کہ اس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے

---

[1] ابوسفیان سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا پھر فتح مکہ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا لیکن آپ کی اولاد اگرچہ وہ مسلمان تھی، کے دل سے بنو ہاشم کی اطاعت کبھی نہیں کی گئی۔ امیر معاویہؓ کے بعد آپ کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسینؓ اہل بیت اور پیغمبرؐ اہل بیت سے شایانِ شان سلوک نہ کیا اور اسلام کی جمہوریت کو جس طرح تہ تیغ کیا اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا۔ (مصنف)

[2] ابوسفیان نے بدر کی ہزیمت کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا غسل جنابت و مقاربت زناں نہ کروں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔

[3] جنگ بدر کا سبب کیا تھا۔ ابوسفیان کی سرداری میں ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو بھیجا گیا اس تجارت کا مقصد بھی بقول علمائے سیرت اسلام کے استیصال کے لئے سرمایہ کی فراہمی تھی چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے سیرت النبی میں اس کی تصریح بھی فرمائی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر لی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی ضروری چیز مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروانِ تجارت شام کو روانہ ہوا، اس ساز وسامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام وادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کل کی کل دیدی۔ ابن سعد نے طبقات میں ابوسفیان رئیس قافلہ کا قول لکھا ہے۔ واللّٰہ بمکۃ من قرشی ولا قرشیۃ لہ شئی وصاعدا الا بعث بہ معنا اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کو تمام سرمایہ کل کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ بہر صورت یہ کارواں تجارت کے بعد پلٹا تو ابوسفیان کو خیال آیا کہیں مسلمان راہ میں حائل نہ ہوں۔ مکہ میں ایسا واقعہ پیش آ چکا تھا اور قریش اور مسلمانوں میں مدت سے اعلانِ جنگ تھا۔ لہٰذا قافلہ والوں کی رائے سے ایک شخص ضمضم نامی کو مکہ بھیجا گیا۔ عمرو بن عاص مشہور مدبر قریش کا بیان ہے کہ مقام ورقا پر ضمضم کو بیس مثقال طلا اُجرت مقرر کر کے بھیجا گیا اور اس کو ابوسفیان نے حکم دیا کہ مکہ میں داخل ہو تو اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالیو اور کاٹھی الٹا دیجیو اور آگے پیچھے اپنا پیراہن پھاڑ دیجیو اور بصدائے بلند "الغوث الغوث" کا شور مچائیو۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ ابوجہل جو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا آرزو مند تھا اس کو بہانہ مل گیا اس نے قوم کو ابھارا اور اسے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ساتھ لے نکلا اور ر میں جو کچھ پیش آیا اسے ہم شاہنامۂ اسلام جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔

بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالار لشکر تھا پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرتِ حمزہؓ نے مارا تھا برادر کا علی المرتضیٰؓ نے سر اتارا تھا
علی بھی حمزہ بھی سرتاج تھے اولادِ ہاشم کے سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالارِ اعظم ؐ کے
بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں
نرالی بات سوجھی تھی نرالی دھن سمائی تھی قسم ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام۔ قاتلِ حمزہ

جبیر ابنِ مطعم کا چچا حمزہ نے مارا تھا دلِ پُر کینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارا تھا
غلامِ زر خرید اس کا تھا وحشی، نام اک زنگی عیاں تھی جس کی صورت سے ہی بدوضعی بدآہنگی
کمالِ حربہ اندازی میں تھا مشہور نام اس کا دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا
ابوسفیاں کی زوجہ ہند نے اس کو طلب کر کے دلاسے دے کے اور سکے دکھا کر نقرہ و زر کے
ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے پر
مئے غفلت پلا کر تُندخو مئے خوار وحشی کو کیا تھا قتلِ حمزہؓ کے لئے تیار وحشی [۴] کو
پسند آئی غلامِ بے وفا کو مہرِ جلادی بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اس نے آزادی

---

[۱] ابوسفیان نے غسل جنابت کی منت پوری کرنے کے لئے دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا خفیہ طور پر اسلامی لشکر کے پاس ٹھہرا، شرابیں پیں، حالات معلوم کئے اور عریض پر راہزنوں کی طرح جا پڑا نخل جلا دیئے، کچھ مکان پھونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاقب کیا مگر ابوسفیان ایسا بگٹٹ بھاگا کہ اپنی زادراہ بھی جلدی میں پھینکتا گیا۔ یہ ستوؤں کے بورے تھے اس لئے اس کو غزوہ سویق کہتے ہیں۔

[۲] ان آئندہ لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں ان سب میں ابوسفیان کی کارفرمائی تھی۔

[۳] ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ امیر معاویہ کی دادی تھی۔ حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی مشہور بنام ہند جگر خور بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور حمزہ کا خون پیوں گی اور جگر چباؤں گی۔ (سیرت النبی)

[۴] وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا۔ جو یہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے دور سے پھینک کر مارتے ہیں۔ (سیرت النبی)

قریش کا مکہ سے خروج اور مدینہ منورہ کے بیان کردہ حالات کا اقتباس

مہیا ہو چکا مکے میں جب ساماں لڑائی کا
کیا اعلان ابوسفیاں نے چپکے سے چڑھائی کا
ابوسفیاں کی نیت تھی اچانک حملہ کرنے کی
لہٰذا سعی کی پُر پیچ رستوں سے گزرنے کی
یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طوفاں جس طرح آیا
اُحد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا
رسول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی
مدینے کی حفاظت جس طرح حضرتؐ نے فرمائی
مکمل اور مفصل روئیدادِ مجلسِ شوریٰ
ہوا مسجد میں جیسے انعقادِ مجلسِ شوریٰ
صحابہؓ کو رسولؐ اللہ کا مسجد میں بلوانا
حقِ آزادیٔ آراء انہیں تفویض فرمانا
بشر کی کثرت و قلت کا وحدت آشنا ہونا
خدا والوں کو جوہر خودشناسی کا عطا ہونا
تدبر آزمودہ کار اصحابِ کبائر کا
مگر بازو کے بل پر ناز ملت کے صغائر کا
جواں سال اہلِ ایماں کے دلائل بہرِ قربانی
ہجومِ کثرتِ آراء برائے جنگِ میدانی
نبردِ قلعہ بندی نکتہ قربانِ رسالتؐ کا
مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا
وہ آمر کی طرف سے احترام کثرتِ آراء
نبیؐ کا فیصلہ آخر بنامِ کثرتِ آراء
نفاق آمادگاں کا بھی شریکِ مشورت ہونا
وہ ان کا دردِ ملت سے مگرمچھ کی طرح رونا
لباسِ جنگ میں محبوبِ داور کا نظر آنا
جلال اک غیرتِ خورشیدِ خاور کا نظر آنا
ندامت جنگ میدانی کی خواہش کرنے والوں کی
وہ ان کی عاجزی وہ صورتیں ان کے ملالوں کی
مگر انکار کرنا آپؐ کا فتح عزیمت سے
ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے
مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہلِ ایماں کا
کھلے میداں میں شب باش ہونا فوجِ یزداں کا

نفاق انگیز جمعیت کی لشکر میں شمولیت
مسلمانوں کے ساتھ ابن اُبی اور اس کی ذرّیت

قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں
نشستِ افسرانِ جنگ ابوسفیاں کے ڈیرے میں

ہوئے اس رات میں جس جس جگہ لشکر قیام آراء
گزارش ہو چکا ہے بیشتر یہ ماجرا سارا

مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے
یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گزرنا ہے

بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے
بغیر ان کے حکایت فوجِ باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب ابو[1] عامر فاسق

مدینے کا بھی اک غدار تھا فوجِ قریشی میں
یہ واقف کار وقفِ کار تھا فوجِ قریشی میں

لباسِ راہبیت جاہلوں کا دل لبھاتا ہے
بسا اوقات شیطاں بھی اسی چولے میں آتا ہے

بہت ایسے رنگِ سیار تھے اسلام سے پہلے
کہ جن کا نام بجتا تھا خدا کے نام سے پہلے

ان ہی میں تھا ابو عامر بھی اک تلبیس کا پیکر
نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر

پہن رکھا تھا اس مردک نے جامہ راہبیت کا
مگر شیطان تھا دراصل حافظ اس کی نیت کا

عداوت خاندانِ اوس و خزرج کی بڑھاتا تھا
انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خود اٹھاتا تھا

فریبی حاسد و بدطینت و غدار بدنیت
مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبوب شخصیت

مگر جب آ گیا اللہ کا پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

لیا جانے لگا سچے خدا کا نام یثرب میں
تو اس کا سحر باطل ہو گیا ناکام یثرب میں

پیمبر بھی خدا کے فضل سے تشریف لے آیا
طلوعِ صبحِ صادق نے رُخِ ہستی کو چمکایا

---

[1] ابو عامر راہب مدینے ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ شخص مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور مشرکوں سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔
(دیکھو طبقات ابن سعد طبری اور ابن اثیر)

ہوئی نورِ خدا کی روشنی جس دم مدینے میں
کدورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں
ملا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوت کا
طلسمِ عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوت کا
یہ سمجھا اب فریبِ راہبیت چل نہیں سکتا
چراغِ کذب، وقتِ صبحِ صادق جل نہیں سکتا
کھلی انصارِ یثرب پر ابوعامر کی غداری
تو کی اس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

ابوعامر فوجِ مشرکین میں

نیا فتنہ، نئے فتنے جگانے کے لئے جاگا
اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا
مذاقِ جنگجوئی صلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکہ میں چلا آیا
نظر آیا کہ مکہ ہے مخالف اہلِ ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و ساماں کا
قریش آمادہ ہیں اسلام کو ناکام کرنے پر
رسولؐ اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر
شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال اُن کو
نظر آتا ہے جاتا، جاہلیت کا جلال اُن کو
ابو عامر نے اس بھڑکی ہوئی کو اور بھڑکایا
مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا
ابوسفیاں کو تھی معلوم افتادِ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کارآمد آج کھاج اس کی
اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رُتبہ کی شخصیت سمجھتا تھا
ابوسفیاں نے چاہا آزمانا چاہیۓ اس کو
یہ اچھا وقت ہے اُلو بنانا چاہیۓ اس کو
نکالا چاہیۓ کچھ کام اس ناخواندہ مہماں سے
کرے گا یہ الگ انصار کو فوجِ مسلماں سے
اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے
پڑی جب پھوٹ، پھر انساں کا قتلِ عام آساں ہے

ابو عامر پر ابوسفیان کا روغنِ قاز

دوبارہ نصف شب کے بعد جاسوسوں کے گھیرے میں
ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں

وہ آیا مسکرایا آنکھ جھپکائی اشارت کی
جھکے دونوں کے ابرو بجلیاں چمکیں شرارت کی

دلِ حاسد میں جوشِ بغض کی گرمی بڑھانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو

لیا ساقی نے جس دم نام رِندوں کی جوانی کا
چڑھایا جام زاہد نے شرابِ ارغوانی کا

سواری گانٹھ لی نشہ نے بے ایمان کے اُوپر
چڑھا اِک اور بھی شیطان اس شیطان کے اُوپر

ابوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے
تو پوچھا مشفقم فرمایئے اب کیا ارادہ ہے

تمنا جس کی مدت سے تھی وہ ہنگام آ پہنچا
تمہارا صید چل کر خود ہی زیرِ دام آ پہنچا

اجل نے کی کشش دشمن نکل آئے فصیلوں سے
رہا اب واسطہ ہم کو تردد سے نہ حیلوں سے

سحر کے وقت جب لشکر مرا جنبش میں آئے گا
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کر نہ جائے گا

محمدؐ کے صحابہ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں
ہمارے اسپ لے ڈالیں گے ان کو دوزقندوں میں

قتالِ بدر کا ایسا مزا اُن کو چکھائیں گے
کہ اُن کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے

جو گت ان کی بنائی جائے گی وہ آپ دیکھیں گے
انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے

مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر
پرائی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر

وہ کس برتے پہ انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
بڑے بھاری مددگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں

ہمارے ہاتھ مفت ان کے لہو سے کیوں ہو آلودہ
نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بے ہودہ

یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب ان کو ہوا کیا ہے
سروں میں بے وقوفوں کے سمائی یہ ہوا کیا ہے

وہ ظاہر ہے سرِ میداں جو کچھ تعداد ہے اُن کی   ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے اُن کی
بچا لیجے انہیں رستے پر ان کو لائیے صاحب   انہیں سمجھائیے صاحب انہیں سمجھائیے صاحب

ابو عامر کے دعوے

ابوسفیاں کی سن کر راہبِ مکار بھی بولا   کھنکارا ہاتھ پھیرا ریش پر قُفلِ دہن کھولا
اجی میں آپ کے ہمراہ اسی خاطر سے آیا ہوں   محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کا ستایا ہوں
مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارضِ یثرب کے   بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارضِ یثرب کے
ہے بیشک ارضِ یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا   مجھے امید ہے افسوں ہوگا کارگر میرا
گرو اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اک زمانے سے   یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی میرے ورغلانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی   پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی
فنا کر دیں گے اک حملہ سے اصحابِ محمدؐ کو   دکھا دیں گے خدا کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ابو عامر کے وعدے

بوقتِ صبح جب میداں میں فوجیں دوبدو ہوں گی   تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی رُوبرو ہوں گی
میں سمجھاؤں گا جا کر اوس و خزرج کے قبائل کو   کروں گا ہر طرح معقول اِن لوگوں کے قائل کو
نظر آ جائے گا جو بھی دلوں پر ہے اثر میرا   تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہنر میرا
مجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامل   بہادر ارضِ یثرب کے نہ ہوں گے جنگ میں شامل
نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے منہ موڑ جائیں گے   محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے[1]

---

[1] اس کو خیال تھا کہ جب انصار اس کو دیکھیں گے تو رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (سیرت النبی)

سبق ایسا پڑھاؤں گا میں اُن کو بے وفائی کا
نہ بیٹا باپ کا ہو گا نہ بھائی اپنے بھائی کا
میں ان کو راہ پر لاؤں گا یوں فکرِ ارادی سے
لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادی سے

ابو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو یہ جو انصارِ رسالتؐ ہیں
بڑے رُتبے کے اُن میں لوگ ہیں اہلِ جلالت ہیں
محمدؐ کے لئے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے
تمہارا فرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
اسے زخمی کریں گے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مجھے اس کام کی پوری طرح پروانگی دے دو
مجھے کچھ آدمی بھی ازرہِ فرزانگی دے دو
عجب ایک چال سوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں
مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تادیر راہب اور ابوسفیان میں باتیں
زبانی ہو چکی تو پھر ہوئیں کچھ کان میں باتیں
یہ سازش ہو چکی جس دم ابوسفیاں کے ڈیرے میں
تو راہب کچھ سپاہی لے کے چل نکلا اندھیرے میں
دلائی ایک جانب ورغلانے کی اُمید اُس نے
دکھائی دوسری جانب یہ تزویرِ مزید اُس نے
بہت سارے گڑھے کھدوا دیئے میدان کے اندر
نیا ارمان مضطر تھا نئے شیطان کے اندر
رہے مصروف شب بھر ان گڑھوں کے کھودنے والے
بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے
مشیت کے مقابل شیطنیت تھی حیلہ سازی میں
رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاک بازی میں
اگرچہ رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری

---

[۱] ابو عامر راہب نے میدانِ اُحد میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو اُن کے اندر گرا کر ان کا زور کم کیا جائے (ارشاد الحکمہ)

اُحد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب صبر کوشی تھی خموشی تھی
قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرم جوشی تھی
اِدھر ایمان اِک ملت کے اطمینان کا باعث
اُدھر شیطان تھا اک قوم کے ہیجان کا باعث
محمدؐ کا مصلّٰے عرش کا فرشِ مکانی تھا
ابوسفیاں کا خیمہ مرکزِ ریشہ دوانی تھا
صفا پر چاندنی تھی سائے میں مستور تھا کینہ
یہ دونوں رنگ ظاہر تھے یہ دونوں رُخ تھے آئینہ
اِدھر سجدہ گزاری اُمتِ محبوبِ داور کی
اُدھر بادہ گزاری رات بھر باطل کے لشکر کی
تہجد میں ہوئے مشغول اِدھر رحمٰن کے بندے
اُدھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے
کیا اس سمت اعلانِ سحر لحنِ بلالی نے
اُدھر ہر دف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دفالی نے
اِدھر اللہ کے بندے محمدؐ کی امامت میں
اُدھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں
اِدھر اِک ملتِ توحید اِک مسجود کے آگے
اُدھر ہر سر تھا پونے چار سو معبود کے آگے
اِدھر الحمد کے نغمے دُعائیں اور مناجاتیں
اُدھر ڈھول اور تاشے غُل غپاڑا شرک کی باتیں
اِدھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی
اُدھر ہر فرد کو زُعمِ خودی' دعوائے یکتائی
اِدھر سامان سے عاری فقط ایمان پر تکیہ
اُدھر ایماں سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ
زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور سو گئے تارے

* * *

باب دوم

نور و نار و ظلمت

منظرِ صبحِ اُحد

ظہورِ صبح صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
اٹھایا دامنِ کوہِ اُحد نے رات کا سایہ
فسوں باطل ہوا سب کے طلسماتی نظاروں کا
سحر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا
ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
چمک اٹھنے کی اُمیدوں میں ذرّے مسکراتے ہیں
یہ جنت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
کہ صحرا پھر وہی شدت کی حدت سہنے والا ہے
فلک نے آج رُوئے صبح کو اندوہگیں دیکھا
لگائی آفتابی دُوربیں سوئے زمیں دیکھا
کھلا رنگیں صحیفہ صبح کے رخسارِ تاباں کا
ہوا مضموں ہویدا سرخیِ خونِ شہیداں کا
نظر آیا اُحد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت کی نرالی جنگ کا منظر
درندے جمع تھے نوعِ بشر کا خون پینے کو
کہ مکہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو
یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے
گُہر بن کر یہ قطرے دیدۂ گل میں اُتر آئے

شرارِ بولہبی درپئے چراغِ مصطفویؐ

پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انسان کے دشمن
خدا کے مصطفیٰ کے دین کے ایمان کے دشمن
یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انسان کی دنیا
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انسان کی دنیا

خودی کے نشۂ غفلت میں چُور انسان کی دنیا　　　خدا کا نام لینے سے نفور انسان کی دنیا
لرزتی کانپتی خوار و زبوں انسان کی دنیا　　　صنم خانوں کے در پر سرنگوں انسان کی دنیا
بہر صورت بہر آئینہ زشت انسان کی دنیا　　　یہ اندھے بے وقوفوں کا بہشت انسان کی دنیا
یہ دنیا' ہاں یہی ہنگامۂ معمورۂ ہستی　　　نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہ مستی
یہی تھی ان دنوں بگڑے ہوئے انسان کی دنیا　　　نہیں انسان کی دنیا' کہاں شیطان کی دنیا
صف آرا اِک طرف تھا یہ نمونہ فطرتِ بد کا　　　مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يَآ اَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا[1]

زباں پر اے خوشا صلِ علیٰ یہ کس کا نام آیا　　　کہ میرے نام جبریلِ امیں لے کر سلام آیا
محمدؐ جانِ عالم' فخرِ آدمؑ ہادیِ اکرم　　　امام الانبیاءؑ خیر البشرؐ پیغمبرِ اعظمؐ
محمدؐ وہ جمالِ اوّلیںؑ وہ پیکرِ نوری　　　محمدؐ کاشفِ سرِّ ظہور و رمزِ مستوری
محمدؐ احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا　　　ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایہ
محمدؐ جس کو دنیا صادق الوعد الامین کہہ دے　　　وہ بندہ جس کو رحماں رحمتہ اللعالمین کہہ دے

---

[1] (ترجمہ) اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

فرہنگ اصطلاحات ضروری:۔ لواء الحمد' خدا کی حمد کا جھنڈا جو محشر میں سایہ فگن ہوگا۔ صادق الوعد' وعدہ کا سچا۔ شاہد' گواہ۔ مبشر' خوشخبری دینے والا۔ نذیر' ڈرانے والا' مر' حکم دینے والا۔ ناہی' منع کرنے والا۔ حاکم' حکم کرنے والا۔ مطاع' اطاعت کیا گیا' جس کی اطاعت کی جائے۔ سراج' چراغ۔ ماحی' اصطلاح قرآنی میں کفر و شرک و لالت کو محو کرنے والا۔ مزکی' پاک کرنے والا۔ مبلغ' پہنچانے والا۔ اُم الکتاب' قرآن۔ داعیاً الی اللہ' خدا کی طرف بلانے والا۔ اُمی' جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو' جس پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔ مدثر' کپڑا اوڑھنے والا۔ مزمل' جھرمٹ مارنے والا۔ یٰسین' اے سردار۔ طٰہٰ' خطاب صلی اللہ علیہ وسلم۔ رؤف' مہربانی کرنے والا۔

وہ شاہدؐ وہ مبشرؐ وہ نذیرؐ و آمر و ناہی
خدا کے حکم سے حاکمؐ مطاع از ماہ تا ماہی

محمدؐ صاحبِ خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت
محمدؐ مصدرِ فیضِ عمیم و شافعِ اُمت

بصورت نورِ سبحانی بہ معنیٰ ظلِّ روحانی
پیامِ زندگانی مظہرِ تائیدِ ربانی

سراجِ نورِ حق ماحئِ باطل جس کی پیشانی
زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نورانی

مزکی و مبلغؐ صاحب اُم الکتاب اُمی
نبیؐ داعی اللہ رہنمائے شیخ و شاب اُمی

خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا
وہ مدثر وہ مزمل وہ یٰسین اور وہ طٰہٰ

جو بہرِ مومناں بن کر رؤف آیا رحیم آیا
خطا پوش و عطا پوش و خلیق آیا کریم آیا

وہ بندہ جو کہ نکلا اہلِ اقدامات اسریٰ کا
وہ جس کے ہاتھ نے الٹا نقاب آیاتِ کبریٰ[1] کا

وہ جس نے منتہائے حسن معنی اس طرح دیکھے
نگاہیں روبرو اور فاصلہ قوسین اواد[2] نے

نذیرِ اہلِ خصومت پُر بشیر اہلِ محبت کا
معلم دین فطرت کا مبین درسِ حکمت کا

محمدؐ مصطفیٰ بھی ہے وہ احمدؐ مجتبےٰ بھی ہے
وہ مطلوبِ خلائق بھی وہ محبوبِ خدا بھی ہے

وہ جس کو فاتحِ ابواب اسرارِ قدم لکھیے
بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھیے

اسے شمس الضحیٰ لکھیے اسے بدرالدجیٰ لکھیے
ظہورِ نور کو اس کے تبسم کی ضیاء کہیے

علی الاعلان سِرِّ کُنت کنزاً مخفیاً کہیے
مگر ان کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

---

[1] سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۔ دیکھو سورۂ اسریٰ۔ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔ (معراج نبوی)

[2] وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم (والنجم) عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۔ (ترجمہ) انتہائی درخت کے پاس جس کے قریب رہنے کی بہشت ہے جب کہ وہ بدری چھا رہا تھا نظر بھی نہ ہٹی۔ اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی عظیم المرتبت نشانیاں دیکھیں۔ (والنجم)

وہی حاکم بامر اللہ درد آگاہِ محکوماں ۔۔۔ درِ حق سے جوابِ با صوابِ آہِ مظلوماں
وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کا التجاؤں کا ۔۔۔ فرشتوں کی دعاؤں کا رسولوں کی دعاؤں کا
محمدؐ دیدہ و دل کی تجلی بہرِ مجبوراں ۔۔۔ محمدؐ آخری حرفِ تسلی بہرِ مزدوراں
محمدؐ بے کسی کے درد کو پہچاننے والا ۔۔۔ سرِ شک گرم و آہ سرد کو پہچاننے والا
محمدؐ التجائیں سننے والا، ماننے والا ۔۔۔ خموشی کی صدائیں سننے والا، ماننے والا
محمدؐ زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا ۔۔۔ محمدؐ حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا
محمدؐ جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی ۔۔۔ اسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی
زمانہ یوں ہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے ۔۔۔ وہ درسِ صلح دیتے ہیں، یہ اس سے جنگ کرتا ہے

اُحد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے احد میں آج تین اقسام کے انساں ۔۔۔ شریف انساں، خبیث انساں، نمود ونام کے انساں
بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے ۔۔۔ مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے
بظاہر ساز تھے ہم صورت وہم رنگ تینوں کے ۔۔۔ مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے
عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی ۔۔۔ اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریف انسان

مسلمان [۱]

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے ۔۔۔ یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ۔ (ترجمہ) مومن وہ ہیں جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے ل جائیں اور اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایاتِ محمد مصطفیٰ کو ماننے والے
خدائے واحد و رحمان پر ایمان تھا ان کا
متاعِ دل اسی کی راہ میں قربان تھا ان کا
یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر
یہی ایمان لائے تھے محمدؐ کی رسالت پر
پسند آئے تھے تقویٰ وطہارت کے اصول ان کو
تہِ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول ان کو
یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
پرستش ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے
یہ دل مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
یہ محتاجوں کے دروازوں کے سائل ہو نہ سکتے تھے
خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب[1]
کوئی طاقت انہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
کوئی عادت انہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے
یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے
یہی تھے جو یتیموں بیکسوں پر رحم کھاتے تھے
یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے
رضا کارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی
کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضامندی
یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے
یہ لذت یاب تھے توحید کے درسِ اخوت[2] سے
بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا
یہ نظریہ خیال و فعل کی دنیا پہ حاوی تھا
کوئی عزت نہ تھی ان کے لئے سکہ شماری میں
بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیز گاری میں
گدا و شاہ میں بھی ایک وجہِ امتیاز ان کو
نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سرفراز ان کو
ضرر ہو نفع ہو ہر حال میں سچ بولنے والے
زیاں ہو سود ہو کچھ ہو یہ پورا تولنے والے

---

[1] وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (ترجمہ) اور وہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔

[2] وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (ترجمہ) اور گو ان پر خود تنگی ہو تاہم دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہی وہ ملتِ موجود تھی دنیائے ہستی میں		نویدِ امن ہونا تھا جسے انساں کی بستی میں ؎
یہی لے دے کے دنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے		یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمد تھے
بھری دنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں		خدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں
یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے		یہ قرضِ زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے
تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں		متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے		کیا تھا جمع جس کو صاحبِ روزِ شفاعت نے
یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے در پے تھی		یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی
نبوت کے شش دہ سال کی تلقین کا حاصل		زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل
یہ اس حصن حصین کی اوّلیں بنیادِ محکم تھی		عبادت جس سے پشتیبانیِ اولادِ آدمؑ تھی
اسے کشتِ وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا		شہیدوں کے لہو سے بار آور آج ہونا تھا
یہ بندے خوابِ ابراہیم کی تعبیر تھے گویا		یہ بندے سورۂ الحمد کی تفسیر تھے گویا
جہاں میں دامِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے		خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے
یہی تھا جیشِ اوّل امتِ وسطیٰ کی فوجوں کا		یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دریا بار موجوں کا
یہی میدان میں غازی بھی اور مسجد میں زاہد تھے		محمدؐ کے صحابہؓ اور اللہ کے مجاہد تھے

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (ترجمہ) تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت)

(ترجمہ) اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر بھی بڑی اچھی بات ہے۔

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے
خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے
نکل آئے تھے راہِ امتحاں گاہِ اطاعت میں
مگر موجود تھا فرقِ مراتب اس جماعت میں

آزمودہ

انہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے
تہِ خنجر ھُوَ اللّٰہُ اَحَدْ کہنے کے عادی[1] تھے
یہ جب ایمان لائے تھے عدو تھا اک جہاں ان کا
ہوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحاں اُن کا
یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں
ہوئے تھے سرخرو ان ابتدائی امتحانوں میں
دہانِ موت کے اندر ہنکائے جا چکے تھے یہ
قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

نا آزمودہ

مگر ایسے بھی تھے اُن میں کہ نو آموزِ اُلفت تھے
ابھی ناپختہ تھے، نا آشنائے رنج و کلفت تھے
نہ جھیلی تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی
نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سر ہار جانے کی
ابھی اس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی
ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی
ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی
ابھی حصہ میں ان کے دادِ رسوائی نہ آئی تھی
ابھی تا حدِ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے
کہ تازہ واردانِ عرصۂ ذوقِ ارادت تھے[2]
بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں
یقینی بات تھی فتح و ظفر ان کی نگاہوں میں

---

[1] ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اس وجود کا خیال ہو جو رسول کے بستر پر چادر تانے سو رہا ہے اور خیال کرو کہ رسول اللہ کے قتل و شہید کرنے کی سازش ہو چکی تھی اور مکان تلوار والوں سے گھرا ہوا ہے پھر تصور کرو اس قلب مطمئن کا جو پوری نیند سو رہا ہے۔

[2] احد میں نکلنے والوں کی کثیر تعداد ان میں تھی جو فتح بدر کے بعد مسلمان ہوئے اور اب بدر کی طرح فتحمندی کو معمولی بات خیال کرتے تھے۔ (سیرت النبی)

سنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا   سکون و صبر استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرطِ نصرتِ الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نصرت صبر کا انعام ہوتی ہے   نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے
برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا   جماعت کا بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا
فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے   مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے
یہی نصرت مِنَ اللّٰہ کا اصولِ جاودانی ہے   یہی اسلام کی شرطِ حصولِ کامرانی ہے
اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمونِ ادق اُن کو   مگر بابِ عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

خبیث انسان---منافقین

بظاہر مسلمان مگر بباطن مسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دوسری بھی اِک جماعت آج میداں میں   مجسم ہو کے آئی تھی خباثت شکلِ انساں میں
خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سائے تھے   مسلمانوں کے دشمن ہی مسلماں بن کے آئے تھے
یہ ایک خیل منافق تھا نبی کی فوج میں شامل   تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے   سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے
یہ اسلامی جماعت میں ہوئے تھے اس لئے شامل   کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر رہیں عامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے   شفاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (ترجمہ) بعض ایسے لوگ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا پر اور یوم آخرت پر ایمان ئے ہیں حالانکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (مصنف)

منافقین کی حالت اور ان کی ذہنیت کا ظاہر کر دینا ضروری ہے تا کہ اُحد اور اس کے بعد کے تمام ارکان سمجھ میں آسکیں۔

انہیں دعوائے ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے
یہ زحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے

مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے
مگر کفار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے

اِدھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں
وہاں ہنستے تھے ہم ان بے وقوفوں کو بناتے ہیں[1]

خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو
کمالاتِ بشر سے بس ریا مرغوب تھی ان کو[2]

جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا
یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا

نہ رغبت دین سے ان کو نہ ذوق اسلام سے ان کو
غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے اُن کو

یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا
مسلماں ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا

تھیں اس بیوپار میں بھی کچھ امیدیں نفع ذاتی کی
یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی[3]

یہ اس دنیائے دوں میں اپنی دنیا کی طرح دوں تھے
خدا کا نام لیتے تھے نبیؐ کے تشنۂ خوں تھے[4]

خدا و خلق کو دھوکا میں رکھنا ان کی نیت تھی
اگر کچھ تھی تو ان میں بس یہی اک قابلیت تھی[5]

ہوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحاد اُن کا
چھپا تھا پردۂ اصلاح[6] کے اندر فساد اُن کا

---

[1] اذا جاء ک المنفقون قالوا انشهد انك لرسول اللهؐ والله يعلم انك لرسوله وَالله يشهد انّ المنفقين لكذبون . (ترجمہ) جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسولؐ ہیں اور خدا کو معلوم ہے کہ آپ اس کے پیغمبر ہیں لیکن خدا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی وہ کچھ ظاہر کرتے ہیں ان کا ایمان نہیں۔

[2] وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (ترجمہ) لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

[3] يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ترجمہ) خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں۔

[4] مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (ترجمہ) اُدھر لٹک رہے ہیں۔ اُن کی طرف نہ ان کی طرف ہم تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

[5] اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ . (ترجمہ) یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سود
کیا تو ان کی تجارت ہی نے کوئی نفع دیا۔ وہ ہدایت یاب ہوئے۔

[6] قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ . اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (ترجمہ) کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں۔

منافقوں کا سردار

ابنِ ابی ابنِ سلول

یہ پورے تین سو بزدل مسلح اپنے کینے سے   مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے
چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا اُن کا   منافق تھے یہ سب ابنِ ابی سردار تھا ان کا
بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی ان کی تیاری   مگر وقت آ گیا تھا کھل رہی تھی ان کی عیاری
لباس ان کے بہت اُجلے تھے لیکن قلب کالے تھے   مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اٹھنے والے تھے
نہ چمکے نورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے   بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

نمود و نام والے ---قریش مکہ [1]

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے   یہ قومی آن رکھتے تھے، بہادر تھے، دلاور تھے
نسب پر فخر تھا رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو   رسومِ بدپرُ افعالِ زبوں پر ناز تھا ان کو
اگرچہ شرم کو شرم آنے والے طور تھے ان کے   مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے
انہیں اعمال ناموں پر نسب نامے مقدم تھے   کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرم تھے
یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے   کمالِ حق پرستی، بت پرستی کو سمجھتے تھے
یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے   یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے [2]

---

[1] خاندان قریش تمام ملک عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا جس کی وجہ کعبہ کی تولیت تھی اسی سبب سے وہ ہمسایگان قریش کو آلِ اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے ان کے غرور نے ان کو مسخ کر دیا (عقد الفرید اور طبری ابن خلدون)

[2] مدتوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن نہیں ہو سکتا۔

[3] فصاحت، خودستائی اور دوسروں کی تحقیر میں صرف ہوتی تھی۔ شجاعت اور جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائی تھے۔ بیکاری اور کاہلی، جوا اور شراب ان کی طبیعت ثانی تھی۔

کوئی شئے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی وناپاکی
فواحش ان کا مذہب تھا، شجاعت اِن کی سفاکی
جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زشت وخوب ان کے
سراسر تھے صواب اُن کی نگاہوں میں عیوب اُن کے
تھا یکسر باطل و مجموعۂ اوہام دیں اُن کا
مگر اس دین پر تھا کس قدر پکا یقین ان کا
یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو
ستاروں کو، درختوں کو، الاؤں کو، بلاؤں کو[1]
رواج و رسم کی زنجیر کو جکڑے ہوئے تھے یہ
رضا کارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ[2]
نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ نمود ان کی
کہ دیکھیں اور کریں تحسیں نصاریٰ و یہود اِن کی
نمود ونام کے عاشق رسومِ بد کے دلدادہ
یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے کو آمادہ
یہ رسوائی کے ڈر سے دُختروں کو قتل کرتے تھے
شماتت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے[3]

اسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا
فلاحِ دوجہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا
مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے
نمائش اور فخرو ناز کے سب کام جاتے تھے
نسب ناموں کے طوفانی دفاتر چاک ہوتے تھے
نشانِ رنگ وخوں مٹتے تھے، دامن پاک ہوتے تھے
یتیموں اور غلاموں کے حقوق ایجاد ہوتے تھے
یتیم آباد ہوتے تھے، غلام آزاد ہوتے تھے

---

[1] اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے میں زبان ساری طاقت صرف کر دیتی ہے۔ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو صنم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک شے پتھر، درخت، چاند ستارے، پہاڑ دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے تھے۔ رواج و رسم پر مرتے تھے۔ (رحمۃ اللعالمین)

[2] مدعیانِ شرافت دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ (رحمۃ اللعالمین)۔ آنحضرتؐ ایک طرف بت پرستی کی برائی کرتے تھے اور دوسری طرف بداخلاقیوں اور افعالِ ذمیمہ اور فخر و غرور سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا اور ان کی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی تھی۔

[3] مخالفت اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر یکساں پڑتا تھا جو معبود سینکڑوں برس سے حاجت روائے خاص و عام بنے ہوئے تھے۔ جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے۔ اسلام نے ان کا نام و نشان مٹایا تھا اور ان کے بارے میں کہتا تھا۔ انّکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جہنّم تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو
کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے اُن کو
یہ معبودان سنگِ وخشت سے منہ موڑتے کیونکر
بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر
خدا ہے اور واحد ہے، سمجھ میں آ نہ سکتا تھا[1]
کسی کی یہ نہ سنتے تھے، کوئی سمجھا نہ سکتا تھا
یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے
گوارا تھا بروئے دام و در سجدے میں جھک جانا
رہِ حق میں قدم بھولے سے اُٹھ جائے تو رُک جانا
حصولِ دینِ حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
جہاں میں اشرف المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا
گراں تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر
امارت نے ہی اکسایا تھا ان کو قتل و غارت[2] پر
نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے
علمبردار تھے دنیا میں یہ دورِ جہالت کے

بظاہر غرور بے جا نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرۂ جنگ آوری تھا دُور دُور[3] ان کا
عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت خاندانی تھی
بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
سرِ میدان اپنے دشمنوں کا خون پیتے تھے
یہ ہیبت ناک تھے، سفاک تھے، جنگ آزمودہ تھے
ہزاروں بار سختی دیدہ و سنگ آزمودہ تھے

---

[1] خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج کا مرتکب ہونا ان کے نزدیک تمسخر تھا اور دہریئے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی، خدا اور انسان میں کشتی کرانے والے بھی۔ حیات و موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سو ساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی۔ (رحمۃ اللعالمین)

[2] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس کے لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اسی قدر زیادہ سرگرم تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] قریش کا ناز و غرور بہت بڑھ گیا تھا۔ سارے عرب بلکہ شام و روم اور ایران تک ان کی سطوت تھی۔ عرب میں بادشاہوں کے قافلوں اور مالوں کو لوٹ لیا جاتا تھا مگر قریش مستثنیٰ تھے۔ روم اور ایران میں ان کے مالِ تجارت پر محصول نہ تھا اور قبائل بھی ان کے زیرِ اثر تھے۔ (ارشاد الحکمہ)

یہ جمعیت جدھر بھی از پئے بیداد اُٹھتی تھی
فضا میں چار سو فریاد ہی فریاد اُٹھتی تھی
دھواں اٹھتا تھا، چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے
فلک روپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے
قوی بازو بھی تھے، تعداد بھی ان کی زیادہ تھی
اثر والے بھی تھے، امداد بھی ان کی زیادہ تھی
برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اٹھاتے تھے
دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا، دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں
پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں[1]
کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی
شکستِ بدر سے فرق آ گیا تھا آن میں ان کی[2]
غضب تھا، غیظ تھا، غصہ تھا ان کو اس ہزیمت پر
پڑی تھی ضربِ کاری قومیت کی قدر و قیمت پر
اٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوشِ انتقام ان کو
بغیرِ انتقامِ بدر جینا تھا حرام اُن کو
اٹھے تھے دہر سے اسلام کی ہستی مٹانے کو
ہدایت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو
یہ تیاری، یہ لشکر اور یہ سامانِ جنگ ان کا
یہاں تک بڑھ کے آنا چڑھ کے آنا بے دِرنگ اُن کا
یہ کیا تھا اک یقیں تھا ساز و ساماں اور کثرت پر
نمود و نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر

اُن کے ارادے

ہزیمت کو نشانِ حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ ان باتوں کو امرِ اتفاقی جانتے تھے یہ
یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آئے تھے

---

[1] ان کو رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ دنیا کیا کہے گی۔

[2] بدر کے بعد ہر گھر ماتم کدہ تھا اور وہ مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطر تھا۔ (سیرت النبی) لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۔ (آل عمران)

اُحد کی جنگ کیا تھی انتقامِ وحشیانہ تھی   رعونت کے سمندِ ناز پر اِک تازیانہ تھی
یہ آئے تھے خدا والوں کا استیصال کرنے کو   جو سر سجدے میں جھکتے تھے انہیں پامال کرنے کو
وہ جس نے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا تھا   اسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا
یہ آئے تھے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر
یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا' نمود و نام کی خاطر

* * *

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

سرِ میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
نمود و نام والوں کا شریفوں کا کمینوں کا
قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
جوانوں اور رسالوں کو یہ میداں میں سجاتے تھے
جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں ہمیں بھی ماننا ہوگا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا
ہم اپنی برتری منوائیں کے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے' آؤ لڑو ہم سے

مسلمان

شریف انساں مساواتِ بنی آدم کے حامی تھے
اخوت کے مبلغ تھے' محبت کے پیامی تھے
ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے
ورق تاریخِ استبداد کا اُلٹانے آئے تھے
انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا
ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خبیثوں پر مگر اک گومگو کا رنگ طاری تھا
بندھی تھیں گھگیاں رُوحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا
یہ نکلے تھے فقط مالِ غنیمت کی امیدوں میں
نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں
نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرائیں
پسینے چھٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ادھر اللہ کا مُرسل مگر اسلام کا ہادی وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی
اٹھا تھا ساری دنیا کے مصائب دور کرنے کو جفا کا آئینہ سنگِ وفا سے چُور کرنے کو
وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا قریشی قوم کی بیباکی و جرأت سے واقف تھا
وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا صداقت کا مبلغ تھا، صداقت لے کے آیا تھا

اس کے ساتھی

ہزار افراد اس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے انہی میں تین سو اشخاص تھے لبریز کینے سے
وہ ان کی نیتوں ان کے ارادوں سے بھی واقف تھا وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا
مگر جب تک زبانیں ان کی تھیں اللہ کی اقراری شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہارِ بیزاری[1]
رسالت نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر ان[2] کے کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے

کانٹوں پر پھول

انہی کانٹوں میں امیدِ گلِ توحید تھی اس کو کہ اُن کی نسل سے اسلام کی امید تھی اس کو
زمینِ شور سے پیدا کیے تھے پھول بھی اس نے مرتب کی تھی اک جمعیتِ معقول بھی اس نے
یہ جمعیت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر اسی کی پیروی لیکن مقدر تھی زمانوں پر
یہی جمعیتِ معقول یعنی سات سو انساں خدا و مصطفیٰ پر آج ہونے آئے تھے قرباں

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر کہا گیا کہ منافقین کو سزا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا کیا وہ زبان سے اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ (دیکھو طبری طبقات)

[2] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن ابی منافق کی حرکتوں سے خفا ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو جو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں۔ (سیرت النبیؐ)

انہی پر اشرف المخلوق کا اطلاق ہونا تھا   انہی کو تاقیامت شہرۂ آفاق ہونا تھا
سکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصول ان کو   سرِ راہِ شہادت لے کے آیا تھا رسول ان کو

کفارِ مکہ اور مسلمان آمنے سامنے

ادھر نازاں تھے کثرت پر نمود و نام والے بھی   ادھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی
نمود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریت کا   اقلیت کی خاموشی تقاضا حسنِ نیت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرح اسلام سے ہٹ کر   سمٹ جاتا ہے جیسے ابر روئے صبح سے چھٹ کر
شہادت کے لئے غازی ہوئے جس وقت آمادہ   صفیں ہونے لگیں میداں میں بہرِ جنگ استادہ
برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آ پہنچا   میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا
ہوئے بہرِ جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ   تو انبوہِ منافق نے مدینہ کا لیا رستہ

نعرۂ منافقانہ

کیا ابنِ ابی نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا   نکالا ڈھونڈ کر اس نے بہانہ بچ نکلنے کا
پکارا مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا   مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا، مجھے کچھ بھی نہیں[1] جانا
دیا تھا مشورہ میں نے مدینے میں ہی رہنے کا   وہاں پر کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ خون بہنے کا
محمدؐ نے کوئی پروا نہیں کی میری رائے کی   سہوں میں پیڑ اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی
میری رائے نہ مانی، رائے مانی چند لڑکوں کی   ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی

---

[1] صفیں بندھنے لگیں تو ابن اُبی نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ان لڑکوں کی رائے پر میدان میں نکلے ہیں جن پر جہاد بھی واجب نہیں یہ کہہ کر شتر کی طرح آگے ہی آگے ہو لیا۔ (دیکھو طبری)

وہ لڑکے جن پہ عائد ہی نہیں فرضِ جہاد اب تک ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک
محمدؐ ان کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے یہ ملت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے
نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قرشی فوج کا پلہ مسلماں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی ہلّہ
جو دانا ہیں وہ بچوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے ہمیں رکھیے معاف ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے
پیامِ موت ہے جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں وہ مر جائیں جو مرنا چاہتے ہوں' ہم تو چلتے ہیں

فوجِ اسلام کا تاثر

نمایاں کر کے اسلامی کجی کو اور کینے کو! منافق منہ پھلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو
وہ بزدل' بے وفا' غدار جو ساتھ آئے تھے اس کے صفِ لشکر گھنکٹ کھا کر اسی کے ساتھ ہی کھسکے [1]
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے ہزار افراد میں سے تین سو کی بے وفائی سے
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی کنارا کر گئے ابنِ ابی اور اس کے ہمراہی
یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیر رہ گئے غازی یہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
اُحد میں فوجِ مسلم پر یہ پہلی ضربِ کاری تھی بقیہ فوج پر اس وقت اِک عبرت سی طاری تھی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی

ابن ابی نے کہا ہم محمدؐ کی نصرت کرتے ہیں مگر مدینہ کے اندر رہ کر یہاں باہر آ کر لڑائی کی کوئی تک نہیں ہے محض ہلاکت ہے پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔ (رشادالحکمت)

جب عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمر بن حزام کے فرزند عبداللہ نے جو بنی سلمہ میں سے تھے ان کا پیچھا کیا اور یہ کہتے چلے کہ برادرانِ قوم ہیں خدا یاد دلاتا ہوں اور وہ وعدہ جو رسول اللہ سے کیا تھا دیکھو اپنی قوم سے منہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جانبازی دکھاؤ' دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا میں تو کوئی لڑائی بھڑائی نظر نہیں آتی تو کاہے کو جائیں۔ آخر یہ مدینے میں جا گھسے اور عبداللہؓ نے پکار کر کہا' عزیزو! خدا تمہیں اس کی سزا دے گا اور انشاء اللہ کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کر دے گا۔ (دیکھو سیرۃ القرآن علامہ رشید رضا مصری)

باب چہارم

اُحد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے — بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی، نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں — مگر یہ مطمئن تھے مصطفیٰ موجود تھا ان میں
ہزار افراد میں سے اک تہائی کا نکل جانا — بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا
کوئی پروا نہ کی اُس کی مگر اللہ کے بندوں نے — نظر حق و صداقت ہی پہ رکھی حق پسندوں نے
مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اسلام کا لشکر — اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر
اسی سے کام لینا تھا مگر محبوبؐ داور کو — دیا ترتیب آنحضرتؐ نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیراندازوں کا تعین اور تاکید استقامت

پچاس افراد تیر انداز اک ٹیلے پہ ٹھہرائے — قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے
کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو! — مثالِ کوہ ڈٹ جاؤ یہاں، اے کوہ مابندو!
مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو — تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو

---

[1] یہاں عینین کی راہ تھی جو لشکر کے بائیں جانب تھی اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی میں دشمن تھے۔ اندیشہ تھا کہ دشمن ناگہاں پیچھے سے نکل کر حملہ نہ کر دے
آپؐ نے پچاس تیراندازوں کو یہاں مقرر فرمایا اور تاکید کی یہاں جمے رہنا۔ (خاتم المرسلین)
آپؐ نے فرمایا مسلمان کامراں ہوں یا ناکام مگر تم اس گھاٹی سے نہ ہلنا۔ آپ کے الفاظ یہ بھی تھے اگر جو تم دیکھو کہ پرندے لشکر اسلام کو اچک کر لے جا رہے ہیں تا
ایسا نہ ہو مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔ (دیکھو تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے ان سواروں پر
کہ غفلت دیکھ لیں تو آ پڑیں غفلت شعاروں پر
تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا
بہم اِک دوسرے کے متصل رہنا، قریں رہنا
مسلماں جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آ جائیں
بھگا دیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھا جائیں
ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو
ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو
منا ہی ہے تمہیں اس مرحلے کے چھوڑ دینے کی
نہ کرنا جرأت اس عہدِ وفا کو توڑ دینے کی
دراندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ
رہو پشتے پہ قائم اور پشتیبان بن جاؤ
سوارانِ قریش اس راہ سے ہم پر اگر آئیں
تو سب مردانِ تیر انداز اُن پر تیر برسائیں[1]
بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے
مگر رہوار تیروں کے مقابل رُخ نہیں کرتے
شکست و فتح کی اچھی بری کوئی بھی صورت ہو
تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو
جمے رہنا اسی ٹیلے پہ ہر دم باخبر رہنا
کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا
ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی
رکھو تجدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی
ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے
یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے

تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر

غرض مردانِ تیر انداز پشتے پر ہوئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں درّۂ مخدوش کو دائم
کہے بہر نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر
معین کر دیئے افسر یہاں ابنِ جبیرؓ ان پر

پ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کو چوڑے بھال کے تیروں سے مارو گھوڑے تیروں کا رُخ نہیں کرتے (دیکھو اسحاق)

پ نے ابوعبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ پر اور مقداد کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاشہ بن محض اسدی کو میمنہ پر اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو میسرہ پر' لی حضرت حمزہؓ اور زبیرؓ کو قلب میں مقرر فرمایا۔ (دیکھو طبری)

بقیہ فوج کی تقسیم

بقیہ فوج کو ہادی نے یوں تقسیم فرمایا   سلیقہ ربط و ضبطِ جنگ کا تفہیم فرمایا
جمایا سعدؓ کو اور بوعبیدہؓ کو مقدم پر   جواں مردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر
عکاشہؓ کو یمینی فوج پر مامور فرمایا   ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا
زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھا   ستارا ہر مجاہد کا اُٹھا کر اوج پر رکھا

علمبردارِ اسلام

ہوا ارشاد مصعبؓ [1] بن عمیرؓ آگے بڑھو آؤ   تم اس فوجِ مجاہد کے علمبردار بن جاؤ
ہوا فرطِ خوشی سے رنگِ رُخ گلنار مصعبؓ کا   کہ یہ پاسِ وفا اللہ رے نادار مصعبؓ کا
جھکے بوسہ دیا سرکار کے دستِ مبارک پر   مثالِ کوہ میداں میں ہوئے قائم علم لے کر
یہ جھنڈا صلح کا پیغام تھا دنیائے ہستی میں   نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خود پرستی میں

ارشاداتِ عالی [2]

مرتب کر لیا جب لشکرِ اسلام ہادیؐ نے   سنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادیؐ نے
کہا جب تک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا   ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا
بگوشِ ہوش سن لو یہ نصیحت اے مسلمانو   کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو
بہرصورت اطاعت اور اطاعت ذاتِ باری کی   علامت ہے خلوص و صدق کی پرہیز گاری کی

---

[1] آپ نے مصعب بن عمیر کو احد میں بھی علمبردار بنایا (دیکھو طبری)

[2] آپؐ نے میدانِ احد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اور تاکید فرمائی کہ پہل نہ کی جائے نیز مسلمانوں کو راستی اور راست بازی اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ جہاد مسلمانوں کے لئے ادائے فرض ہے جان و مال کے ساتھ (ارشاد الحکمۃ)

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کی
رہے یاد آیتِ حق العباد ایمان والوں کی
ذخیرہ خیر کا ہے یا مقام اجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لئے؟ اس کے لئے ہے جو خدا کا ہے
جہاد اس کے لئے ہے جو خدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اس کے لئے جو حبِ مال و جاہ رکھتا ہے
جسے ذوقِ یقیں اللہ پر ہے اور قیامت پر
بوقتِ جنگ وہ قابض رہے گا استقامت پر
جو اپنے فرض کو سمجھے، جو اپنا فرض ادا کر دے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے
متاعِ رشد و رافت جس کو مالک سے ہوارزانی
مقدر میں اسی کے ہے شہادت اور قربانی

شکست وفتح سے بے نیازی

خدا کے حکم پر خلقِ خدا کے واسطے مرنا
بہت آسان ہے کہنا، بہت دشوار ہے کرنا
جو حق کو دوست رکھتا ہے، خدا ہے دوستدار اس کا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا
شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اس کی مشیت پر
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر، حسنِ نیت پر
خدا ہر آئینہ ہے، نیتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصل اسلام ہے

شہادت ہی جہادِ فی سبیل اللہ کی صورت ہے
برائے فتح، صبر و استقامت کی ضرورت ہے
مسلماں کا حصولِ مال و زر کیا ہے، شہادت ہے
مسلماں کے لئے فتح و ظفر کیا ہے، شہادت ہے
جہادِ راہِ حق کیا ہے غذا کیا ہے، شہادت ہے
ہماری زندگی کا مدعا کیا ہے، شہادت ہے
اسی صورت سے نصرت کی طلب کرتے ہوئے نکلو
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہوئے نکلو

طاعت پیمبر ---- راست بازی اور راستی

فقط خوشنودیٔ خالق اسی پر ہے مسلمانو
کہ پیغمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عائد ہے بجا لاؤ
نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
میں ہر آئینہ خواہاں ہوں تمہاری راست بازی کا
یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلو تہی ---- تفرقہ ونفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلو تہی تاخیر و کوتاہی
ہیں ان سب کے نتائج ضعفِ ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلافِ باہمی ہے خبث باطن کا
یہ ان کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہرِ زر اندوزی
خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی
نہ ڈھونڈو آسرا راہِ خدا میں جز خدا کوئی
خدا کے قرب کا رستہ نہیں اس کے سوا کوئی

رسول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرتِ حق کا پیمبرؐ کی اطاعت ہے
شفاعت اس کا حصہ ہے جسے حق پر قناعت ہے
پیمبرؐ جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ
پیمبرؐ روک دے جس کام سے فی الفور رک جاؤ
الگ تفریق سے رہ کر رہو ملت سے وابستہ
کہ ہے فوز و فلاحِ دو جہاں کا اِک ہی رستہ

موت وحیات اور حلال وحرام

خیالِ مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیرِ اذنِ خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے
بقدر اک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی
مقدر رزق جس کا جس قدر ہے کھا نہ لے جب تک
خدا کی نعمتوں سے اپنا حصہ پا نہ لے جب تک[1]

---

[1] آپؐ نے فرمایا کوئی انسان اپنا پورا رزق ایک ایک دانہ وصول کیے بغیر نہیں مر سکتا۔ (دیکھو طبری وطبیعات ابن اسحٰق)

فرشتہ موت کا اس پر مسلط ہو نہیں سکتا
بغیرِ حکمِ حاکم جانِ شیریں کھو نہیں سکتا
تمہیں اس باب میں ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
حصولِ رزق میں پاکیزگی ملحوظ رکھنا ہے
مسلمانوں کے حصہ میں فقط اکلِ حلال آئے
کمی بیشی کی صورت ہو تو رازق کا خیال آئے
نہیں گنجائشِ مالِ حرام اسلام کے اندر
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر [1]
محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
پیمبرؐ تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو
گنہ آلود فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے
یہ تلقینِ پیمبرؐ ہے یہ ارشادِ الٰہی ہے
مقامِ جنگ ہو٬ یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
حصولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو
طریقِ راست بازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
صفا کا شیشۂ دل توڑ دینا منع ہے تم کو
مسلمانو یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولو گے
جہانِ کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے
صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو
صفائے قلب سے میدان میں استادہ ہو جاؤ
جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ
جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر
بصد اصرار کی جاتی ہے تاکید ایک اِک ان کو
کہ ٹیلے سے نہ بھٹکائے کسی منظر کی دید اُن کو
خلافِ راہِ پیغمبرؐ قدم جو بھی اُٹھائے گا
کوئی رستہ نہ دیکھے گا٬ کوئی منزل نہ پائے گا

فوجِ غنیم کی ترتیب

قریشی جیوش کی تقسیم

اِدھر کفارِ مکہ نے سجایا مکہ والوں کو
سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو

---

[1] حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں۔ (سیرت النبیؐ)

سپہ سالار ابوسفیاں بصد فخرِ سپہ داری　　سرِ میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سالاری
دکھائی افسرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی　　ہوئی تھی رات ہی سے اس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اک یمیں پر جس کے خالد بن ولید افسر　　مثالِ شیرِ غرّاں مستعد ہر دم جھپٹنے پر
وہ خالد جس کو اِک دن خادمِ اسلام ہونا تھا　　وہ جس کو فاتحِ ایران، مصر و شام ہونا تھا
ابد تک نام جس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا　　جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیف اللہ بننا تھا
مقدر تھی قیادت جس کو افواجِ الٰہی کی　　وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیت تباہی کی

عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ

اسی صورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا　　یہاں بوجہل کے فرزند کو افسر بنایا تھا
دماغِ عکرمہ ابنِ ابوجہل آج کیا ملتا　　کہ اس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا
خبر کیا تھی کہ اک دن مائلِ اسلام ہونا ہے　　خدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے
نہیں تھی تاب ابھی نورِ جہاں تابِ محمدؐ کی　　قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی　　بڑا فتنہ تھا اعدائے رسولِ پاکؐ میں یہ بھی

ابوسفیان اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ

[1] تھا شہرہ آلِ عبدالدار کی شانِ شجاعت کا　　نشاں بردار ٹھہرایا گیا ان کو جماعت کا
قریشِ مکہ جب بھی تاخت پر تیار ہوتے تھے　　تو عبدالدار والے ہی علمبردار ہوتے تھے

---

[1] عکرمہ ابن ابوجہل جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا فتح مکہ کے بعد عفو عام کی صورت میں تھا آخر مسلمان ہو گیا اور شام کے معرکوں میں اسلام کی جنگ کی۔ (طبری ابو اسحاق)

انہی میں اک بہادر پہلواں کا نام تھا طلحہ　　عدوئے دینِ حق تھا دشمنِ اسلام تھا طلحہ
ابوسفیاں نے بلوایا اسے اور ہنس کے فرمایا　　کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا
ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو　　تسلط میں نبوت کا مقامِ صدر لینے کو
علم پر برسرِ میداں اگر کوئی وبال آیا　　سمجھ لینا قریشی شان و شوکت پر زوال آیا
علم گر سرنگوں ہو جائے لشکر تھم نہیں سکتا　　بہادر سے بہادر کا قدم پھر جم نہیں سکتا
تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزت آج رکھنا ہے　　ہماری اور اپنے خانداں کی لاج رکھنا ہے
ذرا دل تھام کر قرشی علم کو تھامنا طلحہ　　کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ
علمبردار ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی　　علم رکھ دو اگر ہمت نہ ہو جنگ آزمائی کی
نہ ہو ہمت تو لاؤ خود علم اپنا اٹھا لیں ہم　　علمبردارِ لشکر اور ہی کوئی بنا لیں ہم

طلحہ کا جوابِ سخت

ابوسفیاں کے طعنے پر غضب میں بھر گیا طلحہ　　زباں پر آئی گالی ضبط لیکن کر گیا طلحہ
کہا کیوں اس قدر باتیں بناتے ہو ابوسفیاں　　سرِ میداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابوسفیاں
علمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا　　میں اس کو دیکھ لوں گا جو علم لینے کی ٹھانے گا
میں واقف ہوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے　　مجھے محروم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے
اگر مغلوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ　　علم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ
یقینِ فتح ہے تم اس لئے باتیں بناتے ہو　　بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

قبیلہ عبدالدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔

ابوسفیان طلحہ بن عثمان سے جو عبدالدار کا سردار تھا کہا کہ تم اس کو مضبوط پکڑ دیا ہمارے درمیان چھوڑ دو کیونکہ جب نشان پر زوال آئے تو پھر تھامنا نہ ہوگا۔

شرارت وقتِ نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تم
سرِ میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تم
قسم ہے لات کی، کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا
کسی کو ہم علم دے دیں، گوارا ہو نہیں سکتا
علمبرداریِ جنگ آج عبدالدار کا حق ہے
تمہاری کدوکاوش آج اس بارے میں ناحق ہے
نمود و نام تم ہم کو یہ ترکیبیں سکھاتے ہو
سپہ سالار بن کر شانِ استادی دکھاتے ہو
ہمارا فرض کیا ہے، تم سے بہتر جانتے ہیں ہم
بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم
حفاظت اس علم کی ہے، ہمارا کام ہم جانیں
ہم اپنا نام اُچھالیں یا کریں بدنام ہم جانیں
تمہارے پیٹ میں اُٹھے نصیحت کا مروڑا کیوں
ہمارے کام میں اٹکاؤ تم آ کے یہ روڑا کیوں
علم کو لے سکو گے تم نہ منت سے نہ جبریہ
ہٹو اب سامنے سے اس نصیحت کا ہے شکریہ

ابوسفیان کا کھسیاناپن

ابوسفیاں ہوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا
کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو نہ پہچانا
اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا
تو اتنا یاد رکھو ہم بنا لیں گے علم اپنا
کہا طلحہ نے لیکن وہ علم جب بن کے آئے گا
اسے بھی کوئی عبدالدار[1] والا ہی اُٹھائے گا
غرض یہ تو تو میں میں روک دو اور تیز گفتاری
ہوئی مشکل سے ختم اور پائی طلحہ نے علمداری
جہاں کبر و رعونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے
یہ وحدت کے منافی ہے، اسی کا نام دوری ہے
علم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدار والوں نے
صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور سواروں نے

---

[1] طلحہ بن ابوطلحہ اور عبدالدار والے ابوسفیان کی بات سے سخت برافروختہ ہو گئے۔ اس کو برا بھلا کہا ابوسفیان نے کہا ہم اپنا علم بنالیں تو کہنے لگے اگر تم اپنا علم بنالو گے تو اسے بھی سوائے ہمارے کوئی ہاتھ نہ لگائے گا۔ (ارشاد الحکمۃ)

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی، خودی کی خودنمائی تھی
بشر کی فطرتِ بد تھی مجسم ہو کے آئی تھی
یہ معبودانِ باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے
خدا کا آخری پیغام رد کرنے کو آئے تھے
بہت مرغوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو
شکستِ بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو
یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے
مخالف تھے، ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے
انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی، قتل و غارت بھی
ستم بھی. فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی
یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو
یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو
گمانِ شعلۂ جوالہ ہوتا تھا لعینوں پر
چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر
تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں
جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں
تڑپ اٹھتی تھیں یوں برچھوں کی انیاں اُنکے شانوں سے
عیاں ہوا شتہا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عمرو ابن عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا
ثقیف اپنا اجابش اور کنانہ اور قریش اپنا
نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص اُن میں
بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابن عاص ان میں[1]
وہی عمرو ابن عاص اک دن جنہیں اسلام لانا تھا
مجاہد بن کے جن کو تا بہ ارضِ نیل جانا تھا
اڑانا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا
جنہیں کرنا تھا رومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا

---

[1] ابی ابن خلف، ابن قمیہ، ابن شہاب جو عتبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابو وقاص اور حمید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا کہ آج رسول اللہ کو شہید کریں گے۔
(طبری، ابن ہشام، طبقات)

وہی عمرو ابن عاص اپنی سرفرازی سے بے بہرہ   کھڑے دیتے تھے آج اپنے متاعِ کفر پر پہرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب اعدائے آں عالیجناب اُن میں   نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب اُن میں
رسولِ پاکؐ پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے   گھروں سے اپنے سامانِ اذیت کر کے آئے تھے
زیادہ تر تھے فکرِ صاحبِ لولاکؐ میں دشمن   بپئے قتلِ نبیؐ ہر سو کھڑے تھے تاک میں دشمن
یہ پانچ ابنِ شہاب و عتبہ و ابن حمید اسدی[1]   ابی ابن خلف، جمی و ابن قمیہ لیثی
قسم کھائی تھی ان پانچوں نے کعبہ کو گرانے کی   ہوا تھی ان سروں میں شمعِ عرفاں کے بجھانے کی
ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے   کھڑے تھے کینہ جو لپٹے ہوئے اپنے گناہوں سے
کسی نے تیغِ خونخوار اپنے پہلو میں دبایا تھا   کوئی تیر اور کوئی سنگ و فلاخن لے کے آیا تھا

چھٹا فتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ   علاوہ ان کے آج اک اور ناہنجار تھا فتنہ
چھپا کر حربہ اور صورت بنا کر بے زبانوں کی   کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی

یہ وحشی تھا[1] غلام ان سازشی افراد نامی کا
جسے دھونا تھا خونِ حمزہؓ سے دھبہ غلامی کا

◆

---

[1] حبشی ایک ٹیلہ کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تزوین

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میدان میں فوجِ قریش آخر
سنبھالے افسروں نے بڑھ کر اپنے اپنے جیش آخر

قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی تلواریں
نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں

گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں
زبانیں اژدھوں کی بیرقیں بن بن کے لہرائیں

پناہِ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
ضیائے مہر کے مدِ مقابل تن گئیں ڈھالیں

سروں پر خوذ چہروں پر جھلم اور گُرز شانوں پر
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو تھے بیٹھے چٹانوں پر

برستی تھی عجب بدنظری سی ان بدقماشوں پر
کمانیں دوش پر تھیں جس طرح کرگس ہوں لاشوں پر

یہ عقرب تھے کہ خنجر ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں
غضب کا جوش تھا نتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوجِ آہن موج ' یہ فولاد کا طوفاں
خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں

قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے
یہ سب کس کے مخالف تھے فقط اک کملیؐ والے کے

مگر وہ کملی والا بھی زمانے سے نرالا تھا
زباں خاموش تھی لیکن اسی کا بول بالا تھا

نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا
مرتب کر کے لشکر محوِ اوراد و وظائف تھا

اُدھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمل تھا
اِدھر اخلاقِ عالی تھے ' متانت تھی ' تحمل تھا

اُدھر تیاریاں تھیں، سازشیں تھیں اور تدبیریں   اِدھر لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کی ہوتی تھی تفسیریں

قریشی عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں   تھرکتی، دف بجاتی، ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں
حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں   دلوں پر لوٹتی اور پیچ و خم کھاتی ہوئی نکلیں
ابوسفیاں کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی   یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آگے آگے تھی

نغمہ زنانِ قریش اردو میں

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی   ہم مشعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم   جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم   باصَد ادائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک بو

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجہ ابوسفیان ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی فاطمہ ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور خالد کی بہن مروہ بنت معود ثقفی صفوان بن امیہ امیہ کی بیوی، عمرو بن عاص کی بیوی صدقہ بنت سعد طلحہ علمبردار قریش اور عباس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر کا فر تھے۔ (دیکھو سیرت النبی)

شعلے ہیں یا زیبِ گلو   لڑیاں دُرِ شہوار کی

ہم بجلیاں انوار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زادیاں

دکھلاؤ گے جرأت اگر   لاؤ گے انسانوں کے سر

دیں گی مبارک بادیاں

افلاک کی شہزادیاں

رکھے جو بستر کی طلب   وہ جنگ کی سختی سہے

تمثالِ شیرِ پُر غضب   خونریز و درندہ رہے

سینے پہ چڑھ کے کھاؤ گے

ہم سے گلے مل جاؤ گے

گر بزدلی دکھلاؤ گے

آغوشِ بستر پاؤ گے   اجڑی ہوئی آبادیاں

ہم ہیں ستارہ زادیاں

افلاک کی شہزادیاں

نحن بنات الطارق نمشی علی النمارق مشی القطی البوارق' المسک فی المفارق والدر فی المخانق ان تقبلوا العانق ونفرش النمارق او تدبر و الفارق مزاق غیر وامق (ترجمہ) ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں نرم گدی پر چلتی ہیں جس طرح سفید سفید کبک ہیں۔ ہماری مشک بھری باہیں گلے میں موتیوں کے ہار ہیں اگر لڑائی کی طرف رخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی اور اگر منہ پھیرو گے تو ہم تم سے جدا ہو ئیں گی جس طرح کوئی محب جدا ہوتا ہے۔ (دیکھو خاتم المرسلین)

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی ستم کرتی ہوئی گزری، غضب ڈھاتی ہوئی نکلی
یہ نکلی جس طرف نالے تھے فریادیں تھیں، آہیں تھیں کماں ابرو تھے ان کے اور تیر ان کی نگاہیں تھیں
یہ افسوں کارگر نکلا یلانِ نامور جھومے ہبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابو عامر راہب[1] میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفر و دیں میدان کے اندر قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر
یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بدگوہر ابو عامر پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ابو عامر[2]
فریبِ راہبیت کا لباس اس کے بدن پر تھا خدا و مصطفیٰ پر طعن کافر کے دہن پر تھا
بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا مقدس سانپ فخرِ نوعِ آدم کے قریب آیا
غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اس نے یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اس نے

ابو عامر کی حیرت اور حسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبوبِؐ داور کی شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشیدِ خاور کی
یہ کچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی
مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی اس میں
کبھی اک دوسرے کو قتل کرنے میں قصائی تھے مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے
کبھی اک دوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ یہاں اک دوسرے پر جان دینے کو تھے استادہ

---

[1] سب سے پہلے جس نے آغاز جنگ کیا فاسق ابو عامر راہب تھا جو مدینہ ہی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا اور مشرکین سے دعویٰ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ یہ دوسو سے زیادہ عبید یعنی نمایاں قریش ساتھ لے کر میدان میں آیا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد طبری کامل ابن اثیر)

[2] ابو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا اے میری قوم میں ابو عامر ہوں اور کہا میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا (ارشاد الحکمۃ)

یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا طیش آ گیا اس کو
اخوت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو
انہیں مل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کس نے
انہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کس نے
دلِ ناری میں خفت نے غضب کی آگ بھڑکائی
دھواں بن کر خباثت چہرۂ تاریک پر چھائی
فریبِ پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی!
مخاطب ہو کے اس نے اوس والوں سے زباں کھولی

ابو عامر کی تقریر

ابو عامر ہوں میں اے میرے بچو، میرے فرزندو
مری اک بات سن لو جنگ سے پہلے، خردمندو
مجھے پہچانتے ہو، میرا رتبہ جانتے ہو تم
زباں سے کچھ کہو، دل میں تو مجھ کو مانتے ہو تم
تمہارے درمیاں رہتا تھا میں، کیسے بھلے تم تھے
زمانہ تم سے دبتا تھا کچھ ایسے من چلے تم تھے
عرب کترا کے چلتے تھے مرے یثرب کی بستی سے
کہ ڈرتے تھے تمہارے سایۂ تیغ دو دستی سے
اگرچہ کشت و خوں تھا اوس و خزرج کے گھرانوں میں
مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں
تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے
تم آپس میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
کہ مل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی
مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا
کبھی تم شیر تھے، اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
تمہیں کیا ہو گیا، کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم
ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رعب قائم تھا
سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوت کا
نتیجہ دیکھ لو بھیڑوں کا گلہ جان کر تم کو
ضعیف و بیکس و بے بال و پر گردان کر تم کو

عرب کے لوگ اس بستی پہ ہلے کر کے آتے ہیں — تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں، جھکاتے ہیں
مگر تم ہو کہ اس افتاد کو رفعت سمجھتے ہو — محمدؐ کی زباں کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو
نہ ہونے سے مرے تم نے بہت سے رنج اٹھائے ہیں — قتالِ بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں
یہاں بھی آج اک بھاری مصیبت آنے والی ہے — قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے
تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی — پرائی آگ میں جلنا، کہاں کی ہے یہ دانائی
تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی — کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی
بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو مہمانوں کو — نصیحت میری مانو اب بچا لو اپنی جانوں کو
میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں — تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں
بسو تم چل کے اپنے شہرِ عالی شان کے اندر — وہ باہم فیصلہ کر لیں گے خود میدان کے اندر
مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے — گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے
وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میداں میں لاتا ہے — تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے
ابوعامر کی یہ تقریر تھی اِک دامِ صیادی — گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کی روحِ آزادی
مسلماں جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری — اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری
اتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر — ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر

انصار کا جواب

حدِ برداشت سے جب یاوہ گوئی بڑھ چلی اس کی — جوابِ صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اس کی

---

[1] اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے لیکن عرب کی فطرت کے مطابق ان میں خانہ جنگیاں تھیں اور آپس میں لڑائیاں خونریزیاں ہوا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں صلح و صفائی کی بنیاد ڈالی اور اسلام نے ان کو خانہ جنگیوں سے باز رکھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا
یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسنِ نیت کا
کہا انصار نے (لا مرحبا (مردود) لا اھلاً)[۱]
کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن
کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر
اڑا جامہ فریبِ دوستی کا دھجیاں ہو کر
اسی فقرے نے اس کی صورتِ اصلی عیاں کر دی
اتارا زاہدِ مکار نے ملبوسِ ہمدردی
بھنویں سکڑیں، بھنچے لب، نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے
پھر اس سمت جس جانب کھڑے تھے اس کے گردیدے
چڑھا ایسا مزاجِ راہبِ کم ظرف کا پارا
اٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا
غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی
تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی
اُحد کی جنگ کا آغاز تھا اس سنگ باری سے
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی بدقماری سے

پتھر کا جواب پتھر---ابو عامر کا فرار

اچانک یوں جو پتھر لشکرِ اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے[۲]
مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بزدل
نہ لائے تاب اک ساعت میں منہ کی کھا گئے بزدل
جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب ہوتے ہیں
کلوخ انداز را پاداشِ سنگ است اس کو کہتے ہیں
بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے
بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظارا
صفِ اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا
مزاجِ کفر و ایماں کی یہی تو حدِ فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت ان کو حاصل تھی

انصار نے ابو عامر کے مفسرانہ بیان کا فقط اتنا کہا (لا مرحبا بک و لا اہلاً یعنی تجھ کو فراخی دست نصیب نہ ہو اور تیرا کوئی مونس نہ ہو (دیکھو طبری کامل ابن اثیر)

سلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھر ہی مارنے پر اکتفا کیا۔ ایک ساعت پتھر چلے (ابو عامر اور اس کے ساتھی عبید غلام بھاگ گئے)

غلامی

غلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
ثبات و صبر سے کوئی مصیبت سہہ نہیں سکتا

غلامی میں بشر عزت کے معنی بھول جاتا ہے
پہن کر طوق لعنت کا خوشی سے پھول جاتا ہے

غلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گر سکھاتی ہے

غلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر
ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر

غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
دلوں کو حسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے

غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حسنِ نیت چھین لیتی ہے

غلامی ذوق کی قاتل، غلامی فکر کی دشمن
عدوئے خودشناسی اور خدا کے ذکر کی دشمن

غلامی عقل سے خالی، غلامی عشق سے عاری
غلامی طالبِ آرام جو پائے ہوس کاری

جہادِ زندگی میں خنجرِ جلاد کے ڈر سے
غلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے

غلامی کی نگاہیں اپنی زنجیریں بناتی ہیں
پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہیں اور گاتی ہیں

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے

کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلاد ہوتا ہے
غلام زر شہید ذوقِ استبداد ہوتا ہے

نہیں ہوتا ہے اس کے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتا شکاری کا

یہ صیدِ بوم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
مقابل شیر آ جائے تو اکثر دُم ہلاتا ہے

اسی صورت غلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو
بزعمِ خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو

مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی ہوئی سرد ایک ہی پھکی میں گرمی ان دلیروں کی

ابو عامر کا فرزند حنظلہؓ [1]

ابو عامر کا فرزند حنظلہ مردِ مسلماں تھا یہ غازی بھی احد کے دن شریکِ اہلِ ایماں تھا
یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اُس فسادی کا مگر پابندیٔ مردِ مجاہد حکم ہادی کا
اجازت کی طلب میں وہ رُخِ عالی کو تکتا تھا پسر لیکن پدر پر ہاتھ اٹھائے ہو نہ سکتا تھا
اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمت تھی گرویدہ پسر کے ہاتھ سے قتل پدر تھا ناپسندیدہ

رسالت کا احسان

مسلماں اُن کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر مگر ہادی کو آیا رحم انسانوں کی جانوں پر
نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے
نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جناب اُن کو لہٰذا پتھروں ہی سے دیا اُن کا جواب اُن کو
پڑا چھوٹا سا اک پتھر ابو عامر کی چھاتی پر دہن نے چیخ ماری، اس بجہ دل کی بے ثباتی پر
بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں غلامی نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں
سراسیمہ ہراساں ہانپتے چوٹوں کو سہلاتے پلٹ کر دیکھتے اک دوسرے کو ٹھوکریں کھاتے
غلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے بڑی راحت ملی زندہ سلامت گھر میں آ پہنچے

---

[1] ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا لیکن اس کے صاحبزادے حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باپ کے مقابلے میں ے کی اجازت مانگی لیکن رحمت عالمؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبیؐ)

آقاؤں کی بے دردی

قریشی فوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی — سب ان کو گالیاں دینے لگے ازراہِ بیدردی
بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہلِ لشکر کے — اڑائی ان کے سر پر خاک سب نے مٹھیاں بھر کے
ہنسی اڑتی تھی جس جانب کو بھاگا تھا ابوعامر — ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا ابوعامر
قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کھسیانی — مسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی
بہادر تھے نرالے شان بھی ان کی نرالی تھی — کوئی ہنستا تھا ان پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

طلحہ علمبردارِ قریش کا طیش [1]

علمبردار طلحہ ہو گیا غصے میں دیوانہ — مخاطب فوج سے ہو کر پکار اٹھا دلیرانہ
دلیرانہ قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑواؤ — قصور ان کا نہیں ہے بے وقوفو ہوش میں آؤ
غلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے — مسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صیدِ زبوں تم نے
یہ ساری بے وقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی — ابوعامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی
یہ خدمت گار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں — غنیمت ہے یہی میداں سے لے کر آ گئے جانیں
ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹو کرائے کے — ضرورت پر نہ اپنے کام کے ہیں نہ پرائے کے
یہ زندہ آ گئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے — انہیں چھوڑو بھلا کیا فائدہ اب آنا کانی سے
انہیں چھوڑو تمہیں بدلہ مسلمانوں سے لینا ہے — وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے
وہ بدلہ سامنے سے آج بچ کر جا نہیں سکتا — محمدؐ آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

---

[1] طلحہ علمبردار قریش پکارتا تھا کہ خود لڑائی لڑنے کو بڑھ کر غلاموں نے کبھی قتال نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی پاسبانی پر مقرر کیا جائے (ارشاد الحکمۃ)

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں
بڑھو آؤ مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں
ابوسفیاں تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو
یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو
بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو
ہیں تیغیں منتظر روئے زمیں گلرنگ کرنے کو
اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں
بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں
طریقِ بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے
جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے

* * *

باب ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان

بڑھا غصے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
بُرا آغاز چل نکلا بُرے انجام کی جانب
علم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی
اُدھر خورشیدِ عالم تاب بامِ کوہ پر آیا!
اِدھر تیغوں نے اٹھ کر کر دیا میدان پر سایہ
اُدھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
اِدھر جوشِ تحمل کی نگاہیں اُٹھ کے ٹکرائیں

طلحہ کی مبارز طلبی [۱]

ابوسفیاں کے دل میں تو یہی تھا آج منصوبہ
کہ ہو جائے اسی ریلے میں شکلِ جنگ مغلوبہ
مسلمانوں کی قلت کو یہ کثرت گھیر کر مارے
کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہے سارے
مگر روکا انہیں ان کے علمبردار طلحہ نے
کیا پرشور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے
ٹھہر جاؤ، مجھے اپنا ہنر تو آزمانے دو
مسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو
صفیں مضبوط رکھو اور تماشا دیکھتے جاؤ
گراتا ہوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ

---

[۱] علمبردار قریشی طلحہ نے مبارز طلب کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

رکی فوجِ قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ   غرور و ناز کا اک اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا   مسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا
زرہ سینے کی سر کا خود چہرے کا جھلم چمکا   علمبردار کا سارا بدن زیرِ علم چمکا!
پکارا اے مسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تم   میں طلحہ ہوں! علمبردار سب کچھ جانتے ہو تم[1]
میں آیا ہوں کہ تم کو گلشنِ جنت میں پہنچا دوں   گلستاں کی کرا دوں سیر اور حوروں سے ملوا دوں
کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے   تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے
وہ جنت جس میں حوریں منتظر ہیں ہر مجاہد کی   وہی جنت وہ بزمِ عیش ہے ہر خشک زاہد کی
اگر کافر کو تم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں   تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعرِ جہنم میں
جہنم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں   جہنم جس میں انسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں
جسے جنت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے   مجھے دوزخ میں بھیجے یا سوئے جنت چلا جائے
بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا   مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا

مسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سوقیانہ اور طرزِ اشتعال اس کی   یہ گستاخانہ استہزا یہ آنکھیں لال لال اس کی
یہ نمرودی نمود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا   مسلماں جز جوابِ تیغ کیا دیتے جواب اس کا

---

[1] مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا اور پکارا "اے اصحابِ محمد تمہارا اعتقاد ہے کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنت کا مشتاق ہے کہ میری تلوار اس کی آرزو پوری کرے (خاتم النبیین) قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ہے جو مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھوں جنت میں پہنچ جائے۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی)

اٹھا سینوں میں شعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا
شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھومے
نبی کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے
حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلماں میں
نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

علیؓ المرتضیٰ کا جوشِ جہاد

رسول اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا
زباں خاموش تھی، لیکن نگاہوں میں تکلم تھا
مجاہد منتظر تھے بخت کس خوش بخت کا جاگے
کہ اتنے میں علیؓ المرتضیٰ صف سے بڑھے آگے
نگاہِ مصطفیٰؐ سے مرتضیٰ نے حوصلہ پایا
محبت نذر گزرانی محبت ہی صلہ پایا
پئے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
بڑھے شیرِ خدا میداں میں نامِ خدا لے کر[1]
نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی، تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علیؓ اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد تیار و آمادہ
ہوئے اس کے مقابل شاہِ مرداں جا کے استادہ
کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابنِ ابی طالب
یہ تم پر شوقِ جنت ہو گیا کیوں اس قدر غالب
جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دنیا بہت پیاری
تعجب ہے تمہیں دنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری
بہرصورت نہیں تم کو پسند آئینِ دنیا کے
تو مجھ کو بھی خوشی ہوگی تمہیں جنت میں پہنچا کے
سنبھل جاؤ، سنبھالو تیغ میرے سامنے آؤ
کرو خود سیرِ جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ
تبسم زیرِ لب فرما کے حیدرؓ نے یہ فرمایا
ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا

---

[1] طلحہ بن عثمان کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ نکلے (طبری)
حضرت علیؓ طلحہ کے مقابلہ میں نکلے اور کہا میں تجھے دوزخ میں پہنچائے دیتا ہوں۔ (ارشاد الحکمۃ سیرت النبی)

مگر ہاں مضطرب ہے تو بہت دوزخ میں جانے کو
کہ روحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو

دکھا طلحہ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر تجھ کو
کہ جانا ہے پھر اپنی منزلِ مقصود پر تجھ کو

علی کی بات سن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ
لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ

کہا غصہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو
یہ تیرا حوصلہ پہنچائے گا دوزخ میں تو مجھ کو

کہا مولا علیؓ نے ہاں یہی میرا ارادہ ہے
تسلی رکھ، تری خاطر درِ دوزخ کشادہ ہے

علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لبِ تقریر طلحہ نے
جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے

مثالِ ابر گرجا، تیغ بجلی کی طرح چمکی
نگاہیں جم گئیں اس جنگ پر مردانِ عالم کی

اُدھر تھیں کفر کی اپنے علم بردار پر آنکھیں
اِدھر ایماں کی روئے حیدرؓ کرار پر آنکھیں

چڑھا تھا نشہ کافر کو شرابِ کبر و مستی کا
کیا فرقِ علی پر وار شمشیر دو دستی کا

گری تدبیر منہ کھولے ہوئے تقدیر کے سر پر
یدُاللہ نے جو لی شمشیر کو شمشیر کے سر پر

اُدھر تھا زورِ باطل اور شیطاں کی ہوا خواہی
اِدھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغِ یدُ اللّٰہی

بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی تلواریں
اُدھر شیطاں کی تاویلیں اِدھر قرآں کی تفسیریں

تزلزل تھا فضا میں ہول کی صورت ہویدا تھی
ہوا میں اِک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی

جدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے یہ تیز تلواریں
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اُٹھتی ہیں نئی دھاریں

علمبردار تھا مغرور پختہ کاریٔ فن پر
تسلی تھی کہ مغفر سر پہ چار آئینہ ہے تن پر

سمجھتا تھا، ابھی کم عمر ہے ابنِ ابی طالبؓ
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آ جاؤں گا غالب

حقیقت سے مگر نادان رکھتا تھا نہ آگاہی ۔۔۔ کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یداللہی
سنبھلنے کے لئے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی ۔۔۔ مگر الجھاؤ سے یک بار نکلی تیغ حیدرؓ کی
اٹھی اٹھ کر کھنچی کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پر[1] ۔۔۔ یہ مغفر کٹ گیا' آئی ہوئی اب آ گئی سر پر
سرِ خود سر کو توڑا' چہرہ کاٹا' حلق سے نکلی ۔۔۔ صدائے الحذر ہر سو زبانِ حلق سے نکلی
اٹھا عرشِ معلٰی کی طرف چہرہ پیمبرؐ کا ۔۔۔ زبانِ پاک سے نغمہ اٹھا اللہ اکبر کا

اٹھا اک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں
سمایا ہول فرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

طلحہ کی برہنگی[2] اور علیؓ کی حیا و مروت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ ۔۔۔ ابھی اس خاک پر تھا مرغِ بسمل کی طرح طلحہ
برہنہ پشت پر سے ہو گئی تھی لاش خود سر کی ۔۔۔ نظر اس رنگ سے آئینۂ عبرت تھی حیدرؓ کی
حیا پروردہ آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پر ۔۔۔ علم اس کا اُٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر
عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں ۔۔۔ خدا کا خوف تھا دل میں نبیؐ کا پاس تھا دل میں
[2]دو لشکر کر رہے تھے اس جواں مردی کا نظارہ ۔۔۔ کہ بسمل پر دوبارہ ہاتھ حیدرؓ نے نہیں مارا
سبق دے کر نگاہوں کو نگاہِ پردہ پوشی سے ۔۔۔ شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے
ادھر تکبیر تھی زیبِ زبانِ پاک پیغمبر ۔۔۔ علم احساس کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر
لگائے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے ۔۔۔ فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

---

[1] حضرت علیؓ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اتر گئی۔ اس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا (تاریخ العرات)

[2] حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسے برہنہ دیکھ کر رحم فرمایا۔ اس پر دامن جھنڈے کا ڈال کر چلے آئے۔ ایسی حالت میں کہ ابھی اس میں جان باقی تھی واپسی پر بغیر قتل کیے چلے آنے کا سبب پوچھا گیا تو علیؓ نے کہا مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی مگر اس ضرب سے خدا اس کو دوزخ تک پہنچا دے گا۔ (ارشاد الحکمۃ)

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی
صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہوگئی اب خبط کی صورت
غضب کے، غیظ کے، غصے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اٹھی نقارخانے صف بہ صف گونجے
بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی
اٹھی خاکِ زمیں اک بار قصدِ آسماں لے کر
مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

صفِ اول پہ تھے تشریف فرما ہادیٔ اکرم
ہوا کو دے رہا تھا جنبشِ اسلام کا پرچم
یہ جھنڈا تھا خدا کا۔ مصطفیٰؐ کا اور قرآں کا
مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا
یہ جھنڈا تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شہنشاہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا خاکیوں پر نور برسانے کو آیا تھا
سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا
شریفوں نے بنایا تھا شریفوں کی حمایت میں
ضعیفوں نے اٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں
یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشاں ظلِ الٰہی کا
اسے دعویٰ تھا بہرِ دوجہاں عالم پناہی کا
غلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہوا جھنڈا
شعاعیں نورِ ایمانی کی برساتا ہوا جھنڈا

* * *

جھنڈے کا گیت

نامِ خدا کا جھنڈا
پیغامِ خدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا، ایمان کا جھنڈا قرآنی فرمان کا جھنڈا
سب سے اونچی شان کا جھنڈا
نامِ خدا کا جھنڈا پیغامِ خدا کا جھنڈا
مال سے پیارا، جان سے پیارا دل کا نور، آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزت کا سہارا
نامِ خدا کا جھنڈا
ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے ظلم کا بادل چھٹ جاتا ہے
جب میداں میں ڈٹ جاتا ہے
نامِ خدا کا جھنڈا
لہرائے گا اوج کے اوپر دریا کی ہر موج کے اوپر
میداں کی ہر فوج کے اوپر
نامِ خدا کا جھنڈا
غازی رن میں اڑ جاتا ہے اس کا پرتو پڑ جاتا ہے
جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے
نامِ خدا کا جھنڈا

نارِ تعصب سرد کرے گا   کوہِ ستم کو گرد کرے گا
رنگِ حسد کو زرد کرے گا
نامِ خدا کا جھنڈا

اُو ظالم مغرور ستم گر   دیکھ مسلماں کا لشکر
لہراتا ہے جس کے سر پر
نامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا مزدور کا حامی   مظلوم و مجبور کا حامی
نار کا دشمن نور کا حامی
نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا   پیغامِ خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

ارشادِ ہادیؐ مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑھی فوجِ قریشی جب برائے جنگِ مغلوبہ   رسول اللہ ﷺ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ
صحابہ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا   ابھی ٹھیرو! تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا
خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی   کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی
نہ کھاؤ خوف کثرت سے، نہ ہو آزردہ قلت پر   شکست و فتح ہے موقوف استقلال و ہمت پر
برائے جنگ ایمائے امامِ انس و جاں لے کر   ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر

قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آئی تھی
بلند و پست وادی پر اترتی چڑھتی آتی تھی
بالآخر لاشۂ طلحہ پر آ پہنچے یہ دیوانے
لگے بے ساختہ کج بار مینہ تیروں کا برسانے
مگر دینا پڑا جلد اپنی تندی کا حساب ان کو
لبِ سوفار سے ملنے لگا اُن کا جواب اُن کو
سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے
قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے
کماں کھنچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
فضا میں بے تحاشا ایک بجلی کوند جاتی تھی
کمانوں سے ادھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
سنائی دیتی تھی یک دم پروں کی سنسناہٹ سی
فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
بیک جستِ نظر لے کے جاتے تھے نشانوں پر[1]
قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
پیادے چیخ کر اور گھڑ چڑھے لہرا کے گرتے تھے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
دلوں میں بیٹھتا تھا یا کلیجوں میں سماتا تھا
ہوا میں گونجتا تھا شورِ شیون اہلِ باطل کا
نظر آتا تھا منظر ہر طرف مرغانِ بسمل کا
قریشی فوج اُس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی
باذن اللہ قضاء اللہ والوں کی مدد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مڑے ہٹنے لگے دشمن
قریشی پیدلوں نے کھا کے گھنگٹ کو جو منہ موڑے
زمیں پر آ رہے اسوار بد کے اس طرح گھوڑے
قریشی عورتوں نے جب یہ مردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوفِ جاں دیکھا
بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اٹھائی دف بجا کر اور گا گا کر[2]

---

[1] بعض تیراندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نگاہ کرتے تھے جو یہ تیر ہم ان کے قبل پر چلاتے تھے ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو یعنی خالی نہ جاتا تھا۔ (ارشاد الحکمتہ)

[2] ہند اور اس کے ساتھ والیاں طبل و دف بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش دلاتی تھیں۔ مردوں کو آمادۂ جنگ کرتی تھیں اور واقعات بدر یاد دلاتی تھیں۔ (ارشاد الحکمتہ)

کسی کے لب پہ گالی تھی، کسی کے منہ میں قسمیں تھیں   انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں
دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے   قدم اکھڑے ہوئے تھے گڑ گئے مارے ندامت کے[1]
صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر   جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

ابوشیبہ کی علمبرداری

مگر حملہ کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی   علم فوجِ قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی
علم نے ڈھانک رکھا تھا علمبردار کا مردہ   اسے بڑھ کر اُٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گردہ
ابوشیبہؒ علمبردارِ[2] طلحہ کا برادر تھا   جواں تھا، پہلواں تھا، صاحبِ ہمت، دلاور تھا
بہت صدمہ تھا اس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا   کبھی دیکھا نہ تھا وہ مرحلہ ایسی نزاکت کا
قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا   علم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اٹھایا تھا
قریشی عورتوں کے طعن سن کر اس کو ہوش آیا   علم بردار اب میں ہوں، ابوشیبہ کو جوش آیا
نمود و نام نے اُکسا دیا جرأت دکھانے کو   ابوشیبہ بڑھا میدان میں جھنڈا اٹھانے کو
نظر آئی سرِ میدان غیرت کی یہ نیرنگی   علم جس دم اٹھایا نعشِ طلحہ ہو گئی ننگی
علم اٹھا تو اٹھی ساتھ ہی اک موجِ بیداری   قریشی عورتیں اُس دم علم کے گرد تھیں ساری
ابوشیبہ علم کو لے کے اپنی فوج میں آیا   قریشی عورتوں نے دف بجایا اور رجز گایا

ان کے ہاتھوں میں سرمہ دانیاں اور سلائیاں تھیں جب ان کے مردوں میں سے کوئی بھاگتا تھا تو یہ چیزیں پیش کرتیں اور کہتیں سنگار کرو تم مرد نہیں عورت ہو۔

(ارشاد الحکمہ)

سردار طلحہ کے بعد ابوشیبہ بن عثمان نے مشرکین کا علم اٹھایا اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں۔

ان علی اهل اللواء حقاً   ان تخضب الصعدة او تندقا

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خون سے رنگین کردے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے (سیرت النبیؐ)

ابوشیبہ مبارز طلب کرتا ہے

ابوسفیاں نے اک تقریر کی، لشکر کو گرمایا
دلائی عکرمہ کو شرم، خالد کو بھی سمجھایا

بڑھا اب پھر یہ لشکر، لشکرِ اسلام کی جانب
اسی باطل ارادے سے اسی اقدام کی جانب

صفِ کفار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر

یہ دیکھا تو ابوسفیاں نے روکا فوج والوں کو
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو

مسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
علمبردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہوا طالب

پکارا میں ابوشیبہ ہوں، میں طلحہ کا بھائی ہوں
مجھے سب جانتے ہیں، سنگدل ہوں اور قصائی ہوں

علمبردار طلحہ سست رگ تھا خانداں بھر میں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہیے جو ایک افسر میں

معمر ہو چکا تھا اور بہرِ حرب ناکارہ
علیؓ کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مسلمانو! علیؓ کے زورِ بازو پر نہ اِتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت

یہ سن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادی نظر ڈالی
کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالی

کہ اتنے میں جنابِ حضرتِ حمزہؓ نے عجلت سے
نکل کر صف سے مانگا اذنِ میداں شانِ رحمت سے

گزارش کی کہ اے سچے رسولؐ اے ہادیِ کامل
جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل

مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی
اسی دن یہ قسم اس بندۂ عاجز نے کھائی تھی

کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے
جہادِ حق سے یا حمزہ کی جاں قربان ہو جائے

---

[۱] روایت ہے کہ حمزہ نے قریش کے حملہ کی خبر سن کر نیت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزہ افطار کریں گے۔ جس دن لشکر قریش احد پر اُترا وہ اسی روز سے صائ
تھے۔ اسی صورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
مجھے سوگندھ ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی

مرا روزہ ہے اے محبوبِ باری تیسرے دن سے
نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں اِن سے

مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت سے
میں خود حائل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں

سرِ میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مردِ پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا

سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغِ زباں کی ضرب ہے کاری

مری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہرِ خدا میدان داری کی

اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثرات

اجازت عمِ پیغمبرؐ نے اس انداز سے مانگی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زورِ یدِ اللٰہی!

صدائے مرحبا و حبذا تھی برلبِ حیدرؓ
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِ پیغمبر

جلالت دیدنی تھی مصطفیٰ کے عمِ عالی کی
جمالِ ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی

سوالی کون اپنی جان دینے کا تمنائی
سوالی کون؟ ابو طالب کا عبداللہ کا بھائی

وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر

رسولِ پاکؐ جس کے چہرے سے رقت نمایاں تھی
وہ رحمت تھی کہ جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی

نگاہیں مضطرب ہلکا تبسم روئے زیبا پر
تصور مطمئن تھا مرضیٔ عرشِ معلّٰے پر

ہوا ارشاد اے عمِ خجستہ فام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجے نصرتِ اسلام بسم اللہ

یہ اقدامِ شہادت بر سبیلِ حسنِ نیت ہے
محمدؐ اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے

فراقِ عارضی سب کے لئے اک دن مقرر ہے
ملاقات اب لواء الحمد کے نیچے مقدر ہے

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی   کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہؓ کی پیشانی
وفورِ نورِ حق سے چہرۂ حمزہ چمک اٹھا   جلا کندن نے پائی یہ زرِ خالص دمک اُٹھا

کفار پر حمزہؓ کا رعب

مسرت کا عجب عالم تھا اسلامی غضنفر پر   کہ لہراتا تھا اک بالِ شترمرغ آپؓ کے سر پر
لڑائی میں یہ حمزہؓ کا نشانِ امتیازی تھا   کہ حمزہ شیرِ دل تھا، نازشِ مردانِ غازی تھا
ابوسفیاں نے دیکھی شکل حمزہ کی تو گھبرایا   ابوشیبہ کے اقدامِ دغا پر دل میں پچھتایا
پکارا اے ابوشیبہ، سنبھل کر دوبدو ہونا   بڑی ترکیب ہے اس جنگجو کے روبرو ہونا
یہ حمزہؓ ہے! بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا   بہت خونخوار ہے اس تیغِ دامن دار سے بچنا
کہیں تیزی میں اس کے ہاتھ سے چرکا نہ کھا جانا   کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا
ابوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پا کر   سنبھالا اُس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر
نظر ڈالی مگر حمزہ نے جس دم سامنے آ کر   تو دل سینے کے اندر رہ گیا اک بار تھرا کر

حمزہؓ اور ابوشیبہ

کہا، تو شکوہ کرتا تھا علی کی نوجوانی کا   تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بوڑھا، جواں کے سامنے آئے   تقابل تاکہ محرومِ توازن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو   کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدردانی کو
ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی   یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی
جواب اس نے دیا اے حمزہ تو مردِ دلاور ہے   بہادر ہے، جری ہے، بحرِ جرأت کا شناور ہے

کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو

ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے
گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے

بہت اچھا کیا تو خود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا

تری بدقسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے
تجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے

تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا

کہا حمزہؓ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی

میں خود ہی دیکھ لوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تو مجھ کو نہ پائے گا

یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی

تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر

شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

ابوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی

یہ غافل ان کو سمجھا تھا مگر ہشیار تھے حمزہؓ
یہ گھاتیں جانتے تھے' آزمودہ کار تھے حمزہؓ

وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا

سنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی' دیا جھٹکا
ابوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پٹکا

کہا بانکے جواں' بیدل نہ ہو اوسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ

بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابوشیبہ
ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابوشیبہ

---

[1] ابوشیبہ بن عثمان علمبردار قریش نے حمزہؓ سے کہا میں تم ہی کو ڈھونڈتا تھا کیونکہ تم نے بدر میں قریش کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

اُدھر کافر کا پنجہ قبضۂ شمشیر پر آیا
ادھر دستِ مسلماں خامۂ تقدیر پر آیا

اُدھر بھی تیغ لنگردار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی

اُدھر گویا دہانِ غار سے اک اژدھا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا

پڑا اب سایۂ شمشیر دامن دار حمزہؓ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہؓ پر

اٹھا کر تیغ حمزہؓ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے

اچانک دستِ چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے دھوپ میں ایک کوندسی لپکی

جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغِ ابو شیبہ کا پھل کٹ کر

شکستہ تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
لگی راہِ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جواں مردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سرِ حمزہؓ پہ دے مارا

جنابِ حمزہؓ کا روئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا

زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اِدھر نوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابو شیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ

بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر
ابو شیبہ ہٹا پیچھے قدم سوئے صفِ لشکر

اُدھر انبوہ بڑھتا آ رہا تھا گھیرنے والا
اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہ نے پھر اک نعرۂ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمتِ مردانہ میداں میں

ابو شیبہ ابھی تک قربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا
کہا اے نوجواں اک پندِ پیرانہ تو لیتا جا
جہنم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا
ابو شیبہ رُکا امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر
پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو
مگر حمزہؓ کی تیغِ تیز نے مہلت نہ دی اس کو
گری شمشیر پُر تنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا اپنی مصیبت ٹال دی سر پر
پڑی سر پر تو سر نے بھی بتائی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغِ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی تیغ و جگر کی دیکھ بھالی کو
بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا
یہ قطعِ راہ کرکے سینۂ پُر کینہ میں آئی
کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی
جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی
بزیرِ ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی
دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرت حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر
نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے اِدھر ٹکڑے اُدھر تھا سرنگوں جھنڈا
کہ یورش کرکے پہنچے دس سپاہی فوجِ دشمن کے
مقابل ہو گئے روباہ مردِ شیر افگن کے
یہ قربِ فوجِ دشمن تھا اکیلے تھے یہاں حمزہؓ
غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہ

دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِ جنگ حمزہؓ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرادیں سات نامردوں کی لاشیں اس جماعت میں
جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر
ادھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں تیرتا دیکھا
علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہؓ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا
قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہؓ کی تنہائی اور جوشِ فدا کاری
یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلہ پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادی میں
مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکمِ ضبط تھے سارے
نبی کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا کہ دستِ نور میں ایک تیغِ براں تھی[1]

رسالت کی تلوار[2]

رَسُوْلُ اللّٰہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا
مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا

---

[1] کفار مسلمان کی تیراندازی سے پیچھے ہٹ گئے اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے۔ عین اس وقت جب کہ ابو شیبہ بن عثمان حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کفار نے بڑھ کر نلہ کیا اس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا اور ایک تلوار جو حضور کے دست مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا۔ کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

فی الجبن عارٌ فی الاقبال مکرمۃ
والمو بالجبن لا ینجو من القدر
نامردی موجب ننگ اور حملہ آوری موجب شرف ہے
حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں

[3] اس تلوار کو دیکھا کر آپؐ نے فرمایا کون شخص اس تلوار کو لے کے اس کا حق ادا کر دے گا۔ (خاتم النبیین)

نبی تلوار دینا چاہتا ہے اس دلاور کو
رکھے ملحوظ جو میداں میں فرمانِ دلاور کو

کوئی ہے تم میں جو تکمیل آئینِ وفا کر دے
جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے

جید صحابہؓ کو اس تلوار کی حسرت

یہ سن کر ہر مجاہد کو ہوئی شمشیر کی حسرت
ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت

صحابہؓ نے نبیؐ کے روئے پُر تنویر کو دیکھا
بڑے ارماں' بڑی اُمید سے شمشیر کو دیکھا

تھا دریا موجزن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا
رہوں اے کاش میں ہی آج مورد اس عنایت کا

زبس بیتاب تھی حسرت دلِ فاروقِ اعظمؓ میں
کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالمؐ میں

گزارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو[1]
ہمیشہ بندۂ احساں ہوں میں مجھ سے رعایت ہو

مگر سرکار نے انکار کے الفاظ فرمائے
تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے[2]

بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا
مگر اللہ کے محبوبؐ نے انکار فرمایا[3]

اُحد میں آج کیا مدِ نظر تھا کوئی کیا جانے
خدا جانے خدا کا بھید یا پھر مصطفیٰؐ جانے

بھلا اب کس کی جرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے
سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے

نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے
کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغ عریاں ہے

ادھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری
لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرار و صلا جاری

بندھی تھیں اہلِ جرأت کی امیدیں دستِ اشرف سے
یہ عالم تھا کہ نکلے بو دجانہؓ آخری صف سے

حضرت فاروق اور حضرت زبیر اور بہت سے صحابۂ کبار نے حضرت سے اس تلوار کو طلب کیا مگر آپؐ نے انکار فرمایا۔ (ارشاد الحکمتہ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علی المرتضیٰؓ اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا مگر آپؐ نے کسی کو نہ دی۔

آنحضرت نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا کون اس حق کو ادا کرتا ہے اس سعادت کے لئے دفعتہ بہت سے آگے بڑھے۔ (خاتم النبیین)

میں اس کا حق ادا کر دوں گا دین و جان و ایماں سے   کہ داغِ خونِ ناحق لے کے آؤں گا نہ میداں سے
مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو   عطا کر دی گئی یہ تیغِ بُرّاں بوُدجانہ کو

ابودجانہؓ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشہ خودی کا، بو دجانہ جوش میں جھومے   جھکے تلوار لے لی اور دستِ مصطفیؐ چومے
لپیٹا سرخ کپڑا گرد اس کے مردِ اکمل نے   اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے
تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا   کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا
اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری   مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری
اشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمبرؐ نے   کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے
بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو!   خدا و خلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانو
فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو   سرِ میداں رضائے حق ادا کرتے ہوئے نکلو

تیراندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پشتے پہ تیر اندازِ جمعیت   نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیت
مجھے اندیشہ ہے ان تیر اندازوں کے دستے سے   کہیں ٹیلہ نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے
مناسب ہے تمہیں قولِ پیمبرؐ دل نشیں رہنا   جہاں ٹھیرا دیا ہے تم کو تم قائم وہیں رہنا

۱؎ یہ فخر ابودجانہؓ کے نصیب میں تھا (سیرت النبی) ابودجانہؓ نے عرض کیا کہ اس کا حق ادا کر دوں گا۔ (خاتم المرسلین)

۲؎ اسی غیر متوقع عزت نے انہیں مغرور کر دیا۔ سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تنتے ہوئے نکلے۔ (سیرت النبی)

۳؎ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ چال خدا کو ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔ (سیرت النبی)

۴؎ جب عام حملہ کے لئے جمعیت اسلام کو آنحضرتؐ نے حکم فرمایا تو پھر ایک مرتبہ تیر اندازوں کے قریب آ کر فرمایا ہرگز ٹیلہ نہ چھوڑنا اور فرمایا کہ خدا کو تم پر شاہد کرتا ہوں۔ (ارشاد الحکمۃ)

اگر نکلے سوارانِ قریشی کا کوئی دستہ
تو لازم ہے کہ تیر انداز روکیں پشت کا رستہ

ہماری فوجِ فاتح یا شکست انجام ہو' کچھ ہو
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتلِ عام ہو' کچھ ہو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے

بناتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار ان پر
حقِ تبلیغ پورا ہو چکا ہے بار بار ان پر

احد میں پہلی جنگِ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوبِ داور نے
کیا اقدامِ میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے

وہاں حمزہ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوجِ اعدا کا
تھپیڑا سہہ رہا تھا شیرِ حق ہر موجِ دریا کا

اٹھا اک نعرۂ تکبیر میدانِ شہادت میں
بڑھی فوجِ مسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں

اِدھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
احد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈی دل

کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہ دشمن ہٹتے جاتے تھے
اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

علمبردارانِ قریش کی جرأتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
پڑی پھرتی تھیں شعلے جنگ کے میداں میں بھڑکاتی

قریب اک دوسرے کے آخرِ کار آ گئیں فوجیں
طلاطم ہو گیا پیدا بہم ٹکرا گئیں موجیں

گتھا اک اک مسلماں سات سات اعدائے ملت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے

کھنچیں تیغیں' اُٹھے خنجر' چلے نیزے' تنیں ڈھالیں
کٹے مغفر' پھٹے سینے' چھٹے بازو' نچیں کھالیں

اِدھر بندے تھے رحمٰں کے اُدھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اٹھایا تھا علم کفار کا طلحہ کے بیٹے نے
ابھارا جنگ کے فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے
مثالِ شعلۂ جوالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا
پڑی جوں ہی نگاہِ حضرتِ سعدِ وقاصؓ اس پر
کیا اک تیر چلّے سے رہا بالا ختصاص اس پر
کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اُس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اس نے
دَرْ آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی
گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اس کی اجل آئی
یہ بسمل خاک پر تڑپا' تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا
مسافع ابنِ [1] طلحہ نے اٹھایا اب یہی جھنڈا
نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابنِ افلح نے
علم خاکِ مذلت پر گرایا ابنِ [2] افلح نے
مگر مردانِ عبدالدار تھے غصے میں دیوانے
علم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے
علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پایا تھا
جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آیا تھا
کلاب [3] اک فردِ کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا
زبیر ابنِ عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا
شریح قارظہ [4] تھا فوجِ قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اس لواء کا وہ ہوا حامل
جنابِ حیدرِ کرار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضربِ کاری کھل گیا کافر کا بھنڈارا
بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اک عجب صورت نظر آئی
علم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹوٹا
گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

---

[1] اب طلحہ کے بیٹے عثمان نے علم قریش اٹھایا۔ حضرت سعد وقاص نے ایک تیر مارا کہ زبان باہر نکل آئی۔ (ارشاد الحکمت)

[2] اب مسافع ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا اس کو ابن افلح نے قتل کیا۔ (تاریخ العمران)

[3] کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا تو زبیر ابن عوام نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ (تاریخ العمران)

[4] شریح قارظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا علم لے کر آگے بڑھا اس کو حضرت علی نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[5] کفار کے علمبردار لڑ لڑ کر ختم ہو جاتے تھے تاہم علم نہ گرنے پاتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

علمِ باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت وخوں کرنا
فریضہ تھا مسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا
اٹھا لیتے تھے عبدالدار والے یہ علم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سر اُن کا قلم بڑھ کر
کبھی حمزہ نے سردارانِ عبدالدار کو مارا
کبھی شمشیرِ حیدرؓ نے علمبردار کو مارا
نصیبہ قومِ قرشی کا کبھی اُبھرا کبھی ڈوبا
یہی معلوم ہوتا تھا ابھی ڈوبا ابھی ڈوبا
تباہی دیکھ کر اس رنگ سے اپنے گھرانے کی
رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اُٹھانے کی
کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر
یہ دیکھا تو بڑھا اُن کا غلامِ ناصواب[1] آخر
اگرچہ آلِ عبدالدار کا یہ زرخریدہ تھا
مگر مشہور تلواری تھا، ضرب وحرب دیدہ تھا
اٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اس نے
بتوں کا نام لے لے کر ابھارا فوج کو اس نے
جنونِ مرگِ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پر
ہوا سایہ فگن دامانِ برقِ ذوالفقار[2] اس پر
پڑا تھا اب یہ خود بھی اور علم بھی فرش کے اوپر
علم اسلام کا اڑتا تھا اَوجِ عرش کے اوپر

علمبردارِ اسلام

یہ سرافراز تھا حاصل تھے مصعبؓ بن عمیر اس کے
علیؓ تھے راست پر اور دستِ چپ پر تھے زبیر اُس کے
یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادی پر
نمایاں تھا برابر ہر بلند و پست وادی پر
علم کے سایہ میں اس طرح وقفِ جنگ تھے مصعب
کہ دامانِ بہارِ زخم سے گلرنگ تھے مصعب
قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا
کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا

صواب غلام بنی عبدالدار تھا احد میں غلامان قریش میں سے اسی نے قتال کیا۔ (تاریخ العمران)

صواب غلام بنی عبدالدار نے قریش کا علم اٹھایا اور حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

قریش آ آ کے گرتے تھے ہجوم اندر ہجوم اس پر
جھپٹتے تھے کمالِ تن وہی سے زاغ و بوم اس پر
مگر مصعب کے بازو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے
کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے
جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے
تہِ شمشیر صف کی صف الٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابودجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالتؐ

صحابہ[1] دیکھتے تھے جاں نثاری بودجانہؓ کی
کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اس مردِ یگانہ کی
رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی
تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی
وہ سب افسر جو بنیادِ وفائے جاہلانہ تھے
وہی جنگِ اُحد میں زیرِ تیغِ بودجانہ تھے
سرِ مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بد نہادوں کی
کہ جن کی ذات دنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی
جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے
وہ فتنے آج اِس تلوار کے سائے میں آتے تھے
چھپے تھے اِس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر
در آئے بودجانہ بار بار انبوہ کے اندر
وہ اصلی سرغنوں کو دور ہی سے تاک لیتے تھے
اُنہی کو زیرِ تیغِ صاحبِ لولاکؐ لیتے تھے
عطائے خاص کا پورا ادب ملحوظ رکھنا تھا
کہ حقِ تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھنا تھا
در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں دَرّانہ
وہ تنہا جنگ کرتے تھے نہنگانہ، پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں
کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دَف بجاتی تھیں
نظر آیا جو اَب میدان میں کٹتا ہوا قیمہ
ابوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ[2]
نظر آنے لگا تھا رنگ کچھ بے رنگ میداں میں
تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میداں میں

---

[1] آنحضرتؐ نے جب تلوار ابودجانہ کو تفویض فرمائی تو ان صحابہ کبار میں سے بعض جن کو حضورؐ نے تلوار دینے سے انکار کر دیا تھا تفحص میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ ابودجانہ کا قتال غزوۂ اُحد میں واقعی اس شان کا تھا کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آ سکتا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ابودجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشہ گراتے چلے جاتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے   بھگوڑے قرشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے
نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو   تو بڑھ کر پیش کرتی تھی[1] یہ اپنی چوڑیاں اس کو
زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی   دلا کر شرم اُس کو آگ میں پھر جھونک[2] دیتی تھی

ابودجانہ ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بودجانہ کی نظر اس پر   وہ سمجھے فوجِ دشمن کا اُسے کوئی بڑا افسر
جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کو ہلاتا ہو   بجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو
وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے   بزورِ دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے
قریبِ ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا   کہ آ میرے مقابل او فسادی او فریب[3] آراء
کہا چھپ کر کھڑا ہے دیکھ عزرائیل آ پہنچا   یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسماعیل آ پہنچا
یہ سن کر ہند کے ہوش اڑ گئے لرزہ ہوا طاری   قضا کو سامنے دیکھا تو بھولی چوکڑی ساری
پکاری میں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی   یہاں چپکی کھڑی ہوں میں تو لڑنے کو نہیں آئی
یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی   حِنائی ہاتھ کی سرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی
جنابِ بودجانہ پر کھلا اب آنکھ کا دھوکا   کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کو روکا

توقیرِ شمشیرِ رسولؐ

کہا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی   تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی

---

[1] زنانِ قریش ہند زوجہ ابوسفیان کی معیت میں تھیں اور دف بجاتی کبھی صفوں کے آگے کبھی پیچھے ہوتی تھیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی ادھر اور کبھی ادھر دوڑتی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] ابودجانہ نے کہا وہ لوگوں کو گالیاں دیتی، کوستی اور شرم دلاتی تھی، تب میں نے اس پر تلوار اٹھائی اور میں اسے مرد جانتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

طرح بہرِ شفیعِ دوجہاں دیتا ہوں میں تجھ کو
تو کوئی بھی ہو، اُو عورت اماں دیتا ہوں میں تجھ کو
یہ شمشیرِ رسالت ہے ستودہ اور محمودہ
کروں گا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ[1]
تلاشِ گردنِ مردانِ پختہ کار ہے اس کو
ضعیفوں، عورتوں، بچوں پہ اٹھنا عار ہے اس کو
بیاں فرما کے جوہر اہلِ ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چوما جھوم کر تیغِ رسالتؐ کا
پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آراء
جہاں اُنڈی ہوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گنا زائد تھے مشرک اہلِ ایماں سے
مگر منہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
صحابہ جنگ میں اک دوسرے کے تھے معاون بھی
برائے فوجِ کثرت وحدتِ ملت کے ضامن بھی
رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے
اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفوظ دشمن سے
خراشِ جسمِ مسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو
تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوت کا خیال ان کو
نظر اک دوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی
مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی
یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث
یہی تھا اِس جہاں میں غلبۂ اسلام کا باعث
اخوت نے کئے تھے اس طرح دل متحد اُن کے
کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے مدد اُن کے

مشرکین کے قدم اکھڑ گئے

صحابہ یوں گرے تھے لشکرِ کفار کے اوپر
کہ بھاری ہو رہا تھا اک مجاہد چار کے اوپر
شکستہ دل تھے خنجر حوصلے ٹوٹے تھے بھالوں کے
تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے

---

[1] ابودجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے تھے۔ یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی کہ رسول اللہ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

چبھیں نتھنوں میں انیاں تیغ پا ہو کے پھرے گھوڑے سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے
قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہِ گراں باری
قدم اکھڑے تو کام آئیں نہ لنگردار شمشیریں کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں
سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رُخ سے جھلم سر کے گرے یوں سنگدل کھا کھا کے چر کے اور مر مر کے
مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں قریشی سورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں

خالد کی بے بسی [2]

مدد[3] پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا کبھی سوئے یمیں جھپٹا' کبھی سوئے یسار آیا
قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی
مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی[4] کے کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیرانداز ہادیؐ کے
بگولے کی طرح ہر بار چکر کھا کے آتا تھا مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا
رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالد[5] کا کہ لینا تھا اُسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا
نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی کہ پشتے پر جمے تھے تیر اندازانِ اسلامی
مقامِ سخت گھائل تنگ تھی اور فرش پتھریلا رسالوں اور لڑائیوں میں حائل تھا یہی ٹیلہ

علمبرداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ کے بے پناہ حملوں سے فوجِ قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

خالد بار بار آتا تھا کہ سخ سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے مگر تیرانداز تیر مار کر پھیر دیتے تھے۔ (ارشاد الحکمیہ)

خالد کئی مرتبہ آیا اور تیراندازوں نے بھگا دیا۔ (طبری و کامل)

عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (ارشاد الحکمیہ)

خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقام سخ سے نکلنا اور مسلمانوں پر آپڑنا چاہتے تھے مگر ٹیلے کے تیرانداز ان کو کسی طرف بڑھنے نہ دیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہِ پاک ہادی میں
مقامِ امتحاں تھا یہ اُحد کی تنگ وادی میں
اسی باعث ہوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں
کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں امیدیں
رسول اللہ کو معلوم تھی کفار کی نیت
اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیت
سواروں نے تو رہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے
مگر ہر مرتبہ سوفار کھا کھا کر گرے گھوڑے
یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رُخ نہ کرتے تھے
قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے
جب آیا اس طرح گھاٹی کے اندر، گھر گیا خالد
نہ پایا راستہ مایوس ہی تو پھر گیا خالد

اقلیت ظفر مند تھی

ادھر جمعیتِ اسلام تھی مصروف جانبازی
بسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اَب غازی
ہنکاتے مارتے زور آوروں کے وار رَد کرتے
ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے
قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے
قریشی فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجودِ پاکؐ ہی روحِ جہادِ اہلِ ایماں تھا
صحابہؓ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا
نہ جانے کھولنا منظور تھیں وہ کون سی گرہیں
کہ سر پر خود تھا، زیب بدن تھیں آج دو زرہیں
کمان و تیر و ترکش، نیزہ و شمشیر حیراں تھے
مہم غیر معمولی کے یہ سب ساز و ساماں تھے
مگر اس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک
کسی کی ذات پر خود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک
حفاظت ہی اسے مطلوب تھی مظلوم ملت کی
بٹھا دی دھاک اس نے لشکرِ کثرت پہ قلت کی
وہ شاہد تھا بروئے کار زار اپنی جماعت کا
کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شفاعت کا
لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی
بظاہر تو یہاں پہ فتح مندی ہی کی صورت تھی

مسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر[1] تھا
قریشی فوج ہر سو منتشر تھی، حال ابتر تھا
قدم اکھڑے ہوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے
سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے، تھم ہی نہ سکتے تھے
گروہِ حق نے پستی پر لے آیا اَوجِ باطل کو
کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا موجِ باطل کو
قریش اب ہٹتے ہٹتے تا بہ خیمہ گاہ آ پہنچے
یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے[2]
یہاں بھی آ گئے غازی یہاں سے بھی قدم اُکھڑے
کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے
سراسیمہ ہراساں جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے
سلامت لے کے جانیں ساز و ساماں چھوڑ کر بھاگے
جری جرار مفلس اور تونگر سب گریزاں تھے
بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

اکابرِ صحابہؓ دشمنوں کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے صادق الایمان دلاور تھے
وہ اس اترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے
تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا
کہ دل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پژوہوں کا
یہی تو تھے عقب ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکل کے، یہ پتلے تھے قناعت کے

* * *

---

[1] صحابہؓ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو کسی جگہ ایسا فیروز مند نہیں کیا جیسی ظفر مندی احد میں نظر آئی۔ شکست تیر اندازوں کی نافرمانی کے سبب ہوئی کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لئے ٹیلہ چھوڑ آئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] قریش شکست کھا کر بھاگے اور صحابہؓ ان کے لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ (کامل ابن اثیر)

[3] مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے مگر اصحاب رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔ (تاریخ العمران)

[4] اکابر مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے تھے جیسے ریوڑ کے پیچھے چرواہے۔ (تاریخ العمران)

باب ہفتم

فتنۂ مالِ غنیمت

شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں

مگر وہ تازہ ایماں[1] جو ابھی نا آزمودہ تھے
وہ ہمت کے تو پکے تھے مگر غفلت زبودہ تھے
قریبِ منزلِ مقصود آ کے راہِ حق بھولے
پڑھایا تھا جو ہادی نے اچانک وہ سبق بھولے
نظارہ دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا
دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت[2] کا
قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زیرو و زبر کرنے
قدم رو کے تعاقب سے لگے ہمیانیاں بھرنے
فرائض سے ہوئے غافل حصولِ مال پر ٹوٹے
غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے
ردائیں خوابِ غفلت نے نگاہِ ہوش پر ڈالیں
زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں
مقرر تھے غلام اس خیمہ گہ کی پاسبانی کو
وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو
لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا
یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصودِ عالی تھا
گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو
بڑھائے ہاتھ ہر جانب دہانِ طمع بھرنے کو

---

[1] سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا وہ تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ۔ تاریخ العمران)

[2] قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعین کیا تھا جنہوں نے اسباب متفرق کو یکجا کر کے پوستینیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتح مند مجاہد آ پڑے تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخ العمران)

غرض اسلام کا لشکر تھا اس غفلت میں آسودہ　　نہیں تھا یاد ان کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ

ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق

ادھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محوِ نظارا　　کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اُٹھا سارا
نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دنیا　　وہ سمجھے تھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دنیا
نظر آئے مسلماں محو جب فکرِ غنیمت میں　　تو دلچسپی ہوئی ان کو بھی اب ذکرِ غنیمت میں
اٹھی اک موجِ بیتابی قلوبِ اہلِ صولت[2] میں　　کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصولِ مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ

ہوئے مانع مگر اس راہ سے ابنِ جبیرؓ ان کو　　سنایا پڑھ کے فرمانِ امامِ اہلِ خیر اُن کو
کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی مناہی ہے　　یہیں ٹھیرو کہ یہ تاکیدِ محبوبِ الٰہی ہے
شرف تم کو ملا ہے آج پشتیبان بننے کا　　کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا
پیمبرؐ نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو　　نہ سمجھو حکمِ ہادیؐ سے فزوں مالِ غنیمت کو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے　　یہ ارشادِ پیمبر ہے یہ حکمِ ہادیِ دیں ہے

تاویلِ احکامِ نبوت

یہ سن کر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا　　لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرتِ والا

یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ○　　تم دنیا کی دولت چاہتے ہو اور خدا آخرت چاہتا ہے خدا دانا و توانا ہے۔

جب مشرک شکست کھا کر بھاگے اور مسلمین نے ان کا پیچھا کیا اور بہت سے مسلمین ان کے لشکر گاہ کی لوٹ پر مستعد ہوئے اس وقت تیر اندازوں میں سے جو مارف پر مامور باستقامت سے بعض نے کہا۔ اب یہاں کھڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بر آئینہ حق تعالیٰ نے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے کو لوٹ رہے ہیں۔ آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ غنیمت حاصل کریں۔ (ارشاد الحکمۃ)

کہا یہ[1] ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبرؐ حصولِ فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبرؐ
خدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو خس و خاشاک نے پلٹا دیا طوفاں کی موجوں کو
ہوئی فضلِ خدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی
ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے ہمیں محروم رہ جائیں بھلا اس بختیاری سے
غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کفرانِ نعمت ہے

تیرانداز ٹیلہ چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کر کے تیر انداز چل نکلے بلندی سے سوئے پستی یہ سب شہباز[2] چل نکلے
رہے ابن جبیرؓ آمادۂ ہر سعیٔ امکانی مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی
گرے یکلخت حبِ مال کے پردے نگاہوں پر کہ بے خود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر
کمان و تیر و ترکش اپنی اپنی پشت پر ڈالے حصولِ مالِ دنیا کی طرف لپکے خدا والے

ٹیلے پر حضرت ابن جبیرؓ اور سات تیرانداز

غنیمت کی طلب میں ہو کے نافرمان چل نکلے کیا پشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے
ہوئی کمزور ہی ملت نگاہ و دل کی ناچاقی فقط ابن جبیرؓ اور چند ساتھی رہ گئے باقی
یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

---

[1] تیراندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی اور کہا آنحضرتؐ کا منشائے مبارک یہ نہیں ہو سکتا جو تم سمجھتے ہو۔

[2] تیراندازوں کی اکثریت نے آنحضرت اور عبداللہ بن جبیرؓ کی نصیحت نہ مانی اور ٹیلہ چھوڑ کر لوٹ میں شامل ہو گئے۔ وہ اپنی کمانیں اور تیر بغلوں میں ڈالے تھے اور
تاراج مال میں بے خوف و خطر مشغول تھے۔ (تاریخ العمران)

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

اُدھر خالد کہ تھا مغلوب تیر انداز دستے سے   بہت مایوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے
نظر آتی تھی اپنی فوج کی پوری شکست اس کو   تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو
بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اک نظر ڈالی   تو کیا دیکھا کہ پشتہ پشتیبانوں سے ہوا خالی
فقط سات[1] آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پر   جو قادر ہو نہیں سکتے تھے ان کی راہ بندی پر
مسلمانوں کی غفلت تھی کہ امرِ اتفاقی تھا   ہوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا
گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بیکار خالد نے   مسلمانوں پہ کر دی پشت سے یلغار[2] خالد نے

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پشتہ خالی ہو چکا تھا پشتیبانوں سے   نہ رک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے
مگر ابنِ جبیر اور ان کے ساتھی صادق الایماں   ہوئے ان کے مزاحم اور سارے ہو گئے قرباں
رہے ترکش میں جب تک تیر برساتے رہے ان پر   ہوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے ان پر
رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آ گھیرا   شہادت کے طلب گاروں نے لیکن منہ نہیں پھیرا
کیا چورنگ تلواروں نے چھیلا ان کو بھالوں نے   ادائے فرض لیکن کر دیا اللہ والوں[3] نے
تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر اُن کے   ستارے تھے مگر پیشانی افلاک پر اُن کے
وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو اُن کو   شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخ رو اُن کو

حضرت ابن جبیر محض سات آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ٹیلے پر رہ گئے تھے باقی سب مقام کو خالی کر گئے۔ (تاریخ العمران)

عبداللہ ابن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رُکے تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے جنگی رسالہ کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا۔

عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی لیکن سب شہید کر دیئے گئے۔ (تاریخ العمران)

غنیمت لوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو چکا اُن کا تو ٹیلہ ہو گیا خالی — اسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی
نظر آیا قریشی خیمہ گہ پر ایک میلہ ہے — مسلمانوں کا قبضہ اور لٹنے کا جھمیلہ ہے
مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میان میں کس کر — فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کر
کمانیں دوش پر، ترکش بغل میں، پشت پر ڈھالیں — نمایاں شانِ اطمینان ہے اور سست ہیں چالیں
نکالی[1] جا چکی ہر ایک شے خیموں کے اندر کی — رسد کی خورجیاں، کپڑوں کے بقچے، تھیلیاں زر کی
قریشی سورما کچھ دور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں — مجاہد پیچھے پیچھے ہیں، وہ آگے آگے پھرتے ہیں
ہوئی ہیں[2] دف بجانے والیاں بھی منتشر ساری — پہاڑوں میں چھپی ہیں منہ چھپا کر خوف کی ماری
سپہ سالار ابوسفیان بھی میداں سے غائب ہے — قریبِ خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے، نہ نائب ہے
ہوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبدالدار کا جھنڈا — پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ

یہ صورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا — رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا
معیت میں بہت افراد خاص الخاص تھے اس کے — معاون عکرمہ اور عمرو بن[3] العاص تھے اس کے
رسالوں نے لگائی دوڑ ان پرپیچ راہوں سے — جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے
مسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے — برابر بھر رہے تھے خورجیاں مالِ غنیمت سے

---

[1] احد کے دن صحابہ غارت و تاراج میں پڑ گئے اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر رکھ رہے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] عورتیں جو دف بجاتی تھیں بھاگیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھپیں۔ (طبری کامل)

[3] خالد بن ولید نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہو گیا اور بقول بعض عمرو بن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا۔

(تاریخ احمدیہ)

نرالا رنگ لائی اب حصولِ مال کی صورت — کہ غفلت میں رسالے آپڑے بھونچال کی صورت
دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے — خبر اُس دم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے
یہ سیلِ مرگ [1] اچانک دفعتاً بے ساختہ ٹوٹا — اُدھر اندوختہ ٹوٹا، اِدھر اندوختہ ٹوٹا
کسی نے کچھ نہ دیکھا، کس طرف سے بجلیاں چمکیں — یہ انیاں پشت و پہلو توڑ کر سینوں میں جا دھمکیں
بہت اس ضرب کاری سے گرے ہیجان ہو ہو کر — بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر
یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا، سنبھلنا سخت مشکل تھا — پڑا تھا پیچ ایسا بچ نکلنا سخت مشکل تھا
سوارانِ قریشی آ گرے جب تان کر بھالے — ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلہ چھوڑنے والے
گرا کر ان کی لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے — غنیمت لوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے
نظر آیا کہ ہر سو اک بلائے ناگہانی ہے — بپا ہے اک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے
اچانک آ لیا تھا موت کے سیلاب نے ان کو — کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے اُن کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے — ابوسفیاں بھی آیا، دوسرے جلاد بھی پلٹے
شجاعت جاگ اٹھی ہو گیا بیدار طیش ان کا — پھرا اور فوجِ مسلم پر گرا اب جیش ان کا
ہوا کے ساتھ ہی اب سورماؤں نے بھی رُخ پھیرا — شرارت عود کر آئی مسلمانوں کو آ گھیرا
نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک — قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک
قضا نے دفعتہً ایسی فضا بدلی زمانے کی — کہ اک عورت کو جرأت ہو گئی جھنڈا اٹھانے کی

---

[1] خالد کے سوار آپڑے تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پرواہ ہو کر لوٹنے میں مصروف تھے اور ہر ایک نے جو کچھ پایا اس کے ہاتھ میں تھا تک اس پر نیزے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اٹھایا ایک عورت نے جنونِ مردانِ خونی کا بڑھایا ایک عورت[1] نے
یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا زمیں آئینہ حیرت تھی فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدینِ اسلام کی پامردی

وہ مسلم جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور و شیون کا
ہوا کا رُخ ادھر سے اس طرف پلٹا ہوا پایا مصافِ کفر و ایماں صف بہ صف پلٹا ہوا پایا
کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم اُن پر اچانک آ پڑی ہو جس طرح بادِ سموم[2] اُن پر
عدولِ حکمِ ہادیؑ نے دکھائی تھی یہ نیرنگی فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی

رسول اللہؐ پر حملہ کرنے کے متلاشی

ابنِ قمیہ

بہت سے سازشی ارکان پتلے تھے شقاوت کے کہ دعویٰ کر کے آئے تھے محمدؐ کی عداوت کے
انہی میں اک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیالِ خام رکھتا تھا
مٹانا چاہتا تھا دہر سے نورِ مجرد کو بہر سو ڈھونڈھتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو
محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا
محمد ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطاں کا فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا
اسی کے خون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ اسی کی تاک میں پھرتا تھا یہ ابلیس کا بندہ

---

[1] جب ان کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا تھا اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی یکایک ایسی ہوا بدلی عمرہ بن علقمہ نام کی ایک حارثیہ عورت نے اسے اٹھا کر بلند کیا۔ (خاتم المرسلین)

[2] جب قریش منتشر ہوئے تو ہوا پروان چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ آئے تو دفعتاً پچھوار چلنے لگی مسلمین کا رُخ پچھم کی طرف تھا جبکہ وہ جب غارت میں مشغول تھے۔ (ارشاد الحکمۃ) اُحد میں لشکر اسلام پر جو زد پڑی وہ تیر اندازوں کے عدول الحکم کے باعث تھی۔ (تاریخ العمران)

حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی نگاہِ بد

علمبردار مصعب بن عمیر اللہ کے غازی
نظر آئے اسے انبوہ میں مصروف جانبازی
رسول اللہ سے قدرے مشابہ تھا جمال اُن کا
علم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جمال ان کا
ہلاکت گاہ میں اٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا علم اُن کا
مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی علم فی الحال قائم تھا
یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعبؓ کی بسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا
تھا ارماں کعبۂ مقصود کو مسمار کرنے کا
تہیہ کر لیا قاتل نے چھپ کر وار کرنے کا

ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے

بڑھایا اس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
بزعمِ خود جنابِ احمدِ مختار کی جانب
یہ کینہ توز رُخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کتراتا
دغا بازی پہ رکھا جنگ کا دارومدار اُس نے
کیا پیچھے سے آ کر بازوئے مصعب پہ وار اس نے
احد میں جس نے اب تک غلبۂ اسلام رکھا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے علم کو تھام رکھا تھا
علم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ
علم تھاما گرا کر ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
رہے حق کا علم اونچا یہ کی تدبیر مصعبؓ نے
مگر اس پر بھی ایسا ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
لگائی تیغ مصعب پر دوبارہ ابنِ قمیہ نے

ہوا اس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعبؓ کا
شہادت سے تھا چہرہ مطلعِ انوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمین و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ   علم کی جڑ دبالی درمیانِ گردن و شانہ [1]
قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے   مگر مصعبؓ تھے قائم اور علم بھی ساتھ مصعب کے
کٹے ہاتھوں کے دونوں ٹھنڈ اب چھاتی پہ آئے تھے   علم کی چھڑ دبائے دل پہ ہالا سا بنائے تھے
لہو گرتا تھا جیسے ہو کوئی رنگین فوارہ!   مگر فرصت کسے تھی کون کرتا اُس کا نظارہ
مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے جال کے اندر   عقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر
علم کی چھڑ پہ گردن اور علم تھا ایک شانے پر   جبیں سوئے فلک آنکھیں خدا کے آستانے پر
عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب مشہد میں استادہ   دمِ آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ
نہ دل امداد کا جویا نہ خواہانِ ترحم تھا   زباں پر نغمۂ تکبیر چہرہ پر تبسم تھا

اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
علمبردارِ حق کا سر اتارا ابنِ قمیہ نے

---

[1] مصعبؓ بن عمیر جو آنحضرتؐ سے صورت میں مشابہ تھے علم اٹھائے ہوئے تھے۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ (سیرت النبی) لشکر اسلام کے حامل لواء مصعبؓ بن عمیر تھے۔ جب مسلمانوں نے روگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے اس وقت ابن قمیہ اسپ سوار نے ان کو دیکھا اور ان کے دست راست پر تلوار ماری کہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے علم کو دست چپ میں لے لیا۔ تب اس نے دست چپ بھی قطع کیا تو وہ علم پر جھکے اور اس کو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ سینے سے لپٹا دیا۔

[2] مصعبؓ بن عمیر ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور شائقین اسلام میں سے تھے۔ آپ نہایت صاحب جمال اور تبلیغ اسلام کرنے والوں میں درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامہ زیبی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موٹا کمبل بمشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منورہ سے کچھ لوگ مکہ پہنچے اور آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی کہ احکام اسلام سکھانے کے لئے کوئی معلم ان کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکار دو عالمؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آ کر اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ کے قبائل تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ غزوۂ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوۂ احد میں بھی ان ہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی اور اسی شباہت کی وجہ سے ہی ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ (دیکھو ابن اسحٰق اور طبقات ابن اسعد)

سرِ سجدہ گزار اس طرح اُترا فرش کے اوپر صدائے ربیّ الاعلیٰ کی گونجیں عرش کے اوپر
جھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی
اٹھا افلاک کی جانب غبارِ نورِ افلاکی

* * *

بابِ ہشتم

شہادتِ رسول ؐ کی افواہ --- اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل

ادھر اک قہقہہ گونجا دہانِ ابنِ قمیہ سے　　زباں شیطان کی چیخی زبانِ ابنِ قمیہ سے
کہ لوگوں دیکھو آؤ میں نے کس کا سر اتارا ہے　　محمد ؐ کو ' مسلمانوں کے پیغمبر ؐ کو مارا ہے
میرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمد ؐ کو　　بجھایا میں نے پھونکوں سے چراغِ نورِ سرمد کو
یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا جاتا تھا دیوانہ　　کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہادِ بے وقار اس کی　　مگر آواز گونجی صورتِ صوتِ حمار اُس کی
کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دُہرایا　　کہ اس کا قولِ بد گوشِ مسلماناں میں پہنچایا [۲]
صحابہ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے　　ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے

اثر خود کردنی کا تھا کہ دل ان کے فسردہ تھے
ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے

---

[۱] ابن قمیہ نے مصعب ؓ بن عمیر کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ علم اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ میں نے خود رسول اللہ کو شہید کر دیا ہے۔ غالباً اس کے مشہور کرنے سے یکا یک میدان جنگ میں یہ خبر اڑ گئی کہ جناب رسالت ؐ شہید ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

[۲] ابن قمیہ نے ان (مصعب ؓ) کو شہید کر دیا اور غل مچ گیا کہ آنحضرت ؐ نے شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

صحابہؓ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا
محمدؐ مصطفیٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی اسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی
محمدؐ ہی کے دم سے تھا اجالا ان نگاہوں میں اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں
محمدؐ کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ
گرے ہتھیار، بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے جہاں بھی تھے قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے
نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا، دل پر غبار آیا دماغ و دل میں عقل و عاشقی[1] میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے مگر یہ ضرب کاری تھی سکوتِ مرگ کی سی اک غشی سب پر ہی طاری تھی
غشی تھی، بے ہشی تھی، خود فراموشی تھی، سکتا تھا کوئی روئے زمیں، کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
ہوئی خود کردنی آئینہ حیرت چھا گئی ان پر پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی، آ گئی اُن پر

دکھائی تھی یہ صورت فتنۂ مالِ غنیمت[2] نے
کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

بار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

ازسے عام بدحواسی چھا گئی۔ (سیرت النبیؐ)

ن مجید میں غنیمت کی نسبت ''متاعِ دینوی'' کا لفظ آتا ہے اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی ہے۔ جنگ احد میں جب اس بناء پر شکست لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں معروف ہو گئے تو یہ آیت اتری۔

ترجمہ:- تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے۔

کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو حیرت نے حواسوں پر اُڑھا دیں چادریں احساسِ غیرت نے
نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی تباہی بن گئی تھیں شامتیں مالِ غنیمت کی
غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سرکے لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے
دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے تمیزِ دوست دشمن کر نہیں سکتے تھے وار ان کے
نظر کی آب تیری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دھند تلواریں
خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی تزلزل تھا یہاں، مہلت کہاں تھی[1] روشناسی کی

رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میداں میں[2] رفاعہؓ اور یمانؓ آئے سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے
یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی خدا کی راہ میں اُن کی دعائے خیر کافی تھی
یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر مدینے کے انہیں اس شوروغل نے کر دیا بیزار جینے سے
شہادت کی خریداری کو دونوں سربکف دوڑے جہاں ارزاں ملے جنسِ شہادت اس طرف دوڑے
محمدؐ مصطفیٰ کا نامِ نامی تھا زبانوں پر کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر
عصا ہاتھوں میں، بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں بخطِ راست روحیں جانبِ جنت کشیدہ تھیں
احد میں ان کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو

---

[1] بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست و دشمن کی تمیز نہ رہی۔ (سیرت النبی)

[2] یمان جن کو جبل بن جابر کہتے ہیں اور رفاعہ بن وقش یہ دونوں بزرگ کبیر السن تھے۔ مدینہ کے ٹیلوں پر عورتوں کے ساتھ چڑھائے گئے تھے۔ ایک نے دوسر
ے کہا کاش ہم رسولِ خدا کے ساتھ احد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے اور ایسے وقت پہنچے جب مشرکین اور مسلمان باہم مخلوط تھے۔ اس وقت ان پر تلوار
پڑیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

ہوا اک دوست دستِ دوستاں ہی سے بحق واصل[1]
مگر کی دوسرے نے یہ مراد اغیار سے حاصل[2]

میانِ دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل
مسلماں تھے مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرح گھائل

کہاں تھی ان کو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی
نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ افگن کی

پیاپے ان پہ نیزے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بے خود ساکت ہونے والے

صدا میدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل
خدا کا پاک پیغمبرؐ خدا سے ہو چکا واصلِ

چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا
فلک تھرا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا

یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سانی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر ابتدائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی

کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا

حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے
محبت آشنا دردِ جدائی سہہ نہیں سکتے

فاروق اعظمؓ بھی سکتہ میں

خبر سن کر شہادت پائی سردارِ دو عالمؐ کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظمؓ کی

گرے ہتھیار، سر سینے کے اوپر جھک گیا اُن کا
دماغ ازکارِ رفتہ ہو گیا دم رک گیا ان کا

نہ اب بازو میں بل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے زمین و آسمان و شش جہت گویا

کھڑے تھے اک جگہ ڈوبے ہوئے بحرِ تحیر میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیر میں

دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کشمکش میں آ گئے اور ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے میرے باپ ہیں مگر کون سنتا تھا غرض شہید ہوئے۔ (سیرت النبیؐ)

رفاعہ کو مشرکین نے شہید کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

سارے میدان میں مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ شہید کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا سکتے میں تھا۔ (خاتم المرسلین)

سروشِ غیب سے ہم داستاں تھی جس کی گویائی
غریقِ خود فراموشی ہوئی تھی اس کی نادانی

حضرت انس ابنِ نضرؓ

صحابہ میں سے انسؓ ابنِ نضر اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک دوراہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے

جنابِ انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگ میں دیکھا

عمر سے دست و بازو روک لینے کا سبب[1] پوچھا
رُکے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب پوچھا

کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اِسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے

عمر کو بھی جو یوں جذبات میں کھویا ہوا پایا
جناب انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا

کہ اچھا مان لو وہ جسمِ اطہر اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں

پھر اے فاروق ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدا تو ہے ہمارے ساتھ اس سے رشتہ کیوں توڑیں

ہوا واصل بحق و جانِ جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اس انجام کی خاطر

یہ کہہ کر انسؓ نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمرؓ بھی جاگ اٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اُٹھ کر جہاد فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رُخ اپنا عبادت گاہ کی جانب

بڑے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو
لہو سے نقشِ پائے عاشقی گلرنگ کرنے کو

مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوشِ رہرواں سے راہ پاتے ہیں

---

[1] حضرت انس کے چچا (انسؓ بن نضر) لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہ نے تو شہادت پائی۔ حضرت انس بن نضر نے کہا ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے

بہت ایسے[1] بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے　　کھڑے تھے بعض بے خود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے
قریشی فوج کا دل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا　　یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا
کثیر افراد نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے　　جہادِ فی سبیل اللہ سے منہ موڑ کر[2] بھاگے
ہزیمت خوردہ فوجِ قرشیاں پھر لوٹ آئی تھی　　مسلمانوں نے ظاہر میں شکستِ عام کھائی تھی
ہجومِ یاس نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا　　کہ رُوباہوں کا نرغہ پا کے ان شیروں نے منہ پھیرا
خدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مسلماں کو　　کہ یہ راہِ طلب سے دور لے جاتی ہے انساں کو

مگر وہ پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے　　لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے[3]
محبانِ نبیؐ ایسے بھی تھے فوجِ مسلماں میں　　رہے اول سے آخر تک جو قائم آج میداں میں
اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا اُن کا　　ادائے فرض ہی دنیا میں نصب العین تھا اُن کا
صدائے اُمت اُمت ان بزرگوں کی زباں پر تھی　　نظر ان کی ہدایاتِ شفیعِ انس و جاں پر[4] تھی!
اگرچہ رنگِ حیرت اس خبر سے دِل پہ طاری تھا　　لبوں پر قدخلت من قبلہ کا ورد جاری تھا
جو اس حالت میں بھی محوِ جہادِ والہانہ تھے　　علیؓ، بوبکرؓ و حمزہؓ تھے، اسیدؓ و بودجانہؓ تھے

---

[1] اس آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبی)

[2] اس ہل چل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ (سیرت النبی)

[3] جانثاران خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ (سیرت النبی)

[4] مسلمان بدحواسی میں باہم ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ تا آنکہ مسلمین نے خود بخود یہ نشانی قرار دی یعنی امت امت پکارنا شروع کیا تا کہ مسلمان مسلمان کو پہچان سکیں حتیٰ کہ ان کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے رُک گئے۔

زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ بوعبیدہؓ حارثؓ و عاصمؓ
خبابؓ وسہلؓ وسعدؓ وطلحہؓ سب تھے ثابت و قائم

ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہؓ کا نامِ نامی بھی
معاذ ابنِ جبلؓ اور کعبؓ کا اسمِ گرامی بھی

اُن کا مقصود

ہوا میں گونج اٹھی جب خبر قتلِ محمدؐ کی
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیل مقصد کی

یہ مقصد تھا خداوندانِ باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا

یہ مقصد تھا دفاعِ آدم سے ابلیسی خصومت کا
یہ مقصد تھا قیام اللہ واحد کی حکومت کا

یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا

یہ مقصد تھا رِہا کرنا غلامانِ مقید کو
یہ مقصد تھا مٹانا فرقِ ابیض اور اسود کو

یہ مقصد خدمتِ دیں خدمتِ اسلام کرنا تھا
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا

اگرچہ حال اس بھونچال میں بے حال تھا ان کا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
کبھی موجوں کے سر پر تھے، کبھی گرداب کے اندر

گھرے تھے موت میں یا موت کو گھیرے ہوئے تھے یہ
پھرے تھے قبلہ رُخ دنیا کا منہ پھیرے ہوئے تھے یہ

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلال حضرتِ [2] حمزہ مثالِ مہرِ تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا

سرِ دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا

---

[1] طلب گاران شہادت نے تلواروں کے نیام پھینک دیئے اور فوج مشرکین میں گھس گئے ان کی زبانوں پر یہ آیہ تھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ جاری تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] نازک وقت میں تین مرد ثابت قدم رہے۔ (تاریخ العمران)

جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہِ قریش ان کو   بپھر کر اس پہ جا پڑتے تھے آ جاتا تھا طیش ان کو
حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا   چمکتے تھے شہاب آسا جھپٹتے تھے عقاب آسا
قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا   نظر میں طیش پا کر جیش ان سے گریزاں تھا[1]
نمازِ صبح سے اک رنگ تھا اس مردِ غازی کا   یہ قربِ ظہر تھا وقت آ چکا تھا اب نمازی کا

سباعِ غشبانی

سباع اک مرد طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں   گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں
یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملے کرتا پھرتا تھا   ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا
یہ صورت دیکھ کر حمزہؓ نے اس کو دور سے ٹوکا   وہ ان کو دیکھ کر سر کا تو بڑھ کر راستہ روکا
کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ ختانہ[2]   کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ
اِدھر آ" تیری جرأت کا مزا تجھ کو دکھا دوں میں   مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں
یہ کہہ کر دست چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا   گری تلوار اُس کی جسم کانپا برملا اس کا
اٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا   گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا
تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی   وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

وحشی غلام کمین گاہ

وہ سارا واقعہ گزرا تھا وحشی کی نگاہوں میں   دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کو گناہوں میں

حضرت حمزہ دودستی تلوار مارتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفوں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔ (سیرت النبیؐ)

سباع غشبانی کی ماں مکہ ختانت النساء تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

سباع غشبانی سامنے آ گیا۔ پکارے کہ او ختانت النساء کے کہاں جاتا ہے۔ (سیرت النبی)

خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی قرشی جوانوں کی   وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی
تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فردِ فراری کا   کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیرِ شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نڈر مکاری درد باہ بازی سے   چلے جاتے تھے حمزہؓ اک ادائے بے نیازی سے
غلامی کی نظر نے شست باندھی اس یگانے کی   کہ جس کی قہربانی جان تھی سارے زمانے کی
نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دنیاوی خصومت تھی   نہ جھگڑا جاہ وثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکہ ہائے زر کے وعدے پر   فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلامِ تیرہ رُو نے کی اسی پر مشقِ صیادی   جسے مدِ نظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی   نشانہ کر کے پھینکی دور سے ناپاک نے برچھی
تھی مشہورِ زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی   نشانہ ناگہاں کا بن گیا اللہ کا غازی
رضائے حق یہی تھی بر قضائے مشت سے نکلی   یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی

حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفیٰ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری   اگرچہ زخم کاری تھا مگر ہمت نہیں ہاری
اڑے پرواز جاں کے ساتھ حمزہ جانبِ دشمن   شغال آمادۂ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر افگن [2]
کمینے کی کمیں گہہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے   کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیرِ حجازی نے

---

[1] خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہ بھیڑ کو چیر کر سباع غبشانی کی طرف بڑھے تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپا رہا اور میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو زمین پر اٹھا کر دے مارا اور قتل کر دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] حمزہ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے وحشی نے اپنی برچھی تول کر دور سے پھینکی یہ برچھی حضرت حمزہؓ کے شانے پر لگی اور پار ہو گئی۔ (تاریخ العمران) حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر وحشی کا تعاقب کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اِدھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا   بدن میں رعشہ تھا بھاگا نہ جاتا تھا مگر بھاگا

حمزہؓ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں   اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہ   قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے[1] حمزہ
عقابِ روح پہلے ہی سے تھا پروازِ آمادہ   اڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جرأت اک بہانہ تھا   حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوق عادت کا   جمانا تھا دلوں پر نقش اس حُسنِ شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نورانی غبار اُٹھا   فرشتہ لے کے جانِ بندۂ پروردگار اُٹھا
زمیں پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ   فروغِ زخم بے حد سے بہارِ بے خزاں لاشہ

وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہؓ کو ناپاک زنگی نے   یقیں آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے
وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غارِ مہلک کے قریب آیا   تو رشکِ آسماں کو خاک پر سویا ہوا پایا
رُخِ انور پہ وہ ریشِ سفید و شاندار اُس کی   شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اُس کی
ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اُٹھے   ارادہ تھا ذرا جنبش نظر آئے تو بھاگ اٹھے
اٹھا کر کنکری اس سنگ دل نے شیر پر ماری   رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خودی طاری
یہ دیکھا تو دلِ وحشی کو اک گو نہ قرار آیا   چھری لے کر قریب نعش اب یہ نابکار آیا

---

[1] زخم خوردہ حمزہؓ نے وحشی کا تعاقب کیا مگر ایک گڑھے میں گر پڑے اور روح پرواز کرگئی۔ (تاریخ العمران)

ہند کے لئے ہدیہ

اب اس کرتوت کا انعام لینے کو چلا ناداں
متاعِ بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں

یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اس کی
ابوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اس کی

قریبِ ہند آیا کارنامہ اپنا بتلایا
جگر حمزہ کا دکھلایا پھر اپنا حق بھی جتلایا

یہ مژدہ سن کے شیطانی مسرت ہند پر چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی

قسم کھائی تھی حمزہؓ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی

عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اس قصائن پر
تعجب تھا دلِ وحشی کو بھی اس کے قرائن پر

اہاہا کہتی جاتی منہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر حمزہؓ کا دانتوں سے چباتی جا رہی[۲] تھی یہ

جگر تھا اس کے منہ میں خون باچھوں سے ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور منہ حیرت سے تکتا تھا

نہ اترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اس نے اُگلا اور زمیں پر اس کو دے پٹکا[۳]

مری بھی نسل ہو ایسی یہ اس کا شوقِ بیجا تھا
نگلنا اس کو مشکل تھا یہ حمزہؓ کا کلیجہ تھا

ہوا ہندِ جگر خوار آج سے مشہور نام اس کا
مگر اترا نہ اس پر بھی جنونِ انتقام اس کا

پکاری واقعی تو نے کیا وحشی یہ کام آخر
ملا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر

ہوا برباد اسی حمزہؓ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتلِ حمزہ دل نہیں طالب کسی شے کا

وحشی کا قول ہے کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا اور میں نے پہلے کنکری ماری مگر حمزہؓ نے کوئی جنبش نہ کی تب میں سمجھا کہ روح نکل چکی ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۱] وحشی نے چھری سے حمزہ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۲] وحشی نے ہند سے کہا اگر میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہو تو کیا انعام ملے گا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۳] وحشی نے کلیجہ پیش کیا۔ ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا۔ (تاریخ العمران)

[۴] جگر گلے سے نہ اتر سکا اس لئے اگل دینا پڑا۔ (سیرت النبی)

چلا وحشی اگرچہ اس کا جی ہامی نہ بھرتا تھا — یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی دہشت سے ڈرتا تھا
کسی صورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو — شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

ہند جسدِ حمزہؓ پر

دکھایا جا کے خطہ اس زمینِ آسمانی کا — جسد جس جا پڑا تھا اک حیاتِ جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون و خاک کے اندر — کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرہ تھا — شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولہا کا سہرا تھا
ہوا حسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پر آئینہ — کدورت اور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرِ تاباں کی — بگاڑی کافرہ نے شکل اس مردِ مسلماں کی

ہند کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدانِ وفا کا رُتبہٴ عالی — چھری سے گوش کاٹی اور بینی قطع کر ڈالی
لیا سینے سے دل، سینے میں دل بھی مردہ تھا اُس کا — نکالے پیٹ سے گردے عجب دل گردہ تھا اس کا
حیا کترا گئی دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ — کہ اس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ

یہ اعضا ایک رشتے میں پروئے موبمو اس نے
بنایا ہار ان کو کر لیا زیبِ گلوئے اس نے

تاریخوں میں ہند کا لقب جگر خوار لکھا جاتا ہے اسی بناء پر ہے۔ (سیرت النبی) ہند وحشی کو ساتھ لے کر حمزہ کی لاش پر آئی اس کے دل میں اس قدر عناد بھرا تھا کہ
کان، مذاکیر (اعضائے مردانہ) کاٹ لئے۔ (تاریخ العمران)

ہند امیر معاویہ کی ماں نے ان پھولوں کا ہار بنایا اور گلے میں ڈالا۔ (سیرت النبی)

وحشی کا انعام

اتارا طوق اپنا دے دیا انعام قاتل کو   ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام قاتل کو
کہا مکہ میں چل کر اور دس دینار بخشوں[1] گی   تجھے کھانا کھلاؤں گی تجھے دستار بخشوں گی
چل اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں   یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں
پہن کر طوقِ لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل   دکھا کر گرما گرمی سرد ہو کر رہ گیا قاتل
ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا   ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا
ابھی مکہ میں جانا تھا، ابھی دینار ملنے تھے   ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے
کیا محروم ایسے قہرماں سے اس کی ملت کو   صلہ یہ کچھ ملا، پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلت کو
غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سر ماریں   نصیب ان کو ہوا کرتی ہیں ہی[2] پھٹکاریں
دیا تاریخ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو   خطابِ "قاتلِ حمزہؓ" قیامت تک ملا اس کو
خبر کیا تھی کہ آخر کو مسلماں اس کو ہونا ہے   لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو   سبق حبِ نبیؐ کا دے گئے عالی نہادوں کو
ادھر قتلِ نبیؐ کا اٹھتے ہی میداں میں آوازہ   پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ
فقط گنتی کے چند اصحاب محوِ سرفروشی تھے   شہادت کے تمنائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے
شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور و نامی   حیاتِ تازہ کی آغاز تھی یہ نیک انجامی

---

[1] ہندا نے اپنے کپڑے اور زیور وحشی کو انعام دیا اور گھر پہنچ کر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ (خاتم المرسلین)

[2] وحشی کو آزادی نصیب ہوئی مگر چند ہی روز میں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ (خاتم المرسلین)

خبر سن کر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی
دلوں میں انتہائی فکر تھی مسئول[1] ہونے کی
سمجھتے تھے کہ آنے والا ہے روزِ حساب آخر
خدا کے سامنے دیں گے بھلا ہم کیا جواب آخر
قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ
مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خوئے شیرانہ
یہ کرتے جا رہے تھے وار شمشیرِ دودستی کا
ہوائے خود سری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

نگاہِ ہادیِ اسلام

نگاہِ ہادیِ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مجاہد تھی
مسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قرشی کی ہزیمت تھی
حصولِ فتح بھی غفلت پئے مالِ غنیمت تھی
ادھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا
جسے تفویض سدِّ باب تھا خالد کے رستے کا
نبی کا حکم سن کر بھولنا یا بھول ہو جانا
فریضہ چھوڑ دینا لوٹ میں مشغول ہو جانا
اُدھر سے ناگہانی ضرب خالد کے سواروں کی
سنانیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی
مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
متاعِ دینوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا
بہم اک دوسرے پر وار کرنا اہلِ ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سرِنو سیدِ طوفاں کا
اقلیت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوبِ باری پر
اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھلتا جاتا تھا
کہ داغِ غفلتِ ملت لہو سے دُھلتا جاتا تھا
یہاں ایمان کو تلنا تھا میزانِ محبت میں
بشر کا حوصلہ کھلنا تھا اعلانِ محبت میں
یہاں نو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھائی تھی یہاں افتاد وقتِ نامساعد کی

عباس بن عبادہ بن فضلہ اور خارجہ بن زید بن ابی زہیرہ و اوس بن خفس و قیم وامیہ بن مغیرہ وغیرہم آواز بلند لوگوں کو پکارتے تھے اور کہتے تھے اگر حضور شہید ہو گئے اور ہم گوشِ چشم سے دیکھتے ہیں تو ہمارا کوئی عذر پیش خدا قبول نہیں ہو سکتا۔ (العمران)

یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا
کھڑے تھے اسلحہ در بر رسولِ پاکؐ میداں میں
نظر آتی تھی ہر سو ابتری فوجِ مسلماں میں
ابھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر مردِ مومن کا
ہٹاتا اور ہنکاتا تھا ہجومِ قرشیاں اُن کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسماں اُن کو

اِس افتاد کے وجوہ

ہزار افراد اس میداں میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے[1]
وہ سب غدار، بزدل، وہ کمینے اور بے ہمت
کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جن کی موت بھی لعنت
وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے
ابھی آغاز بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میدان سے نکلے
بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایماں
ہوئے جو معرکہ آراء بروئے لشکرِ شیطاں
رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادی کی ہدایت پر
خدا ہر آئینہ موجود تھا ان کی حمایت پر
بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی
یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعت کا
بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا
مگر جب سر اٹھایا فتنۂ مالِ غنیمت نے
ظفر کا منہ دکھا کر آ لیا ان کی ہزیمت نے
نبیؐ کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں
کثیر افراد نے پیٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں
سنائی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے
غنیمت کیا ملی امید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے
فقط ستر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آراء
مقابل اس گھڑی جن کے جہانِ کفر تھا سارا

---

[1] ابن ابی اور اس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ (مصنف)

گھرے تھے قاتلوں میں موذیوں میں بدنہادوں میں
لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں
جگر پرُخوں تھے سب کے سوزشِ داغِ جدائی سے
شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے
یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا
احد کی سرزمیں پرشور تھا جنگ آزمائی کا
کہاں تھا وہ امام المرسلیں وہ ہادیٔ اعظمؐ
کہاں تھا وہ پناہِ بے کساں وہ نازشِ آدم
جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشتر ان کا
اسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا
مگر مالِ غنیمت پر گرے جب ٹوٹ کر غازی
نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایانِ جانبازی
جہاد اس کا تھا بہرِ دیں، یہ دنیا پر ہوئے مائل
میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل
قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں
کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کولا کے دھارے میں
یہ پائی غفلتِ یک لحظہ کی پاداش امت نے
کہ کھائی اپنے ہاتھوں ہی شکستِ فاش امت نے
اسی دن دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اس نے مگر مالِ غنیمت میں
صحابہ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سو اپنے ہادیؐ کو
کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی[1] کو
پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہو گیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے
وہ مہرِ آشکارا تھا نظر آتا نہ تھا ان کو
وہ جلوہ جلوۂ آراء نظر آتا نہ تھا[2] ان کو
بہت پُر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرقِ جدائی تھے ادھر تیغوں کی طغیانی
اِدھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں اُن کی شمشیریں
اِدھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حیرت کی تصویریں

---

[1] جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے لیکن نگاہیں سرورِ عالم کو ڈھونڈتی تھیں۔ (سیرت النبی)

[2] حضرت علی تلوار چلاتے اور دشمن کی صفیں الٹتے جاتے تھے لیکن کعبہ مقصود رسول اللہ کا پتہ نہ ملتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

ابن قمیہ کے دعوے پر ابوسفیان کا شک

زبانِ ابنِ قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا　　　سناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا
وہ میں ہوں آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے　　　مرے ہی بازوؤں نے کعبۂ مقصود ڈھایا ہے
سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بے قرار اب تک　　　نظر آتی تھی اس کو باغِ عالم میں بہار اب تک
اگرچہ ناگوارا تھی محمدؐ کی حیات اس کو　　　مگر ممکن نظر آئی نہ یہ شکلِ ممات اس کو
خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے　　　اسے یہ بے حقیقت ابنِ قمیہ قتل کر ڈالے
پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں　　　خبر ایسی عظیم الشان تھی جچتی نہ تھی دل میں
محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں　　　مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں
نہ مقتولوں میں اس نے جسمِ اطہر کا نشاں پایا　　　نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں[۱] پایا

کعبؓ بن مالک حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر　　　سروں سے خون بہہ بہہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر
نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے　　　خبر اس کعبۂ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے
صحابہؓ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر　　　نگاہِ کعبؓ اُن میں سے پڑی محبوبؐ باری[۲] پر
لباسِ جنگ پہنے خود برسر تھا زرہ در[۳] بر　　　وہ ہادی وہ شفیعِ انس و جاں کونین کا سرور
نگاہِ کعب نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ　　　ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبر

---

[۱] ابوسفیاں ابوعامر فاسق کو اپنے ساتھ لے کر مقتل میں پھرتا تھا تا کہ رسول خدا کے جسم اطہر کو تلاش کرے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۲] سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر پڑی۔ (سیرت النبی)

[۳] احد میں جب ایک حشر برپا تھا اور مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہو گیا تھا آنحضرت کو ایک بالشت جگہ سے ہٹتے نہ دیکھا گیا۔ آپ برائے امداد اسی طرح قائم تھے۔ حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے اور تلواریں چل رہی تھیں۔ (ارشاد الحکمۃ) آپؐ کے سر پر مغفر تھا اور بدن مبارک پر دوہری زرہ تھی۔ (تاریخ العمران)

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے جہاں باز و پیاپے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے
جہاں فرشِ زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے جہاں اک اک لعیں ممتاز تھا فرعون وہاماں سے
جہاں اس جرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی کہ وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطاں کی
جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے
جہاں غصہ تھا، کینہ تھا، عداوت تھی، درشتی تھی جہاں مقصود حملہ آوری تھی، دھینگا مشتی تھی
جہاں گرز اژدھاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے جو سر کو توڑ کے اور مغز سر کو کھا کے پھرتے تھے
جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں جہاں اٹھتے تھے نعرے اس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں
وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ تھا وہی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ تھا
بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی
خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا مثالِ عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا
اِدھر سے تیر آتے تھے، اُدھر سے تیر آتے تھے طوافِ نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

کعبؓ نے کیا دیکھا

عیاں تھا خود سے، دُہری زرہ سے بھی جمال اس کا فلک پر مہر کو محبوب کرتا تھا جلال اس کا
قریب اس کے تھے محوِ جنگ گنتی کے رفیق اس کے اسی کے نقشِ پا پر چل رہے تھے ہم رفیق اس کے
علیؓ و طلحہؓ و سعدؓ و زبیرؓ اس کے تھے پروانے وہ شمعِ خیر تھے یہ اہلِ خیر اس کے تھے پروانے
بھی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر وہ ایماں تھا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر

یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر   مگر پھر مرکزِ اصلی پہ آ جاتے تھے یہ پھر کر
یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے   یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے
بہا کر دور لے جاتی تھی اُن کو اِن کی جولانی![۱]
کہ پورے زور پر تھی اِس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوت

مگر ہر آئینہ میداں میں قائم ثابت آزادہ   تنِ تنہا نظر آتا تھا وہ عبداللہ کا دلدادہ
سنا اس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ   بکھرتا اس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ
نظر آتا تھا نوخیزوں کا میداں چھوڑ جانا بھی   سکوتِ بے خودی بھی اور پیٹھیں موڑ جانا بھی
ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ   رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ
وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی   بہر سو زیرِ خنجر گردنیں تھیں ان کے پیاروں کی
خبر تھی اس کو دشمن ہیں اسی کے خون کے پیاسے   اسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دنیا سے
جہاں میں جن کے رتبے وہ دوبالا کرنے والا تھا   نگاہ و قلب میں جن کے اُجالا کرنے والا تھا
وہ سب اندھے نظر آتے تھے اس کے نور کے درپے   جہالت کی یہ آندھی تھی چراغِ نور کے درپے

پیغمبرانہ عزم و تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹوٹ جاتے ہیں   اکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھوٹ جاتے ہیں
فلک نے بارہا انسان کو جنگ آزما پایا   نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا

---

[۱] حال یہ تھا کہ آپؐ کے جاں نثار آپؐ کے پاس سے لڑتے اور دشمن کو ہٹاتے دور چلے جاتے تھے۔

وہ قلبِ مطمئن خاطر بہم اوّل سے آخر تک
وہ طبعِ مستقل ثابت قدم اول سے آخر تک
مسلمانوں کا اک اک زخمِ تن تھا داغِ دل اس کا
بہارِ زخمِ امت سے چمن تھا باغِ دل اُس کا
دلِ ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا
مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا
تنِ ہر مردِ مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے
اِدھر سر پر نہ آتے تھے اُدھر دل میں اُترتے تھے
مگر وہ تھا بہ اطمینان اپنے حال پر قائم
اسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم
یہ سب وہ کس لئے سہتا تھا اک اسلام کی خاطر
بشر کے امن اور توحید کے پیغام کی خاطر
نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا
کہ دیکھا تھا جمال اس کا جلال اس کا نہ دیکھا تھا

کعبؓ بن مالک کی صدا

نگاہِ کعبؓ بن مالک پڑی جب قدر والا پر
وجودِ پاک پر زرہیں جھلم تھا روئے زیبا پر
مگر وہ حق نما آنکھیں، مگر وہ باحیا آنکھیں
جھلم سے تھیں نمایاں مظہر شانِ خدا آنکھیں
انہی آنکھوں سے چشم کعبؓ نے حضرتؐ کو پہچانا
خدا کا نور دیکھا آیۂ رحمت کو پہچانا [1]
خبر شیطاں نے جس کے قتل ہونے کی سنائی تھی
خدا نے پھر اسی محبوب کی صورت دکھائی تھی
چھلک اٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اُٹھی زبانِ کعب سے بے اختیارانہ [2]
نوید اے طالبانِ جلوۂ مطلوبِ ربانی
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوبِ سبحانی
نوید اے تشنگانِ شربت دیدار اِدھر آؤ
اِدھر آؤ اِدھر ہیں جلوہ گاہ سرکارؐ اِدھر آؤ
یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

---

[1] کعبؓ نے پہچان کر پکارا مسلمانوں رسولؐ اللہ ہیں۔ (سیرت النبیؐ)

[2] آپؐ نے کعبؓ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ (تاریخ العران)

شمع نبوت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
اشارے سے کیا ارشاد ضابط نے خموشی کا[1]
صدائے کعب گونج اٹھی مگر کہسارِ میداں میں
نوید زندگانی تھی یہ گوشِ اہلِ ایماں میں
صحابہؓ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے
صدائے کعب ہاتف کی طرح اب کان میں آئی
نوید آقا کی پائی جان گویا جان میں آئی
سمائی تازگی اس طرح اندامِ فسردہ میں
پلٹ آتی ہیں روحیں جس طرح اجسام مردہ میں
رُخِ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
یقیں آیا ہم اب تک ہیں محمدؐ کی پناہوں میں
کھنچے عاشق اُڑیں جس طرح سوئے کہربا تنکے
نبیؐ کو دیکھ کر پر لگ گئے ہر مردِ مومن کے
قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے
متاعِ ضربِ کاری دشمنوں کو بانٹتے آئے

کفار کی شدت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے
اُسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعدا[2] نے
قریشی فوج نے بھی کعبؓ کی آواز سن پائی
اُمڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی
نظر آیا کہ جھوٹا اِدّعا تھا ابنِ قمیہ کا
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابنِ قمیہ کا
کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے
رسولِ پاکؐ پر اَنیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علیؓ کی جاں بازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علیؓ سے امر حضرتؐ نے کیا اُن کو ہٹانے کا

---

[1] یہ سن کر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا۔ (سیرت النبیؐ)

لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغِ یداللّٰہی   تو ناری پھر جہنم کی طرف ہونے لگے راہی
گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؓ نے   یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشہ دستِ حیدرؓ نے
پھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیرِ یزداں میں   لپک اٹھا تھا اک شعلہ سا تیروں کے گلستاں[1] میں

اگرچہ خوفِ حیدرؓ سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا تھا چار سو سیلاب دشمن کا

حضورؐ پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی   رسولِ پاکؐ پر ہونے لگی بوچھار تیروں کی
اِدھر جسموں کی دیواریں اٹھا دیں باوقاروں نے   بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے
صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب اُن کو   بتاتے تھے نشانہ آپ خود عالی جناب ان کو
کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ[3] ہادی کی   مگر تھی معجزانہ شان اس فکرِ ارادی کی
علیؓ اک سمت سعدؓ اک سمت[4] نہیں چورنگ کرتے تھے   ابوبکرؓ و عمرؓ اک سو جہاد و جنگ کرتے تھے
زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکارِ عالیؐ پر   یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسنِ بے مثالی پر
قریش اللہ کے مرسل پہ نرغہ کر کے آتے تھے   صحابہ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے
اُدھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھار آتی تھی   اِدھر سے ڈھال طلحہ بن عبید اللہ کی چھاتی تھی

---

[1] دل کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے۔ (سیرت النبیؐ) جب پہلا غول بڑھا تو آپؐ نے حضرت علی المرتضیٰ کو جو قریب کھڑے تھے روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علی نے بڑھ کر ان کو منتشر کر دیا۔ (خاتم المرسلین)

[2] آنحضرتؐ کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ) آنحضرت بھی کمان سے تیر چلاتے تھے بھی مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] پہلے کمان کا چلا ٹوٹا حضرت نے کمان عکاشہ بن حصون کو دی کہ چلا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا مگر وہ پورا نہ ہوا آپ نے فرمایا کھینچ کھینچ کہ پورا ہو جائے گا اب سے جو کھینچا تو وہ اس قدر بڑھا کہ پورا ہو کر اور زیادہ ہو گیا۔ حضرتؐ نے پھر اس کمان سے کام لیا اب اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا۔ (تاریخ العمران ارشاد الحکمۃ)

[4] جاں نثاران نبی چاروں طرف کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا تھا تو کوئی دوسری طرف مگرا ہوا کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے   مخالف تھے شریروں کے، مؤید تھے شریفوں کے
اِدھر سینے تھے اِن کے اُس طرف خونریز بھالے تھے
یہ سب تھے پاپیادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ[1] رسول کی افواہ

کیا شیطاں نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں   مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت میں
گھروں کی بیٹیاں طاری حیا تھی مو بہ مو جن پر   وہ معذورین عاید تھا نہ حکمِ جاہِدُوا جن پر
وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو   محبت تھی مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو
وہ مائیں، پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو   لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو
وہ بیوائیں، نبیؐ کے فیض پر جن کا گزارا تھا   ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا
مساکین و یتیمی، جن کے سر پر تھا وہی سایہ   وہی تھا آسرا جن کا، وہی تھا جن کا سرمایہ
کیا تھا آپ نے بہرِ حفاظت قلعہ بند ان کو   مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو
سنا جب یہ کہ سایہ اٹھ گیا محبوبِ باری کا   نہ پوچھو اب نہ پوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کو پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گئے تھے چھوڑ کر میداں   ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں
انہیں دیکھا گھروں کی بی بیوں نے اور ماؤں نے   کہ یوں پشتیں دکھادیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے
دیئے ماؤں نے دھکے بی بیوں نے ان سے رُخ پھیرا   جدھر آنکھیں اُٹھیں شرم و ندامت ہی نے آگھیرا[2]

---

[1] یہ خبر کہ حضورؐ نے شہادت پائی مدینہ میں پہنچی اور ہر فرد کا دل دہل گیا (تاریخ العمران) عورتیں اور بچے اس خبر کو سن کر بے تاب ہو گئے اور مدینے سے نکلے (ارشاد الحکمۃ)

[2] اُحد میں شہادتِ رسول کی خبر سننے کے بعد مسلمین کے قدم اکھڑ گئے تھے ان میں بعض مدینے پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف نکلے اور حضورؐ کو صحیح سلامت دیکھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
حرام اُن پر ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں

لحاظِ خلق کیا ہوتا خدا سے بھی نہ شرمائے
محمدؐ کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے

اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا
وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا

پکاریں بیبیاں مردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
کہ رن میں آبرو دے کر بچا لایا کریں جانیں

تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
حقِ احسانِ پیغمبرؐ ادا کرنے کو بھیجا تھا

اگر یارا نہ تھا اسلام پر قربان ہونے کا
تو دعویٰ کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا

یہی شرطِ وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا
کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے محسن کا

یہ بیچارے کسی قابل نہیں ہیں بول اُٹھی بہنیں
گھروں میں چھپ کے بیٹھیں چرخہ کاتیں چوڑیاں پہنیں

خدا اور مصطفیٰ کی لاج سے جو مرد ہیں عاری
وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کریں گے کیا نگہداری

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے
تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے

یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے
نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بدتر نکلے

کیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے ان کو
مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو

خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے پھر راہ پر آئے
پلٹ کر اُلٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جو دشت و جبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے

زبس افتاد سے بدنام زبس لغزش سے شرمندہ
دلوں میں سوچتے تھے اب نہ مردہ ہیں نہ ہم زندہ

مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد و جدال رسول یاد دلائی پس وہ پلٹے اور شامل غزوہ ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

رسول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
کیئے دیتی تھی ان کو غرق جوئے اشک بہہ بہہ کر
اچانک معرکے سے پھر صدائے جاہِدُوا آئی
دلوں میں از سرِ نو مژدۂ لَا تَقْنَطُوْا آئی
ہوا روحوں پہ طاری جذبۂ کامل شہادت کا
کہ پھر ہاتھ آ گیا چھوٹا ہوا دامن سعادت کا
یہ پلٹے اور آ کر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
انہیں افتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبارِ وفات آئیں
مدینے سے نکل کر مومناتِ قانتات[1] آئیں
نبی کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرت چشمِ حیراں میں
بہرسو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں
کہیں لیکن سراغِ ساقیٔ کوثر نہ پاتی تھیں
شہادت اور فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں
دلوں میں لاتی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں
وہ مائیں جن کی آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے
رضاکاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے
پدر شوہر برادر پسر سب اسلام پر صدقے
خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے
نہ رشتے اب نہ کوئی مامتا مطلوب تھی ان کو
وجودِ پاکِ ہادی کی بقا مطلوب تھی ان کو
یہ مشکیزوں میں پانی دور سے بھر بھر کے لاتی تھیں
یہ کوثر طالبانِ آبِ کوثر کو پلاتی[2] تھیں

حضرت اُمِّ عمارہؓ [2]

اُحد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں
اُنہیں میں ایک بی بی حضرت اُمِّ عمارہؓ تھیں
پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی
پلاتی تھی یہ بی بی زخمیانِ جنگ کو پانی

---

[1] بہت سی خاتونِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالتخصیص معلوم ہیں معرکہ گاہ میں پہنچیں۔ سب زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

[2] اس غزوہ میں اکثر خاتونِ اسلام نے بھی شرکت کی۔ عائشہؓ اور ام سلیمؓ اور ام ایمن نے بھی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبیؐ)

نبی کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن
ہوئے اس زندگیِ بخشِ جہاں کی جان کے دشمن
اسی شمعِ ہدیٰ پر جب پلٹ کر آ گئی آندھی
تو اس بی بی نے رکھ دی مشک، چادر سے کمر باندھی
تھے اس[1] کے شوہر و فرزند بھی مصروفِ جاں بازی
رسول اللہؐ پر قربان تھے اللہ کے غازی
ہوئی یہ شیر زن بھی اب قتال و جنگ میں شامل
سپر بن کر لگی پھرنے وہ گردِ ہادیٔ کامل
یہ اپنی جان پر ہر زخم دامن گیر لیتی تھی
کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
کیا اک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اس نے سرِ شمشیر زن کاٹا
ہوا اُس شیر زن کے خوف سے اعداء میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی وہ محبوبِؐ باری کو
پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہؓ جاں نثاری[2] کو
سر و گردن پہ اُس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے
یہ اُٹھی تھی نمازِ صبح کو تاروں کے سائے میں
نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں
فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے
کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے
یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہ اور سعد وقاص کی تیر اندازی

پیمبر کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے
مگر نورِ مجسم پر نچھاور ہوتے جاتے تھے

جس وقت میدان میں خود آنحضرتؐ پر یورش ہوئی۔ اس وقت ایک جاں نثار صحابیہ اُمّ عمارہ جن کا نام نسیبہؓ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبر کی ذات پر حملہ ہوتے کر رہا نہ گیا۔ درمیان میں آ کر لڑنے لگیں۔ (خاتم المرسلین)

مارہ اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ام عمارہ حضورؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتی تھیں اور آپ کی ذات پر جو حملہ ہوتا اس کو روکتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

ادھر سعد و ابوطلحہ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں — نبی کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں
کرم یہ تھا کہ سر رکھ کر ابوطلحہؓ کے شانے پر — نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانے پر
ابوطلحہ کے ہاتھوں میں کمانیں پے بہ پے ٹوٹیں — ادھر ان خاطیوں کی سہمِ جاں نے گردنیں گھوٹیں
اماں دیکھی نہ دامانِ نبیؐ کے گوشہ گیروں سے — تو گوشوں میں چھپے سعد و ابوطلحہ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوجِ سرکش میں — ابوطلحہؓ نے دیکھا تھڑ گئے ہیں تیر ترکش میں[1]
ابو طلحہ پکارے اے خدا کے مظہرِ عالی! — نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہو گیا خالی
مرے ماں باپ قرباں زد سے اب سرکارؐ ہٹ جائیں — ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سے چھٹ جائیں
رسول اللہؐ سن کر مسکرائے اور فرمایا — خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا
یہ کہہ کر چند شاخیں دیں ابوطلحہ کو سرورؐ نے — انہی شاخوں سے اب وہ تیراندازی لگے کرنے
یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں — قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں
کمانیں آخری بھی دے گئیں لیکن جواب آخر — یہ بیچاری نہ لائیں قادر اندازی کی تاب آخر
یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابوطلحہؓ — رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابوطلحہؓ
نبیؐ کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے — ابوطلحہ ہدف بنتے تھے آقا کو بچاتے تھے
کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ فگار اُن کا — مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

---

[1] ابوطلحہؓ مشہور تیرانداز تھے انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ گئیں۔ (سیرت النبی)

[2] سعد وقاص بھی مشہور تیرانداز تھے اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا تم پر ماں باپ قربان تیر مارتے جاؤ۔ (سیرت النبیؐ)

سعدؓ وقاصؓ کی تیراندازی

قدر اندازیِ سعدِ وقاصؓ اعجاز تھی گویا   قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا
کماندارانِ دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے   مگر پیکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے
جہاں بھی تیر سر کوئی ہوئی آنکھیں نظر آئیں   جنابِ سعد کے ہاتھوں سے تیر بے خطا پائیں
کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا   عدم کی راہ ملتی تھی مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا   نبی نے اپنا ترکش سعد کو تفویض فرمایا
کماں کی ہر کشش سے اب مبارکباد ملتی تھی   کہ تیر افگن کو شانِ سروری سے داد ملتی تھی

ابوسفیان پر حضرت حنظلہؓ بن عامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا   ثبات و صبر قائم تھا مگر ان جاں نثاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا   مگر چلتا نہ تھا چند اہلِ حق پر زور باطل کا
ابوسفیاں بہت بے تاب، بے آرام پھرتا تھا   نبیؐ پر حملہ کرتا تھا مگر ناکام پھرتا تھا
یہ چاروں سمت اُکساتا تھا باطل کے گروہوں کو   مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا ان پُرشکوہوں کو
کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ خیل اعداء کا   کہ چشمِ حنظلہ نے دور سے نامرد کو تاکا

ابوطلحہ کے پاس تیر ختم ہو گئے اور انہوں نے کہا حضورؐ آپ ہٹ جائیے خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔ (ارشادالحکمۃ)

آنحضرت ابوطلحہؓ کو چوب خشک اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے مارو اس تیر کو ابوطلحہؓ اس کو کمان میں رکھ کر چلاتے تھے اور تیر خطا نہ کرتا۔ (تاریخ العمران) تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی تو ابوطلحہؓ ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا۔ (ارشادالحکمۃ) ابوطلحہؓ نے آنحضرتؐ کے چہرے پر اوٹ کر لی کہ آپ پر کوئی تیر گرنے نہ پائے۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ گردن نہ اُٹھائیں ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ حاضر ہے۔ (سیرت النبیؐ)

سرکاروالا نے اپنا ترکش سعد وقاص کے حوالہ کر دیا۔ (تاریخ العمران)

ابوعامر کے بیٹے حنظلہؓ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ (سیرت النبیؐ)

جھپٹ بھی بازوئے شاہین کی اک جستِ ضیغم تھی ابوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اک چمکی
نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی گری فرشِ زمیں پر کٹ کے گردن اسپ نازی کی
گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر وہیں سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں[1] پر
قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دہائی دی سپاہی دفعتہً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی
ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مردِ غازی[2] تھا اور اس غازی کا دستِ راست محوِ کارسازی تھا
گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن جہنم کے لئے تھی منتظر اک وار کی گردن
مگر اس وار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے کہ جسمِ مردِ مومن چھید ڈالا نیزہ داروں[3] نے
یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا بزورِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا
لبوں پر مسکراہٹ تھی لباسِ سُرخ تن پر تھا عجب رنگِ بہارِ جاوداں گل پیرہن پر تھا

جان بچی لاکھوں پائے

ابوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اُٹھا ہوا خواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہوا اُٹھا

حنظلہ ابن ابو عامر نے ابوسفیان پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کی گردن اڑا دی۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا اور شور کرتا تھا' گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں اور یہ شخص مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] حنظلہ شہید کر دیئے گئے۔ عین اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیان کا گلا کاٹنے ہی والا تھا۔ (تاریخ العمران)

[3] حضرت حنظلہ جنہوں نے سپہ سالار قریش ابوسفیان پر حملہ کیا اسی ابو عامر کے فرزند تھے جو اُحد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا اور جس نے انصار کو ورغلانے کا وعدہ کیا تھا اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے۔ حضرت حنظلہ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل نکلنے کی اجازت چاہی مگر آنحضرت نے گوارہ نہ فرمایا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے جنگ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیان کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گئے لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی اور ابوسفیان کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[4] آپ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں کیونکہ آپ کی شادی روز احد کے گزشتہ شب میں ہوئی تھی اور آپ صبح اُٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو دیکھا کہ حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی زوجہ سے پچھوایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جنبی تھے۔ اس لئے ان کا غسل ملائکہ نے دیا۔ (طبری و ابن ماجہ)

مہیا ہو گیا اک اور گھوڑا بہرِ اسواری　　کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شانِ سرداری
گئی گھوڑے کے ماتھے، بچ گئی جاں خیریت گزری　　بڑا بے باک تھا مردِ مسلماں، خیریت گزری
کمر میں درد، چہرہ زرد تھا اور دل ہراساں تھا　　اجل نے طرح دے دی ورنہ بچنا کوئی آساں تھا
نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصوبہ　　پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگِ مغلوبہ

نبیؐ کے صبر و استقلال پر اس کو تحیّر تھا
وجودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیّر تھا

* * *

باب نہم

آفتاب اور برجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قرشیوں کی سازشی ٹولی سپہ سالار کے ہمراز شیطانوں کے ہجولی!
یہ چاروں حملہ کرنے کے لئے گھاتیں لگاتے تھے پیمبرؐ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے
نگاہیں ابنِ قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ گھٹاؤں میں تھا خورشیدِ رسالت اور تابندہ
ابوسفیاں قریب آ کر ہنسا اور اس طرح بولا جواں مردو! ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا
وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی
تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے تھپیڑے سہہ رہے ہیں اس کے ساتھی تند موجوں کے
مری تجویز یہ ہے فوج ان لوگوں کو الجھائے بڑھے بڑھ کر ہٹے ان کو نبی سے دور لے جائے
ادھر اس کے صحابہؓ پر ہلاکت خیز ریلا ہو ادھر سے جا پڑو تم سب محمدؐ جب اکیلا ہو
وہ اک ہے اور تم اتنے مقامِ شرم ہے یارو کسی ترکیب سے نورِ خدا کو گھیر کر مارو
فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر
کڑے سونے کے پہناؤں گا میں بازوئے قاتل میں[1] جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں

---

[1] ابوسفیان نے ابن قمیہ وغیرہ سے کہا کہ نبی کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا جس طرح شاہان اپنے بہادروں کو پہناتے ہیں۔
(ارشاد الحکمۃ)

ابوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خوب بہکایا   یہ کولے بجھ چلے تھے پھر نہیں پھونکوں سے دہکایا
بجھا کر چال آگے بڑھ گیا اُن سے ابوسفیاں   لگائی گھات سانپوں نے بسوئے ہادیِ دوراں

ابوسفیان کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے   کہ سورج ڈھل چکا' قد کے برابر آ گئے سائے
مگر قائم مسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک   کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک
یہی صورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی   تو سمجھو خود ہماری مرگِ بے ہنگام آ پہنچی
ہوئے تھے منتشر جو لوگ اک جھوٹی خبر سن کر   وہ پلٹے آ رہے ہیں اور بھی غصے میں جل بھن کر
سلامت با کرامت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو   پلٹ کر آنے والے پر کیے دیتے ہیں وادی کو
کوئی صورت کرو الجھا کے ان کو دور لے جاؤ   گڑھے کھودے تھے راہب نے تم ان تک ان کو پہنچاؤ
شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جدا کر دو   تو میں تم کو نویدِ فتح دیتا ہوں جواں مردو

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سن کر افسرانِ فوجی اصلی بات کو سمجھے   سپہ سالار کی قابوچیانہ گھات کو سمجھے
نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو   بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹایا رسالوں کو
وجودِ پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل   پیادے اور شتر اسوار قاتل گھڑ چڑھے قاتل

انصار کی فداکاری

پیمبرؐ مسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو   نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوبِؐ باری کو
ہوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان دیتا ہے   بشارت باغِ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے

زیاد ابن سکن آگے بڑھے اور پانچ انصاری
صلہ پا کر صلا سن کر دلوں پر وجد تھا طاری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصور آسمانوں پر
صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر
بسانِ شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی[1]
گلے تیغوں کے اوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں
خوشی سے قیمتیں جنسِ محبت کی ادا کر دیں
اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی[2]
صفیں لیکن الٹ ڈالیں ہجومِ حملہ آور کی
گریں آخر زمیں پر سرخرو لاشیں شہیدوں کی
ستارے بن گئیں پیشانیاں فوراً فریدوں کی
زیاد ابن سکن میں اک ذرا سی جان باقی تھی
تمنائے شہادت تشنۂ دیدار باقی تھی[3]
اٹھا لائے شہیدِ ناز کو ایمائے ہادیؐ پر
مقدر جاگ اٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر
کوئی دیکھے تو یہ اعزاز شیدائے محمدؐ کا
کہ خوابِ ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا

خاص ذاتِ اقدس پر حملے

ہویدا تھا نبی پر حال شیطانوں کی نیت کا
مگر منظور تھا جو بھی تقاضا تھا مشیت کا
رسول اللہ بیعت لے چکے تھے اہلِ ایماں سے
کہ حق پر جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے
لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبرؐ یہ قدموں پر نچھاور تھے

---

[1] ایک دفعہ ہجوم ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد بن اسکن اپنے ساتھ چند انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے (سیرت النبی)

[2] ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔

[3] زیاد ابن اسکن کو یہ شرف حاصل ہوا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا لاشہ لاؤ اور لوگ اٹھا کر لائے تو کچھ کچھ جان باقی تھے۔ قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔ (سیرت النبی) آٹھ صحابہ کبار نے حضرت کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ حضرت علی زبیر طلحہ اور پانچ انصار میں سے حضرت ابو دجانہ، حارث بن خباب ابن المنذر، عامر بن غابت اور سہیل بن حکران ان میں سے کسی کو موت نہ ہو سکی۔ (ارشاد الحکمۃ)

کیا حملہ جواب بڑھ کر نبیؐ کے جاں نثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ان سب کو دشمن کے سواروں نے

قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمعِ نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے

تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کے دل بڑھ گئے ان جاں نثاروں کے

کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر

گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے ملہم اک جگہ ٹھہرے

مقدر تھا یہیں پر ہو تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؐ
بحدِ انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی

دوراہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیرِ انسانی
ادھر تھا عالمِ باقی اُدھر تھا عالمِ فانی

اچانک ابنِ قمیہ چیختا چنگھاڑتا نکلا
درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا

صفوں کو چیرتا للکارتا ہنکارتا آیا
لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا

مقابل اور مخاطب ہو کے وہ اس طرح حضرتؐ سے
اٹھائی تیغ اس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے

ادھر یہ تیغ اٹھی اٹھ کے یہ گرنے پر ہوئی مائل
ادھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

امّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہول کی چادر زمانے پر
خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر

یہ کس نے آکے گردن زیرِ تیغِ خونفشاں رکھ دی
یہ کس بندی نے بنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی

وہی باحوصلہ شایانِ ہر مدح و ثنا بی بی
وہی امّ عمارہ ہاں وہی حق آشنا بی بی

ابن قمیہ قریش کا مشہور پہلوان تھا صفوں کو چیرتا پھاڑتا آیا۔ (سیرت النبیؐ)

آنحضرت کے پاس گیا تو ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا۔ (سیرت النبیؐ)

وہی نوری فرشتہ تھا کہ باتعجیل آ پہنچا
نبیؐ پر ڈھال بننے کو پرِ جبریل آ پہنچا
نبیؐ پر وار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
ادھر شمشیر چمکی اس طرف یہ ڈھال لہرائی
کیا تھا وار محبوبِ خدا پر بدقوارہ نے
مگر سر پیشِ قاتل رکھ دیا امِ عمارہؓ نے
حیا کا معجزہ تھا جوشِ ایماں کی کرامت تھی
کہ زخمِ تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی
بڑھی اُمِ عمارہ لے کے تیغِ آبدار اس پر
کیے اس شیرزن نے پے بہ پے دو تین وار اس پر
یہ جرأت دیکھ کر منہ ہو گیا تھا زرد کافر کا
مگر ملفوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا[1]
عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
گری اللہ کی بندی بوجہ ضعف غش کھا کر
شریکِ جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی
یہ تیغیں تھیں خدا کی کھل رہے تھے ان کے جوہر بھی
نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالم ضعیفہؓ کی
کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی
یہ رنگِ زخم داری شاق تھی محبوبِ باری پر
عمارہ کا تعین کر دیا تیمار داری[2] پر

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا کی زخم داری

وجودِ پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ
وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ
سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجناب آئے
اُبی و ابنِ قمیہؔ عتبہ و ابنِ شہاب آئے
اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت ان کی
نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھے خوئے زشت ان کی
یہ زہری سانپ تھے نکلے بلوں سے پیچ و بل کھاتے
ہوا میں سنسناتے پھن اٹھاتے اور لہراتے

---

[1] ام عمارہ کے کندھے پر زخم آیا۔ ام عمارہ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے تھا۔ اس لئے وہ کارگر نہ ہوئی۔

[2] آنحضرتؐ نے اس کے بیٹے عمارہ کو بلایا اور اپنی والدہ کی تیمارداری کا حکم دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] حضرت کے قتل کا چند آدمیوں نے عہد کیا تھا اور مشرکین اس بات کو جانتے تھے اور یہ چاروں عبداللہ ابن شہاب، عتبہ بن ابی وقاص، ابن قمیہ اور ابن خلف تھے۔
(ارشاد الحکمۃ)

یہ پتلے تھے مصائب کے یہ پیکر تھے شقاوت کے
یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے
اٹھے تھے آج بطنِ ارض سے شعلے شرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتھر سنگباری کو
نشانہ دور سے کرنے لگے محبوبِ باری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے
وجودِ رحمۃ للعالمیں پر سنگ برسائے
سیہ بختوں نے روئے مطلعِ انوار کو تاکا
جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا
زرہ تھی جسمِ اطہر پر سرِ اقدس پہ مغفر تھا
مگر اس آفتابِ نور سے عالم منور تھا
برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے
اسی آئینہ پر چاروں نے پتھر تاک کر مارے[1]
کڑی ساعت تھی یہ آئینۂ رخسارِ تاباں پر
ادھر لب ہائے نازک پر اُدھر درہائے دنداں پر
شکستہ ہو گئیں سلکِ دُرِ شہوار کی لڑیاں
دو پارہ ہو لیے لب گڑ گئیں رخسار کی لڑیاں
فلک تھا چشمِ استفسار اب کیا ہونے والا ہے
زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے
طلسمِ ربع مسکوں ٹوٹتا معلوم ہوتا تھا
یہ نازک آبگینہ پھوٹتا معلوم ہوتا تھا
محمدؐ آخری امید تھی دنیائے حادث کی
اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حوادث کی
محمدؐ ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی
لب و دنداں کہ تھے سب لائقِ دید و شنید اس کے
وہ لب زخمی وہ دندانِ مبارک تھے شہید اس کے
زمیں پر پھول جن کے عکس تھے افلاک پر تارے
نظر آتے تھے خون آلودہ وہ پُرنور رُخسارے
وہ شانہ جو علم بردار اصلاحِ زمانہ تھا
اسی پر ضرب آئی تھی کہ یہ شانہ نشانہ تھا[2]

---

[1] ابن شہاب نے آپ کی پیشانی خون آلود کر دی۔ عتبہ بن وقاص نے تابڑ توڑ چار پتھر کھینچ کھینچ کر مارے۔ جس سے آپؐ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں سے داہنی طرف کا دانت ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابن قمیہ نے رُخسار مبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ (خاتم المرسلین)

[2] شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصہ تک رہا۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاجِ پیشانی
اُدھر تھی پستیِ فطرت اِدھر معراجِ انسانی
نگاہِ کرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی

دشمنوں کے وار اور نبی کی دعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک درپئے جانِ پیمبرؐ تھا
جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ ہی کے سر پر تھا
پسِ پشت آ کے بدظن نے تولا تیغِ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاں کو
وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں، خندق نہ تھی، صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی
جونہی یہ کھینچ کر سرکار پر تیغِ دودم آیا
وہیں ملہم کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا
گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہِ حفاظت بن گیا ان بدنہادوں سے
یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں نیزہ و خنجر
ہوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاک پیغمبرؐ
یہ جو کچھ بھی ہوا ایسا سریع و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا
ہدف تھی اس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رک گئیں دنیائے ہستی کی
فلک پر مہر آراء اور زمیں پر گل فسردہ تھے
جبیں رخسار و دنداں وحشیانہ زخم خوردہ تھے
اگرچہ زانوؤں پر زخم، ضربیں ساق پر آئیں
دعائیں ہی زبانِ مصدرِ اخلاق پر آئیں
رُباعیہ شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا

ـ ابن قمیہ نے رخسار مبارک پر پتھر مارا ساتھ ہی تلوار کا وار کیا اس وقت آنحضرتؐ ان گڑھوں میں سے ایک میں ہو رہے جو ابو عامر نے رات کو کھدوائے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ـ دونوں رانیں مضروب و مجروح ہو گئیں۔ ساق مبارک پر زخم آئے (تاریخ العمران)

ـ رباعیہ ثنایا اور انیاب کے بیچ کے چار دانت ان میں سے ایک دانت نیچے کا ٹوٹ گیا۔ (تاریخ العمران)

ـ آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے اے خدا میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ بے خبر ہیں۔ (سیرت النبی)

کہ اے پروردگار آمرزگار ان کو معافی دے
نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے
نہیں ابھری ابھی یہ قومِ جاہل اپنی پستی سے
خداوند یہ بندے بے خبر ہیں رازِ ہستی سے
نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما
الٰہی بخش دے ان کو الٰہی درگزر فرما

رفیقانِ نبوت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے
جہانِ زندگی قائم رہا لطفِ پیمبرؐ سے
نبیؐ کے جاں نثاراب تک گھرے تھے فوج کے اندر
نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر
اِدھر یہ سانحہ گزرا اُدھر ان کے قدم پلٹے
اُسی خندق کی جانب یک بیک عالی امم پلٹے
جونہی آیا وجودِ صاحبِ لولاک خندق میں
وہیں اترے جنابِ بوترابِ پاک خندق میں
ابوبکرؓ و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی اِدھر آئے
علیؓ کے ساتھ ہی طلحہؓ بھی خندق میں اتر آئے
زمیں مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبدِ گرداں
بدستِ سرورِ کونین تھا دستِ شہِ مرداں
جنابِ طلحہ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے
یداللہ رفعتِ صد عرش کو اُوپر اٹھاتے تھے[1]
وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا
زمانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا
لیا جھرمٹ میں پھر اپنے نبی کو جاں نثاروں نے
بگردِ ماہ اک ہالہ بنا ڈالا ستاروں[2] نے
بجان وروح مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں
کہ رخسارے میں جم کر رہ گئی تھیں خود کی کڑیاں
لبوں پر ضرب تھی دُرہائے دنداں بھی شکستہ تھے
زباں الحمد کہتی تھی دہانِ زخم بستہ تھے

حضرت علی نے فوراً پکڑا اور طلحہ بن عبداللہ نے زور لگا کر آپ کو اس گڑھے سے باہر آنے میں مدد دی۔ (خاتم المرسلین)

جاں نثاروں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا۔ (سیرت النبیؐ)

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے
تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے

فدا کاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادی کے
عیاں فرما دیئے جو ہر رگِ عالی نہادی کے

عمارہؓ بن گئے تکیہ پناہِ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا

سرِ طلحہ تھا ہر کھنچتی ہوئی شمشیر کے آگے
سپر تھا بودجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے [1]

نبیؐ سرمایۂ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا کہ پہرے دے رہی تھی ذوالفقار اس پر

دیئے دیتے تھے جاں دیوانہ وار اس پر یہ فرزانے
بذوقِ شوق جیسے شمع پر جلتے ہیں پروانے

خدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک یا بروئے برگ شبنم تھے

یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
محمد ہی انہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میداں صحابہ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر

مسلمانوں کا ہادیؐ اب بحالِ زخم داری تھا
زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں پر ہول طاری تھا

تھا اک عورت کے ہاتھوں میں علم فوجِ قریشی کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا

ادھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
اُدھر روئے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا

تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر

---

[1] عمارہؓ بن زیاد پر آپ نے قدم مبارک کا تکیہ لگایا۔ ان کے چودہ زخم لگے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔ (ارشادالحکمۃ)

[2] حضرت طلحہؓ کے سر پر کسی نے تلوار ماری عین اس حالت میں کہ وہ رسول اللہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ (تاریخ العران)

[3] ابودجانہ جھک کر سپر بن گئے اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتح مندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں سوزن کیے جاتے تھے، ہستی کے سفینوں میں
جہاں بوق و دُہل کا شور و غل تھا جھانجھ بجتے تھے
جہاں بجلی چمکتی تھی، جہاں بادل گرجتے تھے
جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی
جہاں اللہ والوں پر تھے زغے فوجِ شیطاں کے
مقابل بیس بیس اشرار تھے اک اک مسلماں کے
جہاں اک سمت تھی گالی گلوچ اک سمت تکبیریں
جہاں اک سمت ڈھالیں تھی نہ تھیں اک سمت شمشیریں
جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سموں کی تھیں جہاں پھٹکار گھوڑوں کی
جہاں باطل سپہ تھی اور انبوہِ بہائم تھا
جہاں حق باوجودِ قلتِ تعداد قائم تھا

جہاں کھنچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پرسکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود کی باتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آراء
محمدؐ کے خلاف اپنی یہ گیرو دار ہے خالد
محمدؐ کو نہیں پروا یہ کیا اسرار ہے خالد
لہو سے تر ہے رُخ، مضروب ہیں دندان ولب اس کے
مگر اُٹھتے ہیں بہرِ خیر ہی دستِ طلب اس کے
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا
کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا
شکست و انتشار و بے سروسامانی و قلت
یہ سب کچھ ہے مگر قائم ہیں پائے ہادیِ ملت
پیمبرؐ کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن
بشر کتنا بھی صابر ہو مگر یہ شان ناممکن
کسی انساں میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا
جمال ایسا نہ دیکھا تھا، جلال ایسا نہ پایا تھا

کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں ۔۔۔ سوال آیا نہ تھا لب پر خیال آیا نہ تھا دل میں
کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پر ۔۔۔ ادھر تھی عظمتِ قومی اِدھر تصدیقِ پیغمبرؐ

خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
وہ گشتہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا

نبیؐ کی تیغ سے مذبوح ہو کر رہ گیا خالد ۔۔۔ اِدھر فاتح اُدھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالد
نوشتہ میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا ۔۔۔ پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا
تلاطم پیدلوں میں اور جنبش تھی رسالوں میں ۔۔۔ مگر خالد الجھ کر رہ گیا تھا ان خیالوں میں

انتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالم تاب کی روئے زمیں پر تھی ۔۔۔ کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت وہیں پر تھی
گھٹائیں کفر کی الجھی ہوئی تھیں نورِ ایماں سے ۔۔۔ اُحد کے سنگریزے سرخ تھے خونِ شہیداں سے
جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں ۔۔۔ شفق پھولی ہوئی ہو جس طرح روزِ درخشاں میں
مسلماں بے سروساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے ۔۔۔ مقابل تھا ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے
یمِ کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی ۔۔۔ زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی
جھلک اُٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے ۔۔۔ ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے
یہ گویا ایک دریا تھا' بھنور تھے جا بجا اس میں ۔۔۔ شناور کو نکلنے کا کوئی رستہ نہ تھا ان میں
بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے ۔۔۔ کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قرشی رسالوں کے
صحابہ مرکزی نقطے تھے ان مہلک دوائر کے ۔۔۔ اٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو کر وہ طائر کے

سمٹتے' پھیلتے' بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے
اُبھرتے' بیٹھتے' ملتے ہوئے' چھٹتے ہوئے حلقے

باب دہم

خاتمۂ جنگ اُحد

قریش کی بے دلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
ہجومِ فوجِ قرشی ہو کے بے دل ہٹ چلا آخر

ڈھلا جاتا تھا سورج عصر کا ہنگام آیا تھا
ابوسفیاں کے دل پر خوف نے سکہ جمایا تھا

مسلمانوں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
سمجھتا تھا محمدؐ کے صحابہ ہیں جفا پیشہ

عجب اُن کے ارادے ہیں عجب اُن کے عزائم ہیں
مسلماں باوجودِ قلتِ تعداد قائم ہیں

کثیر افراد قرشی فوج میں اب زخم خوردہ تھے
لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی فسردہ تھے

غنیمت جان کر اُس عارضی غلبے کی صورت کو
ہٹایا معرکہ سے اس نے فوجِ بدمہورت کو

کیا رُخ افسروں کے ساتھ اک اونچے سے ٹیلے کا
کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حملے کی

بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے
بحالِ زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے

ہوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظِ شوکت کی
بلندی تو نہیں ہے شان اہلِ شرک و بدعت کی

یہ سن کر اک جماعت کو عمرؓ لے کر بڑھے[2] آگے
کیا حملہ تو ٹیلہ چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

---

[1] ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اونچی چٹان پر چڑھے۔ (خاتم المرسلین)

[2] آپ نے فرمایا ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہئے۔ اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چھ جاں نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انہیں اس چٹان پر سے مار کر ہٹایا اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

ابی ابنِ خلف شانِ نبوت سے طلبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کیے جاتے تھے وادی کو
جبل کی سمت راجع تھے صحابہؓ لے کے ہادی کو
اسی عالم میں گھوڑے پر ابی ابنِ خلف نکلا
نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف نکلا
یہ حصہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگ باری میں
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں
نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادیؐ دوراں
خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں
یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
نبی سے دُوبدو لڑنے کو نکلا یہ جسارت کی

گستاخانہ پیغام

ابی ابنِ خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کے لئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا
خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اس نے
رسول اللہؐ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اس نے
کہ میرے پاس اک مضبوط اور مربوط بھالا تھا
پھل اس بھالے کا میں نے اپنے ہاتھوں سے ہی ڈھالا تھا
مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے
کیا کرتا ہوں جان و دل سے خدمت اسپ تازی کی
بڑے زوروں سے کی ہے مشق میں نے نیزہ بازی کی
تمنا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اِک روز استقبالِ جانِ حضرتِ والا

---

[1] رسول اللہ اپنی جماعت کے دائرے میں بحال زخم داری جبل کی طرف راجع تھے کہ ابی ابن خلف گھوڑے پر سوار بھالا تانے ہوئے نبی کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا (ارشاد الحکمۃ)

[2] بعد معرکہ بدر ابی ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دیکر رہا کرانے آیا تو کہنے لگا میری سواری میں ایک اصل اور تیز گھوڑا ہے اور میں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں تا کہ اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپ کو قتل کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں تجھ کو قتل کروں گا حالانکہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ (ارشاد الحکمۃ) بعض روایات میں ہے کہ بات اس نے مکہ سے کہلا بھیجی تھی اور آنحضرتؐ نے مدینہ میں جواب دیا تھا۔ (تاریخ العمران) مسلمین نے عرض کیا۔ اجازت ہو تو ہم میں سے کوئی اس کا جواب دیں۔ حضرت نے انکار فرمایا۔ (تاریخ العمران)

آنحضرتؐ کی پیش گوئی

رسول اللہؐ یہ پیغام سن کر مسکرائے تھے — لبِ سرکارؐ پر اس وقت یہ الفاظ آئے تھے
کہ ہاں شاید یہی ہے مرضیِ باری تعالیٰ بھی — اسی گھوڑے پہ ہو تو' تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی
دراں حالیکہ تو ہوگا سوار اپنے ہی گھوڑے پر — اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ

صحابہ کا رسولؐ کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے اکسایا جو اس کی فطرتِ بد کو — پکارا میں طلب کرتا ہوں میداں میں محمدؐ کو
مجھے مطلوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ — کہ باہم ہو چکا ہے میرے ان کے درمیاں وعدہ
میں اس میداں سے اوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا — پیمبرؐ کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا
وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی — کہاں شیطاں؟ اگر ہے رحمۃ اللعالمین باقی
غرض اس طرح سے رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا — پکارا نام لے کر اور رسول اللہؐ کو ٹوکا
تخاطب نامِ نامی سے کیا جس دم سوالی نے — توجہ منعطف کی اس طرف سرکارِ عالی نے
فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں — رسول اللہ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں
گزارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو — وجودِ پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو
جبیں زخمی' شکستہ ہیں درِ شہوار کی لڑیاں — ابھی پیوستہ رخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں
یہ کڑیاں کھینچنی لازم ہیں رخسارِ مبارک سے — ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کارِ مبارک سے

رُخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہِ تمامی کے
مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ غامی کے

نبیؐ بہ نفس نفیس دشمن کے مقابل

صحابہؓ عرض کرتے ہی رہے تا حدِ گویائی
مگر سرکارؐ نے یہ بات نامنظور فرمائی
ہوا ارشاد ذاتِ حق توانا اور غالب ہے
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمدؐ ہی کا طالب ہے
یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانبِ دشمن
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادیِ محسنؐ
جبیں، رُخسار ولب دنداں و شانہ خون آلودہ
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ
براق و رفرف دلدل مہیا اور وہ پیدل
خدائی بھر کا جزو کل مہیا اور وہ پیدل
اُدھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر
مسلح، مستعد، آمادہ و تیار گھوڑے پر
کوئی ہتھیار بھی دستِ مبارک میں نہ تھا اس دم
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے[1] ہادیؐ اکرم

کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا؟

پناہِ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا
نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا
وہی ناری فرشتہ راندۂ دربارِ سرکاری
ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدم سے انکاری
محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدمؑ کا
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نورِ مجسم کا
عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرتِ بد کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیقِ محمدؐ کا
محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک سے اس کو خصومت تھی
محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی
محمد ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوب عالم میں
محمد ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں
ظہورِ مصطفیٰ نے دہر میں جب نور باری کی
رُخِ آفاق سے چھٹنے لگی شیطاں کی تاریکی

---

[1] آنحضرت بہ نفس نفیس ابی کا جواب دینے کے لئے بڑھے بھالا لے کر۔ آپ اچھا کے زخمی تھے۔ (تاریخ العران)

نظر آیا شکستہ جب طلسم فتنہ اندازی
تو میدانِ اُحد میں کھیلی اس نے آخری بازی

کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغم رسولؐ اس نے
کیا ابنِ خلف کے پیکرِ بد میں حلول اس سے

فرشتے دم بخود تھے جبرئیل حیرت سے تکتا تھا
بغیر اذنِ عالی کوئی کچھ بھی کر نہ سکتا تھا

سنانِ نیزۂ ابلیس ناگن کی طرح لپکی
بنائے چرخ تھرائی پلک خورشید کی جھپکی

نگاہِ فرش اُٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب

تصور نے جہانِ زیست کو زیروزبر پایا!
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا

قریبِ سینہ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی
سنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس[1] پائی

تحیر میں تھا خود اعجاز اعجازِ رسالت سے
کہ نیزہ آپ نے چھینا عدوئے پرضلالت سے

یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زورِ عوامل تھا
کہ اب نیزہ بدست قبضۂ انسانِ کامل تھا

نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالیؐ کا
پلٹ کر پھر رُخِ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا

اسی نیزے کو لے کر آپؐ نے سوئے عدو دیکھا
تنِ ابنِ خلف کو غرقِ آہن موبمو دیکھا

چڑھی تھیں پاکھریں فولاد کی دیوزاد گھوڑے پر
چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر

بڑی سی ایک اہرن تھی بڑی سی ایک اہرن پر
کہ اک دیو سیہ پر بیٹھا ہوا تھا کوہ آہن پر

صحابہ چپ تھے لیکن دل بہت بے چین تھے ان کے
دھڑکتے تھے بجائے سرورِ کونین دل اُن کے

نبیؐ زخمی مقابل میں تھا اک شیطان آہن کا
بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا

مگر اب نبضِ ہستی کو پکارا دستِ ہادی نے
کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادی نے

کچوکا سا دیا جس دم عجب صورت نظر آئی
انی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی[2]

---

[1] ابی ابن خلف نے آپ پر نیزے کا وار کرنے کی جرأت کی مگر آپؐ نے اسی کا ہتھیار چھین کر اس پر وار کیا۔ (خاتم المرسلین)

[2] حضرت نے اسی حربہ سے ابی کی گردن میں ایسی انی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا۔ (ارشاد الحکمۃ)

فضا اک چیخ کی آوازِ ہیبت ناک سے گونجی   لبِ ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گونجی
گرا ابنِ خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر   طمانیت کی سرخی چھا گئی افلاک کے اوپر
زمیں پر بیل کی مانند ڈکرانے لگا ناری[1]   ہوئی باطل کے گھر میں ماتمِ شیطاں کی تیاری
بحالِ وجد عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے   ہوئے جبرئیل نازل آ کے دستِ شاہِ دیں چومے
صحابہؓ کے دہن پر نعرہ تھا اللہ اکبر کا   خدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبرؐ کا

ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں

اٹھایا آ کے اس بسمل کو اخوان الشیاطیں نے   جسے ہلکا سا اک چرکا دیا تھا سرورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے کرتا رہا وہ ہائے واویلا   یہ واویلا احد کی وادیوں میں دور تک پھیلا
قریشی فوج والے آ کے سمجھانے لگے اس کو   تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر   نہ کوئی زخم سینے میں نہ کوئی ضرب ہے سر پر
نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے   تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب[2] کیا ہے
یقیں رکھو اُبی! اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے   ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے
یہ سن کر اس نے کھولیں مردنی چھائی ہوئی آنکھیں   بہت پُرہول تھیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
کہا اے دوستو! اے لات و عزیٰ کے پرستارو   قسم ہے لات و عزیٰ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو

---

[1] وہ بیل کی طرح ڈکارتا تھا اور واویلا کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] اس پیش گوئی کی طرف جو حضرت نے اس کا پیغام جنگ پا کر فرمائی تھی یعنی انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔

[3] اس کے ہمراہی چیخنے چلانے پر تعجب کرتے تھے جب وہ اسے اٹھائے لئے جاتے تھے تو وہ اس کو تسلیاں دیتے تھے کہ تم کو کوئی گزند نہیں۔ یہ تو بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ جلد لو گے۔ (تاریخ العمران) اُبی نے کہا لات و عزیٰ کی قسم جس شخص نے مجھے ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہلِ ذی المجاز کے ساتھ کرے گا تو سب مارے جاؤ گے۔ ذی المجاز منا میں ایک مقام ہے کہ ابی ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[1]اگر قومِ قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی   یہی صورت اگر درپیش اہلِ ذی الحجاز آئی
وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا   نہ پائے گا کوئی مرگِ دوامی کے سوا چارا
نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے   وہ اب اک اک قدم پر معجزہ[2] دکھلاتا جاتا ہے
یہ حربہ اور مری حالت مقامِ غور ہے یارو   تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو
یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اس نے ڈھلکائی   جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدادی
سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہلِ کیں بھاگے   اسی گھوڑے پہ لادے اس لعیں کو اور لعیں بھاگے
اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذرّیت   ابھی تک ضربِ حق کی وہ نہ سمجھے تھے کچھ اہمیت
وہ سمجھے تھے علاج اس زخمِ معمولی کا آساں ہے   خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پہ ضربِ یزداں ہے
یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوامی کا   گلا کاٹا تھا حریت نے انسانی غلامی کا

ابن حمید[3] کا حملہ اور حضرت ابودجانہؓ

ادھر سرکار والا پھر ہوئے راجع بلندی کے   ارادے تھے جہاں پر زخمیوں کی زخم بندی کے
فدا کاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے   مگر تھیں ہمتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے
قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے   کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخمِ شیطاں سے
مگر ابن حمید اک پہلواں تھا سخت غصے میں   بڑھا سوئے رسول اللہ یہ بدبخت غصے میں
جبل پر چڑھ رہا تھا' اس گھڑی اسلام کا ہادی   کہ آیا دوڑ کر یہ دوسرا شیطاں کا امدادی[4]

---

[1] اس نے کہا کیا اس نے پہلے سے نہیں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کرے گا۔ (ارشاد الحکمہ)

[2] ابی ابن خلف اس زخم سے راہ میں مر گیا اور یہی ایک بدنصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دست مبارک کا چرکا کھا کر مر گیا۔ (تاریخ العمران)

[3] عبداللہ بن حمید اسدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اسد قریش کہلاتا ہے۔ یہ بھی رسول اللہ کو قتل کر دینے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا۔ (خاتم المرسلین)

[4] ابن حمید اسدی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا عین اس وقت جب رسول مقبول جبل پر صعود کر رہے تھے آیا اور پکارتا تھا کہ مجھے بتاؤ محمد کہاں ہے تاکہ میں اس کو قتل کروں۔ (ارشاد الحکمۃ)

صدا دی یا محمدؐ آپ اگر رہ جائیں گے زندہ
تو قرشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ
رہی باقی نہ تابِ ضبط قلبِ بودجانہ میں
نظر آیا انہیں کافر غرورِ کافرانہ میں
کہا میری طرف آ بے ادب مجھ سے مخاطب ہو
انہیں کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو
لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اس کا
بہت کافی ہے تیری گوشمالی کو غلام اس کا
یہ کہہ کر بودجانہ جا پڑے تمثالِ شیر اس پر
نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر
نبی کی تیغ کا سایہ نہ بداعمال پر ڈالا
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا
یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
جنابِ بودجانہ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رُخسارِ مبارک میں جمی ہوئی کڑیاں

فرازِ کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعدِ جاں بازی
نبی کا عزم و استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا
بالآخر اک چٹاں اس راستے میں ہوگئی حائل
وجودِ پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل
جنابِ طلحہ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
چڑھا اس طرح اوجِ کوہ پر عرفاں کا گنجینہ
یہیں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
صحابہؓ کے قلوبِ پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں
یہ کڑیاں جم گئی تھیں ایسی اس رخسارِ انور میں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبانِ پیمبرؐ میں

ـ حضرت ابودجانہ کو تاب نہ رہی دوڑ کر اس کے مقابل ہوئے اور فرمایا اس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ـ ابودجانہ نے ابن حمید کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور پچھاڑا اور جس طرح بکری ذبح کرتے ہیں ذبح کر ڈالا۔ (تاریخ العمران)

ـ رسول اللہ ثابت قدمی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ (سیرت النبی)

ـ آنحضرتؐ نے ایک بلند چٹان پر چڑھنا چاہا مگر دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ نیچے بیٹھ گئے ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر آپ اوپر تشریف لے گئے۔ (خاتم المرسلین)

ادھر آنکھیں اُدھر آئینہ رخسارِ تاباں تھا یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں ہر اک جانباز حیراں تھا
مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہ نے نچھاور[1] کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہ نے

نزولِ آیہ اور رسول کا ارشاد

لب و رخسار سے اس وقت دھاروں[2] خون بہتا تھا نبیؐ شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا
کرے جرأت جو قوم اپنے نبی کا خوں بہانے کی سبیل اس کے لئے ہے کون؟ راہِ راست پانے کی
الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو
نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیازِ آرزو مندی ہوئے جبریل نازل لے کے پیغامِ خداوندی
زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا صحابہؓ سے مخاطب ہو کے حضرتؐ نے یہ فرمایا
اگرچہ اہلِ ناحق، حق پہ دھاوا کر کے آئیں گے مگر آئندہ ہرگز فتح و فیروزی نہ[3] پائیں گے
چمک اُٹھے یہ سن کر رنگِ رُخ عالی نہادوں کے نویدِ امن جھلکی تہ میں آخر اِن فسادوں کے

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رُخسارِ انور سے لب و دنداں پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے
تھا اس[4] دم درد کا احساس بھی اصحابِؓ اکبر کو لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقیؐ کوثر کو

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں مگر حضرت ابوعبیدہ کے سامنے کے دانت ٹوٹ ے اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر جا گرے۔ (تاریخ العمران)

خون تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ حضور اس خون کو دونوں ہاتھوں سے چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے۔ اس قوم کی فلاح کیسے ہوگی جو اپنے نبی کا خون رائی ہے۔ (تاریخ العمران)

اس موقع پر یہ آیت اتری لیس لک من الامر شیء تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں۔ (ارشاد الحکمۃ) رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا اب مشرکین کبھی ایسی زی کو نہ پہنچیں گے۔ (تاریخ العمران)

خسار کے زخم سے اور ضربِ پیشانی سے لہو نہ تھمتا تھا۔ رسول اللہ کو پیاس کی شدت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

فرازِ کوہ تھا یہ اس جگہ کمیاب تھا پانی　　صحابہؓ کر رہے تھے جستجو تاحدِ امکانی
فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے　　برائے ساقیِ کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے
ملا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف سا پانی　　اکٹھا ہو گیا تھا اک گڑھے میں آبِ بارانی
علی المرتضیٰ اس کو سپر میں بھر کے لے آئے　　نبیؐ نے کلیاں فرمائیں اسی سے زخم دھلوائے
یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکر لطافت کا　　ہوا پانی کی بو سے دل منغض شانِ رحمت کا[1]

زخمیوں کو پانی مل رہا تھا

وفاتِ ذاتِ ہادی کی ہوئی تھیں جبکہ افواہیں　　تو ہر خورد و کلاں نے لی تھی اس میدان کی راہیں
صحابیات ہر سو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؐ کو　　عقیدت آنسوؤں سے تر کیے دیتی تھیں وادی کو
وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں　　یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں[1]
رضا کارانہ ساری بیبیاں خدمت میں کامل تھیں　　جنابِ عائشہ صدیقہؓ بھی ان ہی میں شامل تھیں[2]
مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی　　تو مشکیزوں کے اندر بوند پانی کی نہ تھی باقی[2]
پلاتی ہوں جہاں اُمت کو اُم المومنینؓ پانی　　وہیں نایاب بہرِ رحمۃ للعالمین پانی
صحابہ نے سوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے　　تو ابنِ مسلمہ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے
غرض اس عرق ریزی سے غرض اس جانفشانی سے　　بجھائی ساقیِ کوثر نے پیاس ایک جرعہ پانی[3] سے

---

[1] ایک چٹانی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ سپر میں اُس گڑھے سے پانی لائے مگر رسول اللہ کو پانی نہ پلا سکے۔ اس معاملہ میں آپ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بدبو برداشت نہ تھی۔ آپؐ نے اس سے کلیاں کیں اور لب سے خون صاف فرمایا۔ (تاریخ العران)

[2] حضرت عائشہ ام سلیمؓ جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں اور ام سیط زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ خاتونانِ اسلامی معرکہ میں اب تک زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت محمد ابن سلمہ ان کے پاس پہنچے مگر عجیب وقت تھا کہ پانی ان کے مشکیزوں میں بھی ختم ہو گیا۔ (تاریخ العران)

[3] حضرت محمد ابن سلمہ دور کاریز سے جا کر پانی کا مشکیزہ بھر کر لائے اور حضرتؐ نے یہ پانی نوش فرمایا۔ (ارشاد الحکمۃ)

جناب فاطمۃ الزہراؓ کی تشریف آوری

جناب فاطمہ زہراؓ نبیؐ کی لاڈلی دُختر محبت جن کی تھی ہر وقت حرزِ جانِ پیغمبر
پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبرؐ پہ برسائیں
علی المرتضیٰؓ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے لہو روئے پدر کا دستِ زہرا دھوتے جاتے تھے
بھرا زخموں میں پشمینہ جلا کر دستِ دُختر نے لہو اب تھم گیا تسکین پائی رُوئے انور نے

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں یہ معرکہ گزرا تھا غم انگیز منظر تھا شہیدانِ وفا لیٹے تھے رقت خیز منظر تھا
نظر آتی تھی سفاکی یہاں بے پردہ و عریاں لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں چھریاں
تھے چہرے بوسہ گاہ مہر جن نور آفریدوں کے زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے ان شہیدوں کے
فلک نے کینۂ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالیؐ
ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا یہ کس کی جستجو تھی کس لیے ہر سو بھٹکتا تھا
جبل پر اس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایماں کو تو سوجھی جستجوئے حال کی اس مردِ ناداں کو
یہ منظر شاق گزرا اس کی خوئے خود پسندی پر چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

پ کی وفات کی خبر مدینہ میں سنی تو اخلاص شعار نہایت بے تابی سے دوڑے۔ جناب فاطمۃ الزہراؓ نے آ کر دیکھا تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔
ت علیؓ سپر میں پانی بھر کر لائے۔ جناب سیدہ لہو دھوتی تھیں۔ (سیرت النبی) سیدہ فاطمہؓ نے جب پشمینہ جلا کر زخم میں بھرا اور خون فوراً تھم گیا۔ (تاریخ العمران)
وقت ہند اور اس کے ساتھ والیاں ان کی حالت یہ تھی کہ میدان میں ماری ماری پھرتی تھیں۔ شہدائے احد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ (خاتم المرسلین)

پکارا کیا محمدؐ بھی ہیں شامل اس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہِ اہلِ طاعت میں

یہ چلایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
رہے خاموش مومن اب بھی حسبِ حکمِ پیغمبرؐ[1]

نہ پایا اہلِ ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اٹھا خیالوں کا

کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
ہم اِس چوگان میں جیتے وہ اِس چوگان میں ہارے

حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب

دلِ فاروقِ اعظمؓ میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا او دشمنِ حق دیکھ لے قدرت کا نظارا

خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبرؐ بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی

ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمدؐ مصطفیٰ موجود ہیں اپنی جماعت میں

وہ سب افراد جو تیرے لئے سامانِ ذلت ہیں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروزِ ملت ہیں

ابوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب

اٹھا جب نعرۂ فاروقؓ ابوسفیاں کا دل بیٹھا
ہوا محسوس ابھی جیسے طلسمِ آب و گِل بیٹھا

کہا دل میں کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخر کا
یہی ردِ عمل ہے خفت و رنج و تکدر کا

کیا نعرہ خدایانِ عرب میں ہے ہبل برتر
صحابہ نے کہا اللہ اعلیٰ و اجل برتر

اُدھر لب پر لنا العزی ولا عزی لکم آیا
جواب اللہ مولانا ولا مولا لکم پایا[3]

---

[1] ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں؟ آپؐ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (سیرت النبی)

[2] جب کچھ آواز نہ آئی بولا سب مارے گئے۔ (سیرت النبیؐ) حضرت عمرؓ کو تاب نہ رہی جھنجھلا کر بولے۔ او دشمن......

[3] ابوسفیان کے (علی ہبل) اے ہبل تو اونچا رہ۔ صحابہ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا۔ خدا اونچا اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے تمہارے پاس نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا۔ خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی مالک نہیں۔ (صحیح بخاری)

کہا اس نے کہ یہ دن انتقامِ بدر کا دن ہے سبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے
محمدؐ کے بہت سے پیرووں کو ہم نے مارا ہے بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے
ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے[1] کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے
نہ تھا ایماء مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا
محمدؐ سے کہو ہم سالِ آئندہ پھر آئیں گے سرِ میداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے
رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرمائی[2] ابو سفیان اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

شہادت گاہ کا منظر

بالآخر شام کی منزل پہ زورِ ہولناک آیا اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا
بہا تھا خونِ حسرت زندگی کی جوئباروں سے لبالب ہو کے چھلکا جامِ گیتی کے کناروں سے
شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے زمیں کے داغ ابھرے تھے اُفق کے رُخ پہ چھائے تھے
فلک نے دیکھ کر یہ رنگ و نور آفریدوں کا جبیں پر مل لیا وہ خون اسلامی شہیدوں کا
سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی
نظر آئی رُخِ آفاق پر جب خون کی لالی احد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی
اگرچہ لد گیا تھا کارواں اہلِ شرارت کا مگر ابھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا
کہیں بازو، کہیں سر تھے، کہیں پا خون آلودہ گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ

---

[1] ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ قریشی فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا مگر مجھ کو معلوم ہوا کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔ (سیرت النبی)

[2] ابوسفیان نے پکار کر کہا کہ آئندہ سال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہ نے جواب دیا منظور ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہ رنگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سو تیغ و خنجر کا
عجب مضمون رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
تھے سجدہ ریز ان پر سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے
کہیں اُلجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے کیلے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے
کہیں ٹوٹے ہوئے مغفر، کہیں زرہیں تھیں افتادہ
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ
کہ نقشہ تھا یہ انسانوں کے جوش و کبر و مستی کا
یہ منظر آخری تھا خود گری و خود شکستی کا
کجا ہنگامۂ محشر کجا عالم فراموشی
مسلط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی
بہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے
جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے
لہو سے غسل فرما کر نہا کر با وضو ہو کر
خدا کے روبرو آئے تھے بندے سُرخ رو ہو کر
یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے
زمیں پر سو رہی تھی آج بے شک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل تھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی
ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کی فضاؤں کو
ہوا کے آنچلوں نے باندھ رکھا تھا صداؤں کو
فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی
مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی
اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جاں فزا گونجی
فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی
ہوا اعلان عالم میں خدا کی بادشاہی کا
محمدؐ کی رسالت اور توحیدِ الٰہی کا
زمین و آسماں میں گونج اٹھی توحید کی نوبت
جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت
ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی
صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعدِ سربازی
خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
امام المرسلیںؐ موجود ہوں جن کی امامت کو
جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گزاروں نے
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولاد آدم کی   کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی
یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں ان اخلاص مندوں سے   جنہیں معبود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے
یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قندیلیں !   فرشتوں کے لیے روشن دلیلیں اور تمثیلیں!
جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیرہن سجدے   لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے
یہی سجدے تھے جو تخلیقِ انسانی کے حاصل تھے   کہ ان سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے
یہ وہ ساجد تھے محمودِ دو عالم تھا مقام ان کا   خدا معبود تھا اُن کا محمدؐ تھا امام ان کا
سجے تھے زخم تن پر درد کو دل سے لگائے تھے   کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے
تھا بیشک ظاہری آئینۂ تن چور چور ان کا   مگر پرتو فگن تھا عکسِ باطن دُور دُور ان کا
خدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے   مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مسلماں سے

شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی
پڑی تھیں میتیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں روحیں قدومِ باسعادت کی   کہ شاید خود ادائیں دیکھ لے حسنِ شہادت کی
فرازِ کوہ سے وہ دردمندِ بے کساں اُترا   ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اُترا
وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے   پڑے تھے بے کفن خاکِ احد پر چادریں تانے
جراحت نے کیے تھے قطع رنگیں پیرہن ان کے   یہی ملبوسِ شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے
شہادت کا مبشر شاہدِ حالِ شہیداں تھا   کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا

تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسامِ شہیداں کے گیاہِ خشک نے حکمِ نبیؐ سے ان کے تن ڈھانکے[1]
یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے ہوئے تھے آج ہم صورت بریدہ گوش و بینی سے
اعزہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج دقت سے رسول اللہؐ کی آنکھیں تھیں پُرنم فرطِ رقت سے
بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے
نگاہِ مہر حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی یہی چادر ابد تک دامنِ فرخندہ فالی تھی
دیا تھا غسل آبِ تیغ سے خونِ جراحت نے سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح دامانِ راحت نے

لباسِ[2] عارضی کے یہ جنازے تھے نہ شرمندہ
کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر

ہوا حمزہؓ کی میت پر گزر شانِ رسالت کا تأثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت[3] کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمشیرہ حمزہؓ کی بہت تھی ان کے دل میں عزت و توقیر حمزہؓ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرتؐ کے ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے
کہا رو کر میری پھوپی کو میت پر نہ آنے دو دلِ زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو

---

[1] مصعب بن عمیرؓ جامہ زیب سمجھے جاتے تھے آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانپ کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ (تاریخ العران)

[2] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں۔ اسی طرح رہنے دیئے جائیں ہاں اگر کسی کے پاس زائد کپڑے ہوں اوپر سے لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ شہداء اسی خون میں لتھڑے ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ (دیکھو ابن ہشام و طبری)

[3] آنحضرتؐ حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہنچے تو رقت طاری ہو گئی کیونکہ حمزہؓ کی نعش بہت بگاڑ دی گئی تھی۔ آپؐ نے رنج و غم کے الفاظ بھی فرمائے مگر بدلہ نہیں لیا۔

الم انگیز ہے قطع و بریدِ چہرۂ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دیدِ چہرۂ حمزہؓ
پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلبِ مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میتِ حمزہؓ پر روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں[1]
مسلمانو! یہ امت بھی رضا پر کس قدر راضی
بتاؤ درسِ جاں اس کو نہ سمجھو قصۂ ماضی
جہادِ فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ
ادائے فرض کرنے کے لیے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں سے
خدا و مصطفیٰ کے دشمنوں پر موت پر شاکر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیرِ اجل کھا کر
سمجھ لو اس نے اپنی منزلِ مقصود پا لی ہے
یہ اس کے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے
وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اس کا غم کیسا؟
بہت مسرور ہے وہ اس پہ رونا کیوں الم کیسا؟
ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
صفِ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا
سپر کر دے جو بہرِ دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی
مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ دوں ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت
بہ وقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر
جسے سوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشۂ ناپاک پر زاری

وہ مردہ جو تہہِ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خوب اس کا ماتم کیوں کہ یہ مرگِ دوامی ہے

---

[1] آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب مدینہ سے نکل کر آئیں آنحضرت نہ چاہتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھے۔ مگر حضرت صفیہ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا میت پر آئیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتی ہوئی چلی گئیں۔ (ابن ہشام)

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظارے اُحد کی سرزمیں پر چاند تھا، افلاک پر تارے
متاعِ نور کی زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی
شہیدوں میں نبیؐ کے یوں تو سب یارانِ ہمدم تھے جنہیں قرآں زیادہ یاد تھا اس دم مقدم[1] تھے
نبیؐ نے اس طرح ستر خزانے دفن فرمائے کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے
اُڑھا کر تربتوں کو چادریں آمرزگاری کی توجہ ہو گئی سوئے مدینہ غمگساری کی
ہوا ارشاد چند افراد ہو کر سر بکف جائیں قریشی فوج کا رُخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں
اگر مکہ کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے
مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیت ہو اگر ان کی تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی
پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر مسلماں شہریوں پر اور یا ان کے حلیفوں پر
تو اللہ کی قسم جس پر فدا جانِ محمدؐ ہے جو آقائے محمدؐ ہے نگہبانِ محمدؐ ہے
محمدؐ آخری دم تک لڑے گا فوجِ اعداء سے ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے[2]
یہ سنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے تھکے ہاروں، شکستہ بازوؤں، سینہ فگاروں نے
گیا بہرِ سراغِ دشمناں اصحاب کا دستہ مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ

جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اس کے
سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کے ہاتھ اس کے

---

[1] احد میں دو دو شہید ملا کر دفن کیے گئے۔ مقدم اس کو کیا جاتا تھا جسے قرآن زیادہ یاد تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] آپؐ نے قریش کے تعاقب میں آدمی بھیجے اور فرمایا کہ دیکھو اُن کا رُخ کدھر ہے۔ اُن کی نیت بخیر نہیں تو اُس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں آخر دم تک لڑوں گا (دیکھو طبری ابن ہشام)

عقیدت اور تسلی

خبر وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی
نہ پوچھو دل فگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی
مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی
کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی
اُحد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں
شہیدانِ وفا کے بال بچے اور جو آئیں!
نکل کر شہر سے ہر موڑ سے پھرتے تھے راہوں میں
یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا اُن کی نگاہوں میں
چلی تھی اک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو
کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو
گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
نچھاور کر دیئے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی
ملے رستے میں ان سب کی شہادت کے پیام اُس کو
سنائی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو
مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
اُسی کا نامِ نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا
نہ شوہر کا، نہ بیٹوں کا، نہ بھائی کا خیال آیا
رسول اللہ کیسے ہیں؟ یہی لب پر سوال آیا
رسول اللہؐ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر
شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر
کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی
نظر آیا وہاں جلوہ فگن نورِ تجلی ہے
پکار اٹھی کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے

تسلی ہے، پناہِ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

تمت

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

تاریخِ اسلام (منظوم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

یعنی

شاہنامۂ اِسلام

شاہنامۂ اِسلام

(جلد چہارم)

اُردو نظم میں تاریخِ اِسلام کے زرّیں واقعاتِ رزم کا ولولہ انگیز بیان

اثرِ خامہ

ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

پر

ایمان رکھتا ہے!

حفیظ

فہرست مضامین شاہنامہ اسلام (جلد چہارم)

مضامین صفحہ

دیباچہ حفیظ جالندھری ۵۴۱
مرداں بکوشید! ۵۴۹

باب اوّل

شہادت گاہ اُحد پر ایک نظر

شہیدانِ اُحد کی تربتیں ۵۵۱
تکفین و تجہیز ۵۵۲
اُحد سے سرورِ عالم کی مراجعتِ مدینہ ۵۵۳
اُحد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت ۵۵۴
مدینے کی یہ رات اور منافقین ۵۵۵
منافقین کی طرزِ گفتگو ۵۵۶
منافقین کا مہاجرین پر طعن ۵۵۷
منافقین یہود کے رفیق تھے ۵۵۸
منافقین کا طرزِ استدلال ۵۵۹
انصار کا ایمان ۵۶۰

باب دوم

شامِ اُحد کی صبح

مجاہدینِ اُحد پھر راہِ جہاد پر ۵۶۲
مجروح صحابہؓ کی جرأت و ہمت ۵۶۳
پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں ۵۶۳
لشکرِ کفار کی حالت ۵۶۴
لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام ۵۶۵
ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت ۵۶۶
ابوسفیان کا تامل و تذبذب ۵۶۷
ابوسفیان کی تقریر ۵۶۷
ابوسفیان کی شیخیاں ۵۶۸
حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت ۵۶۹
رسول اللہؐ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات ۵۷۰
صفوان ابنِ امیہ کی فہمائش ۵۷۱
معبد خزاعی کا ورود ۵۷۲
معبد قریش کو ڈراتا ہے ۵۷۳
قریش کے حوصلے پست ہو گئے ۵۷۴
لشکرِ قریش کی بدحواسی اور فرار ۵۷۴
حمراء الاسد—زخمیوں کی جماعت ۵۷۵
اس تعاقب کا راز ۵۷۶
مجاہدینِ اسلام کی چھاؤنی ۵۷۶

مضامین صفحہ
اہلِ نور سے اہلِ نار کا فرار ۵۷۷
مخبرانِ صادق کا بیان ۵۷۷
رسول اللہؐ کے ارشادات ۵۷۸

باب سوم

نبیؐ اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی منہای ۵۷۹
شہیدوں کا احترام ۵۷۹
مدینہ امن کی بستی ۵۸۱
دارالامان کی کشش ۵۸۱
مدینے میں اہلِ حق کے اشغال ۵۸۱
حلقہ ذکر ۵۸۲
دارالامان کے آمن کی صورت وسیرت ۵۸۳
حلقہ درس اصحابِ صفہ ۵۸۴
اصحابِ صفہ کی شان ۵۸۴
نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی ۵۸۶

باب چہارم

سلسلہ سرایا

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

دارالامان پر چاروں طرف سے حملے ۵۸۷
فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی ۵۸۸
شیطنت کی انتہا - دغابازوں کے ہاتھوں مقتولانِ وفا کی شہادتیں - واقعہ بیر معونہ ۵۸۹
نجد سے اظہارِ فتنہ ۵۹۰
ابو براء کا مدینے میں آنا ۵۹۰

مضامین صفحہ
حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے ۵۹۱
ابو براء کی شفایابی اور مکر ۵۹۲
ابو براء کی درخواست ۵۹۳
آنحضرتؐ کا تامل - ابو براء کی ضمانت ۵۹۴
ہدایت کی درخواست منظور ۵۹۴
مبلغین اسلام راہِ تبلیغ پر ۵۹۵
رسولِ پاکؐ کا مبلغین سے خطاب ۵۹۵
مبلغین اسلام نجد کی طرف ۵۹۶
ابو براء کا کھسک جانا ۵۹۶
صحابہؓ کا پیغام رئیس نجد کے نام ۵۹۷
رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک ۵۹۷
نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ ۵۹۸
شہدائے بیر معونہ ۵۹۹
واقعہ رجیع - قبائل عضل وقارۃ کا مکر ۶۰۰
تبلیغ کے لئے صحابہؓ کی تیاری ۶۰۰
مبلغینِ اسلام اور قبائلِ خون آشام ۶۰۱
شہادت مبلغین رجیع ۶۰۲
خدا کے آزاد بندوں کی گرفتاری اور نیلامی ۶۰۲
نیلام گاہ مکہ ۶۰۳
قید میں آزادہ دلوں کا حال ۶۰۳
بے گناہوں کے قتل کی منادی ۶۰۴
قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں ۶۰۵
مسلمان قیدی کی خواہش ۶۰۵
مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں ۶۰۶
مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا ۶۰۷

مضامین	صفحہ
یہ سب خُلقِ محمدؐ کے کرشمے ہیں	۶۰۷
قتل کا میلا	۶۰۸
شوق جب مقتل کی جانب پابجولاں لے چلا	۶۰۸
مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک	۶۰۹
یک جان دو قالب	۶۰۹
اسلام سے پھر جانے کی ترغیب	۶۱۰
دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرۂ حق	۶۱۰
سایۂ دار میں نمازیں	۶۱۱
نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب	۶۱۱
اذیت دہی کے لئے صلائے عام	۶۱۲
انتہائی آزار انتہائی عقوبت	۶۱۲
شہید کا آخری امتحان	۶۱۳
خبیبؓ کا آخری جواب	۶۱۳
خبیبؓ کی دُعا	۶۱۳
قاتلوں پر مقتول کی ہیبت	۶۱۵
ایمان زیدؓ کا امتحان	۶۱۵
پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت	۶۱۶
شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ	۶۱۶
گناہ بے گناہی	۶۱۷
باطل حق پر غضب ناک تھا	۶۱۹
نویدِ آسمانی کے مقابل خبثِ سفلی	۶۱۹
طبیب مایوس نہیں ہوتے	۶۲۰
مورکا ضبط وصبر	۶۲۰

باب پنجم

فتنۂ قوم یہود

مضامین	صفحہ
مزدور اور سود خوار	۶۲۱
ساہوکار کا دخل و عمل	۶۲۲
سود در سود کا پھیر	۶۲۲
مدینے کے یہود	۶۲۳
قبائلِ عرب کی سیاسیات اور یہود	۶۲۴
یہود اسلام کے دشمن تھے	۶۲۴
اِسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں	۶۲۵
یہود کی ہر کوشش ناکام	۶۲۶
یہود کی غضب ناکی	۶۲۷
ناقابلِ اصلاح قوم	۶۲۷
یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل	۶۲۸
رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں	۶۲۹
سلامت نکل جانے کی اجازت	۶۳۰

باب ششم

مسلمانوں پر سارے عرب کا دھاوا

مضامین	صفحہ
جنگ احزاب کے وجوہ	۶۳۱
سارا عرب مشتعل	۶۳۱
بڑے بڑے قبائل کی فوجیں	۶۳۲
ملکِ خدا اخرگرفت	۶۳۲
دوسروں کی کمائی پر جینے والے	۶۳۳
اقتدارِ شخصی کی ہوس	۶۳۴
مفت خور	۶۳۵

مضامین	صفحہ
لٹیروں کا باہمی ربط وضبط	۶۳۵
شخصی ریاست جبری سیاست	۶۳۶
شخصی اقتدار کے گرگے	۶۳۶
انتظام کے پردے میں لوٹ	۶۳۷
ناحق پرستوں کا وجود	۶۳۷
وجودِ اہلِ حق	۶۳۸
محمدؐ کا مدینہ	۶۴۰
انسانِ کامل کی برات	۶۴۱
مدینے کے چاروں طرف	۶۴۴
جاء الحق وزھق الباطل	۶۴۴
حق سے اہلِ باطل کے اندیشے	۶۴۵
مدینے پر چڑھائی کرنے والے	۶۴۶
آنحضرتؐ کی مجلسِ مشورت	۶۴۶
حضرت سلمان فارسی کی رائے	۶۴۷
خندق	۶۴۷
محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں	۶۴۸
ضربِ محمدؐ	۶۵۰
لشکرِ کفار کی آمد آمد پہلوانانِ عرب کا ورود	۶۵۱
خندق کے آر پار	۶۵۲
احزابِ عرب کی چھاؤنی	۶۵۲
کفار کے جیوش اور یہود	۶۵۳
قبیلۂ قریظہ کی بغاوت	۶۵۳
یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی	۶۵۵
نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں	۶۵۷
عہد شکن یہود کا تمرد	۶۵۷

مضامین	صفحہ
اس نئے خطرے کی تصدیق اور نبوت کے انتظامات	۶۵۸
خندق پر اسلوبِ جنگ	۶۵۸
کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا	۶۵۹
مسلسل حملے، مسلسل مدافعت	۶۶۱
ہولناک ہنگامہ	۶۶۲
چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار	۶۶۲
قائدِ اسلامؐ اور مجاہدین کا استقلال	۶۶۳
کثرتِ کفر کا شور	۶۶۴
قریشی شہسوار خندق پار	۶۶۵
چار ہرزہ کار	۶۶۵
ابنِ عبدِ ود	۶۶۶
ہزار سوار کے برابر ایک شہسوار	۶۶۶
واحد صدائے شیرِ خدا	۶۶۷
صاحبِ ذوالفقار کا جلال	۶۶۷
تین سوال	۶۶۸
ابنِ عبدِ ود کی حیرت اور غضب ناکی	۶۶۹
کافر کا غرور	۶۶۹
مومنِ غیور	۶۷۰
ابنِ عبدود کا وار	۶۷۰
شیرِ زخمدار	۶۷۱
برشِ ذوالفقار	۶۷۱
ابنِ عبدود کا انجام	۶۷۲
شیرِ خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں	۶۷۲
شریفانہ موت کا طالب	۶۷۳
فوجِ کفار پر ہیبتِ ذوالفقار	۶۷۴

مضامین صفحہ
قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس ۶۷۴
ابُوسفیان کی تقریر ۶۷۵
کفار کے مقاصدِ جنگ ۶۷۵
قریش دیوتاؤں کے نائب ۶۷۶
قریش کے اندیشے ۶۷۶
شاہی کا منصوبہ ۶۷۶
کملی والے کی روشن تعلیم ۶۷۷
فرزندِ ابوجہل کا نقطہ نظر ۶۷۷
قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے ۶۷۸
قریش کو نسلی برتری کی فکر ۶۷۸
مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز ۶۷۹
منافقین کو بغاوت پر اُبھارنے کی چال ۶۷۹
مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد ۶۷۹
شہر کا محاصرہ ۶۸۰
شہر کی حفاظت کے انتظامات ۶۸۱
محصورینِ خندق پر شدت ۶۸۱
منافقینِ مدینہ کی روگردانی ۶۸۲
منافقین کے بہانے ۶۸۲
ہاجرین سے کینہ ۶۸۳
منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے ۶۸۳
سول کا تحمل ۶۸۴
ک آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا ۶۸۴
ینہ محاصرے کی حالت میں ۶۸۵
منانِ اسلام کی ذہنیت ۶۸۵
ئے آستین ۶۸۶

مضامین صفحہ
آزمائش کے دن ۶۸۶
خندق پر جماعتِ مجاہدین ۶۸۷
انتہائی مصیبت' انتہائی استقلال ۶۸۷
ساری دُنیا کی بھلائی کے لئے ۶۸۸
جذبہ ادائے فرض واحساسِ ذمہ داری ۶۸۸
جماعت کا تحفظ ۶۸۹
اتحادِ جماعت ۶۸۹
مسلمانوں کا ایثار ۶۹۰
ایسے امتحان کے وقت ۶۹۰
جب نفس فریب دیتا ہے ۶۹۱
کون ثابت قدم رہتا ہے ۶۹۲
اصحابِ محمدؐ کا ایمان ۶۹۲
مسلسل آزمائش ۶۹۳
سرکردہ انصار سعد ابنِ معاذؓ ۶۹۳
مسلمان مستورات ۶۹۴
یہود کا منصوبہ ۶۹۴
حضرت صفیہؓ کی دلاوری ۶۹۵
مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں ۶۹۵
مسلمانوں کا انتہائی استقلال ۶۹۶
امتحان کی آخری سخت گھڑیاں ۶۹۷
صحابہؓ امتحان میں پورے اُترے ۶۹۷
آنحضرتؐ کی دُعا ۶۹۸
احزاب کی آخری رات-کافروں کا ایک دوسرے کو الزام-
ظالموں کی پریشانی ۶۹۹
قریشی سپہ سالار سے بددلی ۷۰۰

مضامین	صفحہ
یہودیوں کی نفع خوری	۷۰۱
یہودیوں کی وعدہ خلافی	۷۰۱
قبائل کو رسد کی فکر	۷۰۲
کفار کا لشکر اور شراب	۷۰۲
شرابی شاعر	۷۰۳
ابوسفیان کی تقریر	۷۰۴
یہود اور قبائل میں اختلاف	۷۰۴
دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز	۷۰۵
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے	۷۰۶
آندھی کا حملہ	۷۰۷
کفار پر خوف و ہراس چھا گیا	۷۰۸
ابوسفیان سمجھا قیامت آئی	۷۰۸
ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی	۷۰۹
ابوسفیان کی بدحواسی	۷۱۰
ابوسفیان کی شرم	۷۱۰
لشکر احزاب اندھیرے میں غائب	۷۱۱
مدینے کی صبح	۷۱۲

دیباچہ

خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان ہے کہ شاہنامہ اسلام کی جلد چہارم بھی مکمل ہوگئی جس خلوص ومحبت سے میں نے اس کو لکھا ہے اسی جذبے سے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پیش کش کے ساتھ چند بہت ہی اہم امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی تین جلدوں کے مطالعہ سے ہر شخص پر واضح ہو چکا ہے کہ میرا مقصد کیا ہے اور یہ کہ میں نے یہ سلسلۂ واقعات ایک تخیلی رومان یا محیر العقول رزمیہ کے طور پر پیش نہیں کیا۔

نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
نہ سیمرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے

تاہم میری تمنا ہے کہ یہ کتاب انتہائی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ مطالعہ کرنے والے ایسے متاثر ہوں کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی سنائیں۔

لیکن میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ ان واقعات کے بیان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے یہ اثر ایسی صورت اختیار کرے جو الف لیلہ' بوستان خیال رستم دستان یا طلسم ہوشربا' ہیر رانجھا ناٹک ناول سینما وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے ایسے تاثرات نہ مجھے درکار ہیں نہ میرا مقصود۔

دلچسپی پیدا کرنے اور مرد وزن کی توجہ کھینچنے کے لیے حسن وعشق' وصال وفراق کی کوئی جھلک' ناز وکرشمہ کا کوئی نظارہ اس کتاب میں داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا' بلکہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصود سے ہٹ کر شعر وشاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ جائے کیونکہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لیے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کی احیاء صادقہ کے لیے لکھی جاتی ہیں۔

اور تو اور ایسی روایات تک سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی عام کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کردی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمی محفل کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

عوام الناس کے متعلق خواہ مخواہ یہ خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ پست خیال ہیں اور مذکورہ بالا طرز کا عنصر کتاب میں موجود نہ ہو تو توجہ نہیں کرتے۔ میرے شاہنامہ اسلام نے اُن تمام دلچسپیوں' رنگینیوں اور گرمی محفل کے ساز وسامان سے معرا ہونے کے باوجود اس خیال کو باطل ثابت کردیا ہے۔ ہزار ہا مرد وزن بوڑھوں بچوں' جوانوں نے اِس کتاب کو بہ ذوق وشوق حاصل کیا' لاکھوں نے اِس کو پڑھا' پڑھایا' سنا اور دوسروں کو سنایا اور یہ فیض جاری روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہزار خطوط (ہندوستان[1] کے ہر گوشے بلکہ بیرون ہند سے بھی جہاں کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت اُردو جاننے والے مسلمان موجود ہیں) مصنف کو موصول ہوئے ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جس طبقے کے لیے کام کیا جا رہا ہے وہ طبقہ اس کتاب سے اثر پذیر ہے۔

---

[1] چوتھی جلد مکمل ہونے کے چند ماہ بعد یہ ملک جو ہندوستان کہلاتا تھا پاکستان اور بھارت میں تقسیم ہوگیا۔ مصنف

یہی نہیں، بہت سے نئے اور پرانے شاعروں نے اس طرزِ سخن کو مؤثر پایا اور متعدد کتابیں اور بے شمار اسی طرز پر لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔

ہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور ہے جس کو شاہنامۂ اسلام سے چڑھ ہے۔ اس طبقے میں مصنف کو بعض ایسے ہم عصر شاعر لوگ ہیں جن کو شاہنامۂ اسلام کی کامیابی میں اپنے فن کی ناکامی کا غلط احساس نہ جانے کیوں پیدا ہو گیا ہے، ان میں جو زیادہ آزادی نواز ہیں، فرماتے ہیں کچھ اس قسم کا لٹریچر جو شاہنامۂ اسلام پیش کر رہا ہے اور جو صرف مسلمانوں ہی کے لیے مفید ہو سکتا ہے ہندوستان کی متحدہ قومیت اور خالص پرستش وطن کے تصور کے لیے خطرناک ہے۔ ان سچے وطن پرستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ترقی پسند لوگ اسلام کو رجعت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور میں اسلامی روایات کا تمسخر اڑانے اور ہندوستان میں رہنے والی دس کروڑ آبادی کو اپنے ماضی سے بیزار کرنے کے سلسلے میں ان کی تقلید کرنا ہر شاعر کا فرض ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس طرح ہندوستان میں انقلاب آ جائے گا اور ان کی لوحِ مزار پر شاعرِ انقلاب کچھ ایسے حروف میں لکھا جائے گا جس کے پڑھنے والے شاعر اور انقلاب دونوں سے بے خبر ہوں گے۔

میں نے اپنے ان کرم فرما شاعر لوگوں کی زبان و قلم سے بہت کچھ سنا اور برداشت کیا ہے اور میں نے اپنی ذات کو تلقین کی ہے کہ

نہیں عتاب زمانہ خطاب کے قابل
ترا جواب یہی ہے کہ مسکرائے جا

البتہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا قول ہے کہ ہم حفیظ سے بہتر توقعات رکھتے تھے یہ شاکی ہیں، شاہنامۂ اسلام میں وہ دلچسپیاں کیوں نہیں جو حفیظ کے دوسرے کلام میں نظر آتی ہیں۔ ان کو تعجب ہے کہ حفیظ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ پوچھتے کہ وہ حفیظ کہاں ہے جس کے ابتدائی کلام پر یہ رائے دی گئی تھی کہ:-

> ”حفیظ کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر سامنے آتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں، لطافت اور نزاکت شاعری کا جھلملاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں، ساون رُت، گھنگھور گھٹاؤں میں کھیلتی ہوئی بجلی، موروں کی جھنکار، پپیہوں کی پکار، برسات کی ٹھنڈی ہوا، ہوا میں اُڑتے ہوئے آنچل، آنکھوں میں تمنائے دید اور فراق کے آنسو، دل کو انتظار کی دھڑکن یہ ایک مستِ کیف شاعر کی وہ دُنیا ہے، جس میں حفیظ گاتا پھرتا ہے“۔

میرے نقاد شاہنامہ اسلام میں اس رنگ کو تلاش کرتے ہیں، نہیں پاتے تو چرچا فرماتے اور چہچہاتے ہیں کہ حفیظ بطور شاعر ختم ہو گیا چونکہ یہ لوگ میرے خیر خواہ ہیں شاید یہ چرچا اور چہچہا نیک نیتی پر مبنی ہے، اس لیے زندگی میں پہلی مرتبہ اس توضیح پر مجبور ہوں۔

مذکورہ بالا رائے میرے اوّلیں مجموعہ کلام نغمہ زار پر دوسری بیشمار غلغلہ آرا تحسین و آفرین کی تحریروں میں سے چنی نہیں گئی، بلکہ ایک محتاط ترین ناقد کی رائے ہے یعنی 1925ء میں یہ رائے پروفیسر احمد شاہ بخاری المتخلص بہ پطرس نے دی تھی۔ یاد رہے کہ میں نے شاہنامہ اسلام کا آغاز 1926 میں کر دیا تھا گویا ایک ہی سال میں میرا جامِ سخن رنگینیوں کی شراب مشکِ بو سے خالی ہو چکا تھا، اور گویا وہ کوئی اور ہے جس نے نغمہ زار کے بعد سوز و ساز اور تلخابۂ شیریں کی غزلیں، گیت، نظمیں لکھ کر میرے نام سے شائع کر دیں۔

شاہنامہ اِسلام جلد اوّل کے دیباچے میں شیخ سر عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:

''اکثر شعرا نے اس ''شاہنامہ اِسلام'' قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لیے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن کی نظر سے ان کی وہ نظم گزری ہے جس کا عنوان ہے ''ابھی تو میں جوان ہوں'' انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شانِ بزرگی اور تقدس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو لیکن جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست حفیظ کے لیے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے' مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زودِ طبع سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گزر چکا ہے آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہے مگر یہ صرف اس کی خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں ورنہ زمانے نے اُسے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ دُنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اس کے مزے لے''۔

یہ آرا میں نے اس لیے نقل نہیں کیں کہ ان سے اپنی مدح وثناء کا کوئی پہلو پیدا کروں' شاعر ہونے کے باوجود مجھ میں اتنی عقل ضرور ہے کہ ثنائے خود بخود گفتن کا مصداق نہ بنوں۔ ان اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر ''ابھی تو میں جوان ہوں'' بسنت اور بہار کی نظمیں' رنگین مزاجی کے عملی مراحل سے گزرے بغیر بھی لکھی جاسکتی ہیں' اگر جوانی کی مستی اور دیوانہ پن حفیظ کی آپ بیتی نہیں تخیل کی پرواز ہے' اور اگر بقول سر عبدالقادر صاحب حفیظ دُنیا کی رنگینیوں کے مزے لیے بغیر بھی ایسی نظمیں لکھ دیتا رہا ہے' تو اس سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ مصنف اگر چاہتا تو عامۃ الناس میں اس کتاب کو اور زیادہ مقبول کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں (فرضی ہی سہی) عشق ومحبت حسن وادا یا محیر العقول شان وشکوہ کا اظہار کر کے اپنا کمال منوا سکتا ہے۔

پھر حفیظ نے ایسا کیوں نہیں کیا......؟

یو-پی کے مشہور ناقد اور شاعر پروفیسر رگھوپتی فراق نے 7 اگست 1941ء میں ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا۔

1925ء سے اب تک سولہ برس کے اندر حفیظ جالندھری نے لگاتار اپنے کلام کے مجموعے ملک کے سامنے پیش کیے' نغمہ زار' سوز وساز' شاہنامہ اِسلام پہلی جلد' دوسری جلد' تیسری جلد اور مختلف سالوں میں نئی غزلیں اور نظمیں۔ لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ ہمارے گزشتہ پندرہ برسوں کے مشہور شعرا کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں' یا بہ حیثیتِ مجموعی کون شعرا اُن سے متعلق ہیں' یا نمایاں طور پر اُن سے متاثر ہیں' بات جو کچھ بھی ہو لیکن حفیظ کی بہت سی نظمیں ملک میں اس قدر مقبول ہو چکی ہیں' زبانوں پر اتنی چڑھی ہوئی ہیں کانوں اور دلوں میں اس طرح گونج چکی ہیں کہ حفیظ کو اس دور کی شاعری سے غیر متعلق ہرگز نہیں کہا جاسکتا' بلکہ اس دور سے اُن کا گھنا سمبندھ اور جیتا جاگتا تعلق ماننا پڑتا ہے۔

''حفیظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا' ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان نظموں کا سنگیت یا ترنم تھا' یہ چیز اکبر چکبست اقبال اور جوش ملیح آبادی' یوں کہنا چاہیے' کہ حفیظ سے پہلے کسی شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی' موسیقی اور شاعری گیت اور نظم ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا...... ...!''

''شاعر نے ان نظموں کو موزوں کرنے میں' ان کو رچنے میں' نکھارنے اور سنوارنے میں ظاہر ہے کہ حالی' آزاد' اکبر'

چکبست درگا سہائے سرور، اقبال بلکہ انیس اور نظیر اکبر الہ آبادی تک کسی لظم گویا غزل گو شاعر سے اثر نہیں لیا ہے..........!''
دوسرے شعراء نے گیت لکھنے کی بالارادہ کوشش کی وہ گیت کی اسپرٹ میں نہیں ڈوب سکے، وہ ہندی گیت کی سادگی میں ہندی گیت کا ٹھوس پن نہیں لا سکے، اس کے لیے حفیظ جالندھری کے گیتوں اور ترانوں کے مصرعے اور ٹکڑے پر مغز اور بامعنی ہوتے ہیں، رومانی منظریہ اور ہر طرح کے گیتوں میں حفیظ جالندھری نے سہلِ ممتنع کی بے لاگ مثالیں دی ہیں، کوئی ایسی نظموں کے لکھنے کی کوشش کرے تو معلوم ہو......!''

''یہ تیاری یہ اُبلتی ہوئی اور اٹھلاتی ہوئی جوانی، یہ بے تکلف اور بے لاگ رچاؤ اور نکھار، یہ شوخ اور چٹیلی رنگینی۔ یہ دھن یہ سریلا پن، یہ رنگ یہ رس، یہ کسک اور یہ انگڑائیاں ہم کو آج تک کسی اردو شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصرعے اور اشعار کہے نہیں گئے ہیں، بلکہ چھلک پڑے ہیں''۔

''حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے، موسیقی اور مصوری، سنگیت اور چتر کاری کا جو میل حفیظ کی منظریہ نظموں میں ہمیں ملتا ہے، وہ کم سے کم مجھے تو اور کہیں نہیں ملا، یہ لے اور جھلکیاں مناظر کے احساس میں یہ اُبھار، یہ کسک اور مقامی رنگ (Local Colour) خاص چیزیں ہیں..........!''

''حفیظ کی غزلوں میں بھی یہی مچلتی ہوئی اور ابھرتی ہوئی جوانی نظر آتی ہے، جس میں البیلے پن کے ساتھ وہ حلاوت اور معصومی ہے، وہ متوازن الڑھ پن ہے وہ جذباتی کیفیتیں ہیں، وہ تیور اور مردانہ انداز ہیں جو ہمیں اور شعراء میں نہیں ملتے''۔

فراقؔ صاحب نہ میرے ہم مذہب ہیں نہ ہم وطن، میرا ان سے دوستانہ میل جول بھی نہیں، نہ خط و کتابت، سچ یہ ہے کہ جب میری نظر سے یہ تحریر گزری، تو مجھے تعجب ہوا، اس لیے کہ جہاں تک اُردو شعر و شاعری کے موجودہ دور کا تعلق ہے صوبجاتی اور طبقاتی تعصب موجود ہے، پارٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو شاعر کسی پارٹی میں نہ ہو اور ہو بھی ''ٹکسال باہر'' اس کی کسی خوبی کا اعتراف ذرا غور کرنے کی بات ہے۔

رسالہ آواز سے یہ طولانی اقتباس اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ ایک بے لاگ ہندو ادیب و نقاد و شاعر کی رائے ہے جو حفیظ سے حسن ظن رکھنے کی وجہ سے حق رکھتا ہے کہ حفیظ اس کے اعتراض یا استفسار کا ٹھنڈے دل سے جواب دے۔

اس تقریر کے آخری حصے میں رگھوپتی فراقؔ فرماتے ہیں۔

''جہاں تک شاہنامۂ اسلام کا تعلق ہے مجھے اور شاید بہتوں کو حفیظ کی شاعری کے اس خاص رنگ اور خاص انداز سے شاہنامہ اسلام بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہے اگر کوئی اسے بے اختیار ہو کر سراہنے پر تلا ہوا ہو تو وہ اسے جھوم جھوم کر پڑھ سکتا ہے اور اگر حفیظ کی دوسری شاعری کے مقابلے میں شاہنامہ اسلام کسی کو پسند نہ آئے، تو وہ یہ سمجھ لے کہ ملٹن نے فردوس گمشدہ لکھنے کے بعد کئی ایسی چیزیں لکھیں جن میں شعریت سے زیادہ نثریت ہے ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے''۔

یہ فتویٰ صادر کرنے کے بعد موصوف دریافت کرتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی

''

شاہنامۂ اِسلام کے بارے میں محترم ناقد نے جس طریقہ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مجھے اس صاف بیانی سے بجائے ملال کے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا ہے' تا کہ اگر کسی قسم کی غلط فہمی شاہنامۂ اِسلام کے بارے میں ایسی آراء کی وجہ سے پھیل سکتی ہے۔ تو اس کا ازالہ ہو جائے۔

شاہنامۂ اسلام شعریت ہے یا نژیت' شعریت و نژیت میں کیا فرق ہے' یہ صفحات اس بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے' البتہ اندازہ کرنا چاہئے کہ عوام الناس کا اجتماع بیک وقت سات سات گھنٹے شاہنامہ اسلام کو ذوق شوق سے سنتے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ حفیظ کے پڑھنے کا انداز ہی ایسا ہے' بجا' لیکن حفیظ سے بہتر انداز سے پڑھنے اور سنانے والوں کے لیے دو تین غزلوں یا ایک ہی نظم کے دوران میں لوگوں کو کھانسی کیوں شروع ہو جاتی ہے؟

میرے دوست' یہ حفیظ یا کسی اور کے پڑھنے کا انداز نہیں بلکہ شاہنامہ کے بین السطور ایک خاص تاثر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ اس کو نژیت کہیے یا شعریت' وہ مقصد حاصل ہے جس کے حصول کے لیے اکیس برس سے یہ محنتِ شاقہ جاری ہے' معلوم ہوتا ہے آپ نے جلد اوّل کے آغاز میں شاہنامہ کے مقصد پر نظر نہیں ڈالی

تمنا ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دل سنگیں' سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

بہر صورت یہ نژیت بھی ہو تو میں آپ کو یہ اطلاع بہم پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے میری حیاتِ سخن پر کوئی الگ دور نہیں آیا' جاگ سوز عشق۔ کرشن بنسری وغیرہ گیت منظریہ نظمیں' وہ تمام غزلیں جن کو آپ نے رومان بھری وغیرہ کہا ہے اور جن کے حوالے اپنی براڈ کاسٹ میں دیئے ہیں یعنی وہ وہ سب کچھ جو سوز و ساز اور تلخابۂ شیریں میں درج ہے۔ ۲۶ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیانی دور کا کلام ہے۔ اسی دور کا جس میں شاہنامۂ اِسلام کی چار جلدیں ہی ظہور میں آئیں یہ کہ ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نژیت کا دور بھی آتا ہے چونکہ بیک وقت ایک شاعر اور نقاد کا قول ہے اس لیے ضرور تجربے اور تحقیق پر مبنی ہوگا' لیکن کسی فطری شاعر کی افتادِ طبیعت ان دونوں طرز کے ذریعہ اظہارِ سخن پر بھی تو بیک وقت حاوی ہو سکتی ہے۔

کیا آپ کسی ایسے باغبان سے واقف نہیں جو اپنے باغ میں رنگ رنگ کے پھول بھی کھلاتا ہے اور پھل دار درخت بھی لگاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ پھولوں کے بنانے سنوارنے' یا آپ کے الفاظ میں رچنے اور نکھارنے میں تو باغبان کا فن قابلِ تحسین ہے' لیکن ثمر دار درختوں کو پروان چڑھانے میں کوئی ہنر نہیں للعجب!

اب رہا آپ کا یہ سوال کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامہ اسلام کے لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی ہو؟''

یہاں میں آپ کی نباضی کا قائل ہوں' اب کہیں جا کر آپ کی نگاہ اصل نقطہ ٹھہری ہے۔ میں خود بھی اس ساری تمہید کو اس نقطے پر لانا.........!

جناب پروفیسر رگھوپتی فراق اور اسی قسم کا سوال کرنے والے ان بزرگوں اور دوستوں کی تسلی کے لیے میری جانب سے گزارش ہے کہ ہاں بے شک شاہنامہ اِسلام ملی جذبہ ہی سے لکھا جا رہا ہے اور اگر یہ جذبہ ملی حبِ وطن کے منافی ومتضاد نہ ہو تو کسی کے لیے اندیشے کی وجہ نہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ ملی جذبہ نے شاعرانہ جذبے کی جگہ لے لی ہے چست فقرہ نہیں، یوں کہنا چاہیے تھا کہ شاعر نے اپنے جذبہ ملی کی تسکین کے لیے شعر سے کام لیا ہے۔ باغبان نے ضرورت سمجھی ہے کہ اپنے باغ میں محض پھول اور سبزہ ہی نہیں بلکہ ایسے درخت بھی لگائے جو سایہ دار بھی ہوں اور پھل بھی دیں، آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں، آنکھ اُٹھا کر دیکھئے اس کڑی دھوپ میں کتنی مخلوق ان گھنے درختوں کی چھاؤں میں آسودہ اور خوشحال ہے......! کتنی مخلوق ہے جو شاہنامہ اِسلام کا ورد کرتی نہیں تھکتی......!

اور کتنے بے شمار کام و دہن ہیں جو شاہنامۂ اِسلام کے اثمار سے لذت یاب ہیں! بے شک شاہنامہ اِسلام میرے دوسرے کلام سے بہت مختلف ہے، یہ اختلاف کیا ہے یہی نا کہ من موہنی صورتیں، کلیوں کے گجرے، نازک رسیلی تانیں شوخیاں، ناز و انداز، اٹھلاتی ہوئی جوانیوں کی انگڑائیاں، اُڑتے ہوئے آنچل بسنت، ساون، ٹھنڈی ہوائیں، اودی گھٹائیں، زلفیں اور ان میں جھلکتی ہوئی بجلیاں، آنکھوں میں تمنائے دید اور فراق کے آنسو یا وصال وبغل گیری کی چٹکیاں شاہنامہ اِسلام میں نہیں ہیں............ ہاں نہیں ہیں، یقیناً نہیں ہیں، اس لیے نہیں ہیں کہ ان کو یہاں نہیں لایا گیا میری اجازت کے بغیر یہ مسخرے یہاں کیسے گھس سکتے ہیں......؟

شاہنامۂ اِسلام معرکۂ حیات ہے، بازیچۂ اطفال نہیں۔ آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں، دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے کہ تفریح گھر اور عبادت خانہ الگ الگ تعمیر ہو سکیں، دونوں کے خلا ملا کی مجھے تو فی الحال کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ یہ اصرار کیوں ہے کہ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے وہی معبد میں کیوں نظر نہیں آتا۔ کیوں دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاریگر نے نہیں بنائے، مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے، آرکسٹرا کا سٹیج کیوں نہیں دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں، حسین حسین تصویریں کیوں نہیں۔ لوٹے اور مصلے بھلے معلوم نہیں ہوتے قطار در قطار شراب کے کنٹر آراستہ کئے جانے چاہئیں!

اگر آپ اس قسم کے سوالات کریں گے تو میں بہ پاس احترام ہنسوں گا تو نہیں، البتہ سر جھکا کر یہ عرض کر دوں گا کہ حضور یہ مسجد ہے.........!

میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی ملتیں موجود ہیں، جن کے عبادت خانے ہی میں سامان تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے، لیکن ملت اِسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی وہ اپنی مسجد کو بازی گاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامہ اِسلام اسی ملت اسلام کے لیے لکھا جا رہا ہے۔

یہ نظم ایک قلعہ ہے جو فولادی اور سنگلاخ بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے اور اس کی دیواریں پھول پتی سے نہیں اٹھائی گئیں، اس کے بروج کو غنیم حوادث کا مقابلہ کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان بھاری پتھروں کی تراش خراش اور ان کو محل مناسب پر جمانے کے لیے جو صنعت اور مہارت استعمال کی گئی ہے وہ فن شیشہ گری سے الگ ہے، اس قلعہ کا حسن اس کے رُعب، ہیبت اور وقار میں ہے، نازکی اور لچک میں نہیں، کیونکہ یہاں نازکی اور لچک کمزوری پر دلالت کریں گی، اس قلعہ میں تفریح کا سامان قلعہ کے اندر رہنے اور بسنے والوں کے ضبط و

نظم اور قواعد و قوانین کی پابندی میں ہے۔

گلزار پر بہار میں نرم رو جوئبار کی دلکشی سے کسے انکار ہے' لیکن فلک آشنا پہاڑوں کا خاموش رُعب و وقار اور دریاؤں کے غرانے میں بھی تو حسن اور نغمہ ہے۔

شاعر کی چشمِ تصور جب گوکل کا درشن کرتی ہے تو کانوں میں جمنا کنارے بنسری کی سریلی تانیں بھی آتی ہیں' معصوم گوپیوں کے رنگین جھرمٹ میں برج ناتھ کا رقص بھی دکھائی دیتا ہے' یہاں شاعر کا دل بھی رقص کرتا ہے اور بے اختیار بنسری بجائے جا کاہن مرلی والے نند کے لال کا الاپ شروع ہو جاتا ہے پھر یہی چشمِ تصور جب درّہ خیبر کا نظارہ کرتی ہے' تو مہیب ناہموار چٹیل پہاڑوں کے دامن پر پگڈنڈیاں قسمت اقوام کی خونیں لکیریں دکھاتی ہیں اور ع

یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ ہے لاتعداد شور انگیز تہذیبوں کا افسانہ

زبانِ حال سے سنانا آغاز کر دیتا ہے۔ آریوں کے دَل بادل راہ کی دشواریوں سے بے نیاز یہاں سے گزرتے اور زمین ہند پر آسمان بن کر چھاتے نظر آتے ہیں۔ آتش قدم قافلے پتھروں کو روندتے اور جھلساتے ہوئے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں' یہاں گوکل کی پھوار اور ننھی بوندیاں نہیں بلکہ آئینہ خیال میں یہاں کا گرد و غبار فوجِ سکندری کی آندھی کا بقیہ معلوم ہوتا ہے' فولادی چٹانوں پر سورج کی کرنیں مسلمانوں کی تلواروں کی طرح چمکتی ہیں۔ اس چمک سے رعد کا تصور ہوتے ہی نعرۂ تکبیر کی گونج سے چٹانوں کے سینے لرزتے ہیں۔ غزنوی اور غوری' تیمور و بابر اور ان کے لشکر گزرتے ہیں اور گزر جاتے ہیں سب گزر جاتے ہیں۔ شکوہ نادری بھی' اقبال ابدالی بھی۔ لیکن شاعر دیکھتا ہے کہ اس درّہ کے پتھر اور کانٹے جن کے منہ راہروؤں کے آبلہ ہائے پا سے سرخ ہیں اسی شان وقار سے قائم و دوائم ہیں۔

ہاں یہاں شاعر گوکل کی برسات کی پھوار نہیں دیکھتا نہ آموں میں پڑے ہوئے جھولے' وہ جھولنے والیوں کی رسیلی تانیں نہیں سنتا' یہاں کی فضا اور ہے اس لیے تاثرات بھی مختلف ہیں اور ان کے اظہار کے لیے تکنیک بھی الگ' یہاں کی فضا ہمہ تن انتظار ہے' کہ دیکھیں اب کون رہوارِ وحشت پر سوار اس درّے کا رُخ کرتا ہے' ہاں یہ درۂ خیبر کہ:

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کڑکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے گھٹا بچ کر نکلتی ہے ہوا تھرا کے چلتی ہے

یہ ہیں ایک ہی شاعر کے آرٹ کی دو مختلف تصویریں۔ کیا اپنے اپنے محل وقوع پر دونوں وقیع نہیں؟

شاید میرے نقادوں میں سے کوئی صاحب میری جگہ ہوتے تو گوکل میں کھڑے ہو کر نعرۂ اللہ اکبر بلند فرماتے یا درۂ خیبر سے گزرتے ہوئے حملہ آوروں میں شامل ہو کر بنسری کی تان اڑاتے لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا آرٹ یہ نہیں ہے...... ...... !

آگے چل کر فراق صاحب فرماتے ہیں:

> مجموعی حیثیت سے حفیظ کی شاعری کا کیا مرتبہ ہے' اس کے متعلق میں پھر بھی کہوں گا کہ 1925ء کا ہندوستان اور اس وقت کے نوجوانوں کی تحریک کی جیتی جاگتی رچائی اور سنواری ہوئی تصویر اپنے بسی کرن منتر کے ساتھ نظر آتی ہے جیسے دندھیا چل

کی دیوی کی تیسرے پہر کی جھانکی' یا کرشن لیلا کی جھانکی' حفیظ نے اپنی ایک نظم میں جس کا نام ہے تین نغمے' ٹیگور اور اقبال دونوں کی شاعری سے کترا کر نکل جانے کی جو راہ نکالی تھی' اِس کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔

لیکن 1925 اور اس کے بعد کا ہندوستان جوانی کی اس بے فکری' اس اُمنگ اور اس دلفریت انفرادیت سے یا اجتماعیت کے قدیم نظریوں سے گزر گیا جس کی ترجمانی حفیظؔ نے کی ہے۔ اب اِس جوانی کے فطری جذبات غور و فکر کی اس بلوغت سے گزر رہے ہیں۔ اجتماعیت کے وہ نئے تجربے اور وہ نظریے جن سے آج سے چھ سات برس پہلے کا ہندوستان بے خبر تھا' دوسری حسرتیں' دوسری ناکامیاں' دوسرے خواب ہندوستان پر آج چھائے ہوئے ہیں اس دور کی ترجمانی اگر حفیظ جالندھری اپنی شاعری میں کریں گے' تو وہ چیز نغمہ زار' سوز و ساز اور شاہنامۂ اِسلام سے بھی ذرا مختلف ہوگی' پرانی دنیا مر رہی ہے' نئی دنیا جنم لینے کی کوشش کر رہی ہے' حفیظ کی شاعری کا دور اگر ختم نہیں ہو گیا تو اسے ایک نیا جنم لینا پڑے گا"۔

1925ء کے بعد ہندوستان' جس کے نئے تجربے اور نئے خوابوں کا ذکر نقاد نے کیا ان خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ نئی دنیا جو مدت سے جنم لینے کی کوشش کر رہی تھی' آج 1947ء میں اس جنم کے درد کی چیخیں ہندوستان کے گوشے گوشے سے سنائی دے رہی ہیں۔

جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے شاہنامہ اِسلام جذبۂ ملی سے لکھا ہے' لہٰذا وہ لوگ جو اس کتاب کے مخاطب ہیں' ہندوستان کے ان نئے خوابوں کی تعبیر اور اس نئی دنیا کے جنم کے درد و کرب میں اپنے لیے اپنے پیشوایانِ ملت ہی کی حیاتِ مبارکہ کے واقعات سے شاہنامۂ اِسلام ہی کے ذریعے انشاء اللہ راستہ پالیں گے جس کی ان کو اس پر آشوب عالم میں ضرورت ہے۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ پیش آ رہا ہے ایسا ہی کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ سرمایہ و اقتدار کی طاقتوں کی طرف سے پونے چودہ سو برس پیشتر دنیا کے ہادیٔ اعظم اور آپ کے صحابہ کرام کو بھی پیش آ چکا ہے۔ بہت ہی سادہ الفاظ میں شاعرانہ الجھاؤ اور رنگ آمیزی کے بغیر وہ واقعات نظم کر دیئے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسے مواقع پر زندہ قومیں مشکلات پر غالب آ جایا کرتی ہیں' خواہ وہ بے سرو سامانی اور اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔

البتہ حفیظ دوسرے جنم کا قائل نہیں' اسی جنم میں جو نئے نظارے پیش نظر ہوئے اور جو تاثرات اُس کے قلب پر وارد ہوئے' ان کو شکل دینے میں اس نے کوتاہی نہیں کی' تلخابۂ شیریں شائع ہو چکا ہے۔ شاید ہندوستان اس کو موجودہ حالت کے مطابق پائے لیکن شاہنامۂ اِسلام میں عرض کر چکا ہوں۔ ایک قلعہ ہے اور قلعے بہت مدت تک قائم رہنے کے لیے تعمیر کیے جاتے ہیں!

حفیظ

18-اپریل1947ء

مرداں بکوشید!

مقامی بن کے آیا ہے نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دُنیا رزمگہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے
تیرے شایاں نہ دُنیا دار کا جامہ نہ زاہد کا
ملا ہے درگہِ حق سے تجھے عہدہ مجاہد کا
تجھے فرصت کہاں ہے محوِ ناو نوش ہونے کی
گھڑی سر پر کھڑی ہے پھر کفن بردوش ہونے کی

☆☆☆

بہت سوئی تری قسمت ' بہت آرام فرمایا
مبارک ہو کہ بیداری نے پھر اقدام فرمایا
تجھے اے مردِ مومن جوش میں آنا مبارک ہو
مئے توحید پی کر ہوش میں آنا مبارک ہو
ہوئی میعادِ پوری اِمتحانِ زیر دستی کی
ہے تیرے ہاتھ پر موقوف اب تاریخ ہستی کی
بحمد اللہ ' ہوا پھر جادہ پیما کارواں تیرا
تیری گردش کے بعد آ ہی گیا دورِ زماں تیرا

☆☆☆

فلک سے اِک صدا لا تقنطوا فرماتی جاتی ہے
زمیں پر دَورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی ہے
دلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی ہے
بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی ہے
نگاہوں پر جو پردے پڑ گئے تھے، ہٹتے جاتے ہیں
رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے ہیں
اندھیرا مٹتا جاتا ہے، اُجالا ہوتا جاتا ہے
محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

* * *

باب اوّل

شہادت گاہ اُحد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہورِ مہرِ تاباں ہے   سحر کا رنگ کیا ہے' سرخیٔ خونِ شہیداں ہے
زمیں اہلِ وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے   تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے' بیج بوتی ہے
اُحد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے   تو پھر ستر شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے[1]
عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اُگانے کی   زمین کے نور سے بامِ فلک کو جگمگانے کی
اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہو کر   ثمر اِن میں لگے خورشیدِ عالمتاب ہو ہو کر
شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی   رہا شیطان کے پنجے سے کردی رُوحِ اِنسانی

شہیدانِ اُحد کی تربتیں

یہ ریگ وسنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی[2]   انہی سے آج دُنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی
پیامِ قسمت بیدار ہیں سوئے ہوئے غازی   انہی سے ہے نشانِ سرفروشی' جانِ جانبازی

---

[1] غزوہ احد میں ستر ۷۰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے تھے جن میں زیادہ تر انصار تھے

[2] شہداء بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ آٹھ برس کے بعد وفات بارک سے ایک دو برس پیشتر جب آپ ادھر سے گزرے تو آپ پر بے اختیار رقت طاری ہوئی اور اس طرح پُر درد کلمات آپ نے فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں سے اطب ہو۔ اس کے بعد آپ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو تم سے یہ خوف نہیں کہ پھر مشرک بن جاؤ گے۔ خطرہ یہ ہے کہ کہیں دنیا میں نہ پھنس ئیں۔ (دیکھو صحیح بخاری)

یہی تھے شمعِ دیں کے اولیں پرسوز پروانے
صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے متانے
انہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے
خدا کا اور محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہے
انہی کے دم سے ہیں دُنیا میں صبحِ عید کے جلوے
مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے
اُحد میں سو رہی ہے آج بیشک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل ہے جاگتی ہے، جانِ پاک ان کی
صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں
اسی منزل کو رکھتے ہیں تصور کی نگاہوں میں[1]
اِنہی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی
غلامانِ محمدؐ کر گئے دنیا میں آقائی
اُحد کی تربتیں ہیں حریت کے سنگِ بنیادی
ہے جن پر استوار اسلام کا ایوانِ آزادی
وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے
اسی معنی میں پنہاں ہے، اسی صورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

ازانِ[2] صبحگاہی پر کھلا تھا بابِ مے خانہ
چلا تھا شام تک اہلِ وفا میں دورِ پیمانہ
نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا
نگاہِ لطفِ ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہو کر
مقدر جاگ اُٹھا تھا اُن کا فرشِ خاک پر سو کر

---

[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہیدان احد کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ جب وہاں داخل ہوتے تو شعب کی طرف رخ کر کے فرماتے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ
یعنی تم لوگوں پر سلام۔ تمہارے صبر و استقامت کے صلے میں کیا خوب ہے دار آخرت

آپ کی وفات کے بعد خلفائے راشدینؓ بھی اسی طرح ہر سال ان قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔

[2] آپؐ جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے نکلے اور احد کی وادی میں داخل ہوئے تھے لیکن اس روز جنگ نہیں ہوئی تھی دوسرے روز علی الصبح نماز کے بعد صف آرائی ہوئی تھی۔ اور سارا دن ہنگامۂ جنگ برپا رہا تھا۔ شام کو مغرب سے پہلے کفار پلٹ چکے تھے۔ (تاریخ الخمیس)

ہوا لبریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا   تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جھرمٹ آفتابوں کا[1]
یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے   محمدؐ اور اصحابِؓ محمدؐ کے یگانے تھے

اُحد سے سرورِؐ عالم کی مراجعتِ مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیئے جب اس جماعت نے   دعائے مغفرت کی صاحبِ روزِ شفاعت نے
قریشی کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی   مسلمانوں کو یثرب کی طرف اب لے گیا ہادیؐ
لٹایا صحنِ مسجد میں اُحد کے زخم داروں کو   خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو[2]
فروکش ہو گئے مردانِ درد آگاہ مسجد میں   کہ خود موجود تھے سرکارِ عالی جاہ مسجد میں
دُرِ دنداں، جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے   صحابہؓ سے زیادہ احمدِؐ مختار زخمی تھے[3]
مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی   تمنا تھی فقط اصحابؓ کے آرام و راحت کی[4]

---

[1] احد کے معرکے میں ستر مسلمانوں نے جام شہادت پیا آنحضرتؐ کے ارشاد پر لاشے فراہم کئے گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے جسد مبارک کو ایک چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا اور آنحضرت نے اس پر سات تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر دوسرے شہداء حضرت حمزہؓ کے برابر لا کر رکھے جاتے رہے اور نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ اب آپ نے ان سب کی طرف دیکھ کر فرمایا میں ان لوگوں کی شہادت کا شاہد ہوں اور جانتا ہوں جو کوئی خدا کی راہ میں زخم کھائے گا۔ خداوند جل اعلیٰ قیامت کے دن اسے اس شان سے کھڑا کرے گا کہ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا۔ جس کی رنگت تو خون کی ہوگی مگر خوشبو مشک کی آتی ہوگی۔ اس کے بعد دو دو تین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔ (ابن ہشام)

آپؐ نے شہدائے احد پر سلام بھیجا اور ان کے فضائل بیان فرمائے۔ نیز فرمایا کہ ان کو مردہ نہ سمجھو۔ یہ زندہ ہیں۔ اور خدا کی طرف سے ان کے لیے رزق ودیعت ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بھی ان سلام بھیجے گا۔ یہ سنیں گے اور اس کا جواب دیں گے۔ حضورؐ کے قول کی صداقت کا اندازہ کیجئے۔ چھیالیس برس کے بعد زمانہ امیر معاویہ میں سیلاب آیا اور شہدائے احد کی قبور کھل گئیں اور نعشوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ تو یہ محیر العقول نظارہ دیکھا گیا کہ سب کے اجسام تر و تازہ اور شگفتہ تھے اور زخموں سے خون جاری تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ ہاتھ سینے پر ہے۔ ہاتھ ہٹایا گیا تو سینے کے زخم سے خون فوارہ کی طرح ابلا۔ ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ اسی زخم پر جا رہا۔ خون بند ہو گیا۔ (اخبار الایمان)

[2] آنحضرتؐ احد سے پلٹ کر مسجد میں داخل ہوئے اور بہت سے زخمی حضرات بھی ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آگ جلائی گئی اور زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ (تاریخ العمران)

[3] آنحضرت بہت مجروح تھے اور لب مبارک شق تھے اور شانہ راست اور رانیں چھلی ہوئی تھیں جن کا پوست شگافتہ تھا۔ (بخاری)

[4] آپ بقدرِ راست چل کر مدینے میں پہنچے۔ اور اصحابؓ کی جراحت پر بار بار توجہ فرماتے رہے۔ (اخبار الایمان)

تنِ ہر مردِ غازی اک چمن تھا زخم داری کا　　مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمارداری کا[1]
کہاں سامانِ جراحی نمک تک اس جگہ کم تھا　　تسلی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا
شریکِ حالِ اُمت، دردمندِ دردمنداں تھا　　نگاہِ لطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا
بہت سے غازیانِ زخم خوردہ، خون آلودہ　　رسول اللہ کے دامانِ رحمت میں تھے آسودہ[2]
بہت جن کو اعزہ لے گئے، اِذنِ[3] نبیؐ پا کر　　نبیؐ کی زخم داری پر مشوش تھے وہ گھر جا کر

اُحد کی اُفتاد پر مجاہدین کی ندامت

ملالِ حال تھا اُن کو نہ کچھ پروائے آئندہ　　نبیؐ کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ
جو رنجورانِ عالم کو پناہیں دینے والا ہو　　جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو
مداوائے غمِ خلقِ خدا مقصود ہو جس کا　　برائے دوست دشمن خلق لا محدود ہو جس کا
جو ہر زغے سے اُمت کو سلامت لے کے آ جائے　　وُہ اُمت کی خطا کاری سے خود ہی زخم کھا جائے
وہ جانِ کائنات و شانِ آدم آج زخمی ہو　　وُہ محبوبِ خدا، وہ صاحبِ معراج زخمی ہو
الٰہی کاش دل مالِ غنیمت پر نہ للچاتے[4]　　الٰہی کاش! ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے
اگر مردانِ تیرانداز اُتر آتے نہ ٹیلے سے　　تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوت سے نہ حیلے سے[5]

---

[1] مسجد میں نماز عشاء پڑھی گئی پھر اصحابؓ نے آگ جلائی اور ایک دوسرے کی تیمارداری میں مصروف ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] زخم خوردہ اصحاب میں متعدد مسجد ہی میں فروکش رہے۔ کیونکہ آنحضرت بھی مسجد میں تھے۔ مسجد سے باہر دروازے پر عباد بن بشر پہرہ دار تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] بنی اشہل اور دوسرے مجاہدین جو احد میں زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کے ورثاء اور لواحقین کی درخواست پر اجازت گھر جانے اور علاج کرنے کی دی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[4] اصحابؓ کو زیادہ رنج آنحضرت کی زخم داری کا تھا اور وہ یہ سوچتے تھے کہ یہ زخم زیادہ تر آنحضرت کو اس لیے پہنچے کہ ہم پہلے غلبے میں مال غنیمت پر جھک گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے احد کی جنگ کے آغاز پر جو خطبہ دیا تھا اس میں ایسی تصریحات موجود تھیں جن میں غنیمت پر دلوں کے للچانے کے فتنہ سے متنبہ فرمایا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[5] تیراندازوں کو حضورؐ نے ٹیلا چھوڑنے سے حتمی طور پر منع کیا تھا۔ مگر مال غنیمت کے لالچ میں انہوں نے اس حکم کی تاویل کی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑ جاتے
صدا شیطاں کی سُن کر پاؤں مٹی میں نہ گڑ جاتے

نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا
بزیرِ آستیں یہ دیدۂ مجوب کیوں ہوتا

وہ شمعِ نور تنہا اور آندھی فوجِ باطل کی
وہ نخلِ طور تنہا اور یورش مَوجِ باطل کی

وُہ مظلوموں کا یارا' آسرا دنیائے ہستی کا
اُسی پر زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا

اگر ہوتا نہ وہ حامی' الٰہی آج کیا ہوتا
یہاں پر جز غلامی' جز تباہی آج کیا ہوتا

غرض یہ غازیانِ زخم خوردہ دل میں نادم تھے
خدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملت کے خادم تھے [۱]

اُحد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی
کہ یہ اُفتادان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

مدینے کی یہ رات اور منافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی دو رنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حالِ دوست دشمن آشکارا تھا

اُحد سے آنے والے سب مجاہد زخم خوردہ تھے
قلوبِ اہلِ ایماں اس نظارے سے فسردہ تھے [۳]

کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہارِ خوش اقبالی

جو اہلِ صدق تھے محوِ علاج دردمنداں تھے
مسلماں غمزدہ' لیکن منافق شادو خنداں تھے [۴]

احد میں جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن قمیہ نے شہید کردیا تو کسی شیطان۔ نے ندادی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر ڈالے گئے چونکہ حضرت مصعبؓ کی شباہت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی صحابہ پر اس خبر کا بہت برا اثر ہوا تھا۔ اور ان میں سے اکثر کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اکثر نے میدان چھوڑ دیا تھا۔ (مصنف)

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ اور تحقیق معاف کر دیا گیا تم کو (قرآن) یعنی پس معاف کر ان کو اور ان کے لیے استغفار کرو اور امر میں ان سے مشورہ کر (قرآن)

مدینے میں یہ قیامت کی رات تھی۔ جن کے اعزہ مارے گئے تھے وہ عورتیں روتی تھیں۔ بچے پریشان تھے لیکن منافقین اور یہود خوشیاں مناتے تھے اور شماتت کرتے تھے۔ (اخبار الایمان)

آنحضرتؐ جب مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ میں آپ جس طرف سے گزرتے تھے۔ گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ (سیرت النبی)

جب آنحضرتؐ اور اصحابؓ نبی صلعم احد سے مدینہ میں زخمی اور رنجور پہنچے تو ابن ابی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کی مصیبت اور دکھ پر خوش ہوتے اور کلمات زبان پر لاتے تھے۔ (ابن ہشام)

بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آتے تھے — مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اڑاتے تھے
بوقتِ جنگ یہ بزدِل شکارِ بدحواسی تھے — گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے[1]
اُدھر مجروح تھے، مضروب تھے اہلِ وفا بندے — اِدھر مسرور تھے، مغرور تھے یہ پردغا بندے
مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں — زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں
ادھر یہ سنگدل گھر میں ہنسی ان کی اُڑاتے تھے — زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے
وہ دُنیا بھر کے اَمنِ عام پر قربان ہوتے تھے — یہ کشتِ زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے
مسلماں تھے علم بردار آزادی و رافت کے — منافق تھے شریکِ کار فتنے اور آفت کے
سنا کر من گھڑت خبریں، اُڑا کر جھوٹ افواہیں — بجھاتے پھر رہے تھے یہ فساد و غدر کی راہیں
یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی — کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا جبن و نامردی[2]
یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنستے تھے — اِدھر پند و نصیحت تھی، اُدھر آوازے کستے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

اجی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو — کھلے میداں میں بہرِ جنگ کر و فر سے مت نکلو
ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی — گھروں سے موت لے نکلی تمہیں یا جوشِ نادانی[3]

---

[1] احد کی صف بندی سے پہلے ہی مدینے کے منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے تھے کہ یہ جنگ نہیں ہے۔ صریح ہلاکت ہے۔ ان کے اس رویہ نے احد کے میدان میں مسلمانوں پر پہلی ضرب کاری لگائی تھی۔ کیونکہ ایک ہزار کی مختصری جمیعت میں سے تین سو افراد کا نکل جانا کسی طرح بھی غیر اہم نہ تھا وہ تو آنحضرت کا جلال اور معجزہ تھا کہ اہلِ ایمان ثابت قدمی سے مقابل اعدا ہوئے تھے۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

[2] یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا — اے اہلِ ایمان تم ان کفر کرنے والوں کی مثال نہ بنا جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے۔ تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ (قرآن)

[3] ابن ابی کہتا تھا کہ احد کی طرف تمہارا خروج میری رائے کے موافق نہ تھا۔ محمدؐ نے میری رائے کے خلاف کیا اور چھوکروں کا کہا مانا۔ واللہ میں اس افتاد کو دیکھ رہا تھا۔ (طبقات)

ہماری[1] بات کو سنتے ہماری راہ پر چلتے   تو ننھے ننھے بچے یوں کفِ افسوس کیوں ملتے
ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے   کماتے مال وزر سے جھولیاں بھرتے' مزے کرتے
ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آ جاتے   تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے
قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے   قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے[2]
وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے تھی کد ان کو[3]   نہیں تھی اہلِ یثرب سے کوئی وجہِ حسد اُن کو
تمہیں نے خود بخود اُن سے عداوت کی بنا ڈالی   ہماری اُن سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

منافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکے سے ہجرت کر کے آئے ہیں[4]   مصیبت ہیں کہ اک بھاری مصیبت ساتھ لائے ہیں
یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ اُن کو   مسلط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو
یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا   مناسب تھا تواضع ہی پہ لیکن اِکتفا کرنا
یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے   ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے[5]

---

[1] منافقوں نے اصحابِ نبیؐ کو آئندہ باز رکھنے کے لیے ورغلانا شروع کیا۔ وہ ان کو ترکِ رفاقت کا مشورہ دیتے تھے اور کہتے تھے جو لوگ تم سے مارے گئے اگر وہ ہمارے ساتھ پلٹ آتے تو کیوں مارے جاتے۔ (ارشاد الحکمۃ)

قرآن میں انہی کے لیے آیا اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا یعنی جن لوگوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو قتل نہ ہوتے قرآن نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم قول کے سچے ہو۔ تو اپنی جانوں سے موت کو ٹالو۔ (مصنف)

[2] ابن اُبی اور اس کے ساتھ والے یہ کہتے تھے کہ قریش کو ہم سے کوئی کد نہیں۔ الا یہ کہ ہم نے ان کے بھائی بندوں کو پناہ دی۔ (ابن اثیرؒ)

[3] منافق کہتے تھے کہ ہم پر یہ مصیبت ہمارے مہمانوں یعنی مہاجرین کی وجہ سے آئی ہے۔ اے کاش! ہم باز رہتے۔ (تاریخ العمران)

[4] منافقین کہتے تھے کہ مکہ والوں کو ہم پناہ نہ دیتے تو یہ روزِ بد نہ دیکھتے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[5] منافقین اور یہود کا قول تھا کہ مکہ سے پہلے محض دین سکھانے کے لیے لوگ آئے۔ پھر پیغمبرؐ یہاں آ گیا۔ اور ان کے پیچھے یہ جنگ کا وبال ہم پ آ پڑا۔ (تاریخ العمران)

مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوت کا[1] کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوت کا
مزے میں ہیں وہ سب گھر بار پایا مال و زر پایا مگر ہم پر تباہی آ گئی ہے ' ہم نے بھر پایا[2]

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اِس ربطِ باہم سے یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے[3]
یہودی قوم سے رشتہ مرازم کا تھا دیرینہ[4] اگرچہ کینہ ور ہیں وہ ' مگر پوشیدہ تھا کینہ
علی الاعلان اب وہ برسرِ پرخاش پھرتے ہیں ہماری ابتلائیں دیکھ کر بشاش پھرتے ہیں
یہود ارباب زر بھی ہیں' لڑاکے بھی نڈر بھی ہیں مہاجن[5] ہیں عرب بھر کے لہٰذا بااثر بھی ہیں

---

[1] مکہ سے جو مہاجرین مدینہ میں آئے تھے۔ ان میں بہت سے دولت مند اور خوشحال لوگ تھے۔ لیکن ہجرت کرتے وقت کافروں سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لیے قطعاً بے سروسامان تھے مکہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔ مدینے میں انصار کے گھرانے ان کی مہمانداری تو کرتے تھے لیکن مہاجرین غیرت مند تھے۔ کب تک مہمان رہتے۔ وہ نذر و خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دست و بازو سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اب ان کے پاس پیسہ نہ تھا کہ جس سے کوئی کام کاج کر سکیں۔ اس لیے رسول اللہؐ نے انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ قائم کر دیا۔ اور یہ قرآن کی اس آیت کی قسمیں تھیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا نَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (سورۂ انفال)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی۔ اور راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ اور ان کی امداد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

[2] رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے دو آدمیوں کو طلب فرما کر ارشاد کرتے کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح بہت سے لوگوں میں ایسی اخوت قائم ہو گئی جیسے حقیقی بھائی ہوں۔ انصار نے اس رشتہ کا ایسا پاس و لحاظ کیا کہ اپنی آدھی املاک مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا ورثہ مہاجر بھائی کو ملتا۔ (ابن ہشام)

[3] منافقین کو انصار و مہاجرین کا بھائی بھائی بن جانا بہت ناگوار تھا۔ (تاریخ العمران)

ابن اُبی اور یہود میں بھائی چارہ تھا اور معاہدہ تھا۔ جب یہود نے بار بار مسلمانوں سے عہد شکنی کی تو آنحضرتؐ نے یہود کے بعض قبائل کو مدینے سے نکال دیا تھا۔ منافق ہر وقت ان سے سازش میں مصروف رہتے تھے۔ (طبقات)

[4] ابن اُبی اس یارانے کے نام پر پوشیدہ طریق پر یہود کو اکساتا رہتا تھا۔ (تاریخ الغفران)

[5] عرب میں یہود کی قوت کا راز ان کے مہاجنی کاروبار تھے۔ روسائے عرب ان کے مقروض تھے اور انہوں نے اس طرح پورے عرب میں ریشہ دوانی کا جال بچھا رکھا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہاں سے کر کے ہجرت جا بسے ہیں ارضِ خیبر میں[1]
نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں چین سے گھر میں
کوئی دن میں وہ اِک طوفان بن کر چھانے والے ہیں
ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں[2]

منافقین کا طرزِ استدلال

اُدھر- اِک سلسلہ قومِ قریشی سے عداوت کا
نتیجہ ہے ہماری بے محل شانِ سخاوت کا
کچھ اُن کے اقربا کی تم نے یوں مہمانداری کی
اُنہیں گھر بار بخشے' ان سے دولت بھی نہ پیاری کی[3]
کھلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصا اک بلاوا ہے
نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے
پیمبرؐ ہادیٔ برحق ہے' صادق بھی' امیں بھی ہے
ہمیں ہے اعتراف اس کا' ہمیں اس کا یقیں بھی ہے
مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شے ہے
نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے درپے ہے[4]
پیمبرؐ پر اثر ہے اور نہ قرشی مہمانوں پر
یہ سارا بوجھ ہے اب اَوس وخزرج ہی کے شانوں پر
نتیجہ جز تباہی ' جزُ غم و آلام کیا ہوگا
یہ آغازِ اخوت ہے تو پھر انجام کیا ہوگا
خدا جانے اُحد میں کون جیتا کون ہارا ہے
بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے
ہماری بیوقوفی پر ہر اہلِ ہوش خنداں ہے
کہ ہم پر مدعی سست و گواہ چست آج چسپاں ہے[5]
یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے
ہمارے مہماں زندہ - سلامت گھر میں آ بیٹھے

---

[1] بنی قینقاع اور بنی نضیر جب مدینے سے نکلے تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ اور وہاں سے انہوں نے وسیع پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ (تاریخ العمران)

[2] جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے جو یہود کی سازش سے برپا ہوئی۔ (مصنف)

[3] انصار و مہاجرین کی اخوت کی طرف اشارہ ہے انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیدادوں تک میں شریک کر لیا تھا۔ اور بعض یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں۔ تا کہ اس کا دینی بھائی شادی کر لے۔ (مصنف)

[4] اس جرم میں کہ مدینہ کے انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ قریش مکہ نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اپنے تمام متحدہ قبائل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

[5] منافقین احد کے واقعے پر بار بار انصار کو گنتی پر اکساتے تھے کہ دیکھو تم میں سے کتنے قتل ہوئے اور مہاجرین میں سے کتنے؟ اور طعن کرتے تھے کہ تم تو مہاجرین سے زیادہ مسلمان ہو۔ (تاریخ العمران)

ہمارے مہمانوں میں فقط دو تین کام آئے
بہادر اوس و خزرج ہی کے اکثر زیرِ دام آئے
جو بچ کر آ گئے ہیں، زخم خوردہ لنگڑے لولے ہیں
مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا، جس پہ پھولے ہیں
ہماری بات کو سمجھو، ہماری راہ پر آؤ
ذرا سوچو، ذرا گنتی کرو، ہم کو بھی سمجھاؤ
اُحد میں لڑنے مرنے والے یار اغیار کتنے تھے
شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے، انصار کتنے تھے[1]
تمہارا بچ نکلنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے
سبق حاصل کرو تو فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے
خدا اور مصطفیٰ کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے
رموزِ دین و دُنیا تم سے بہتر جاننے والے[2]
ہمیں معلوم ہے جو حقِ توحید و رسالت ہے
مگر حق پر بھی ناحق جان دے دینا جہالت ہے[3]

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں بناتے تھے[4]
شہیدانِ اُحد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے
مگر ایمانِ محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا
نمک اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا
نفاق و صدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی
دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی[5]
نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے
رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے

---

[1] منافقین شماتت کرتے تھے کہ ستر مقتولانِ احد میں مہاجرین یعنی اہلِ مکہ صرف تین ہیں۔ باقی سب انصار ہیں۔ (اخبار الایمان)

[2] منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور روزمرہ نماز کا اظہار کرتے تھے لیکن در پردہ تخریب ہی پر عامل تھے۔ (طبری)

[3] ابن ابی کہتا تھا کہ احد میں اتنے آدمیوں کا قتل ہونا جہالت اور ضد کا نتیجہ ہے حالانکہ ایسے مواقع پر مصلحت سے کام لینا چاہیے تھا۔ تاکہ جانیں بچ جاتیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[4] منافق ہر گلی کوچے میں زخمی اور مقتول مسلمانوں کے بال بچوں سے تمسخر کرتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[5] قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا
بولے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا۔ اور خدا اس کے رسول سچے تھے اور اس بات نے ان کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔ (قرآن)

رسالت کی زباں لا تقنطوا فرماتی جاتی تھی   قیامِ دورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی
اندھیرا مٹتا جاتا تھا، اُجالا ہوتا جاتا تھا   محمدؐ مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا تھا
دلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی تھی   بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی تھی
دلوں میں نورِ قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا   مساوات و اخوت و ہدایت کرتا جاتا تھا
ادھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا   اُدھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا
منافق زہر کی پچکاریاں لے کر نگاہوں میں   پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں
مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی   نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی
یہ زخمی شیر زنجیرِ اخوت کے تھے زنجیری   بہم اک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری[1]
شکستہ ہڈیاں جڑتی تھیں گہرے گھاؤ سلتے تھے   فروغِ پنبۂ مرہم سے تن پر پھول کھلتے تھے

پڑے تھے بادۂ جرأت کے لذت یاب مسجد میں
کھلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں[2]

* * *

اصحاب رسولؐ خود مجروح تھے۔ مگر دوسروں کی تیمارداری فرماتے تھے۔ (تاریخ العمران)

مسجد نبویؐ میں بہت سے مجروحینِ احد پڑے تھے۔ جن کی تیمارداری پر آنحضرتؐ بار بار توجہ فرماتے تھے اگرچہ خود مجروح تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

باب دوم

شامِ اُحد کی صبح

مجاہدین اُحد پھر راہِ جہاد پر

خمِ شب لنڈھ چکا تھا جوشِ محفل تھا ابھی باقی   کہ عالی ظرف تھامے خانۂ توحید کا ساقی
ہدایت یاب حاضر تھے حضورِ حضرتِ ہادیؐ   مؤذن کی اذاں نے اب یہ محفل اور گرما دی
رسالت نے نقیبانِ اُحد کو یاد فرمایا   وہ حاضر ہو گئے تو اِس طرح ارشاد فرمایا[۱]
مجاہد جو اُحد کے معرکے میں آج تھے شامل   انہیں ہونا ہے پھر رنگِ جہاد و جنگ پر مائل[۲]
وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں ہوں کہیں بھی ہوں   شکستہ پا ہوں یا مضروب و رنجور و حزیں بھی ہوں
پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہرِ جاں بازی   صفیں قائم کریں بعدِ نماز' اللہ کے غازی
اُحد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں   جنہیں توفیق ہو زادِ سفر بھی ساتھ میں لائیں
نمازِ صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے   تعاقب میں قریشی قوم کے ہم سب کو چلنا ہے[۳]

---

[۱] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد سے فارغ ہو کر بلالؓ کو حکم دیا۔ ندا کرے کہ رسول خدا لوگوں کو امر بطلب اعداء کرتے ہیں۔ اس ندا پر عبداللہ بن عبادہؓ و سعد بن معاذؓ مدینے میں خروج کا حکم کرتے ہوئے نکلے۔ (طبقات ابن سعد۔ ارشاد الحکمۃ)

[۲] حکم ہوا تھا کہ صرف وہی لوگ نکلیں۔ جو کل یعنی روز اُحد جہاد و قتال میں حاضر تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ نکلے۔ (طبقات ابن سعد۔ تاریخ العمران)

[۳] ہفتے کے روز احد کا واقعہ خونیں پیش آیا تھا۔ دوسرے دن (اتوار کی صبح) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ یہ تعاقب ظاہری طور پر بے موقع نظر آتا تھا۔ لیکن ہادیٔ اسلام کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۴] اصحاب رسول اللہؐ جو روز احد جدال و قتال میں بہت مجروح تھے۔ یہ خبر پاتے ہی دوسری صبح پھر اٹھ کھڑے ہوئے کہ رسول اللہؐ نے دشمنوں کے تعاقب کے لیے فرمایا تھا۔ (تاریخ العمران)

مجروح صحابہؓ کی جرأت وہمت

منادی ہو گئی، سب نے سنی سب نے خبر پائی
ہوئی گرمِ عمل پھر ناتوانوں کی توانائی
تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی
ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی
ابھی ملبوس خون آلودہ بھی اُترے نہ تھے تن سے
ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے
پیمبرؐ کا یہ حکم آیا جونہی گوشِ سماعت میں
اُٹھا لبیک کہہ کر ہر کوئی جوشِ اطاعت میں[1]
اُٹھے ہتھیار اُٹھائے اور کمریں باندھتے نکلے
بہ ذوق و شوق سمعًا طاعةً کہتے ہوئے نکلے[2]
جراحت بار تھے، رنجور تھے، زخمی تھے، خستہ تھے
نمازِ صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے
لہو سے سرخرو تھے آب سے اب باوضو ہو کر
کھڑے تھے پیشِ حق مجروح بندے قبلہ رو ہو کر
کھڑے بھی ہو نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا
مگر پیشِ خدا ساجد تھا جذبہ اُن کی چاہت کا
عیاں تھا جوشِ حسنِ بندگی بھی، صدقِ نیت بھی
وفاداری میں مدغم تھی صعوبت بھی، اذیت بھی
یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ للعالمیں زخمی
دُرِ دنداں شکستہ تھے جبینِ مہ جبین زخمی
نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسارِ مبارک پر
اثر تھا دردِ دنداں کا بھی گفتارِ مبارک پر

---

[1] لوگوں کے زخم ہرے تھے۔ خصوصاً اکثر بنی عبدالاشہل زیادہ مجروح تھے۔ سعد بن معاذ ان کے پاس پہنچے۔ اور آنحضرت کا حکم سنایا۔ وہ سب اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ (ابن سعد)

[2] جس نے سنا۔ حضور نے دشمنوں کی طلب میں اٹھنے اور حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہ جس حالت میں بھی تھا۔ سمعاً و طاعة لله و رسوله کہتا ہوا اٹھا۔ یعنی ہم نے نا اور ہم نے اطاعت کی اللہ اور رسول کی۔" کہتا ہوا گھر سے چل کھڑا ہوا۔ حالانکہ سب زخم خوردہ اور بہت مضروب تھے۔ (طبقات)

اِسی حالت میں اُمت کی امامت اُس نے فرمائی　　ادائے فرض و تابِ استقامت اِس نے دکھلائی
وہی اک عبدہ، بے شک وہی انسان کامل تھا　　کہ فرضِ بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا
عبودیت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی　　وہ پیشانی دیا اُمت کو جس نے تاجِ سلطانی
چمکتی تھی، دمکتی تھی شعاعِ طور مسجد میں　　کہ بے پروائے ضرب و زخم تھا وہ نور مسجد میں
اُسے مقصود کر و فر نہ رعبِ حاکمانہ تھا　　کہ جوشِ بندگی ہی شیوۂ پیغمبرانہ تھا
اُسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ　　دماغوں اور دلوں کا باندھنا تھا اِس کو شیرازہ
کیا بعدِ نماز اُس نے لباسِ جنگ بھی در بر　　زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر[1]
وجودِ پاک گویا اک چمن تھا زخم کاری کا　　مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوبِ باری کا[2]
اِدھر محرابِ مسجد میں امامت اس کا حصہ تھی　　اِدھر میداں میں فوجوں کی قیادت اِس کا حصہ تھی
اُمڈ آئی تھی مخلوقِ مدینہ دید کی خاطر　　فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر
بڑھا جب وہ درِ مسجد سے اسوارِ فرس ہو کر　　معیت میں اُٹھی تکبیر آوازِ جرس ہو کر
اُحد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہمرکاب اس کا　　سپہ سالارِ حق تھا وہ، علم تھا آفتاب اِس کا

لشکرِ کفار کی حالت

ہوس، کینہ، تذبذب

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزمِ فداکاری　　وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذب کی رِدا طاری[3]

---

[1] حضرت پیغمبر علیہ السلام اس حال سے برآمد ہوئے کہ مجروح تھے۔ آپ نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ لوگ گرد و پیش جمع تھے۔ اس وقت زرہ اور خود پہنے ہوئے۔ سوائے آنکھوں کے سارا جسم اطہر ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں شفقت اور جلال دونوں گویا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] آپ زخمی تھے مگر بقدر راست چل رہے تھے۔ دونوں سعدؓ (سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ) دونوں جانب ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] ابوسفیان اور لشکر قریش احد سے چل کر روحاء میں آ ٹھہرے تھے اور اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ واپس کے پلٹ جائیں۔ یا بار دگر مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ (تاریخ ارض مقدس)

پھرے میداں سے بے نَیلِ مرام اعدائے آزادی رہا پھر طائرِ مقصد سے خالی دامِ صیادی
ہٹی یوں فوجِ باطل دینِ حق کے پاسبانوں سے پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے
یہ لشکر اپنے ہی ظلم و تعدی سے تھکا ہارا اُحد سے چل کے رُوحا میں ہوا شب کو خیام آرا
ندامت تھی درندوں کو بھی ان کی اس حماقت پر کہ نازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر
قبائل مختلف تھے یک زباں تھی اِن کی جلادی خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی
کیے تقسیم سرِ لشکر نے مشکیزے شرابوں[2] کے مگر دل تشنۂ خوں تھے ابھی خانہ خرابوں کے
غرور و نازو شیخی بدزبانی اور نادانی انہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخرِ انسانی
گزاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں بہم طعنہ زنی کرنے میں، صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اُترے تو بیٹھے مشورہ کرنے کہا اُلو بنایا ہم کو سردارانِ لشکر نے
ہم اتنی دُور سے آ کر لڑے، جنگ آزمائی کی نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگ ہنسائی کی
غضب میں تھے، ٹپکتا تھا لہو اُن کی زبانوں[3] سے درندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے
ہمیں کیا کیا اُمیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کر آئی تھیں
نہ یثرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر ٹوٹا[4]

یش مکہ کے ساتھ دوسرے قبائل بھی احد میں شامل ہوئے تھے۔ واپسی پر آپس میں ایک دوسرے کو شاتت کرتا تھا اور الزام دیتا تھا کہ فلاں فلاں قبیلہ نے ل وغارت میں کمی کی تھی۔ (رشاد الحکمۃ)

روحاء میں قریشی فوجیوں کو شراب تقسیم کی گئی تھی۔ کیونکہ بہت ہی خستہ اور تھکے ماندے تھے اور بے مقصد لڑائی سے بے دل تھے۔ (تاریخ العمران)

سپاہی افسران فوج کو الزام دیتے تھے وہ ابوسفیان ہی کا نام لیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

وسب اپنے قائدین سے کہتے تھے کہ تم لوگوں نے محمدؐ کو قتل نہ کیا اور مدینہ کی زنان نوخاستہ سے ہم آغوش نہ ہوئے۔ پس تم نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ (واقدی)

محمد بھی سلامت، اُن کے ساتھی بھی رہے زندہ — ہمیں غرقِ ندامت ہیں، ہمیں ہیں آج شرمندہ[1]

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پا کر — ابوسفیان کے پاس آئے قریشی فوج کے افسر
کہا، یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے — مدینہ سامنے تھا الٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے
ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھسیانا — کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا[2]
بہت محوِ ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو — کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہانِ قریش ان کو[3]
ابو سفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے — مسلماں سب کے سب زخمی تھے اُن کو قید کر لیتے
ہمیں لازم تھا قتلِ عام کرتے شہر میں جا کر — گھروں میں اُن کے جا گھستے فصیلِ شہر کو ڈھا کر
مویشی بھی ہنکاتے، ساز و ساماں بھی اُٹھا لاتے — ہم ان کی عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنا لاتے
ہماری فوج بھی ہم سب بھی ان باتوں کے طالب تھے — لڑائی کے اخیری مرحلے پر ہم ہی غالب تھے
نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی — کرے کیسے گوارا فوج خالی ہاتھ پسپائی
یہ غلبہ بے نتیجہ ہے، ادھورا ہے یہ کام اپنا — لہو کے بہہ گئے دریا مگر خالی ہے جام اپنا
چلو چل کر براہِ راست حملہ شہر پر کر دیں — زر و گوہر سے اپنے اشتروں کی خرجیاں بھر دیں[4]

---

[1] ان میں سے کہنے والے پکار پکار کر کہتے تھے۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی جمعیت قائم ہے اور ان کے اشراف عمائد باقی ہیں۔ حالانکہ ہم گھروں کو واپس پلٹے جا رہے ہیں۔ (تاریخ العمران)

[2] قریش پشیمان تھے۔ روحاء میں پہنچ کر بعض ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا غلبہ تو حاصل ہو چکا تھا لیکن تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ چلو واپس تاکہ مدینہ کو لوٹیں اور محمد کو قتل کریں۔ (ابن سعد)

[3] اہل قبائل اپنے سربراہوں سے خفا تھے ان پر جھپٹتے اور الزام دیتے تھے کہ تم نے ہمیں بہت سی امیدیں دلائی تھیں۔ اب واپس کیوں پلٹا دیا؟ (طبری)

[4] قریش احد سے پلٹے تو راہ میں پشیمانی سے چرچا کرتے تھے کہ نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ اکثر مدینہ پر پلٹ چلنے کے لیے اصرار کرتے تھے اور اپنے اپنے قبیلے کے سردار اکساتے تھے کہ مال و دولت کے بغیر گھروں کو نہ پلٹو۔ (رشاد الحکمۃ)

ابوسفیان کا تامل وتذبذب

بنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی ستائش پر　　جہاں مضمون قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر
جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت اُن کی　　ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے تولد خوئے زشت اُن کی
جہاں نقل وحقیقت میں نہ ہو ضدین کی صورت　　جہاں شخصی حکومت میں ہو نصب العین کی صورت
عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے　　پھلا پھولا ہو جن کا نفس معدے کی ہواؤں سے
وہاں پر اعترافِ صدق کا اظہار بے معنی　　وہاں گفتار بیہودہ وہاں رفتار بے معنی
ابوسفیاں یہ باتیں سن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا　　شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا[1]
مگر مرعوب تھا ایمان والوں کے تہور سے　　لرز جاتا تھا دل میں اُن کی صورت کے تصور سے
نگاہوں میں تھی اصحابِ محمدؐ کی فداکاری　　نہ بھولی تھی ابھی تک حنظلہؓ کی ضربتِ کاری[2]
مگر جرأت نہ پائی اس گھڑی تردید کی اس نے　　کہا جو کچھ کسی نے سربسر تائید کی اُس نے[3]

ابوسفیان کی تقریر

ابو سفیان بولا، اے متاعِ نازِ جاں بازو　　جوانو، پہلوانو، تیغ بازو، تیر اندازو
اگر سب کی یہ مرضی ہے تو میں بھی منہ نہ موڑوں گا　　ادھورا ہے اگر یہ کام پورا کر کے چھوڑوں گا
مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا اِنتقام اپنا　　کرے گا اب عرب کا ذرہ ذرہ احترام اپنا[4]

ابوسفیان تفاخر کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اس کو اپنے خاندانی فخر کے بہت سے اشعار یاد تھے اور بات بات میں یہ اشعار سناتا تھا۔ (تاریخ العمران)

حنظلہؓ ابن عامر نے میدان احد میں ابوسفیان پر بے پناہ حملہ کیا تھا۔ اس کے گھوڑے کو قتل کر کے اس کی چھاتی پر چڑھ گیا تھا۔ ابوسفیان کے دہائی دینے پر فوج والوں نے حنظلہؓ کو شہید کر کے ابوسفیان کی جان بچائی تھی۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

ابوسفیان سے کوئی بات بن نہ پڑتی تھی۔ مدینے کی واپسی کے خیال سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔ مگر ڈرتا تھا کہ لوگ کہیں اسی پر نہ پلٹ پڑیں۔ (احوال الاعراب)

ابوسفیان کہتا تھا۔ ہم نے بدر کا پورا پورا انتقام لے لیا ہے اور عرب میں قریش کا وقار از سر نو قائم کر دیا ہے۔ (احوال الاعراب)

جہاں میں بندھ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر
ہوئے تنہا خدا کے ماننے والے ہلاک آخر
خداوندِ ہبل کی آج ہم نے آبرو رکھ لی
کہ اِس کے دشمنوں نے خوب لذت مرگ کی چکھ لی
یہ ستر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا
تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبی کی آنکھ کا تارا[۱]

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہمارے سب خداؤں کو برا گردانتے والے
وہ مصعب جو محمدؐ کا امینِ کار بنتا تھا
بڑا جھنڈا اٹھاتا تھا علم بردار بنتا تھا[۲]
وہ بانکا حنظلہؓ وہ نوجواں دولہا وہ دیوانہ[۳]
مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ
نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اِس کو
عروسِ مرگ سے ہونا تھا لیکن ہم کنار[۴] اس کو

---

[۱] جنگ اُحد میں خاص الخاص شہدا میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ میں بطور معلم الاسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس وخزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے جو حضور سرور کائنات کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ اسد اللہ ورسولہٗ کے خطاب سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ انس بن نضر انصاریؓ تھے یہ وہ بہادر ہیں جنہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہتھیار چھوڑ کر مبہوت کھڑے ہیں تو پوچھا کیا ماجرا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ اے عمرؓ موتو اعلیٰ ما مات علیہ رسول اللہ یعنی آؤ جہاں رسول اللہ نے جان دے دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی لگا دیں اب زندہ رہ کر کیا کریں گے یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شہید ہوئے ان کی لاش پر ۷۰ زخم کاری تھے۔ سعد بن ربیع بھی احد میں شہید ہوئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا زخم کھائے ہوئے ہیں اور سانس توڑ رہے ہیں۔ حال دریافت کیا گیا۔ سعدؓ نے کہا اب مجھے زندہ سمجھو لیکن براہ مہربانی رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا کر عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا کرے گا جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو اور قوم کو میری طرف سے کہہ دینا کہ جب تک جھپکنے والی ایک آنکھ بھی تمہارے اندر باقی ہے اس وقت تک اگر دشمن نبی تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ ان ہی شہداء میں عمارۃ بن زیاد بھی تھے جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی صلعم کے تلوؤں سے لگائے ہوئے تھے۔ حنظلہؓ بن ابو عامر بھی تھے جن کی شادی احد کی صبح سے پہلی شب ہوئی تھی اور وہ بستر عروسی پر سے سیدھے میدان جنگ میں پہنچے تھے۔ (طبری)

[۲] حضرت مصعبؓ بدر واحد میں اسلام کے علم بردار تھے۔ رسول اللہؐ نے سب سے پہلے آپ ہی کو مدینے میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ مسلمان ہونے سے پہلے مکہ میں یہ جوانان قریش میں صاحب جمال وجامہ زیب تصور ہوتے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد ان پر فقر یکسر غالب تھا یہ آنحضرت سے بہت مشابہ تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[۳] (دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

[۴] (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

وہ یثرب کے رؤساء جو بہت تن تن کے نکلے تھے   محمدؐ کے مددگار و مصاحب بن کے نکلے تھے
اُحد کی سرزمیں پر اب نرالا کھیت ہے اُن کا   جراحت اوڑھنا ہے اور بچھونا ریت ہے اُن کا
وہ حمزہؓ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر   کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر
برید گوش و بینی سے عجب تھا آج حال اس کا   محمدؐ کو نہ بھولے گا قیامت تک مآل اس کا[1]
جری سب سے زیادہ حمزہؓ تھا[2] اولادِ ہاشم میں   زمین و آسماں رویا کریں گے اس کے ماتم میں
نہ منہ پر گوش و بینی ہے نہ تن میں ہیں جگر گردے[3]   وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر منہ پھیر لیں مردے
شہیدانِ خدا کی یہ ادا سب سے نرالی ہے   میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے[4]

حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے   علیؓ ابنِ ابی طالب ابھی زندہ سلامت[5] ہے
علیؓ پر بھی اگر حمزہؓ کی صورت حربہ چل جاتا   تو سورج آلِ ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا

---

[1] اشارہ ہے اس سلوک کی طرف جو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہدا حضرت امیر حمزہؓ کے جسد مبارک کے ساتھ کیا تھا۔ (دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

[2] حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت کا حال جلد سوم شاہنامۂ اسلام میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

[3] حضرت امیر حمزہؓ اپنے زمانہ میں ایسے شجیع اور بہادر تھے کہ بعد میں لوگوں نے آپ کی بہادری کے ایسے ایسے محیر العقول افسانے بنائے جن کے سبب آپ کی حیات مبارکہ عوام الناس میں ایک افسانہ بن گئی ہے۔ داستان امیر حمزہؓ کے نام سے ہزارہا صفحات کے رنگا رنگ مسلسل افسانے فارسی اور اردو میں لکھے گئے۔ اردو داستان گوؤں نے ان کو اپنے اپنے ماحول کی مناسبت سے مقامی رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ افسانوں کی دنیا میں کسی اور شخصیت کے متعلق اتنا لٹریچر موجود نہیں ہے جتنا کہ حمزہؓ کے بارے میں صرف اردو زبان میں موجود ہے۔ اس سے کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شجاعت اسلامی ممالک میں ضرب المثل رہی ہے۔ اور رستم اسفندیار اور رامائن مہا بھارت وغیرہ کی داستانوں کے مقابل مسلمان داستان گوؤں نے ایک واقعی محترم اور تاریخی وجود کو اپنے افسانوں میں مرکزی ہیرو بنا کر مسلمانوں میں اپنی کہانیوں کو بے انتہا وقیع بنا دیا ہے۔ (حفیظ)

[4] ابوسفیان نے احد کی شام پکار پکار کر مسلمانوں کو سنایا۔ "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے"۔ فوج کے لوگوں نے مردوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج نہیں ہوا۔ (صحیح بخاری ذکر غزوہ احد)

[5] ہندہ زوجہ ابوسفیان نے وحشی سے کہا تھا کہ محمدؐ، حمزہؓ اور علیؓ ان تینوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کرنا چاہیے۔ اس کو علیؓ کی سلامتی کا مدتوں رنج رہا۔ (عادۃ العرب)

بظاہر اُس پہ صد ہا وار ہوتے میں نے دیکھا ہے
ہزاروں سے اُسے دوچار ہوتے میں نے دیکھا ہے

وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا
وہ لڑتا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا[1]

مگر خیر آ ہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی
اُسے زندہ نہ چھوڑیں گے یہ نیت ہے ہماری بھی

وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا
اِسی پر قرض باقی ہے ہمارے سوگواروں کا[2]

قسم ہم نے بھی کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے
کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلہ لے کے چھوڑیں گے

ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چک نہیں سکتا
کسی صورت ہمارا ہاتھ اُس سے رُک نہیں سکتا[3]

محمدؐ کو تو خاصا زخم خوردہ میں نے دیکھا ہے
ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی فسردہ میں نے دیکھا ہے

رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمدؐ کے فدا کاروں کو تم نے جس طرح مارا
خوشی یہ ہے کہ اُسؐ نے آنکھ سے یہ دیکھا نظارا

وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تم نے اُسےؐ گھیرا[4]
تعجب ہے کہ اُس نے خوفِ جاں سے منہ نہیں پھیرا

---

[1] حضرت علیؓ میدان احد میں بار بار افواج دشمن پر تنہا جا پڑتے تھے۔ ان کو بھگاتے اور مارتے تھے مگر خدا نے ان کو زخم کاری سے محفوظ رکھا۔ ابوسفیان بلکہ تمام امویوں کو حضرت علیؓ سے قتال بدر کے بعد خاص طور پر بغض رہا۔ اور یہ بغض بعد میں بہت سے واقعات خونیں کا باعث بنا۔ (مصنف)

[2] میدان بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں ابوسفیان کا بیٹا اور ہند کا بھائی ولید بن عتبہ مارے گئے۔ ان کے انتقام کا جذبہ امویوں کے دل سے کبھی نہیں گیا۔ (مصنف)

[3] حضرت علیؓ کی خلافت اور مابعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بنی ہاشم سے آل امیہ کی رقابت تاریخ اسلام کا ایک ایسا باب ہے۔ جس کا اثر آج بھی عام مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگی پر ہے اور نہ جانے کب تک رہے۔ (مصنف)

[4] مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے ساتھ ہی جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت شہید ہو گئے ہیں مسلمانوں کی صفوں میں جو ہلچل ہوگئی۔ اس کا حال شاہنامہ اسلام تیسری جلد میں شرح وسط کے ساتھ نظم کر دیا گیا ہے۔ تا کہ اس واقعہ کے سمجھنے میں کوئی غلطی نہ رہے۔ یہاں سلسلہ کے لیے مختصر یہ ہے کہ مسلمان گھبرا گئے۔ خبر شہادت رسول سن کر سراسیمہ ہو گئے۔ ان کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بعض نے جی چھوڑ دیا۔ بعض مایوس ہو کر میدان سے نکل گئے بعض اس ہلچل میں تلواریں سونت سونت کر بے دیکھے بھالے وار کرنے لگے حتیٰ کہ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ صرف گنتی کے چند نفوس ایسے تھے کہ ثابت اور اپنے حواس میں تھے لیکن کفار کی فوج میں ہر شخص گھرا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے۔ کوئی گھبراہٹ آپ کو نہ تھی۔ آپ بلند آواز سے بار بار فرماتے تھے۔ میں ہوں پیغمبر اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ آپ دشمنوں کے درمیان ایسی ثابت قدمی اور معجزانہ جرأت کے ساتھ کھڑے رہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ (مصنف)

گڑھے میں گر گیا، زخمی ہوا، رنج و تعب دیکھا   مگر اُس نے نہ جی چھوڑا نہ اُس کو پر غضب دیکھا[۱]
غلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اُس کو   سکونِ قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی ' زخم کیوں کھاتا   پیمبر تھا تو کوئی معجزہ میداں میں دکھلاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرأت انفرادی ہے   وہ صابر اس لیے ہے، سختیاں سہنے کا عادی ہے
برستی میں نے دیکھی بارشِ تیر و تفنگ اس پر   چلی تلوار اس پر اور پھینکے تم نے سنگ اُس پر
وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امرِ اتفاقی ہے   کوئی اس کے لیے بھاری مصیبت اور باقی ہے
اگر تم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ   تو یثرب دُور کیا ہے ایک سنگِ پیش افتادہ[۳]
قلوبِ فوج پھر بھی دیکھ لو اقدام سے پہلے   تفکر اور تدبر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابنِ امیہ کی فہمائش[۴]

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جاں لو بھائی   پلٹ جانا ہی عزت ہے، نہ سمجھو اس کو پسپائی
مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں   کوئی افتاد پڑ جائے قدم اپنے اُکھڑ جائیں
جو کہتے ہیں رہے محروم ہم مالِ غنیمت سے   بظاہر بے خبر ہیں غلبۂ جنگی کی قیمت سے
مدینے پر براہِ راست حملے میں ہے دشواری   وہاں پر ہے مسلمانوں کی جمعیت بہت بھاری

---

[۱] اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب ابو عامر کے کھدوائے ہوئے گڑھوں میں سے ایک میں آنحضرت ﷺ اس وقت گرے تھے جب دشمن آپ پر پتھروں کی بارش کر رہے تھے اور ابن قمیہ کی تلوار کا وار ہوا تھا۔ (دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

[۲] احد کے بعد قریش اور یہود اور منافقین عام طور پر اس خیال کو پھیلاتے تھے کہ محمد پیغمبر ہوتا تو زخم نہ کھاتا۔ (تاریخ العمران)

[۳] ابوسفیان نے کہا۔ یثرب پر عود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ دیکھو سامنے ہے لیکن وہاں شاید لڑائی الجھ جائے۔ ہمارے بہت سے آدمی زخمی ہیں۔ ملک بیگانہ ہے۔ (تاریخ العمران)

[۴] صفوان ابن امیہ نے قریش کو دوبارہ عود کرنے سے منع کیا۔ اس نے کہا اس غلبے کو غنیمت جاننا چاہیے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے مجتمع ہوں۔ (تاریخ طبری و تاریخ العمران)

محمدؐ کے صحابہؓ کی لڑائی دیکھ لی تم نے   وہ زورِ بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے[1]
ہزیمت دے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے   تمہاری عزتیں رکھ لی ہیں خالد کی شجاعت نے[2]
جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں   نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں
نکالو فوج کے دل سے خیالِ طمع اندوزی   مناسب ہے اِسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی
یہ سن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تکنے   لگے کچھ سر ہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا ورود

یہ حجت ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی   ہوس کی موج اُٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی
یہ دِن جھگڑے میں گزرا، عصر کا ہنگام آ پہنچا   اچانک اِک خزاعی مرد معبد نام آ پہنچا[3]
ابوسفیان پہ ظاہر ہو گیا اِس کے قرینے سے   کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے
کہا صد مرحبا معبد مبارک ہو تیرا آنا   ہمیں کچھ مژدۂ تازہ سنا اے مردِ مردانا
مدینہ آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے   محمدؐ اور محمدؐ کی جماعت کس ہوا میں ہے
رہینِ صبر پایا یا الم کے جال میں چھوڑا   اُنہیں کس حال میں دیکھا اُنہیں کس حال میں چھوڑا
ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاوا   ارادہ ہے کہ چل کر شہر یثرب پر کریں دھاوا[4]

---

[1] صفوان نے کہا کیا تم بھول گئے کہ پہلے ہی حملے میں انہوں نے ہمیں تلواروں پر رکھ لیا تھا۔ اور ہم کچھ نہ کر سکے تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] احد میں مسلمانوں کے قلیل لشکر نے پہلے ہی دھاوے میں قریش کے لشکر جرار کو تتر بتر کر دیا تھا اور ان کے پڑاؤ پر جا پڑے تھے۔ مال غنیمت جمع کر رہے تھے۔ ٹیلے کے تیر اندازوں نے اسے فتح خیال کر کے مال غنیمت کے حصول کے لیے جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس حالت میں خالد نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ (مصنف)

[3] قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرفدار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے مدینے پر عود کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ اس سروسامان سے آ رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ (دیکھو بخاری)

[4] ابوسفیان نے معبد کو دیکھ کر کہا۔ مرحبا تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یثرب پر پلٹ پڑیں تمہاری کیا رائے ہے۔ (تاریخ العمران)

تمہاری رائے کیا ہے' تم بھی آخر اِک دلاور ہو		خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو' نام آور ہو

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردارِ مکہ اے ابو سفیاں		جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے' فتح کا امکاں[۱]
میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا		کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچارہ نہیں سکتا
مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں کل		قبائل اوس و خزرج کے ہیں اس اُفتاد سے بیکل
وہ مردانِ مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل		عزیزوں کی شہادت کا ہے اُن کو صدمۂ کامل
کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر پر تھا نہ آسودہ		مثالِ شعلۂ جوالہ ہیں سب غیظ آلودہ[۲]
محمدؐ کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے		یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں ان کو لایا ہے
کسی کو بین کرتے اور نہ روتے میں نے پایا ہے		جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے
مہیا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی		کماں بھی' تیر بھی' نیزے بھی' تلواریں بھی' کوڑے بھی
سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر		غضب کی فوج' غصے کا سمندر' قہر کا لشکر
میں اُن سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا		تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا
اگر لڑنا ہے' اُٹھو جلد تر تیاریاں کر لو		نہیں تو آڑ پکڑو' اپنے لشکر کو نہاں کر لو[۳]

---

[۱] معبد نے کہا اے ابوسفیان تم نے موقع کو کھو دیا۔ اب تو تمہارے لیے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں اگر تم چلنے تو پلٹو گے اپنی تباہی کی طرف۔ (رشاد الحکمۃ)

[۲] معبد نے ابوسفیان کو بتایا کہ سید ھا وہیں سے پلٹا ہوا آ رہا ہوں۔ یثرب طیش میں ہے میں نے کسی کو نہ روتے دیکھا۔ نہ پیٹتے۔ سب تیار ہو کر خروج کے لیے آمادہ تھے۔ (دیکھو طبری)

[۳] معبد نے کہا۔ اے ابوسفیان وہ لوگ چل چکے تھے۔ جب میں نکلا۔ بہتر ہے کہ اپنی جمعیت کو صف آرا کرو۔ یا کسی آڑ میں ہو جاؤ۔ کیونکہ مقابلہ بہت ہی سخت ہوگا۔ (تاریخ العمران)

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے   بہت اکڑے ہوئے تھے دفعتہً اب ہو گئے ڈھیلے
ابو سفیاں پکارا وائے معبد یہ خبر کیا ہے   وہ ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں' تو یہ کہتا ہے[1]
کہا معبد نے اٹھ کر خود مدینے کی طرف دیکھو   نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بصف دیکھو[2]
یہ گھوڑوں کے پرے ہیں یا ابابیلوں کے جھرمٹ ہیں   یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے درمٹ ہیں
مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک مرکب کی   کنوتی اور چوٹی تک میری آنکھوں میں ہے سب کی
مسلتی ہیں انہیں اِس طرح رانیں شہسواروں کی   کہ نکلی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں رہواروں کی[3]

لشکرِ قریش کی بدحواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سن کے خیموں سے نکل آئے   نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے مضطرب سائے
دکھائے واہمے نے فوجِ اسلامی کے جیش اُن کو   ہراول لشکرِ جرار کا' سمجھے قریش اُن کو
دیا حکمِ گریز اب جلد ابو سفیاں نے لشکر کو   کہا خیمے گراؤ' یہ جگہ خالی کرو' سرے[4] کو
چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے کوتل مشرکیں بھاگے   سپہ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار[5] تھا آگے

---

[1] جب معبد نے کہا کہ مدینہ والے کل کا بدلہ لینے کے لیے تم پر دانت پیس رہے ہیں۔ اور جو لوگ کل پیچھے رہ گئے تھے وہ سب جمع ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے باہم قسم کھائی ہے کہ تمہارا پیچھا کریں گے اور بغیر تم سے دو چار ہوئے واپس نہیں پلٹیں گے۔ تو ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہکے بکے رہ گئے اور بولے وائے تجھ پر اے معبد۔ تو یہ کیسی خبر لایا ہے۔ (تاریخ العمران اور طبقات بن سعد)

[2] معبد نے کہا۔ کیا تم اندھے ہو۔ کیا تمہیں سامنے ان کے گھوڑوں کے سائے نظر نہیں آتے۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] معبد نے کہا مجھے تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک سنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم بہرے ہو؟ (تاریخ العمران)

[4] پس وہ لوگ پھر چلے۔ اس حالت میں کہ مسلمانوں سے دو چار ہوتے اور ان سے مٹھ بھیڑ کرنے سے بہت خائف اور ترساں تھے۔ (ابن سعد)

[5] آنحضرتؐ نے اپنے مخبروں سے کہا۔ خبر لاؤ کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹ ساتھ لیے جا رہے ہیں یا اونٹوں پر سوار ہیں اور خالی گھوڑے ساتھ ہیں۔ اطلاع ملی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے ہیں اور گھوڑے کوتل ہیں۔ فرمایا اب وہ سیدھے مکے جائیں گے۔ (تاریخ العمران)

گھڑی بھر میں یہ لشکر جانبِ مکہ ہوا راہی اُڑی لے کر گھروں کی سمت معبد کی ہوا خواہی
نہ پائی دسترس اہلِ ہدایت پر نہ ہادیؐ پر ابو سفیاں خجل تھا کفر کی اس نامرادی پر
بظاہر ساتھ والوں کی تسلی کرتا جاتا تھا
بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلّی کرتا جاتا تھا[1]

◆

حمراء الاسد

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں' ناتوانوں' زخمیوں کی فوج کا دستہ[2] چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ
بڑھے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے شکستہ پا چلے سرکوبیٔ فوجِ عدو کرنے
سپہ بھی زخم خوردہ تھی' سپہ سالار بھی زخمی مہاجر بھی سبھی مجروح تھے انصار بھی[3] زخمی
نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزردہ تعالیٰ اللہ! اُن کا حوصلہ یہ اُن کا دل گردہ
ندامت لے چلی تھی اور نہ جوشِ انتقام اُن کو فقط مدِ نظر تھی دشمنوں کی روک تھام اُن کو

---

[1] ابوسفیان فوج کو بھگاتا اور بھاگتا چلا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ اعلان کرتا تھا کہ ہم دوسری مرتبہ بڑی جمعیت سے آئیں گے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ہفتے کے دن یہ واقعہ (قتال احد) پیش آیا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرتؐ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ (خاتم المرسلین)

[3] بہت سے صحابہؓ کے پاس سواریاں نہ تھیں اور زخم خوردہ بھی تھے لیکن اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے جا رہے تھے بعض سوار تھے مگر بمشکل اونٹ پر سوار رہ سکتے تھے۔ بعض کو بعض سہارا دے کر لیے جا رہے تھے۔ حالت یہ تھی۔ مگر خوش تھے اور جہاد و شہادت کے آرزومند۔ بعض کو بعض نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا کیونکہ وہ چل نہ سکتے تھے۔ (دیکھو طبری اور طبقات ابن سعد)

اِس تعاقب کا راز

عیاں تھی مخبر صادق پہ ہر دو سمت کیفیت[1] اِدھر اَشرار کا فتنہ' اُدھر کفار کی نیت
مبادا لشکرِ گمراہ کو شیطان بہکائے مبادا راستے ہی سے یہ طوفان پھر پلٹ آئے
مبادا آپڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر شرارت دفعتاً دھاوا کرے آ کر شریفوں پر

☆☆☆

اُحد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا بڑھانا اِن کی ہمت بھی فریضہ تھا امامت کا
بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے تو یہ لازم نہیں انساں ندامت ہی میں کھو جائے[2]
دکھانا تھا کہ ہادیؐ کو ہے پورا اعتماد اِن پر جتانا تھا کہ بابِ فرخی کی ہے کشاد اِن پر
اُحد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں یہ چوٹیں بر بنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں
کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے کرو اب فکر آئندہ' گزشتہ کی معافی ہے

مجاہدینِ اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحرِ تعجب میں[3]
نشاں ملتا تھا جس جانب اُسے قرشی رسالوں کا تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایماں والوں کا

---

[1] مدینہ منورہ میں منافقین اور یہود اُحد کی افتاد پر خوش تھے اور مسلمانوں کو مغلوب دیکھ کر شیر ہوئے جا رہے تھے۔ اس طرف کفار کے دوبارہ پلٹ آنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے آپ نے تعاقب میں عجلت فرمائی۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] آپ کو احد کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تا کہ اہل مکہ نہ سمجھ سکیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی خود مسلمانوں کو ڈھارس ہو جائے کہ اس تھوڑی سی شکست اور نقصان سے ہماری ہمت اور اولوالعزمی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (کتاب تاریخ ارض مقدس)

[3] زخمی مسلمان جب مدینے سے قریش کے تعاقب میں چلے تو سارا مدینہ ان کی جرأت پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ یہ ایسی صورت حال تھی جس کی کوئی بھی توقع نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران بالحمراء الاسد)

چلے دِن بھر صحابہؓ حسبِ حکمِ حضرتِ عالیؐ   قریبِ شام حمراء الاسد[1] میں چھاؤنی ڈالی
ہوا ارشاد کچھ افراد بہرِ جستجو جائیں   قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں
ابو بکرؓ و علیؓ و سعدؓ خاص اس کام پر نکلے   رضاکارانہ اہلِ ہمت و اہلِ نظر نکلے[2]
نمازِ شام ادا فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا   کہ ہے دونوں جہاں میں اہلِ ہمت کا بڑا پایا[3]
جلائے آگ امشب ہر کوئی کہسار و میداں میں   خدا ڈالے گا اس سے رعب قلبِ فوجِ شیطاں میں[4]
جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاپیں زخم بندھوائیں   خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پئیں کھائیں
یہ سنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن   جلائی آگ ہر اک فرد نے میداں ہوا روشن

اہلِ نور سے اہلِ نار کا فرار

قریشی لشکری اس وقت صحرا میں گریزاں تھے   یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے
نظر آتے تھے لاتعداد شعلے دور سے اُن کو   یہ اندھے تھے اندھیرے میں حذر تھا نور سے اُن کو
نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگے آگے جاتے تھے   مسلط تھا ہراسِ عام' ظالم بھاگے جاتے تھے

مخبرانِ صادقؓ کا بیان

نبوت کی نگاہیں منتظر تھیں ان یگانوں کی   جنہیں تفویض تھی تفتیش قرشی کاروانوں کی

---

[1] آپ نے مجاہدین احد کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔

[2] آپ نے ارشاد فرمایا۔ چند آدمی خبر لائیں کہ دشمنوں کی جمعیت کہاں ہے اور ان کے کیا ارادے ہیں۔ حضرت علیؓ اور سعدؓ اور بقول بعض ان کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ ٹوہ لگانے اخبار میں نکلے۔ (تاریخ العمران باب حمراء الاسد)

[3] فرمایا و خیر الامور عوازمھا۔ بہترین کام الوالعزمی کے ہیں۔ (حدیث)

[4] آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو۔ اور شام کی نماز کے بعد آگیں روشن کرو۔ چنانچہ اس رات پانچ سو جگہ آگ جلائی گئی اور آگ کی روشنی دور دور تک پھیلی اور دشمنوں کی ہمت پست کرنے کا موجب ہوئی۔ (تاریخ العمران)

تہجد کا تھا عالم، مخبرانِ حق پلٹ آئے بڑی تفصیل سے فوجِ قریش کی خبر لائے[1]
خبر لائے کہ تھے سہ پہر تک وہ ارضِ روحا میں مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں
ہمارے اِس تعاقب کی ہے شاید ان کو آگاہی بسوئے مکہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی
گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے سوار اونٹوں پہ ہیں اب اور کوتل ساتھ ہیں گھوڑے

رسول اللہ کے ارشادات

رسول اللہ سن کر سجدۂ خالق بجا لائے مخاطب ہو کے پھر اُمت سے یہ الفاظ فرمائے[2]
انہیں کھینچے لیے جاتی ہیں زنجیریں تذبذب کی لہٰذا اب کوئی حاجت نہیں اُن کے تعاقب کی
بخطِ راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے[3]
مقدر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا کہ ہے مرقوم لوحِ نیستی پر نام ظالم کا
یہ سب ہے عفو و احسانِ خدائے قادر و ناصر[4] کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر
تمہیں لازم ہے ہر دم شکر خالق کا بجا لانا[5] اُسی کے آسرے چلنا، اُسی کی راہ پر جانا
یہاں پر تین دن ٹھہرو علاجِ خستگی کر لو چلو پھر چل کے دارالامن سے دل بستگی کر لو

---

[1] قریش جو بھاگے جا رہے تھے پیچھے پلٹ کر دور سے اس روشنی کو دیکھتے تھے اور ہراسانی میں اور آگے بھاگتے تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روشنی ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] سعد ابن معاذؓ، حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر تقریباً تمام رات تفتیش حالات کرتے رہے اور تہجد کے وقت سرکار والا کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ جب حضور متوجہ ہوئے تو بیان کیا کہ قریش بھاگے جا رہے ہیں اور معبد خزاعی نے بھی جاتے جاتے پیغام بھیجا تھا کہ اب قریش مکے سے ادھر دم نہ لیں گے۔ (تاریخ العمران)

[3] رسول اللہؐ نے خدا کا شکر کیا۔ اور امت سے مخاطب ہو کے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ پتھر ان لوگوں کے لیے مہر کی مثال نقش پذیر ہیں۔ اگر وہ پھر کر چلے جائیں گے تو مانند روز و دیروزہ کے رفتہ و گذشتہ ہو جائیں گے۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] حضورؐ نے فرمایا۔ کفار سیدھے مکے کو جائیں گے اور اب کبھی ان کو مسلمانوں پر غلبہ نصیب نہیں ہوگا۔ (رشاد الحکمۃ)

[5] فرمایا۔ یہ خدا ہے جس نے ان لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کیا۔ (رشاد الحکمۃ)

[1] جب قریش کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچی تو سرکار دو جہاںؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا رعب ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔ (تاریخ العمران)

باب سوم

نبیؐ اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی

اُحد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضوباری[۱] مدینے میں ہوا جلوہ فگن خورشیدِ بیداری
رسول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں پلٹ آئی اُمیدِ رفتہ پھر ہستی کے سینے میں
مدینے پر تھا ہر سو ابرِ اندوہ و الم طاری بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری
جدھر سے بھی گزرتے تھے جنابِ ہادیِٔ اکرم نظر آتی تھی برپا چار جانب اِک صفِ ماتم[۲]
گلی کوچوں میں، گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا بکاء نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا
تسلی رحمتِ عالم نے بخشی رونے والوں کو شہیدانِ اُحد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا اِحترام

ہوا ارشاد، بیشک قدرتی ہے غم جدائی کا[۳] مسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا

---

[۱] حمراء الاسد میں آپ نے تین دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف مراجعت فرمائی (تاریخ ارض مقدس)

[۲] آپ حمراء الاسد تک قریش کا تعاقب فرما کر پھر مدینے میں داخل ہوئے تو مدینہ میں آہ و زاری اور ماتم برپا تھا گھر گھر سے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آئی تھیں۔ احد میں شہید ہونے والوں کے بال بچے عزیز و اقارب جگہ جگہ رو پیٹ رہے تھے۔ آپ کو عبرت ہوئی۔ آپؐ نے حمزہؓ کو خیال کیا اور زبان مبارک سے نکلا ۔ اما حمزۃ فلا بواکی لہ لیکن حمزہؓ کو تو کوئی نہیں روتا۔ انصار نے آپ کے ارشاد کے غلط معنی لیے۔ انصار نے اپنے گھروں میں جا کر اپنی بیویوں اور ماؤں سے کہا کہ جا کر رسول اللہؐ کے گھر پر حمزہؓ کا ماتم کریں۔ مدینے بھر کے مسلمانوں کی عورتیں آپ کے دولتکدہ پر جمع ہوئیں۔ اور ماتم اور سینہ کوبی کرنے لگیں۔ آپ حیران ہو کر باہر نکل ئے۔ وجہ معلوم ہوئی تو آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری مروت اور ہمدردی کا شکر گزار ہوں لیکن فوت ہو جانے الوں پر نوحہ کرنا اور سینہ کوبی وغیرہ جائز نہیں ہے۔ (طبری۔ رشاد الحکمۃ۔ تاریخ العمران)

[۳] کسی عزیز کے مرنے پر آنسوؤں کے متعلق حضورؐ کا ارشاد تھا کہ یہ وہ رحم دلی ہے جو خدا بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرے گا جو دل ہیں۔ (کتاب الایمان ولنڈور)

تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے
شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نویدِ زندگی لاتے ہیں بہرِ نوعِ انسانی
شہید احسان فرماتے ہیں فرزندانِ آدم پر
لہو اُن کا نویدِ امن برساتا ہے عالم پر
بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک اُن کی
مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جانِ پاک اُن کی
ہمیشہ احترام اُن کا فروغِ آدمیت ہے
مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے
وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن اُن سے مشیت بھی
عمل بھی قابلِ تقلید اُن کا ' حسنِ نیت بھی
عمل کا جوش زندہ کر دیا ہے جوش والوں نے
جگایا خواب سے غفلت زدوں کو ہوش والوں نے
نہ جانو مردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں[1] کو
خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو
لہٰذا یہ بکا ' یہ پیٹنا ' یہ سوگ ' یہ ماتم
یہ کپڑے پھاڑنا ' یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے جاہلیت کی ہیں یہ باتیں[2]
بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں
مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو
خیال و فعل میں داور کا شاغل اور ذاکر ہو
یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی
دعائے خیر سے مدحت کرو ان جاں نثاروں کی
یہ ارشادات والا سن کے لوگوں کو سکون آیا
سمجھ میں معنی اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[3] آیا
ہوا امت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی
مٹی افسردگی گلزارِ ہستی میں بہار آئی

---

[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (قرآن) اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

[2] آپ نے بین کرنے اور پیٹنے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جاہلیت کی باتیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ جاہلیت میں ماتم ' سینہ کوبی اور بین کا عرب میں رواج تھا اور ماتم مدتوں تک چلتا تھا۔ آپ نے اس لغو اور بیہودہ رسم کو بند کرنے کی تلقین کی۔ (ابن ہشام)

[3] اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یعنی ہم اللہ ہی کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹ جانے والے ہیں۔

مدینہ امن کی بستی

بہار آئی تو گل کھلنے لگے صحنِ گلستاں میں
مسرت مسکرائی پھر جبینِ صبحِ خنداں میں
قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے
نویدِ زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے
مدینہ اک چمن تھا پرتوِ سرکارِ عالیؐ سے
عیاں تھا رنگِ وحدت پتے پتے ڈالی ڈالی سے
بلاگرداں تھے انجم، آسماں محوِ نظارا تھا
کہ اس گلزار میں خورشیدِ وحدت جلوہ آرا تھا
اُحد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے [1]
تو ہر سو امن و راحت کے عجب جلوے نظر آئے

دار الامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے
جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے
بہت سے طالبانِ نورِ حق پروانہ وار آئے [2]
یقیں کے ذوق میں وارفتہ آئے، بیقرار آئے
حصولِ فقر کے جذبے سے افرادِ جلیل آئے
صداقت پیشہ تھے لینے کو برہان و دلیل آئے [3]
حقیقت میں بہت بیمار تھی اِنسان کی دنیا
نقیہہ و بے کس و لاچار تھی انسان کی دنیا

مدینے میں اہلِ حق کے اشغال

مدینہ کیا تھا؟ ان بیمار روحوں کا شفاخانہ [4]
جمی تھی صحنِ مسجد میں یہاں بزمِ حکیمانہ

---

[1] مہینے بھر میں احد کے زخمیوں کے زخم مندمل ہو گئے۔ اور سب اپنے کاروبار میں لگ گئے (تاریخ العمران)

[2] دور دور سے متلاشیانِ حق مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہیں کے ہو رہتے تھے (دیکھو سیرت النبی)

[3] آنحضرتؐ کے وجودِ مبارک نے یثرب کی آبادی کو مدینۃ النبی مشہور کر دیا۔ آپ کے فیضانِ روحانی حاصل کرنے کے لیے دور دور سے لوگ اپنے مال و متاع کو چھوڑ کر آتے تھے تاکہ اپنی روحوں کو پاکیزہ کریں۔ (اخبار الایمان)

[4] اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت) دیکھتے نہیں کہ ہم نے ایک پر امن مقام ان کے لیے بنایا۔ جس کے باہر بدامنی کا حال یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف آدمی اچک لیے جاتے ہیں۔ (قرآن)

ازالہ ہو رہا تھا اِس جگہ ہر اک قباحت کا[1]
یہاں موجود تھا ساماں سکون و امن و راحت کا
یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوت کا
کہ جس میں راز پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا[2]
فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی
تو قسمت جاگ اُٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی
خدائے پاک کے بندے نہا کر باوضو ہو کر
صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

حلقۂ ذکر[3]

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے
حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں تھے[4]
قیام ان کا‘ رکوع ان کے‘ سجود ان کے‘ قعود ان کا[5]
دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی واحد وجود ان کا
یہ دربارِ خدا معراج تھی ایمان والوں کی
یہیں پر آ کے جھکنا شان تھی اِن شان والوں کی
عیاں تھا اِس جگہ حسنِ عمل بھی حسنِ نیت بھی
ادب بھی‘ حلم بھی‘ اخلاص بھی اور آدمیت بھی[6]

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچتے ہی ہر شخص کو کتنا بھی دکھیا کیوں نہ ہو راحت مل جاتی تھی اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگیا ہوں۔ (اخبار الایمان)

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض قدم سے انسان بھائی بھائی بن گئے تھے۔ مختلف نسلوں اور قبائل کے افراد میں ایسی اخوت پیدا ہوگئی تھی جیسے ماں جائے ہوں۔ آنحضرتؐ نے اس مواخاۃ کو خود قائم فرمایا تھا۔ آپ کے ارشاد پر انصار و مہاجرین حضرت انس بن مالک کے مکان میں جمع ہوئے اور آپ نے انصار اور مہاجرین میں ایک ایک فرد کو مخاطب فرما کر بلایا اور ان میں مواخات قائم فرمادی پس وہ سب عملاً ماں جائے بھائیوں سے بہتر ہوگئے۔ (اخبار الایمان)

[3] مسجد نبوی میں صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک حلقہ میں قرآن خوانی ذکر و دعا کا شغل رہتا تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی امور پر باتیں ہوا کرتی تھیں آپ نے فرمایا۔ دونوں عمل خیر ہیں۔ پھر فرمایا مجھے اللہ نے معلم بنا کر مبعوث کیا ہے یہ فرما کر آپ حلقہ علم میں تشریف فرما ہوئے۔ (سیرت النبی)

آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصود تزکیہ نفوس انسانی تھا اور آپ خلوت جلوت نشست برخاست ہر حال میں انسان کو بہتر انسان بننے کی تلقین بھی فرماتے اور خود اپنے وجود پاک سے اس کی مثال پیش فرماتے تھے اور یہ کام اس طرح ہوتا تھا کہ دل رغبت کے ساتھ اس تلقین کو قبول کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد اور اکثر اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مسجد میں قیام فرماتے اور آپ کے اردگرد لوگ جمع رہتے اور آپ دینی و دنیوی فلاح کی تلقین فرماتے۔ (اخبار الایمان)

[4] آپ کی مجلس مسجد نبوی میں ہوتی تھی جہاں آنے جانے والوں کو روک ٹوک نہ تھی۔ صحابہ عقیدت کیش مؤدب بیٹھتے لیکن باہر سے آنے والوں کو حضرت کی نشست میں کوئی اختصاص نظر نہ آتا تھا کیونکہ آنحضرتؐ اور آپ کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بھی ظاہری امتیاز نہ تھا۔ (اخبار الایمان)

[5] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ۔(قرآن) جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں قیام میں اور بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔

[6] یہاں سادگی تھی اور علم و تواضع لیکن رعب نبوت کے سبب آداب و وقار ان حلقہ ہائے علم و ذکر کی خصوصیت تھی (اخبار الایمان)

خدا کا نام لینا ' اتباعِ مصطفیٰ کرنا   ہمیشہ بہرِ مخلوقات خالق سے دعا کرنا
خلوص ان کے دلوں میں، حمد تھی ان کی زبانوں پر   زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر

دارالامان کے آمن کی صورت وسیرت[1]

مبارک تھے جنہیں ہر صبح، صبحِ عید حاصل تھی   خدا کا قرب حاصل تھا' نبیؐ کی دید حاصل تھی
بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے   کہ ذوقِ بندگی میں ہادئ دیں سب سے آگے تھے
رہے امت ملا جس کو محمد مصطفیٰ ہادیؐ   کہ جس کی شرح بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی
طبیعت سادہ تھی' اطوار سادہ' عادتیں سادہ   کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام پر تیار و آمادہ[2]
یہ چہرہ صاف آئینہ تھا' سینے کی صفائی کا   یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دل ربائی کا
محبت آفریں آنکھیں' محبت آفریں چہرہ   محمدؐ کی حسیں آنکھیں' محمد کا حسیں چہرہ
اِسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں   بہ فیضِ جبہ سائی' نور کی پیشانیاں پائیں
وہ خورشیدِ رسالتؐ صبحِ خنداں جس کی پیشانی   وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی
وہ نورانی ملاحت' نورِ حق کی جس میں تابانی   وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائیدِ ربانی
وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا   نگاہوں میں بسا تھا وہ دلوں میں جلوہ آرا تھا

---

[1] حضور کا حلیہ مبارک شمائل ترمذی اور مسند ابن حنبل وغیرہ کے حوالے سے سیرت النبیؐ میں بہ تفصیل مذکور ہے۔

[2] حضرت عائشہؓ ابوسعید خدریؓ اور امام حسنؓ سے روایت ہے کہ کان یاخرم نفسہ یعنی آپؐ اپنے کام خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے۔ گھر میں خود جھاڑو دے دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے' اونٹ کو باندھتے اس کو چارہ دیتے۔ خادم کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ صحابہؓ جو کبھی خدمت پر مامور ہو کر دینے سے باہر جاتے ان کے گھروں کی ضروریات خود مہیا فرماتے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتے مدینے کی لونڈیاں آتیں اور کہتیں یا رسول اللہ میرا یہ کام ہے۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور ان کا کام کر دیتے ایک صحابیؓ کی روایت ہے کہ ولا یانف ان یمشی مع الارملة والمسکین فلقهني له الجاجة ۔ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھی۔ (سیرت النبی جلد دوم)

برستی تھی نویدِ آسمانی اس کے ہاتھوں سے
مروت اِس کے ہاتھوں مہربانی اس کے ہاتھوں سے

حلقۂ درسِ اصحابِ صفہ

تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوقِ عبادت کی
یہاں پیشانیوں پر مہر لگتی تھی سعادت کی
بہت سے طالبانِ حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے
جہانِ ماسوا سے رشتے ناتے توڑ کر نکلے[1]
فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو
فقط دنیا میں حبِ مصطفٰیؐ محبوب تھی اُن کو[2]
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر و فاقہ تھا[3]
یہ آئے تھے یہاں پر اکتسابِ نور کرنے کو
اشاعت نور قرآں کی قریب و دور کرنے کو
حضورِ مصطفٰیؐ لائے تھے یہ کاسے گدائی کے
علاوہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے[4]
طلوعِ صبحِ مشرق کو ملی پائندگی ان سے
ہوا مغرب غریقِ موجۂ شرمندگی ان سے

اصحابِ صفہ کی شان

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے
علومِ مردۂ ماضی میں آئی زندگی اِن سے
یہی اصحابِ صفہ عکس تھے انوارِ رحمت کے
وجود پاک تھے اِن کے مکاتب درسِ حکمت کے
فروغِ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے
لنڈھاتے پھر رہے تھے خم کے خم اللہ کے دیوانے

---

[1] بہت سے لوگ ہجرت کر کے مدینے میں آ بستے۔ آنحضرتؐ ان سے مدینے ہی میں بسنے کی بیعت لیتے تھے۔ (بخاری اور ابن ہشام وغیرہ)

[2] چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور پیغمبر علیہ السلام سے تربیت حاصل کرنے کے لیے وقف کر دی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے جب شادی کر لیتے تھے۔ اس حلقے سے نکل آتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ جنگل میں جاتے لکڑیاں چن لاتے بیچتے اور اپنے حلقے والوں کے لیے اس سے کھانا مہیا کرتے۔ دیکھو سیرت النبی)

[3] ان کی غربت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کسی کے پاس ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہ تھا جس کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک جسم ڈھانپا جاتا تھا۔ اکثر انصار کھجور کی پھلدار شاخیں توڑ کر لاتے یہ لوگ ان شاخوں کو صفہ کی چھت میں لگا لیتے جو کھجوریں ٹپک ٹپک کر نیچے گرتیں کھا لیتے۔ کبھی دو دو دن ان کو کھانے کے لیے نہیں ملتا تھا۔

[4] اسلام کی اشاعت کے لیے یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ غزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ (بخاری)

بظاہر بے سروسامان تھے' آفت کے مارے تھے
مگر اصحابِ صفہ سرورِ عالم کے پیارے تھے [۲]
توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی امور ان کی
قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی
ظواہر اور زویدا سے تھی یکسران کو بیزاری [۳]
حضوری مصطفیٰ کی ان کی دولت تھی بڑی بھاری
جو حاصل تھا انہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو
میسر تھی کہاں یہ سرفرازی کجکلاہوں کو
لرز جاتے تھے ان کے رعب سے دِل تاجداروں کے
پیادے تھے مگر قائد تھے اسلامی سواروں کے
عبودیت کے سجدے اِس لیے تھے نقشِ پیشانی
کہ یہ اِک روز ٹھکرائیں گے اُٹھ کر تاجِ سلطانی
یہ بندے تھے پناہِ دردمنداں کی پناہوں میں
پناہیں دیتے پھرتے تھے یہ دنیا بھر کو راہوں میں [۴]
لکھا کرتے تھے اِن کے ہاتھ پروانے معافی کے [۵]
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبعِ صافی کے
پیامِ زندگانی' زندگانی کو سناتے تھے
اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے [۶]

---

[۱] اصحاب صفہ میں سے اکثروں نے اسلام کی دور دور اشاعت کی اور مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔

[۲] یہ اکثر بھوکے رہتے غیرت کے سبب سوال نہیں کرتے تھے۔ اکثر قیام نماز کی حالت میں ضعف اور بھوک کی وجہ سے گر پڑتے۔ ان کی وضع قطع ایسی ہوگئی تھی کہ اجنبی ان کو دیوانہ خیال کر لیتے تھے۔ (اخبار الایمان)

[۳] آنحضرتؐ کے پاس جب کوئی شخص صدقہ لاتا تو حضور یہ چیز اصحابِ صفہ کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو اصحاب صفہ کو بلا لیتے۔ اور ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد پر انصار اور مہاجرین میں سے کچھ لوگ ان کو ساتھ لے جاتے اور کھانا کھلاتے۔ آنحضرتؐ ان اصحاب صفہ کا اس قدر خیال فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ فاطمۃ الزہرا نے آنحضرتؐ سے کچھ طلب فرمایا تو آپ نے فرمایا بیٹی یہ ممکن نہیں کہ میں تم کو دوں اور اصحاب صفہ بھوکوں مرتے رہیں۔ (زرقانی)

[۴] اصحاب صفہ میں سے اکثر مسکینوں اور اپاہجوں کی رضاکارانہ امداد کرتے تھے۔ ہر بیمار کی خبر گیری کرتے تھے اور جہاں بھی کسی کو امداد کا مستحق سنتے حاضر ہو جاتے تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[۴] عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا لیکن اسلام آیا تو تحریر و کتابت کا فن بھی گویا ساتھ لے کر آیا۔ سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی تھی۔ اس بنا پر آنحضرتؐ نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[۵] مدینے میں یا اور گرد جہاں بھی کہیں سن پاتے کہ کوئی بیمار ہے۔ اصحاب صفہ میں سے لوگ جاتے اور اس کی تیمارداری کرتے۔ موت ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا انصرام فرماتے۔ (رشاد الحکمۃ)

انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر
جلاتے تھے بشر کے قلب میں شمعِ امید اکثر
یہی اصحاب تھے، حفاظِ قرآنِ مجید اکثر[1]
یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
کہ ان کو دولتِ حبِ رسولؐ اللہ تھی حاصل
طوافِ شمع کرتے تھے نبوت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرشِ راہ تھیں دل ان کے نذرانے

نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضرِ دربار رہتے تھے
بہ فکرِ اکتسابِ دولتِ دیدار رہتے تھے
وفورِ اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا[2]
نبیؐ کو پاسِ خاطر کیوں نہ ہوتا اِس جماعت کا
یہ ان کا زہد، ان کا فقرفاقہ، ان کی مسکینی
یہ ان کا رنگِ استغنا، یہ ان کی خدمتِ دینی
نہ اندازِ خوشامد تھا، نہ کچھ طرزِ رعونت تھی
نہ آنکھوں میں لجاجت تھی، نہ چہروں پر خشونت تھی
بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسول اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں[3]
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے مسرور تھا بندہؐ نواز ان سے
جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملیؐ والا ہو[4]
جہاں میں رتبۂ اصحابِ صفہ کیوں نہ بالا ہو

---

[1] اکثر اصحاب صفہ ہی میں سے قرآن کے حفاظ اور قاری ہوتے۔ (اخبار الایمان)

[2] یہ لوگ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن لاتے تھے اور ان کو بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے اور آدھا اخوان طریقت میں تقسیم ہوتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[3] رسول کریمؐ اکثر اصحاب صفہ کے درس میں جا کر بیٹھتے تھے اور ان کو محبوب رکھتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[4] مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت مسجد میں تشریف لے گئے اس وقت اس مسجد میں دو حلقے تھے۔ حلقۂ ذکر اور حلقۂ درس۔ آنحضرتؐ حلقہ درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

باب چہارم

سلسلہ سرایا[1]

دشمنانِ اِسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

دارالامان پر چاروں طرف سے حملے

اِدھر دارالاماں تھا اور نویدِ دَورِ خوش حالی   اُدھر چاروں. طرف فتنہ فساد و جور و پامالی
جہاں بھر میں محمدؐ کا مدینہ ایک بستی تھی   جہاں رانت کا دورہ تھا' جہاں رحمت برستی تھی
منافق اور یہود اب تک اگرچہ خارِ دامن تھے[2]   مگر مالی کی ہمت سے گل و گلزار مامن تھے
منافق اور یہود اپنی دغابازی پہ قائم تھے   دلوں میں سنگ وآہن تھے' زبانوں سے ملائم تھے

---

[1] سرایا جمع ہے سریہ کی۔ سریہ کہتے ہیں اس جماعت کو جو دشمنوں کی روک تھام یا ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے مدینے سے باہر بھیجی ہو جس میں پیغمبر خود بنفس نفیس نہ تھے اور غزوہ اس کو کہتے ہیں جس میں حضور شامل تھے۔ تمام قبائل عرب بجز ایک دو اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کا اثر تمام عرب پر تھا۔ ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ اور غارتگری تھی۔ اور اسلام اس کو نہ صرف قولاً بلکہ عملاً بھی روکتا تھا۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہوگیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔

بدر کی فتح نے مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا تھا لیکن احد کی افتاد نے حالت بدل دی اور قبائل پھر دفعتاً اٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت کو پے در پے ان غارت گروں کو روکنے کے لیے مسلمانوں کی جماعتیں بھیجنی پڑیں۔ تاکہ غارت گری کی روک تھام ہو۔

[2] یہود کے تین قبیلے قینقاع۔ قریظہ۔ مدینے کے حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رہتے اور مدینے میں کاروبار کرتے تھے۔ منافقین مدینہ کے وہ لوگ تھے جو بظاہر مسلمان ہوگئے تھے مگر مارِ آستین تھے۔ شاہنامہ اسلام جلد دوم سوم میں ان پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ منافقین ادھر یہود سے ساز باز رکھتے۔ ادھر قریش اور دوسرے قبائل کے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے۔ (مصنف)

[3] رسول اکرمؐ نے اگرچہ یہود سے امن کا معاہدہ کیا تھا اور ان سے ہر طرح مدارات سے پیش آتے تھے لیکن وہ طرح طرح سے ہادی اسلام کو اذیت دیتے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے تھے۔ آنحضرت صبر و ضبط کی تلقین فرماتے اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔

مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرتِ ہادیؐ
کہ صلح و عفو تھا اسلام کا آئینِ آزادی

ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تبہ کاری
مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری

اُحد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا
عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا

مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا
خدا اُن کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا

یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر
کمیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر

بگولے آندھیاں طوفان چاروں سمت سے اُمڈے
خدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے اُمڈے

اُمڈ آیا زمانہ شیطنت اپنی دکھانے کو
صداقت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
یہودی قوم کی اور مکہ والوں ہی کی سازش تھی

یہی فتنے تھے جو ہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
نبیؐ کا حِلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے

قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
وہ یوں بھی ہر طرح تیار رہتے تھے شرارت پر

خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
روا تھا قتل اِن کے ہاں نہتوں کا، ضعیفوں کا

نظر میں خونِ انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
قیامِ امن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی

مدینہ چل رہا تھا راہِ تہذیب و تمدن پر
اُدھر تھا مدتوں سے سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر

نہ تھا اُن کے عقائد میں گنہ اور کارِ بد کوئی
نہ ان کی شرع تھی کوئی نہ عاید اِن پر حد کوئی

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور اہلِ کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذا پاؤ گے لہٰذا: گر صبر کرو اور پرہیزگا
پر قائم رہو۔ تو یہ ہمت کے کام ہیں۔ (آل عمران)

نظر آئی انہیں بستی ہوئی اک امن کی بستی
ملی مکے سے شہ بھی، سوجھتی پھر کیوں نہ خرمستی
مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے
پیاپے دم بہ دم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے
سزا پائی خدا سے خود ہی ان کی خودستائی نے
مٹا دی ظلمتِ بوجہل، نورِ مصطفائی نے
اٹھا جو بھی قبیلہ ارضِ یثرب پر چڑھائی کو
مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اِس ناسزائی کو
کیے مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطرے دور حضرت نے[1]
رکھا دارالاماں کو امن سے معمور حضرت نے

شیطنت کی انتہا

دغابازوں کے ہاتھوں، مقتولانِ وفا کی شہادتیں

واقعہ بیر معونہ

فلک پر ہے فروزاں جس طرح محفل ستاروں کی
مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی
مگر باطل بھی باطل تھا، اسے بھی دور کی سوجھی
ازالہ جس کا تھا دشوار، اک ایسی بدی سوجھی
نئی تبلیس رنگِ شیطنت کی اک نمائش تھی
پرستارانِ حق کی انتہائی آزمائش تھی
یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لانا
نبیؐ کے مطمئن دل کو غم و آلام پہنچانا
عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ کفارِ بے مایہ
عجب ظلمت کدہ تھا ارضِ اسلامی کا ہمسایہ

* * *

---

[1] جب بھی اطلاع ملتی کہ فلاں قبیلہ یا لشکر مدینے پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرت صحابہؓ کی جماعت بھیجتے۔ اکثر اوقات قبائل ان جماعتوں کے خوف ہی سے ھاگ جاتے بعض دفعہ لڑائی بھی ہوتی۔ (ابن ہشام وطبقات ابن سعد)

نجد سے اظہارِ فتنہ

بنو عامر بہت مشہور تھے، نجدی قبائل میں[1]
دغابازی و خداعی تھی خاص ان کے خصائل میں

بنو عامر میں عامر ابنِ مالک نام آور تھا
جوانی کے دنوں میں سربرآوردہ دلاور تھا[2]

یہ بوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا[3]

تھا اِس کی نیزہ بازی کا بہت شہرہ اجانب میں
گنا جاتا تھا اک بَرچھیت اطراف وجوانب میں[4]

مگر اپنے قبیلے میں یہ شہرہ بے نتیجہ تھا
کہ اب سردارِ قوم ابنِ طفیل اس کا بھتیجا تھا

ہوا اس فرد سے بالواسطہ اظہار فتنے کا[5]
یہ خونیں ماجرا ہے اس ہلاکت بار فتنے کا

☆☆☆

ابو براء کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آرا تھے صفہ کی جماعت میں
زبانِ پاک تھی مشغول قرآں کی اشاعت میں

کہ عامر ابنِ مالک ابنِ جعفر بوبراء آیا
برائے نذر ناقے اور گھوڑے نجد کے لایا[6]

---

[1] حوالی نجد میں بنو عامر ایک زبردست قبیلہ تھا۔ جس کا سرداران دنوں عامر ابن الطفیل تھا۔ اس شخص کے دل میں آنحضرتؐ اور اسلام سے کینہ تھا۔ اس نے آنحضرت کو پیغام بھیجا تھا کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں۔ آؤ عرب کو تقسیم کرلیں، تم بادیہ کے مالک بن جاؤ۔ میں شہروں کا حاکم بنوں۔ یا اپنے بعد مجھے جانشین بنادو ورنہ میں غطفان۔ قبیلہ کو لے کر مدینہ پر چڑھ آؤں گا۔ آنحضرتؐ نے انکار فرمایا۔ (دیکھو تاریخ ارض مقدس)

[2] عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی عامر ابن الطفیل کا چچا تھا اور قبیلہ کلاب کا مشہور رئیس تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] عامر کے پیٹ میں آزار قرحہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)

[4] عامر ملاعب الاسنۃ یعنی برچھیت مشہور تھا اور اس کی نیزہ بازی کا عرب بھر میں شہرہ رہ چکا تھا۔ (تاریخ العمران)

[5] بالواسطہ کیونکہ آخر تک معلوم نہ ہوسکا کہ مسلمانوں کو قتل کرانا اس کی اپنی نیت میں تھا یا اس کے ذریعے مسلمانوں کو پھسلا کرلانے کے کام میں کسی دوسرے کا ہاتھ تھا۔ (مصنف)

[6] عامر مسجد میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور نجدی ناقے آپؐ کے حضور میں بطور ہدیہ پیش کیے۔ (طبقات)

نشانِ عجز دکھلاتا ہوا سرکار میں پہنچا
یہ ذرّہ خاک کا دربارِ گوہر بار میں پہنچا
تحائف پیش کر کے عرض کی بیمار آیا ہوں
گرفتارِ علالت، شاکیٔ آزار آیا ہوں
سنا ہے آپ کا دستِ شفا صحت کا ضامن ہے
وجودِ پاک پیغمبرؐ امیں ہے اور آمن ہے
مرے ہدیے بھی ہو جائیں قبولِ خاطرِ عالی
میں چل کر دور سے آیا ہوں باوصفِ کہن سالی[1]
دعا فرمایئے، اِس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سنی سرکار نے بوڑھے کی لسانی[2]
کہ یہ طرزِ تکلم تھی عرب کی عادتِ ثانی
اٹھے بہرِ دعا دستِ حبیبِ حضرتِ[3] باریٔ
دعا کی یاالٰہی دور کر دے اِس کی بیماری
اثر بھی اور توفیقِ دعا بھی تو ہی دیتا ہے
دَوا بھی تیری جانب سے، شفا بھی تو ہی دیتا ہے
دعا کے بعد فرمائی توجہ جانبِ عامر
خوش اخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا ہوا آمرؐ
ہوا ارشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے
شفا جو سب کو دیتا ہے، وہی تجھ کو بھی کافی ہے
تجھے لائے ہیں اس دہلیز تک امراضِ جسمانی
نہیں تجھ کو تمنائے علاجِ دردِ روحانی[4]
طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا
قبیلہ بھی ترا کونین میں پھولا پھلا ہوتا[5]

ابو براء نے کہا بڑھاپے میں یہ لمبا سفر صرف اس لیے اختیار کیا ہے کہ میں نے سنا ہے آپ احسان فرماتے ہیں ہر ضعیف العمر اور مریض پر۔

ابو براء نے لسانی کے ساتھ آنحضرتؐ سے گفتگو کی اور یہ طرز گفتگو اگرچہ آنحضرتؐ کے پسند نہ تھی۔ مگر آپ نے اس کی دلدہی کی۔

آنحضرتؐ نے ابو براء کے لیے دعا فرمائی۔ یااللہ یہ شفا کی امید میں تیرے نبی کے پاس آیا ہے۔ یااللہ اس پر تو ہی احسان فرمانے والا ہے۔ (رشادالحکمۃ)

آنحضرتؐ نے ابو براء سے کہا جسمانی امراض سے زیادہ تمہیں روحانی مرض کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے کہا یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کروں گا۔ (اخبارالایمان)

آنحضرتؐ نے ابو براء عامر ابن مالک کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے نہ تو اس کو قبول کیا اور نہ اس کو رد کیا (رشادالحکمۃ)

پیمبر کو ضرورت ہے فقط اک قلبِ مومن کی یہ ہدیے پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں ان کی
قبول اس گھر میں ہوتا ہے خدا کے نام سے ہدیہ نہیں لیتا محمدؐ منکرِ اسلام سے ہدیہ[1]
نہیں شایانِ پیغمبرؐ صلہ لے کر مدد کرنا خدا کا حکم ہے، بندے سوالی کو نہ رد کرنا
نظر آتا اگر تو دولتِ ایماں سے بہرہ ور نہ ہوتی عار، لے لیتا ترا ہدیہ بھی پیغمبرؐ
یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلوایا کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرتؐ نے منگوایا[2]
کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے، تو سرِ راہے یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے
خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے بسا اوقات چٹکی خاک کی اکسیر ہوتی ہے

ابو براء کی شفایابی اور مکر

یہ اخلاقی بلندی دیکھ کر مجوب تھا سائل زبان پر رد و کد تھی دل میں لیکن ہو گیا قائل[3]
ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا شفا حاصل ہوئی، اعجاز حضرتؐ کا نظر آیا
جزا احسان کی احسان ہے، انسان کا شیوہ بدی محسن سے کرنا، ہے فقط شیطان کا شیوہ
درندوں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے تو اکثر باز آ جاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے

---

[1] ہدیوں کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اگر مشرک کا ہدیہ قبول کرتا ہوتا تو ابو براء کا ہدیہ لے لیتا۔ (اخبار الایمان)

[2] آنحضرتؐ نے ابو براء کی بیماری کے لیے دعا کی کہ خدا تجھے شفا دے۔ آپ نے اس کے ہدیے پھیر دیے اور فرمایا میں مشرک سے ہدیہ نہیں لیتا (تاریخ العمران) آپ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خدا کی وحدت کا اقراری ہوتا تو مجھے تیرا ہدیہ لینے میں کوئی عار نہ ہوتا۔ آپ نے ایک قطبی شہد کی اس کو دی کہ ابو براء اس کو چاٹتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اچھا ہو گیا۔ (واقدی)

[3] ابو البراء نے آنحضرتؐ کی طرف سے ہدیہ پھیر دینے پر کہا کیا عرب میں ابو البراء کا ہدیہ لینے سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں صرف اس کا ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ جو خدا کو ایک مانتا ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

دعائے مصطفیٰؐ سے پا گیا جس دم شفا عامر
نہ جانے اس کو کیا سوجھی کہ پھر حاضر ہوا عامر[1]

ابو براء کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبیؐ کی بزمِ نوری میں
کہا میں شکر یہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں

طفیلِ حضرتِ عالی ہوئی حاصل شفا مجھ کو
پسند آئے محمدؐ اور محمدؐ کا خدا مجھ کو

مرا دل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں برحق ہے
کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے

نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکار مشکل ہے
علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے[2]

مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی ناآشنا حق سے
ابھی باطل سے رشتہ ہے، ابھی ہے ربط ناحق سے

وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک
کوئی توحید کا پیغمبر آیا نہیں اب تک

زمینِ نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں
بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں

مجھے پورا یقیں ہے، اس جگہ تائیدِ حق ہوگی
بہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہوگی[3]

وہاں پر آپ اپنے خاص خاص احباب بھجوائیں
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں

بنو عامر زمینِ نجد کا جید قبیلہ ہے
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے

یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا
یہ بوڑھا خود وہاں پیغام حضرت کا سنائے گا

---

[1] بہت سے رواۃ کا بیان ہے کہ ابوالبراء نے اپنے بیٹے کو حضورؐ کی خدمت میں تحائف دے کر بھیجا اور جب شفا ہوگئی تو وہ خود آیا تھا لیکن کثرت روایت یہ ہے کہ پہلے یہ شخص بیماری کی صورت میں آیا اور حضرتؐ نے اس کے لیے دعا کی اور شہد بھی دیا جس کو لے کر یہ رخصت ہوا۔ راہ میں یہ شہد چاٹتا تھا کہ اس کو بالکل آرام آ گیا۔ پھر یہ دوبارہ حاضر ہوا۔ (تاریخ العمران باب بیر معونہ)

[2] ابوبراء نے آنحضرتؐ سے کہا مجھے اسلام قبول کرنے میں عذر نہیں لیکن یہ بہتر ہے کہ میں اپنے قبیلے کے سامنے یہ معاملہ رکھوں تاکہ ہمارا جتھا قائم رہے۔ (اخبارالایمان)

[3] ابوالبراء آیا اور کہا اے محمدؐ میں آپ کے امر کو بہتر سمجھتا ہوں۔ مگر میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ اپنے اصحاب میں سے چند اصحاب میرے ساتھ روانہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعوتِ اسلام قبول کریں گے اور آپ کے امر کی پیروی کریں گے اور آپ کے امر کا غلبہ ہو جائے گا۔ (تاریخ العمران باب غزوۂ بیر معونہ)

آنحضرتؐ کا تامل

ابو براء کی ضمانت

کہا سرکارؐ نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ
مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ[1]
پیامِ حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے
زمینِ نجد کے پتھر بختی پیش آئیں گے
کہا عامر نے میں لیتا ہوں ذمہ اپنی جانب سے[2]
نہ ہوگی کوئی ایسی بات اطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پر ہے اصحابِ رسالت کی
عرب سارا کرے گا آبرو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا
تو جیتے جی قدم ہرگز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا
یہ مردِ معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا[3]
صنا دیدِ عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوت نجد میں تبلیغ کے کارِ جلیلہ کی
مزید اس پر کفالت ایک سردارِ قبیلہ کی[4]
فروغِ دینِ حق تھا مدعائے حضرتِ عالی
تامل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرما لی

* * *

---

[1] آنحضرتؐ نے ابو براء کی درخواست پر فرمایا کہ مجھے نجد کی طرف سے اپنے اصحاب کے لیے اندیشہ ہے۔ (طبقات وصحیح بخاری)

[2] عامر ابو براء نے کہا آپ اصحاب پر اہل نجد سے اندیشہ نہ کیجیے۔ میں اس امر کی ضمانت کرتا ہوں کہ اگر ان سے بجنگ پیش آئے گا تو میں آپ کے اصحاب کا شریک حال اور مددگار رہوں گا۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] ابو براء واقعی اس حیثیت کا سردار تھا کہ کسی کو کفالت میں لے سکتا تھا اور اس کی کفالت کا پاس سب کو ہو سکتا تھا۔ الا یہ کہ وہ خود اپنی ذات کو بری قرار دے (تاریخ العمران)

[4] عرب میں کسی کا کسی کو کفالت میں لے لینا ایک حلف تھا۔ جس کی خلاف ورزی کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ ذاتی وقومی آن کے خلاف تھا۔ آپ نے منظور فرما لیا اور ستر اصحاب ساتھ کر دیے۔

مبلغین اسلام راہِ تبلیغ پر

ہوئے ستر مبلغ مستعد اس کام کی خاطر
رضا کارانہ نکلے خدمتِ اسلام کی خاطر[1]
یہ ستر وہ تھے جن میں ایک اک مردِ یگانہ تھا
وجود اِن سب کا شانِ زندگی' جانِ زمانہ تھا
یہ عابد تھے' یہ زاہد تھے' یہ حافظ تھے' یہ قاری تھے
یہ صدق آئین تھے' آئینہِ پرہیز گاری تھے
یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر
صفائے قلب کے مخفی خزانے' بے بہا جوہر[2]
یہ ستر منتخب مناد توحید و رسالت کے
یہ ستر گلشنِ آباد' اسلامی بسالت کے
یہ اسلامی مبلغ ہو گئے تیار جانے کو
زمینِ نجد پر آوازِ ربانی سنانے کو

رسولِ پاک کا مبلغین سے خطاب

دمِ رخصت رسولِ پاک نے ان پر نظر ڈالی
ہوئی رقت پذیر ان کی وفا پر خاطرِ عالی
عفاف و عصمت' احسان و کرم' عزم و ثبات ان کا
فداکاری کا جذبہ بہرِ فخرِ کائناتؐ اِن کا
نبیؐ نے ان کے ذوقِ علم کی تحسین فرمائی
حیا و صبر و عفو و حلم کی تلقین فرمائی[3]
کہا تبلیغِ حق ہی اصل مقصد ہے نبوت کا
نہ آنے پائے اِس میں شائبہ اظہارِ قوت کا[4]
تمھیں جو کچھ بھی پیش آئے اسے انگیز کرنا ہے
بہرحالت جوابِ تلخ سے پرہیز کرنا ہے

---

[1] یہ لوگ نہایت متوکل اور درویش تھے اور اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا معمول تھا کہ دن بھر لکڑیاں چنتے۔ شام کو فروخت کر کے کچھ اصحاب صفہ کی نذر کرتے اور کچھ اپنے لیے رکھتے۔ ان میں سے اکثر قراء اور حفاظ قرآن تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] یہ وہ ستر جوان تھے جو قراء قرآن کہلاتے تھے ان کا معمول یہ تھا کہ سر شام حوالی مدینہ میں نکل جاتے رات بھر تعلیم و تعلم قرآن کرتے۔ نمازیں پڑھتے' صبح ہوتے ہی شب شیریں پر گذر کر کے لکڑیاں چنتے اور بیچ کر اصحاب صفہ اور دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کرتے۔ (اخبار الایمان)

[3] آپ نے ان ستر اصحاب کو جاتے وقت حلم و حیا کی تاکید کی اور نرمی و آشتی اور مصیبت پر صبر و ثبات کی ہدایت فرمائی۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] لا اکراہ فی الدین (قرآن)
دین میں کوئی جبر نہیں

تمہیں معلوم ہے ذاتِ خدا دانا و بینا ہے — وہ شاہد ہے، شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے
تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی — ابد تک کے لیے ہے پھر وصال و قربِ روحانی
وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں پر[1] — کیا جاتا ہے ان کو ذبح جب ان کے اصولوں پر
محمدؐ کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ — خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلغینِ اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سن کر وجد میں ارض و فلک جھومے[2] — غلامانِ وفا نے اپنے آقا کے قدم چومے
خدا کا نام لے کر اور محمدؐ کی دعا لے کر — مدینے سے چلے عشاق جنسِ بے بہا لے کر
سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے — فضا کو آشنائے ذکرِ اللہ الصمد کرتے[3]
اذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے — نمازوں سے بلند و پست کو پرنور فرماتے

ابو براء کا کھسک جانا

بالآخر اک جگہ بیر معونہ نام تھا جس کا[1] — یہاں پہنچا کے شیخِ نجد، ان کے ساتھ سے کھسکا
کہا، میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہوں — زمیں کو بیج بونے کے لیے تیار کرتا ہوں
یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرمالیں — اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں
بھتیجا ہے مرا ابن الطفیل اِس قوم کا افسر — اِسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور

---

[1] رسولِ پاک نے فرمایا۔ رسولوں پر وہ وقت سب سے زیادہ سعد اور مبارک ہوتا ہے۔ جب وہ اعلائے کلمۃ الحق کے بدلے زیرِ شمشیر آتے ہیں۔ (اخبار الایمان)

[2] بیر معونہ کی طرف چلتے وقت اصحاب آنحضرتؐ سے رخصت ہوئے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اب ملاقات لواء الحمد ہی کے نیچے ہوگی۔ (اخبار الایمان)

[3] شہدا بیر معونہ دشت و جبال کو طے کرتے وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور وہ جہاں سے بھی گزرتے خدا کے نام سے راہوں کو آشنا کر ہوئے۔ (قصیدہ واقعہ بیر معونہ)

براہِ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا   اسے اعزاز سمجھے گا' خوشی سے پھر بلائے گا
کرے گا قوم بھر میں انتظاماتِ پذیرائی   اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اس تک بہ دانائی[1]

صحابہؓ کا پیغام رئیسِ نجد کے نام

صداقت کیش بندوں نے کیا یہ قول بھی باور   کوئی حجت نہ کی ٹھہرے یہاں مردانِ بختاور
سوئے ابن الطفیل اک خط لکھا میرِ جماعت نے[2]   کہ بھیجے ہیں مبلغ صاحبِ روزِ شفاعتؐ نے
ہمیں ارضِ بنو عامر میں جانے کی اجازت دو   اخوت کا پیامِ حق سنانے کی اجازت دو
رضا کارانہ اِک مردِ صحابیؓ[3] لے چلا نامہ   ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیسِ نجد کا مبلغین سے سلوک

نہتا ' صلح کا پیکر ' لباسِ آشتی دربر   یہ قاصد ہو گیا وارد بنو عامر کے خیموں پر
نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اِس کو   انہی کے درمیاں آیا نظر ابن الطفیل اس کو
دیا قاصد نے خط اِس کو متانت سے خموشی سے   بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرم جوشی سے

---

[1] بیر معونہ ایک چشمہ ہے چشمہ ہائے بنی سلیم سے ارضِ بنی عامر اور بنی سلیم کے درمیان یہاں ابوالبراء اصحاب نبیؐ سے رخصت ہو گیا۔ یہ کہہ کر اب میرا پہلے اپنی قوم میں پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ (تاریخ العمران)

[2] ابو براء بیر معونہ پر اصحاب رسول اللہ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ تم یہاں ٹھہر و سفر کی کسل دور کر لو میں جا کر قوم کو تمہارا پیغام سننے کے لیے تیار کرتا ہوں۔ تم ایک آدمی کے ہاتھ رسول اللہ کا پیغام میرے بھتیجے عامر ابن الطفیل کے پاس بھجوانا۔ تاکہ وہ براہ راست تخاطب سے معزز ہو۔ (تاریخ العمران)

[3] اس جماعت کے منذر بن عمروؓ امیر تھے۔ اس جماعت نے بیر معونہ میں قیام کیا اور حرام بن ملحانؓ کو آنحضرت کا پیغام دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو قبیلہ کا رئیس تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[4] حضرت حرام بن ملحانؓ جو نامہ لے کر گئے تھے اور شہید ہوئے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے نانا تھے (ابن سعد)

[5] نیزہ کھا کر حرام بن ملحانؓ کی زبان سے اللہ اکبر فزت ورب الکعبہ۔ یعنی اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ یہ سن کر ان لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ (بخاری کتاب الجہاد)

مگر لیتے ہی نامہ اِس لعیں نے چاک کر ڈالا[۱]   اِدھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا
یہ بھالا پشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ   ہوا قاصد کے لب پر جوہرِ اسلام آئینہ
نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اِس کے لب پہ گالی تھی   زبانِ مردِ مومن ذکرِ حق ہی کرنے والی تھی
نہ سسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا   زباں سے ایک ہی نعرہ فزت واللہ[۲] کا نکلا
قسم اللہ کی میں پا گیا اپنی مرادوں کو   یہ سن کر اور حیرت ہو گئی ان بدنہادوں کو
ہوا ابن الطفیل نابکار اس قول پر حیراں   تصور میں نہ آئی تھی، کبھی یہ صورتِ ایماں

نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت   چلا اب فوج کو لے کر یہ ناہنجار بدنیت[۳]
وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے   خبر کیا تھی اٹڈنے والے ہیں طوفاں مفاسد کے[۴]
نہتے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے   لیا حلقے میں ان کو اِس ہجومِ بدخصائل نے[۵]
ہوئی تیروں کی بارش دور سے گلزارِ ملت پر   بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلت پر
قبائل چاند ماری کر رہے تھے صف بصف ہو کر   گرے اکثر مبلغ تیر و پیکاں کے ہدف ہو کر
کیا اب ان پہ دھاوا دفعتاً نجدی رسالوں نے   قلوبِ اہلِ دل کو چھید ڈالا تند بھالوں نے

---

[۱] عامر بن الطفیل نے صرف ایلچی کے قتل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قبیلہ سلیم ورعل و ذکوان اور عصیہ وغیرہ کو اکٹھا کیا جا کر بیر معونہ پر مبلغوں کی جماعت کو گھیر لیا اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اس حالت میں کہ وہ بے گناہ غیر مصافی تھے۔ (تاریخ العمران)

[۲] مبلغین صحابہؓ کی جماعت اس وقت بالکل بے خبر تھی اور جب انہوں نے اس جمعیت کو بر سر پرخاش دیکھا تو کہا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ مگر ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (بخاری)

[۳] صحابہ حرام بن ملحانؓ کی واپسی کے منتظر تھے جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ اتنے میں عامر کی جماعت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کی۔ پھر نیزے تان کر چاروں طرف بڑھے اور سب کو قتل کر دیا۔ (تاریخ العمران)

یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوقِ عادت کا　　فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا[1]

شہدائے بیر معونہ

پڑے تھے نیم جاں بندے ہزاروں زخم کھا کھا کر　　قریب آئے قسائی زخمیوں کو نیم جاں پا کر
کوئی شاہد نہیں تھا اک خدا تھا دیکھنے والا　　چڑھے سینوں کے اوپر اور ان کو ذبح کر ڈالا
یہ ستر منتخب زہاد آئے تھے مدینے سے　　خدا و مصطفیٰ کا نام لائے تھے مدینے سے
یہ اس دنیائے فانی میں نویدِ زندگانی تھے　　زمانے میں وفائے عہد کی سچی کہانی تھے
پڑے تھے خاک پر اب خونچکاں لاشے شہیدوں کے　　فلک تک جا چکے تھے ولولے ان کی امیدوں کے[2]
انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصابوں نے منہ موڑا　　یہ ستر فرد تھے زندہ فقط اک آدمی چھوڑا[3]
گھڑی بھر میں ہوا کے طائروں نے چھا لیا ان کو　　شکم میں بھر لیا، کفنا لیا، دفنا لیا ان کو
نبیؐ کو اِس قدر صدمہ ہوا یہ ماجرا سن کر　　کہ لعنت ظالموں پر کی یہ ظلمِ ناروا سن کر[4]
یہ دنیا ہے اگر باقی، زمانہ ہے اگر باقی　　رہے گا تا قیامت ان پہ لعنت کا اثر باقی
فریب و غدر و سفا کی ابھی تک جن میں جاری ہے　　یہ لعنت ان پہ قائم ہے یہ لعنت ان پہ طاری ہے

---

[1] ان قاتل قبائل میں جب کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیان کیا کہ مقتولین بیر معونہ کی زبانوں پر شہادت کا کلمہ جاری تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور غیر مدفون پڑی تھیں۔ عمرو بن امیہ ضمیری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ طیور کو اڑتے دیکھ کر انہیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے۔ دیکھا کل مسلمان جام شہادت پی چکے ہیں۔ انصاری بزرگ نے جوش میں آ کر دشمنوں پر حملہ کیا۔ مگر عمرو بن امیہ ضمیری کو لازم آیا کہ رسول اللہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچائیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

[3] ان ستر میں سے صرف ایک آدمی عمرو بن امیہ ضمیری بچ گئے جو اونٹوں کو لے کر دور گئے ہوئے تھے انہوں نے دور سے اپنے ڈیرے کی طرف نظر ڈالی تو پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آئے۔ واپس آئے تو سب کو مقتول پایا۔ (تاریخ العمران)

[4] عمرو بن امیہ ضمیری یہ خبر لے کر دربار رسالت میں پہنچے۔ آپ کو یہ سن کر ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ آپؐ نے ظلم کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا۔ **ھذا عمل ابی براء وقد کنت ھذا کارھا متحرفاً۔** یعنی یہ ابوبراء کا کام ہے ورنہ میں تو ان کا بھیجنا پسند نہ کرتا تھا۔ (ابن ہشام ورشاد الحکمۃ)

یہ لعنت ہر زماں ایسے دغابازوں پہ قائم ہے
کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتراز بہائم ہے

واقعہ رجیع

قبائل عضل وقارة کا مکر

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیر معونہ کی
کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنج دوگونہ کی
اسی صورت بنو عضل و بنو قارة کا وفد آیا[۱]
نبیؐ نے حسبِ معمول ان پہ بھی اکرام فرمایا
کیا اسلام کا اظہار غداروں لعینوں نے
بڑا ذوقِ یقیں ظاہر کیا ان بے یقینوں نے
گزارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے
خدا و مصطفیٰؐ کے دامنِ رحمت میں آئی ہے
مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحابِ نبیؐ جائیں
ہمیں اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں
نبوت کا فریضہ تھا، یہی تبلیغ حق کرنا
زباں اقرارِ حق کر دے، تو انساں کا یقیں کرنا
پیامِ رحمۃ للعلمینؐ کو عام کرنا تھا
اگرچہ کام مہلک تھا مگر یہ کام کرنا تھا[۲]

تبلیغ کے لیے صحابہؓ کی تیاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو[۳]
خدا کا علم و عرفاں اہلِ عالم کے سکھانے کو
رسول اللہ نے ان کو دیا فخرِ رضا مندی[۴]
کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی
خدا کو تم سے اُمیدِ وفا ہے، اے وفا والو
خدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو

---

[۱] ابھی بیر معونہ کی اطلاع نہ آئی تھی کہ ماہ صفر ۴ھ میں قبیلہ عضل اور قبیلہ قارة کے چند آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے اسلام پر مائل ہیں۔ ہمارے ساتھ چند آدمی روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کے ارکان سکھائیں۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

[۲] رسول اللہ تو دنیوی مسائل کو بھی رد نہ کرتے تھے چہ جائیکہ دین کے سائل کو رد فرماتے۔ اسلام پہنچانا۔ آپ کا اصل فریضہ تھا۔ اس لیے جب کوئی اسلام سیکھنے کی تمنا کرتا آپ اس کی تمنا کو پورا کرنے اور فرض منصبی کے طور پر انجام دینے کے لیے تیار ہو جاتے خواہ اس میں کتنی ہی دقت کیوں نہ پیش آئے۔ (مصنف)

[۳] نبیؐ برحق نے دس مبلغین کو حضرت عاصمؓ کی سرداری میں اس کے ساتھ بھیجا۔ (زرقانی)

یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قربِ حق کا ہے
شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے[1]

وہاں جیسی بھی صورت پیش آئے صبر کر لینا
زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا

یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو
خدا حافظ تمہارا اے محمد کے فدا کارو

مبلغانِ اسلام اور قبائلِ خون آشام!

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانانِ مجاہد بھی
کہ سب کے سب تھے اہلِ علم بھی غازی بھی زاہد بھی

رجیع[2] اک چشمہ تھا مابین مکے اور عسقاں کے
یہاں وارد ہوئے آخر مبلغ علم قرآں کے

بنولحیاں[3] تھے پہلے ہی سے نخلستاں میں پوشیدہ
کہ سب غارت گر و سفاک و تیر انداز تھے چیدہ

بنی عضل و بنی قارۃ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا[4]
پھر اک شیطاں بنولحیان کو جا کر بلا لایا

یہ لشکر[5] تیر اندازوں کا نخلستان سے نکلا
ہلاکت خیز نعرہ ہر لبِ شیطان سے نکلا

صحابہؓ گھر گئے چاروں طرف سے بدسگالوں میں
نہ تھا لیکن ہراس و خوف اِن اللہ والوں میں

یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رخ کیا سب نے[6]
سہارا نامِ تسلیم و رضا کا لے لیا سب نے

بنی لحیاں کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا
نظر قاتل ہی آئے منہ صحابہؓ نے جدھر پھیرا

---

[1] آپ نے ان کو رخصت فرماتے ہوئے صلح و صفا اور صبر و ثبات اور استقامت بوقت مصیبت کی تلقین فرمائی۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] رجیع چشمہ سار ہذیل میں سے ایک مقام تھا جو ہدہ کے قریب واقع تھا۔ (اخبار الایمان)

[3] بنولحیان نے پہلے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور آنحضرتؐ نے سریہ بھیج کر قلع قمع کرایا تھا۔ اور ان کا سردار سفیان بن خالد قتل ہو گیا تھا۔ بنولحیان اس کا انتقام لینا چاہتے تھے اور انہوں نے بنی عضل و بنی قارہۃ کو اس کام پر مامور کیا تھا اور خود دو سو جوان جسیع کے نخلستان میں چھپا رکھے تھے۔ (ابن سعد و زرقانی)

[4] بنولحیان اپنی کمین گاہوں سے کمانوں میں تیر جوڑے ہوئے نکلے۔ اور شور مچاتے ہوئے پیچھے دوڑے۔ (رشاد الحکمۃ)

[5] چونکہ مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ اس لیے اگرچہ صحابہ صرف دس آدمی تھے لیکن انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور پہاڑی پر چڑھ گئے۔ (تاریخ العمران)

شہادت مبلغین رجیع

ادھر کفار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں ماریں
کہ ہاتھوں مین صحابہؓ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں[۱]

لیا جانے لگا اب کام مکاری سے حیلے سے
کہا تم کو اماں دے دیں اتر آؤ جو ٹیلے سے[۲]

کہا عاصمؓ نے مارو تیر اے نامرد خونخوارو
پناہِ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو

یہ کہہ کر سونت لی تلوار، بڑھ کر جنگ کی ان سے
مقدر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی ان سے

لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحابِ رسول اللہ
شہادت پا گئے آخر یہ احبابؓ رسول اللہ[۳]

ہزاراں درہزاراں رحمتیں اِن پاکبازوں پر
کہ نازاں نامِ آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر

مرادِ زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے
حیاتِ دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

خدا کے آزاد بندوں کی گرفتاری اور نیلامی

مگر ٹیلے سے دو صاحب خبیبؓ و زیدؓ اتر آئے
نہ سمجھے کیدِ صیاداں، یہ سادہ صید اتر آئے[۵]

---

[۱] ہذلیان نے ٹیکرے کو گھیر لیا۔ لیکن اوپر چڑھنے سے پس وپیش کرتے تھے۔ (تاریخ العمران۔ باب رجیع)

[۲] کفار میں سے سفیان ہزلی نے آواز دی، تم پہاڑی سے اتر آؤ ہم پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دیں گے ساتھ ہی کہا ہم صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (زرقانی)

[۳] حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔ کفار کے قول وقرار کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تمہاری ذمہ داری منظور نہیں پھر آسمان کی طرف چہرا اٹھایا اور کہا۔ اے خدا تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے تو ہی رسول کو ہماری خبر دے۔

[۴] قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصم کے بدن سے گوشت کا ایک لوتھڑا لائیں کہ ان کی شناخت ہو قدرت خداوندی نے شہید مسلم کی یہ تحقیر گوارا نہ کی۔ شہد کی مکھیوں نے لاش کو چھالیا۔ اور قریش ناکام پھر گئے۔ بات یہ تھی کہ سلافہ بنت سعد کے دو بیٹے میدان احد میں عاصم کی تلوار سے مارے گئے تھے اس عورت نے حضرت عاصم کے کاسۂ سر میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی اور یہ قاتل حضرت عاصم کا سر کاٹ کر سلافہ کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے اپنے بندۂ خاص کو اس بے احترامی سے محفوظ فرمایا۔ (اخبار الایمان)

[۵] حضرت عاصمؓ اور چھ صحابی لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ مگر تین نے دشمنوں کی بات پر یقین کر لیا اور نیچے اتر آئے ان کو قاتلوں نے گرفتار کر لیا۔ ان میں سے ایک تو ان کے مکر سے اسی وقت خبردار ہو گئے۔ اور انہوں نے جنگ کی۔ اور شہید ہو گئے۔ مگر حضرت خبیبؓ بن عدی اور زید بن دثنہؓ ان کے پھندے میں پڑ گئے اور ان کی مشکیں کس لی گئیں (بخاری)

نہ اس پر بھی مگر ایذا رسانی سے ٹلے قاتل
پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ لیں اور لے چلے قاتل
یہ سارے کارنامے تھے برائے طمع و آز ان کے
قریشِ مکہ سے پہلے سے تھے کچھ ساز باز ان کے[1]
ہوئے مکے میں داخل ساتھ لے کر اِن اسیروں کو
محمدؐ کے مشیروں کو، محبت کے بشیروں کو
بٹھایا پیشِ انبوہِ گروہِ عام دونوں کو
حرم کے سائے میں کرنے لگے نیلام دونوں کو

نیلام گاہِ مکہ[2]

قریشی مرد عورت بوڑھے بچے یوں اُمڈ آئے
بذوق و شوق جیسے کوئی میلہ دیکھنے جائے
اِدھر دنیا تھی اُن آزاد بندوں کی تمنائی
اُدھر قیدی بھی تھے اِس طرفہ منڈی کے تماشائی
بہت بڑھ بڑھ کے بولی دی یہاں ہر ایک شیطاں نے
خریدا زیدؓ کو سو اونٹ کے بدلے میں صفواں نے[3]
خریدارِ خبیبؓ اک فردِ حارث کے تھے دو بیٹے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے ہیٹے
پسر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام اپنا[4]
لگانے آئے تھے منڈی میں اس سودے پر دام اپنا
خبیبؓ و زیدؓ آخر بک گئے بازارِ مکہ میں
کیا لے جا کے ان کو قید اُن اشرارِ مکہ نے

قید میں آزادہ دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغِ آزادی زمانے میں
وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں

---

[1] قریش سے ان کی پہلے سے ساز باز تھی۔ اس لیے روپیہ کے لالچ سے ان کو مکے کی طرف لے چلے۔ (زرقانی)

[2] بنولحیان خبیبؓ اور زیدؓ کو اسیر کر کے مکے میں لے گئے اور ان کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ (زرقانی)

[3] ان دونوں کے آنے کی خبر سنتے ہی مکہ والے حرم کے قریب جمع ہو گئے اور بڑھ بڑھ کر بولی دینے لگے۔ (اخبار الایمان)

[4] صفوان ابن امیہ نے حضرت زیدؓ کو خریدا۔ (بخاری)

[5] حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیبؓ کے ہاتھ سے میدان بدر میں حارث قتل ہوا تھا۔ (تاریخ العمران)

[6] فرزندانِ حارث ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے کہ باپ کا انتقام زندگی ہی میں لے لیا اور لوگ بھی ان کو مبارکباد دیتے تھے۔ (العادۃ العرب)

یہ بندے صابر و شاکر تھے پابندِ رضا دونوں
رہینِ قیدِ تنہائی الگ دونوں جدا دونوں[1]
وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائر گلستاں میں
وہ ایسے بے خطر تھے شیر ہوں جیسے بیاباں میں
بنولحیاں کی بدعہدی شرارت عضل و قارۃ کی
مگر تھیں مطمئن خاموشیاں اہلِ بشارت کی
نماز و روزہ تھا ان کا شعارِ قیدِ تنہائی[2]
کسی نے کھانے پینے کی طلب ان میں نہیں پائی
اگر اکلِ حلال ان کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے
حرام اشیاء نہ دو ہم کو انہیں سمجھا بھی دیتے تھے
نہ حجت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے
نہ دل میں شکوہ تھا نے حرف تھے لب پر شکایت کے
نہ طوفاں آہ و زاری کے نہ شعلے آہِ سوزاں کے
فضاؤں کو بسا دیتے تھے نغمے وردِ قرآں کے
قریشی کافروں نے لاکھ چاہا اُن کو بہکانا
مگر ممکن نہ دیکھا اُن کا دینِ حق سے پھر جانا[3]
سکوتِ شب میں وقفِ وردِ قرآں جب یہ ہوتے تھے
کلامِ پاک سُن کر سنگِ دل کافر بھی روتے تھے[4]
ثبات و صبرِ اسلامی نرالی شان رکھتا تھا
قلوب ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتا تھا

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ
جلائے ڈالتا تھا سینۂ کفار میں کینہ
یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبرائے
خیال آیا کہیں مکہ مسلماں ہی نہ ہو جائے
چڑھا اِن خون کے پیاسوں کو ایسا جوشِ خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری

---

[1] دونوں الگ الگ گھروں میں ایک دوسرے سے جدا قید کیے گئے۔ (زرقانی)

[2] یہ قید میں ایسے صابر و حلیم و مطمئن تھے جیسے کوئی اپنے گھر میں ہو کسی سختی پر شکایت نہ کرتے تھے کچھ بھی طلب نہ فرماتے اور نماز روزہ اور قرآن سے واسطہ رکھتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] قریش ان کو ستاتے تھے پھر آزماتے تھے کہتے تھے کہ اسلام سے انکار کردو تو تم کو نہ صرف چھوڑ دیں گے بلکہ مال و منال بھی دیں گے۔

[4] حضرت خبیبؓ اور زیدؓ قید کی راتوں میں ایسی قرأت سے قرآن پڑھتے تھے کہ محلے والے پہروں سنتے اور روتے تھے۔ (ابن سعد)

تعین ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی　　ہوئے تیار اب جلاد بھی، دستہ سپہ کا بھی[1]
منادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے　　جوان و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے[2]
کرے اِن قیدیوں پر آ کے اک اک وار ہر کوئی　　بنے اس حصہ داری میں بھی حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کو بہ کو خانہ بخانہ دربدر پہنچی　　یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی
جنابِ زیدؓ کے پاس ایک عورت یہ خبر لائی[3]　　کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے، کیوں کیسی سزا پائی ؟
یہ سن کر نور چھایا چہرۂ زیدؓ ابنِ ثابتؓ پر　　نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیار و ثوابت پر
کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے　　بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اک ایسی سعادت ہے
یہ سن کر محوِ حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت　　قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت[3]
مسلمانوں کا دل جب پاک دیکھا لوم و لائم سے　　تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہائم سے

مسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مردِ خدا تیری　　کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری
بیاں کر مجھ سے میں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی　　جو کھانا ہو کھلاؤں گی جو پینا ہو پلاؤں گی[4]

---

[1] اب ان کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو گیا۔ اور تاریخ مقرر کر کے منادی کرا دی گئی۔ (اخبار الایمان)

[2] منادی ہوئی کہ نہ صرف تماشائی بلکہ وہ لوگ جن کا کوئی عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لیے قتل گاہ میں آ جائے تا کہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جا سکے۔ تاکید کی گئی ہے کہ جس کا کوئی بدلہ مسلمانوں پر ہو ہتھیار ساتھ لائے تا کہ اس کو ہوس نہ رہے۔ (تاریخ العمران)

[3] جناب زیدؓ کے پاس جو عورت کھانا لاتی تھی اور نگرانی کرتی تھی اس نے آ کر کہا کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے اگر کوئی آرزو ہو تو کہو۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی کہا۔ قتل نہیں یہ شہادت ہے۔ (اخبار الایمان)

[4] عورت کو قیدی سے بڑا انس ہو گیا تھا۔ اس نے کہا دیکھو تو کسی چیز کا طلب رکھتا ہو تو میں مہیا کر دوں گی۔ (اخبار الایمان)

کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے، نہ عادت ہے فقط حبِ نبیؐ کا ذوق ہے شوقِ عبادت ہے
مگر تسلیمِ جاں کے واسطے لازم ہے تیاری مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوقِ مددگاری
مجھے حاجت ہے، بغلیں صاف کرنے کی نہانے کی اگر اک اُسترا مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی[1]

مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو ابھی بھجوائے دیتی ہوں میں گھر جا کر یہ شے تجھ کو
یہ عورت گھر گئی، اک جذبۂ صدق و صفا لے کر وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا ابترا دے کر[2]
جونہی کچھ دیر گزری اور گھر سے جا چکا لڑکا تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دل دھڑکا[3]
یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اسے آخر بجرمِ بے گناہی جان کھونا ہے اُسے آخر
اگر اُدلے کا بدلہ اس کے دل میں کچھ اثر ڈالے تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے
یہ خطرہ مامتا پر اِس طرح کچھ ہو گیا طاری کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دوڑی یہ بیچاری
نظر آیا اُسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے کو زانو پر[4]
وہ بچہ توتلی باتیں کیے جاتا تھا اُلفت سے اُسے چمکارتا جاتا تھا قیدی دستِ شفقت سے
یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی تجھے معلوم ہے، میں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی[5]

---

[1] حضرت زیدؓ نے کسی کھانے پینے کی چیز پر رغبت ظاہر نہ کی البتہ ایک استرا مانگا کہ خط بنالیں اور تسلیم جان لیے تیار ہو جائیں۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] عورت نے اپنے ننھے بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔ (تاریخ العمران)

[3] استرا بھیج چکی تو اندیشہ ہوا کہ اگر قیدی میرے ننھے بچے ہی کو مار ڈالے۔ پیٹ پکڑے ہوئے دوڑی (زرقانی)

[4] آ کر دیکھا تو حضرت زیدؓ نے بچے کو زانو پر بٹھا رکھا تھا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے سر کو تھپک رہے تھے اور بچہ بھی بڑے شوق سے سنتا اور توتلے پن سے جواب دیتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[5] عورت حیران ہو کر بولی تم تو عجب آدمی ہو کیا تمہیں معلوم ہے مجھے کس فکر نے ہلکان کر دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ
مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ [۱]
کہا زید ابنِ ثابت نے معاذ اللہ اے مائی [۲]
ترے دل میں مری جانب سے ایسی بات کیوں آئی
میں اک اِنسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں
خدا کے فضل سے میں بندۂ حق ہوں، مسلماں ہوں

مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفلِ بے گنہ، معصوم مخلوقِ خدا بچہ
یہ پیارا، بھولا بھالا، سیدھا سادہ بے ریا بچہ
خدا جانے خدا کو اِس سے کیا کچھ کام لینا ہے
اسے شاید کسی دن رایتِ اِسلام لینا ہے
میں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں میں؟
میں اِنساں ہوں مسلماں ہوں محبِ مصطفیٰ ہوں میں
مسلماں اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا
خدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا [۳]
مسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا
خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یہ سب خلقِ محمدؐ کے کرشمے ہیں

ہوئی جاتی تھی عورت سن کے باتیں غرقِ حیرانی
سرایت کر رہا تھا اِس کے دل میں نورِ ایمانی
وہ دِل سے پوچھتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے
بشر سے شر نکل جائے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے
مسلماں ہو کے ہو جاتا ہے کیوں انساں رحیم ایسا؟
کہاں سے اس میں آ جاتا ہے اندازِ حلیم ایسا
وہ اب سمجھی کہ پرتو ہے یہ سب خلقِ محمدؐ کا
چراغ ان کے دلوں میں ہے اِسی نورِ مجرد کا [۴]

ت نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ تم نے اپنی جان کے بدلے میں اس بچے کی جان لے لی ہوگی کیونکہ ایک کا بدلہ ایک ہوتا ہے۔

ضرت زیدؓ نے کہا مائی پناہ بخدا کیا میں مسلمان نہیں ہوں کیا مسلمان کسی معصوم بچے کی جان بھی لے سکتا ہے (رشاد الحکمۃ)

ضرت زیدؓ نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی غداری نہیں کرتا۔ (رشاد الحکمۃ)

عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
م الرحمون یرحمھو الرحمن ارحمو ا اهل الارض
کم من فی السماء (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر خدائے رحیم رحم کرتا ہے زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو۔ تا کہ آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے۔

قتل کا میلا[1]

کھلیں جب کھڑکیاں مکے میں قصرِ صبح گاہی کی
گنہ دینے چلا پاداش جرمِ بے گناہی کی
گڑی تھیں سولیاں مقتل میں ہر سو ایک ریلا تھا
تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلا تھا
قریشی مردوزن پیروجواں اطفال یکجا تھے
رئیس و مفلس و بدخو و بداعمال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یوں سج سج کے آئے تھے[2]
کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کو تج کے آئے تھے
معمر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے
کمندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
قریشی سرغنے مرغانِ زریں بن کے نکلے تھے
بہت ملبوس بدلے تھے، بہت بن ٹھن کے نکلے تھے
سرِ مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی[3]
سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اور اونٹ بھی خر بھی
نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر رنگا رنگی کے
پرے موجود تھے باقاعدہ اِک فوجِ جنگی کے[4]
پھریرے جشن کے، غارت کے، رایت جنگ کے جھنڈے
فضا میں اُڑ رہے تھے آج رنگا رنگ کے جھنڈے
دمادم ڈھول ڈھم ڈھم کر رہے تھے جھانجھ بجتے تھے
دفیں سر پیٹتی تھیں اور دمامے گرجتے تھے
غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھمیلے میں
یہ قتلِ عاشقاں کی دھوم تھی آئے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پابجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا
نرالا شور اس ہنگامہ زا میدان پر چھایا

---

[1] حرم کے حدود سے باہر تنعیم کے میدان میں یہ قتل کرقرار دی گئی تھی۔ تاریخ مقرر ہوگئی تھی۔ مکہ میں منادی کرادی گئی تھی۔ اس لیے یہاں صبح ہی سے میدان میں م
سا لگا ہوا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] اکثر لوگ ہتھیار سجا کر آئے تھے۔ (العادہ العرب)

[3] بعض بڑے آدمی زیور پہن کر آئے کہ قومی شان اس انتقام کے دن قائم رہے۔ (تاریخ العمران)

[4] جنگی لباس زرہیں اور خود پہن کر آنے والے نمایاں تھے۔ (العادۃ العرب)

یہ نعرے خاک سے اس طرح اُبھرے تا سما پہنچے
خوشی گونجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آ پہنچے [1]
یہ شانیں اللہ اللہ مجرمانِ عشق و ایماں کی
کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں دست و گریباں کی
بندھے تھے پشت پر ہاتھ ان کے پیروں میں تھیں زنجیریں
نظر آتی تھیں دو آزادئ فطرت کی تصویریں
یہ اک اللہ کے بندے، یہ دو احرار دو قیدی
یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی
قدم مقتل کے راہی عرش پیما تھے دماغ ان کے
نہ جانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دو شیدائے حریت تھے زیرِ چرخِ مینائی
جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاکِ مقتل پر تماشائی
انہیں دیکھا تو یکدم چل پڑی تضحیکِ بازاری
ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے، دلآزاری [2]
جھپٹ کر ان کی جانب قرشیوں کی ٹولیاں لپکیں
کچوکے، دھول دھپا گالیاں اور چٹکیاں لپکیں
مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسم تھا
یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلم تھا
اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آ پہنچے
یہ منصوروں کے ہادی تھے قریبِ دار آ پہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا خبیبؓ و زیدؓ بچھڑے تھے کئی دن کے
نگاہیں ہو گئیں روشن ستارے مل گئے ان کے
اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشاشت سے
کہ منہ تکنے لگے کفار ان کا فرطِ حیرت [3] سے

---

[1] جس وقت قیدی لائے گئے تنعیم میں ہلچل پڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے دوڑے (اخبار الایمان)

[2] قریش کے انبوہ نے قیدیوں کو دیکھا تو مضحکہ کرنے لگے بعض نے بعض کو ان پر دھکا دیا اور بعض نے خاک اڑائی۔ (اخبار الایمان)

[3] خبیبؓ اور زیدؓ ایسے بشاش تھے جب وہ باہم مل رہے تھے کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ العمران باب رجیع)

نگاہوں میں ثبات و صبر کی پرزور تاکیدیں[1]　　جبینیں اس طرح پرنور تھیں قربان تھیں عیدیں
نظر آئے جو یوں مسرور یہ آزاد زنجیری　　قریشی کافروں کو شاق گزری یہ بغل گیری
بڑھے حارث کے بیٹے تاؤ میں صفوان بھی نکلا　　قریشی سرغنے دوڑے ابو سفیان بھی نکلا

اِسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابو سفیان بولا ' اے گنہگارو ' مسلمانو　　تمہاری قتل گہ ہے ' یہ اسے میلا نہ گردانو
اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو　　محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو
تو ہم تم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کردیں گے　　تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کردیں گے
نہ مانو گے تو تم دونوں کو سولی پر چڑھائیں گے　　محمدؐ کی رفاقت کا مزہ تم کو چکھائیں گے[2]
نری سولی نہیں ' تم کو اذیت دے کے ماریں گے　　تم ہی دونوں پہ ساری قوم کا غصہ اتاریں گے

دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرۂ حق

خبیبؓ و زیدؓ دونوں مسکرائے یہ خبر سن کر　　خبیبؓ اس طرح بولے اے اذیت کوش اے کافر
اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر　　ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اس پر
دو روزہ اور فانی عزت و اقبال کیا شے ہے　　یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے[3]
محمدؐ سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی　　بغیر اسلام کے ہم کو جہنم ہے رہائی بھی

---

[1] دونوں قیدیوں نے مدت کے بعد آج اپنے مقتل ہی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں محبت سے بغلگیر ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر و استقلال کی تاکید کی۔ اس بغل گیری کو دیکھ کر اور ان کو مسرور پا کر کفار نے دونوں کو جدا کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[2] خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بھتیجے حجیر بن ابی اہاب نے جھپٹ کر جدا کر کے اپنے قبضے میں کیا (رشاد الحکمۃ)

[3] ان قیدیوں سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کر لو۔ تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے اور مال و دولت بھی دیں گے۔ اگر نہ مانو گے تو تمہاری موت یقینی ہے۔ (رشاد الحکمۃ

[4] خبیبؓ بن عدی نے جواب دیا۔ جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے (رحمۃ للعالمین)

سایۂ دار میں نمازیں

ابو سفیان بولا تیری جرأت دیکھ لیتے ہیں
محمدؐ سے ترا صدق و محبت دیکھ لیتے ہیں
گھڑی بھر میں تو اپنے اِدعا کو بھول جائے گا
محمدؐ کیا محمدؐ کے خدا کو بھول جائے گا
بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری
پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ کیا ہے گفتگو تیری
تعلی کفر کی سن کر' باطمینان دیں بولا
تبسم زیرِ لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا
کہا دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں
فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت چاہتا ہوں میں[۱]
یہ مہلت مل گئی' قیدی نے دو رکعت ادا کر لی
نمازی نے نمازِ آخری پڑھ لی' دعا کر لی
شعاعِ طور کی آئی جھلک پر نور چہرے پر
شہادت کی تجلی چھا گئی مسرور چہرے پر
ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اس نے[۲]
عبودیت کا سارا قرض ادا فرما دیا اُس نے

نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب

کہا میں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طولانی
جبینِ بندگی ہے' عاشقِ درگاہِ ربانی
مگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طول کر لیتے
تو شاید تم اسی کو خوف پر محمول کر لیتے
چلو خیر اب میں فارغ ہوں چڑھاؤ' مجھ کو سولی پر
بڑھوں میں خود ہی' یا تم لے کر جاؤ مجھ کو سولی
یہ کہہ کر یادِ حق میں گم ہوا اللہ کا دیوانہ
سرِ شمع شہادت آ گیا خود آپ پروانہ
گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلاد کا پھندا
پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندہ

پوچھا گیا۔ کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ حضرت خبیبؓ نے کہا صرف دو نفل نماز پڑھنے کی مہلت درکار ہے (رشاد الحکمۃ)

حضرت خبیبؓ نے بہت جلد نماز ادا کر لی اور کہا جی چاہتا تھا کہ میرے سجدے ذرا طولانی ہوتے لیکن شاید تم سمجھتے کہ موت سے ڈرتا ہے اس لیے میں نے نماز مختصر دی۔ (رشاد الحکمۃ)

خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں / جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں وہ زیبِ دار ہوتے ہیں
بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اُوپر / کہ واعظ برسرِ منبر ہیں عاشق دار کے اُوپر

اذیت دہی کے لیے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصورِ آزادی / صدائے ہاؤ ہو سے گونج اُٹھی تنعیم کی وادی
ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو / اُحد کا بدر کا غصہ ابھی تک جن پر غالب ہو
وہ بوڑھا ہو کہ بچہ لے کے نیزہ اِس جگہ آئے / کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے[1]
مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے دار سے قیدی / فقط چلا اُٹھے اِس لذتِ آزار سے قیدی[2]
یہ سنتے ہی عجب جوشِ جنوں پیدا ہوا سب میں / یہ انساں تھے مگر شیطاں سرایت کر گیا سب میں

انتہائی آزار - انتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی / بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشائی
ہزاروں تیرانیاں تھیں قیامت کے کچوکے تھے / مگر ایذا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے[3]
عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے / سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے
ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوشِ تماشا تھا / ہزاروں کا تنِ واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا
نظر آتی تھیں یوں مل کر سنانیں جسمِ انور سے / شعاعیں پھوٹتی ہوں جس طرح خورشیدِ خاور سے
تنِ مردِ مسلماں تھا مشبک زخمِ پیہم سے / مگر اک آہ بھی گونجی نہ اِس فردِ مکرمؓ سے

---

[1] اعلان کیا گیا کہ بدر یا احد میں جن کے عزیز مارے گئے ہوں اور ان کا بدلہ باقی ہو ان قیدیوں پر نیزہ کا وار کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔

[2] بے رحموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی انی سے ان کے جسموں کے ایک حصے پر چرکے لگائیں (تاریخ العمران)

[3] چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں نیزے دیے گئے اور بڑوں نے ان کے ہاتھوں سے سہارا دے کر وار کروائے۔ (العادۃ العرب)

بسا ہو جلوۂ محبوب حق جن کی نگاہوں میں　　　وہ دل کا راز کہتے ہیں نگاہوں میں نہ آہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابوسفیاں[1] نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یوں بولا　　　اذیت نے ترا قفلِ دہن اب تک نہیں کھولا
اگر اس وقت بھی تو منکرِ اسلام ہو جائے　　　تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے
وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے　　　یہی ضد ہے جو انسانوں کو سولی پر چڑھاتی ہے
خبیبؓ اِس وقت لاکھوں زخم تھے کھائے ہوئے تن پر　　　تبسم پھر بھی آیا اِن کو استفسارِ دشمن پر

خبیبؓ کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کارِ آساں ہے　　　یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرضِ مسلماں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار ناممکن　　　ہمیشہ کے لیے ہو جاؤں میں فی النار ناممکن[2]
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمدِ مختار کا دامن　　　کہ دو جگ کا سہارا ہے خیالِ یار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی　　　خدا سے جذبۂ حبِ نبی کی انتہا مانگی[3]

خبیبؓ کی دعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے　　　یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے

---

[1] ابوسفیان نے عین اس وقت جب خبیبؓ ابن عدی زخموں سے چور تھے۔ پوچھا اب بھی تیری زندگی بچ سکتی ہے اگر تو محمدؐ کی رفاقت سے انکار کردے۔ بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرا علاج ہی نہیں بلکہ تجھے دولت دنیا سے مالا مال کردوں گا۔ ورنہ مزید اذیت موجود ہے۔ (اخبارالایمان)

[2] خبیبؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان! اگر تجھے اندازہ ہوتا کہ دوزخ کی آگ کیا چیز ہے؟ جو کافروں کے لیے مقدر ہے تو تو یہ نہ کہتا۔ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا مکن نہیں ہے۔ (اخبارالایمان)

[3] خبیبؓ نے دعا مانگی: اللھم بلغنا سلة رسولك فبلغه مایصنع بنا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے اب تو اپنی رسول کو ارے حال کی اور ان کے ان کارناموں کی خبر پہنچا دے۔ (رحمۃ اللعالمین)　　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ اسے گن لے پریشاں کردے یارب ان کا شیرازہ
نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے سلامِ شوق محبوبؐ خدا کے نام لے جائے
الٰہی تو ہی بندے کا سلامِ شوق پہنچا دے مرے محبوب تک میرا پیامِ شوق پہنچا دے
پڑھے اشعار اب بسمل نے شوقِ والہانہ سے فضائیں گونج اُٹھیں اس نیازِ عاشقانہ سے

(بقیہ حاشیہ) حضرت خبیبؓ نے صلیب پر جو فی البدیہہ اشعار پڑھے ان کو مولوی محمد سلیمان منصور پوری نے جمع فرما کر رحمۃ اللعالمین میں درج کیا ہے' ملاحظہ ہوں۔

لقد جمع الاحذاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکل هم مبدی العداوة جاهد
علی لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جزع طویل ممنع
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد هملت عینا من غیر مجزع
فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعاً انی الی الله مرجعی
ومالی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری حجم نار ملفع
فذوالعرش صبرنی عَلیٰ مایرادبی
فقد بضعوالحمی وقد یاس مطمعی
الی الله اشکو غربتی لم کربتی
وما ارصدالاحذاب لی عندمصرعی
فوالله ما ارجو اذامت مسلما
علی ای جنب کان فی الله مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال سو ممزع

گروہ در گروہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اور بہت سی بڑی جماعتوں کو بلالیا ہے' یہ سب میرے دشمن اور عداوت ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور میں اس مہلک جگہ بندھا ہوا ہوں۔

انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی جمع کیا ہے اور مجھے ایک اونچی اور مضبوط لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔

کہتے ہیں کفر اختیار کرتا کہ آزادی مل جائے مگر اس سے تو موت میرے لیے بہت آسان ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں روتا پیٹتا نہیں' میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا نہ روؤں گا' نہ چلاؤں گا' میں جانتا ہوں۔ اللہ کی طرف جارہا ہوں۔

میں تو لپٹ جانے والی آگ کے خون چوسنے سے حذر کرتا ہوں۔

عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے خدمت چاہی شکیبائی کے لیے فرمایا اب انہوں نے مار پیٹ سے میرا گوشت کوٹ کر رکھ دیا ہے۔ مجھے ان سے امید نہیں اپنی بے چارگی' بے وطنی کی فریاد اور ان کے ارادوں کی فریاد خدا سے کرتا ہوں۔

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں کہ راہ خدا میں کس پہلو پر موت آتی ہے۔

خدا کی ذات اگر چاہے تو وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

اُدھر یہ ہو رہا تھا اِس طرف اک خوف تھا سب پر
بہت سے بھاگ اُٹھے پیدل، بہت سے چڑھ کے مرکب پر[1]
بدن پر ان کے رعشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی
کہ ظالم قاتلوں پر ہیبتِ مقتول چھائی تھی
انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلماں بددعا کردے
خدا اِن کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کردے
مگر اشرارِ کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے
اِدھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے
چڑھا تھا بھوت بدلے کا خبیثوں بدخصالوں پر
تنِ مومن ترازو کر لیا خوں ریز بھالوں[1] پر
لبِ مقتول سے گونجا اِدھر کلمہ شہادت کا
اِدھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا
زہے وہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے
سعادت یاب تھا بندہ خدا کو پالیا جس نے

ایمانِ زیدؓ کا اِمتحان

جنابِ زیدؓ نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا
فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا
انہیں بھی دشمنانِ دیں قریبِ دار لے آئے
کہا اِنکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے
جنابِ زیدؓ نے یہ بات نامنظور فرمائی
تو ٹولی قاتلوں کی نیزے لے کر اُن کے گرد آئی
کہا تم بھی جو چاہو تو نماز اپنی ادا کرلو
خدا سے مانگ لو کوئی مدد، کوئی دعا کرلو
تمہیں مرنے سے پہلے اِس قدر فرصت تو ہے بارے
یہ کہہ کر ازرہِ طنز و تمسخر ہنس پڑے سارے

---

[1] اس وقت حضرت خبیبؓ کی زبان سے اس طرح کے اقوال نکلے کہ کفار کے قلوب پر ہیبت چھا گئی۔ بہت سے بھاگ گئے بہت سے لوگوں نے اپنے بیٹوں کو چھپالیا حتیٰ کہ ابوسفیان معاویہ کو لٹاتا اور اس کو کپڑے سے ڈھانپتا تھا۔ ایک شخص سعید بن عامر جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب کبھی انہیں خبیبؓ کا واقعہ یاد آتا تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ (ابن ہشام)

[2] جب دفعتہً عقبہ بن حارث اور دوسرے لوگوں نے بڑھ بڑھ کر وار کئے اور خبیبؓ کو شہید کر دیا تو زیدؓ کو لائے جناب زیدؓ کو صفوان نے قتل کے ارادے سے خریدا تھا۔ وہ مسلمانوں سے اپنے باپ امیہ بن خلف کا بدلہ لینا چاہتا تھا (ابن ہشام)

ابو سفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں
یہاں سولی کھڑی ہے، شاخِ آہو پر براتیں ہیں
تری نیت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو
محمدؐ ہوں یہاں تیری جگہ تو اپنے گھر میں ہو[1]

پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت

کہا او بیوقوف او لذتِ ایماں سے بیگانے
محمدؐ اور محمدؐ کی محبت کو تو کیا جانے
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمدؐ کی!
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی
تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا
بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل وقال اپنی
اذیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی
یہ سن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی
غبارِ خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی
نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مردِ مسلماں پر
نظر تک بھی نہ ڈالی اُس نے روئے بدسگالاں پر[2]
شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے
بھلا درد و اذیت سے کہاں بیدار ہوتا ہے
ادا فرمائے فرطِ شوق سے دو نفل شکرانہ
دکھایا اِن کمینوں کو یہ اندازِ شریفانہ
چلا اب خود ہی سوئے دار یہ پروانہ ملت کا[3]
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگ ذلت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے
لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشقِ نار فرمانے

---

[1] ابوسفیان نے کہا سچ کہہ کیا تیرا دل یہ نہیں چاہتا کہ تو اپنے گھر میں ہوتا اور آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے حضرت زیدؓ نے کہا معاذ اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ پائے محمدؐ میں کانٹا بھی چبھ جائے (ابن ہشام)

[2] ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم نے محمدؐ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ محمدؐ سے جتنی محبت رکھتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (اخبار الایمان)

[3] حضرت زیدؓ خود ہی بڑھ کر دار پر چڑھ گئے حالانکہ وہ بہت ضعیف تھے۔ (اخبار الایمان)

ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسمِ لاغر میں
ہوئی تسلیم جاں اک نعرۂ اللہ اکبر میں [1]
لبِ مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا
زمیں بیتاب و مضطر تھی فلک حیران و ششدر تھا
صدا تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر
پڑی اک تھرتھری انبوہِ باطل کی صداؤں پر
دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ تھڑ دلے بھاگے
چھری لے کر بڑھا نسطاس صفواں کا غلام آگے [2]
جنابِ زیدؓ کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا
تنِ مقتول سے گردے نکالے اور لہو چاٹا
کیا لاشوں کا مُسلہ اب گروہِ اہلِ مکہ نے
نہیں روکا کسی بھی حق پژوہ اہلِ مکہ نے [3]

گناہِ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے
زمین و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے
قوانین صداقت ان کی جان و دل پہ چھائے تھے
خطا یہ تھی خدا کو قادر مطلق سمجھتے تھے
محمدؐ کو نبیؐ، قرآن کو برحق سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمعِ رسالت کے
اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے
خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے
یتیموں اور بیواؤں کے حق کا پاس کرتے تھے
خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی
انہیں بھاتی نہ تھی نامرد، اہلِ زر کی نامردی
خطا یہ تھی، غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا
یہ فرمانِ الٰہی تھا، یہ ارشادِ محمدؐ تھا
خطا یہ تھی، انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی
بسانا چاہتے تھے اک نئی آزاد آبادی

---

[1] ایک شقی نے عین قلب پر نیزہ مارا۔ قلب چھد گیا۔ حضرت زیدؓ کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکلی۔ (اخبار الایمان)

[2] صفوان کے غلام نسطاس نے حضرت زیدؓ کا سر کاٹ دیا۔ (ابن ہشام)

[3] شہیدوں کی لاشوں کا مُسلہ کیا گیا۔ یعنی ناک کان کاٹے گئے اور گردے نکالے گئے۔ (تاریخ العمران)

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
نہاں سینوں میں اشکِ گرم و آہِ سرد رکھتے تھے

خطا یہ تھی، نہیں تھا ناز ان کو زور و طاقت پر
کہ وحشی پن کو یہ محمول کرتے تھے حماقت پر

خطا یہ تھی، نہیں تھا اہلِ عالم سے حسد ان کو
بری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوئے بد اِن کو

خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسند ان کو
کیا تھا دینِ حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو

خطا یہ تھی یہ اہلِ درد تھے ہمدرد انساں تھے
اخوت اور مساواتِ بنی آدم کے خواہاں تھے

خطا یہ تھی کہ امن و صلح نصب العین تھا ان کا[1]
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا

خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
عدوئے جبرِ سرمایہ تھے، مزدوروں کے حامی تھے

خطا یہ تھی یہ امرِ حق کو پھیلانے کے درپے تھے[2]
دلِ غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
بساطِ ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی[3]

یہ ان کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں
اسی باعث یہ سارا جورِ ناحق تھا جفائیں تھیں

بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ باطل کی نگاہوں میں
کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں

---

[1] وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ (بقرہ) لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔

[2] هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا (انعام) کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے پس اسے ہماری خاطر ظاہر کرو۔

[3] وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (اعراف) کسی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

[4] كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ تم لوگ (اے مسلمانو) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین امت (صفحۂ زندگی) لائے گئے ہو مطابق شروع کے حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر پکا یقین رکھتے ہو۔

قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت کرتے اور کعبہ کی وجہ سے ہمسایگان خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندان الٰہی کہلاتے تھے۔ دوسرے قبائل کی مخالفت کا سبب یہ تھا کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ مار اور غارتگری تھی اور اسلام اس سے نہ صرف قولاً بلکہ عملاً روکتا تھا۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

یہ بندے تھے نظامِ شہریاری کے لیے خطرہ
اجارہ داری و جاگیرداری کے لیے خطرہ
نظام ان کا نظامِ سودخواری کے لیے مہلک
وجود ان کا رگِ مردم شکاری کے لیے مہلک

باطل حق پر غضبناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفسِ شیطانی
کہ پھر انسان بنتی جا رہی تھی نوعِ انسانی
بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
مثالِ مار پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے
پڑے تھے رہزنوں غارت گروں کو پیٹ کے لالے
مبادا اِن کی روٹی بند کر دیں یہ خدا والے
جہانِ جبر و استبداد اُمڈا متحد ہو کر
جہاں سے نقشِ حریت مٹانے پر بضد ہو کر
شکستِ بدر کی خفت، اُحدُ کی نامرادی کیا
فساد و غدر سے باز آتے ہیں قاتل فسادی کیا
فساد و غدر پر جن کا مدارِ زندگانی ہو
تو پھر کیسے قبول ان کو نویدِ آسمانی ہو

نویدِ آسمانی کے مقابل خبثِ سفلی

نویدِ آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نویدِ آسمانی ہی فنا ہے ہر کثافت کی
نویدِ آسمانی نور برساتی ہے دنیا میں
خوشی ہر سو قریب و دور پھیلاتی ہے دنیا میں
مگر خبث و کثافت حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دغا کرتے ہیں، بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمعِ ربانی
یہ رحمت کو دکھانا چاہتے ہیں بغضِ شیطانی
یہ پیغامِ خدا کے ہر مبلغ پر جھپٹتے ہیں
بنی آدم کو زہری سانپ بن بن کر لپٹتے ہیں
دغابازی جبلت ہے، جفاکاری شعار ان کا
حرام ان کی کمائی، گندگی ہے کاروبار ان کا

طبیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے　　مرض اُبھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے
دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی　　مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آلام دینے کی
طبیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں　　دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر صبر کرتے ہیں
بالآخر سعیِ پیہم سے مرض کافور ہوتا ہے　　طلوعِ صبحِ صادق سے اندھیرا دور ہوتا ہے

مامورؐ کا ضبط و صبر

ملائک لے کے یہ اخبارِ دل افگار آتے تھے　　بگوشِ پاکِ ہادیؐ دمبدم اخبار آتے تھے
رسالت کے لیے لازم مگر ضبط و صبوری تھی　　انہی کفار میں تبلیغِ اسلامی ضروری تھی
گراں یہ پستیِ اعدائے بداخلاق ہوتی تھی　　رفیقانِ رہِ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی
مگر مامورؐ تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر　　بہت تاریک سینوں کو بہت پرنور کرنے پر

* * *

باب پنجم

فتنۂ قومِ یہود

مزدور[۱] اور سود خوار

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے دماغ و جسم کو وقفِ غم و آلام کرتا ہے
سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے کمر دوہری ہوئی جاتی ہے پیہم بوجھ اٹھانے سے
اسے مدِ نظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی
نہ تن ڈھکتا ہے پورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے اسی صورت سے بیچارا مسلسل کام کرتا ہے
کبھی موسم مخالف ہے، مشقت ہو نہیں سکتی کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی
غریبی مفلسی پر اک عذابِ زندگی طاری کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچوں کی بیماری
بہت ہی بے کس و مجبور ہے مزدور کی دنیا طمانیت سے کتنی دور ہے مزدور کی دنیا
بسا اوقات بیچارے کو مزدوری نہیں ملتی اگر ملتی بھی ہے کم ملتی ہے پوری نہیں ملتی
بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی رواج و رسم قومی کے لگے لپٹے ہیں پھندے بھی
وجودِ مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے
رواج اچھے نہیں اچھی نہیں اسراف کی رسمیں مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں

---

[۱] اسلام کو بہت سی لڑائیاں ایسی لڑنا پڑیں جن کا سبب سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کو روکنا اور مقروضوں اور مزدوروں (پر کام کر کے زندگی بسر کرنیوالوں) کے لیے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ سود خواروں نے ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا جس سے صرف چند آدمی قوی ہو گئے تھے۔ باقی برباد زندگی بسر کرنے اور غلامی کرنے پر مجبور تھے اور اس سود خواری کے نظام میں بنی اسرائیل سب سے آگے آگے تھے۔ (تاریخ العمران)

کہاں ہے جانِ شیریں کو مفر، درد و علالت سے
پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے
بڑھاپا ذمہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے
اگر زندہ رہے انساں، بڑھاپا آ ہی جاتا ہے
قوا مفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں
یہ سچے دوست رسمِ دوستداری توڑ دیتے ہیں

ساہوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری، یہ مجبوری، یہ معذوری
ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدوری
انہی اوقات میں شیطان ساہوکار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے
نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں
سرایت کر گیا اک بار جب ہستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر شہر اس کا
ہوا دخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سود در سود کا پھیر

درونِ زندگی یہ بدمعاش اِس طرح آتا ہے
دِلِ غفلت زدہ میں جس طرح شیطاں سماتا ہے
"یہ ہلکا سود ہے، صحت کا صدقہ، کچھ نہیں کیا ہے"
یہی ظالم کا پھندا ہے، یہی کافر کا دھوکا ہے
یہ ہلکا سود ہے وہ زہر بہرِ نوعِ انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی
یہ ہلکا سود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسباب و علت میں
گراتا ہے یہی نوعِ بشر کو قعرِ ذلت میں
یہ ہمدردی کا قاتل ہے یہ دشمن ہے اخوت کا
یہی باعث ہے شخصی اقتدار و زور و قوت کا
یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بدمعاشوں کے اُبھرنے کا
یہ ہلکا سود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے

شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا　　ہے پٹہ اِس کی گردن میں غلامی در غلامی کا
جہاں اک مرتبہ انسان اس کے پیچ میں آیا　　پھر اِس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایہ
ذرا بھی دخل ہے جس سرزمیں پر سود خواری کا　　مرقع ہے وہیں انسان ذلت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزوم ہوتی ہے　　جہاں یہ ہوں طمانیت وہاں معدوم ہوتی ہے
مدینے کے یہودی بدتریں تھے اس زمانے میں　　دغابازی میں حرب وخدع میں حیلے بہانے میں[1]
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے　　لہو کا قطرہ قطرہ جونک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقروضوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے　　یہ محتاجوں کا خونِ آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے[2]
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا　　نمونہ تھے یہودانِ عرب اس بدشعاری کا[3]
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرمِ بدکاری　　مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ حد جاری[4]
غریبوں[5] کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی　　اُنہی کا حصہ تھی۔ بے عزتی بھی اور تباہی بھی

---

[1] یہود میں امتدادِ زمانہ سے انتہائی اخلاقِ ذمیم پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے امتیازی خصائص زندگی یہ تھے کہ ہر طرف ملعون دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیرِ بار تھی۔ چونکہ تنہا وہی صاحبِ دولت تھے اس لیے نہایت بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] یہود قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے تک اور مستورات کو رہن رکھواتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] دولت کی بہتات سے زنا اور بدکاری کا عام رواج ہے۔ (سیرت النبیؐ)

[4] زناکاری کے مرتکب اکثر صاحبِ زر ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ روپیہ صرف کر کے سزا سے بچ جاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[5] وَتَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (قرآن)　　اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔
یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (قرآن)　　یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔
یہود نے شرعِ موسوی میں جابجا تحریف کی۔ تاکہ ان دولتمند لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کے بعض پیشوایانِ مذہبی دولت مند لوگوں کے اثر سے احکامِ تورات کی تاویل کرتے اور ان احکام کو پیسے والوں کی سہولت کے مطابق ادھر سے ادھر کر دیتے۔ (تاریخ العمران) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مگر زردار کا ہر جرم گویا کارنامہ تھا
کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختارنامہ تھا

عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا
درِ دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا

قبائلِ عرب کی سیاسیات اور یہود

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظامِ سودخواری نے
کہ دنیا سے کنارا کر لیا تھا غمگساری نے

تمنائے حصولِ قوت شخصی کے دیوانے
مفادِ عام و مشترکہ سے ہو جاتے ہیں بیگانے

یہودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں
مہیا کر چکی تھی پختگی زر کے وسائل میں [1]

قبائل کے بڑے سردارانِ سے ساز رکھتے تھے
کہ یہ سب قوتِ شخصی کی حرص و آز رکھتے تھے

نمودِ ذات میں، سامانِ جنگی کی ضرورت میں
یہودی اِن کے ساہوکار تھے ہر ایک صورت میں

قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ
مدد دے کر نئے فتنے جگانا جانتے تھے یہ

وقارِ علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے
خدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے [1]

یہود اِسلام کے دشمن تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے لیکن دشمنی کیوں تھی؟
اسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ایک یہودی سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا دروزنی ہے اس نے عرض کیا۔ نہیں بلکہ سنگساری۔ لیکن چونکہ شرفا میں زنا بکثرت ہے اور جب بات کھل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تاہم عام غریبوں کو سزائے سنگ ساری ہی قائم رہتی ہے اس لیے ہم نے شریعت کا یہ حکم بدل دیا تا کہ سب کو سزا دی جا سکے۔

[1] عرب میں ہر قبیلہ کا سردار نام و نمود کی خاطر لونڈی غلام رکھتا میلوں میں جاتا۔ بڑی بڑی دعوتیں کرتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ والوں اور دوسروں پر رعب رکھنا چاہتا تھا۔ جنگ بھی نام و نمود کے لیے لڑی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کے لیے وہ یہود کے مقروض تھے اور ان سے بنائے رکھتے۔
(العادۃ العرب)

[1] ملکی و تجارتی افسری کے ساتھ ان کا مذہبی اور علمی اثر تھا۔ (سیرت النبیؐ)

مدینے[1] میں بھی رہتے تھے یہود اور کچھ تھے خیبر میں
مگر پھیلا ہوا اک جال تھا اِن کا عرب بھر میں

بچھا رکھا تھا دامِ قرض کیادی کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے[2]

یہ ساہوکار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسوخ ان کا
کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا

اُدھر قانونِ اسلامی تھا دشمن سود خواری کا[3]
مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا

یہود اِس کو کسی صورت گوارا کر نہ سکتے تھے
مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے

یہ دھنا[4] سیٹھ ساہوکار، صراف اور بیوپاری
نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری

بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ
بباطن چل رہے تھے ہر طرف چالیں حریفانہ

اِسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تملق، آشنائی، سودخواری ہی کے پھندے تھے
کہاں کی دوستی یہ طمع ذاتی ہی کے بندے تھے

رسولِ پاکؐ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے
مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے

---

[1] جس وقت آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس وقت یہود کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ آباد تھے اور انہوں نے گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ تمام سوداگری اور کاروبار کرتے تھے۔ آپ نے ان سے صلح و آشتی کا معاہدہ کیا اور مدینے میں امن و امان سے رہنے کا قول لیا۔ مگر یہود درپردہ اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن تھے۔ چنانچہ بنوقینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ میں آچکا ہے کعب بن اشرف کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے جو مسلمانوں اور ہادیٔ اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہجویں لکھا کرتا تھا اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دینے کی سازش کی تھی۔ (مصنف)

[2] قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ)

وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور مال حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔

[3] اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرۃ)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اسلام سودخواری کو حرام قرار دیتا تھا۔ اس لیے یہود کو اپنے کاروبار کی طرف سے اندیشہ تھا (رشاد الحکم)

یہود مسلمانوں کو اپنی خفیف الحرکتی سے اشتعال دلاتے رہتے تھے اور ان پر طعن کرتے تھے (تاریخ العمران)

[4] وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (نسا)

اور چونکہ یہ سودخواری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سود سے منع کر دیا تھا اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد برد کر جاتے ہیں۔

فساد و فتنہ سے معمور تھا ان کا رگ و ریشہ
دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ[1]
نظر آتا تھا ان کو بار آور نخلِ اسلامی
تو ہوتا تھا انہیں اپنے لیے احساسِ ناکامی
ہوا تھا بعدِ فتحِ بدر آتش زا حسد اُن کا[2]
اُحد کے بعد اُبھرا اور بھی اب حالِ بد اُن کا
اُحد کی ضرب کھا کر بھی مسلماں سخت جاں نکلے
یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے
پڑی ضربِ معونہ اور اُفتادِ رجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

یہودکی ہر کوشش ناکام

مسلمان پھولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
کہ راہِ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
یہودوں نے بسا اوقات طرحِ[3] جنگ بھی ڈالی
ہمیشہ منہ کی کھائی' یعنی وار ان کا گیا خالی
غریبوں اور مزدوروں کی قوت بڑھتی جاتی تھی
نظر آیا کہ یثرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی
قیامِ دینِ بیضا ہے مخالف[4] سود خواری کا
مدار اس سود خواری ہی پہ ہے سرمایہ داری کا
انہیں اس قوتِ اسلام سے خطرہ نظر آیا
کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

---

[1] رسول اللہ ان کو بہت نرمی اور آشتی سے سمجھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ گستاخیاں کرتے تھے۔ (تاریخ العمران)
کوئی ایسا نازک موقع نہ تھا جب یہودیوں نے مسلمانوں سے باوجود باہمی معاہدہ کے دغا نہ کی ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] فتح بدر کے بعد ان کا حسد ظاہر ہو گیا تھا۔ دیکھو واقعہ بنوقینقاع شاہنامہ اسلام جلد دوم۔ اُحد کے بعد یہ شماتت کرتے تھے اور بنونضیر نے سازش کر کے رسول اللہ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ (دیکھو ابن ہشام)

[3] اشارہ ہے ان مبلغین کے قتل کی طرف جن کا ذکر گزشتہ باب میں آ چکا ہے۔ (مصنف)

[4] بنوقینقاع نے رسول اللہؐ سے جنگ کی۔ بنونضیر نے آنحضرتؐ سے جو معاہدہ کیا تھا توڑ دیا۔ قلعہ بند ہو گئے۔ آخر مغلوب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا مدینہ سے اخراج کر دیا اور یہ اپنا مال و اسباب لاد کر چلے گئے اور ان میں سے اکثر خیبر میں دوسرے یہودی قبائل میں جا ملے۔ (مصنف)

[5] سود خوری کو حرام فرما کر اسلام نے قرض حسنہ کی تلقین کی اور اس طرح ان مہاجنوں کے کاروبار کی شرارت کی رگ کٹ گئی۔ جو روپے کے زور سے مقتدر تھے اور لوگوں کو مغلوب رکھتے تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

یہود کی غضب ناکی

یہ سمجھے ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے　　اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے
اگر اسلام نے مزدور کی یوں پاسداری کی　　اکھڑ جائے گی دُنیا سے ہوا سرمایہ داری کی
ہے اِس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر　　یہی جاتی رہی تو کیا رہی قومِ یہود آخر
یہ چرچا سود لینے اور دینے کی مناہی کا　　یہودی قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا
یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے　　عرب سے مذہبِ اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابلِ اصلاح قوم

جنابِ رحمۃ للعالمینؐ نے فرطِ رحمت سے　　روا رکھا کرم ہی حضرتِ موسیٰؑ کی اُمت سے
مگر تھی ان دِنوں قومِ یہود اخلاق سے عاری　　نشہ تھا دولت و طاقت کا ہر اک فرد پر طاری
فریضہ تھا رسول اللہ کا تبلیغِ دیں کرنا　　خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا[1]
مگر یہ اہلِ زر نازاں تھے سفلی زورِ طاقت پر　　دنائت پیشہ تھے قائم رہے اپنی حماقت پر
نوازا پے بہ پے حضرتؐ نے احسانات سے ان کو　　بحسنِ خلق روکا ان بری عادات سے[2] ان کو
مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خامکاری میں　　بڑھی جاتی تھی اپنی بدسگالی' بدشعاری میں

---

[1] یہود سے آنحضرتؐ کا معاہدہ تھا اور ان کے مال و جان سے کبھی کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی لیکن منصب نبوت کی رو سے اخلاقی برائیوں کے خلاف وعظ و نصیحت رسول اللہ کا فرض تھا۔ یہود میں برائیاں عام تھیں اور وہ اس وعظ و نصیحت سے خفا ہوتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ صرف درگزر ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے اکثر معاشرت کی باتوں میں یہود کے ساتھ اتفاق فرماتے اور ان کی توقیر قائم رکھنا چاہتے تھے۔
(دیکھو سیرت النبیؐ)

مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل تھے[1]   بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے
بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیماں تھا   بباطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں تھا[2]

یہود کی طرف سے اِنتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دارالامن میں فتنہ فساد ان کا   منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا[3]
نبیؐ کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی[4]   عوام الناس میں ان کی بدآموزی و بد راہی
مسلسل دشمنانِ دینِ حق سے سازشیں ان کی[5]   مسلماں قتل ہوتے ہوں تو اس پر نازشیں ان کی
رسول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں   یہود اطوارِ بد سے رنج پہنچاتے رہے برسوں[6]

---

[1] احکام الٰہی جو قرآن مجید میں نازل ہو رہے تھے سرتاپا اہل کتاب کے ساتھ مدارات اور معاشرت کی ترغیب میں تھے۔

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔ ان کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے فرمایا جاتا۔

قل یاھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ٥ (آل عمران)

کہہ دیجئے - اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے تو اگر وہ منہ پھیر لیں تم کہہ دو اچھا تم گواہ ہو۔ ہم تو مسلمان ہیں۔

[2] مدینے کے یہود میں بنی قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامۂ اسلام میں ہو چکا ہے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ یہیں بود و باش رکھتے تھے۔ انہوں نے اچھی مضبوط گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ (مصنف)

[3] منافقین کے گروہ کو جس کا سردار ابن ابی بن سلول تھا یہودیوں نے در پردہ ملا رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ راتوں کو گھر سے نکلتے تو یہودیوں کی وجہ سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[4] یہودیوں نے معمول کر لیا تھا کہ آنحضرت کو السام علیک کہتے تھے جس کے یہ معنی ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے یہ فقرہ سنا۔ غصہ آیا۔ بے اختیار بولیں۔ کم بختو! تم کو موت آئے آنحضرتؐ نے فرمایا: عائشہ! نرمی سے کام لو۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[5] یہود نے اسلام کی بربادی کی ملکی تدبیریں اختیار کیں۔ (سیرت النبیؐ)

[6] انہوں نے طرح طرح سے آنحضرت کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں شروع کیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

یہودی گامزن تھے شاہراہِ کینہ کاری پر
بنا اسلام کی قائم تھی لیکن بردباری پر
یہ بدفطرت بھی تھے، گستاخ بھی اور دشمنِ جاں بھی
یہ محسن کش بھی تھے، احساں فراموشی پہ نازاں بھی
نہیں تھا قابلِ اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا
حدِ برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رتی بھر آدمیت بھی یہودوں میں اگر ہوتی
تو یہ قوم ازسرِ نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی
مگر جو قوم حرصِ زر سے قاتل ہو رسولوں کی
وہ قائل کس طرح ہو دردمندانہ اصولوں کی
یہود اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زرپرست اپنی[1]
دیا تو یہ دیا آخر صلہ خلقِ محمدؐ کا
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرتِ بد کا[2]
طلوعِ صبحِ صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
نبیؐ کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی
یہ سازش، یہ ارادے، یہ دغابازی، یہ تدبیریں
یہودی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں
محبت کذب سے تھی، حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
لہٰذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو
نبیؐ کو قتل کر دینے کی خفیہ تدبیریں
ہوئیں ناکام، جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں[3]
وجود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
خدا نے کر دیا اب سدِباب ان کی شرارت کا

---

[1] مدینے کے انصار یہودیوں کے قرض کے شکنجوں سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ یہودیوں میں جو اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] تمام مہربانیوں اور لطف و مدارات کا جو صلہ یہود نے دیا تھا کہ ہر طرح اسلام کی خانہ براندازی کا عزم کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[3] یہود بنو نضیر نے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حکمت عملی سے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ تجویز یہ ٹھہرائی کہ مذہبی علماء کا مباحثہ کرنے کے لیے آپ کو بلایا۔ اور خنجر چھپا کر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری پر جو اس کا منہ بولا بھائی تھا۔ یہ راز کھول دیا۔ اور آنحضرت کو جو یہود کی دعوت پر گھر سے نکل چکے تھے اطلاع ہو گئی اور آپ واپس آ گئے۔ (بحوالہ ابن مردویہ و زرقانی حالات بنو نضیر)

علانیہ[1] جو پیش آئی جدل سے اور کینے سے　　　بدر ہونا پڑا اِس قوم کو آخر مدینے سے

سلامت نکل جانے کی اجازت

محمدؐ جود کا منبع ' محمدؐ لطف کا معدن　　　محمدؐ عفو کا دریا ' محمدؐ رحم کا مخزن
محمدؐ کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے　　　فقط مقصود تھی آزادیٔ دارالسلام ان سے
نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا　　　نہ ان کی حرکتوں کو قابلِ پاداش ٹھہرایا
نبوت نے انہیں ہر شے اٹھانے کی اجازت دی　　　جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دی[2]
مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو　　　انہیں کچھ زادِرہ بھی دو' سواری بھی عطا کردو
یہود اس طرح مال اونٹوں کے اُوپر لاد کر نکلے　　　غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے[3]
یہ سارا مال و زر تھا خون مزدوروں کسانوں کا　　　اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا

مہاجن بھیڑیئے نکلے جو انسانوں کی بستی سے
تو ابھری ہستیٔ مزدور مجبوری کی پستی سے[4]

◆

---

[1] جب سازش کھل گئی تو آنحضرتؐ نے ان سے معاہدۂ امن کی تحریر چاہی۔ انہوں نے نہایت متمردانہ جواب بھیجا۔ اور جنگ کے لیے قلعہ بند ہو گئے۔ آخر اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے۔ اور ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ (دیکھو ابوداؤد کتاب الخراج)

[2] پندرہ دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے اپنا ساز و سامان لے کر امن وامان سے چلے جانے دیا جائے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے محاصرہ لے کے وقت یہی کیا تھا اور یہ نہ مانے تھے۔ اب خود یہودی شرع کے مطابق سزا بہت ہی سخت تھی' مگر رسول اللہ نے ان کو اجازت دے دی کہ ان کو اپنا ساز و سامان ہر چیز اٹھا کر چلے جانے کی اجازت ہے' کیونکہ آپ کی نیت محض قیام امن وامان تھی۔ (تاریخ العمران)

[3] یہود بنو نضیر بڑی شان وشوکت سے اپنا مال وزر اہل وعیال حتیٰ کہ مکانوں کے دروازے چوکھٹے اور کواڑ تک اونٹوں پر لاد کر گاتے بجاتے نکلے۔ حالانکہ اونٹ اور کھانے پینے کا سامان ان کو رسول اللہ کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔ (تاریخ العمران)

[4] یہود بنو نضیر کے نکل جانے سے قرض حسنہ کا رواج مدینہ کے مومن مسلمانوں میں جاری ہو گیا اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ (دیکھو اخبار الایمان)

باب ششم

مسلمانوں پر سارے عرب کا دھاوا

جنگ احزاب کے وجوہ

نوازش پیروانِ ہادیٔ اسلام کا شیوہ
دغا' احساں فراموشی' ذلیل اقوام کا شیوہ
جنابِ ہادیٔ اسلام کے حسنِ مروت سے
یہودی قوم بچ نکلی تھی پاداشِ بغاوت سے
مناسب تھا یہود اب حال کی اصلاح کر لیتے
پھر اک مہلت ملی تھی دامنِ امید بھر لیتے
مروت اور نوازش کو مگر وہ سادگی سمجھے
اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے
علی الرغم اس مروت کے علی الرغم اس نوازش کے
یہود اب مرتکب تھے اِک عظیم الشان سازش کے[1]
رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنوں کا
اسی صورت سے تھا منظور استیصال فتنوں کا
وبالِ خبثِ باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا
جلالِ نورِ حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

سارا عرب مشتعل

نضیر و قنیقاع' اہلِ کتاب' اللہ کے دشمن[2]
مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی پرفن
رئیسانِ یہود آ کر ملے قرشی امیروں[3] سے
ملی اک اور بھی جرات شریروں کو شریروں سے

---

[1] قریش اور یہود کی متفقہ سازش نے اب مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] بنو قینقاع اور بنو نضیر جنہوں نے بدعہدی سے کام لیا تھا' اور آپ نے اُن کے جرائم سے درگزر فرما کر محض مدینہ سے اخراج پر اکتفا کی تھی آپ کے احسان اور مروت کو بھول کر عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد)

[3] حی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رئیسان یہود مکے گئے' اور انہوں نے قریش سے سازش کی کہ عرب بھر کو جمع کر کے مسلمانوں کی قوت کو توڑ دینا چاہیے۔ (تاریخ العمران)

ہوئیں تیاریاں اِتنا بڑا طوفان اُٹھانے کی   کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی
عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی   مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد مانگی [1]

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ ' اہلِ ہوس پر دامِ زر ڈالا [2]   یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا
فراہم کر لیے اِس طرح سے چوبیس الف انساں [3]   جری سفاک خون آشام سب چھوٹے بڑے شیطاں
مرتب ہو کے مستانِ مئے پندار چل نکلے   سوئے دارالاماں سب مائلِ پیکار چل نکلے
درندوں کا یہ انبوہِ عظیم اس رنگ سے نکلا   کہ نعرہ حرب کا ہر ضربِ طبلِ جنگ سے نکلا

ملکِ خدا خر گرفت

یہ دنیا ' یہ زمیں ' چاروں عناصر کا یہ معمورہ   حیاتِ نو بنو ہے جس سے پیدا اور مستورہ
یہ بر و بحر کا مجموعہ جس کا نام عالم ہے   ازل سے جس کی وارث مشترک اولادِ آدم ہے
یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے   یہ کہنہ خاکداں جو مخزنِ الوانِ ہستی ہے
یہ نجمِ ارض یعنی اک عجوبہ گنجِ پنہاں کا   یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوعِ انساں کا
زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں   زمیں ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں

---

[1] یہود نے ایسا انتظام کیا کہ عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کو مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع کر لیا۔ (طبری)

[2] بنو نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے تو انہوں نے ایک عظیم الشان سازش شروع کی۔ قریش کو آمادہ کیا۔ پھر غطفان کے پاس گئے اور ان کے خیبر کے نصف محاصل کا لالچ دیا بنو سلیم غطفان کے حلیف تھے بنو سلیم سے قریش کی قرابت تھی سب نے ساتھ دیا بنو سعید اُن کے حلیف تھے سب آمادۂ جنگ ہو گئے۔ (دیکھو طبری)

[3] چوبیس ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ آج تک عرب کی کسی لڑائی میں اتنی فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی (دیکھو فتح الباری)

اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں
یہ شیطاں ورثۂ اولادِ آدم بانٹ لیتے ہیں
یہ بے حس، بے حیا، یہ خود پسند و خود غرض انساں
یہ انسانوں کی دنیا کے لیے مہلک مرض انساں
یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگ دل کیڑے
یہ زہر آلود مضغے، بے مروت تنگ دل کیڑے
یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوشِ سرسامی
خدا جن کا ہے خود رائی، خودی جن کی ہے خود کامی
یہ موذی جانور اک دو نہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے
چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑا ہے

دوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا
کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی پی کے زندوں کا
جتھے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر
جماتے ہیں تسلط ابنِ آدم کی خلافت پر
بسا مکار باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں
مشقت دوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں
بہت سے ان میں زیرِ خرقۂ سالوس رہتے ہیں
لباسِ آدمی میں بھیڑیئے ملبوس رہتے ہیں
بہت سے پالتو کتے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں
مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں
بہت سے جونک بن کر چوستے ہیں خونِ انسانی
بظاہر بے ضرر لیکن بباطن دشمنِ جانی
یہ ان کی مسمسی شکلیں ہیں گویا اصل دام ان کے
چھرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر رام رام ان کے
شکار آتے ہی زد پر وہ لپک ان کی جھپٹ ان کی
نگاہوں سے حقارت اور مونہوں سے ڈپٹ ان کی
یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگزر میں ہیں
جہاں بھی ہیں بہ ذکر سود ہیں یا فکرِ زر میں ہیں
یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جماتے ہیں
یہ محنت توڑتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں
کہیں گندم نمائی جو فروشی کاروبار ان کا
کہیں ابلہ فریبی پر، جوئے پر ہے مدار ان کا

یہ اندھے سونگھتے پھرتے ہیں زر کی بو اندھیرے میں پھریں بو گیر کتے جس طرح ہر سو اندھیرے میں
نگاہیں ان کی حرصِ مال وزر سے خیرگی میں ہیں یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں
پسند ان کو بشر کی ٹھوکریں ہیں اور افتادیں[1] کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اقتدارِ شخصی کی ہوس

اسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ چیتے ہیں یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں
نچوڑتا ہے لہو کھینچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی مگر رہتی ہے بھٹی گرم ان کے کارخانے کی
یہ ہر انسان کو اپنے سوا حیواں سمجھتے ہیں مویشی جانتے ہیں عیش کا ساماں سمجھتے ہیں
بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو
یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا
فریب و مکرو جبر و جور کا ہے نام دانائی جہاں بھر کی غلامی سے ہے ان لوگوں کی آقائی
نمائش ہے نمود ان کی وجود ان کا انانیت جتانا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت
یہ فوقیت جتانے کا ہے لاحقِ اک مرض ان کو بنا رکھا ہے جس نے انتہائی خود غرض ان کو
یہ فوقیت زمانے بھر کے مال وزور کی طالب ہے علاج اِس کا نہیں ممکن، مرض کمبخت غالب ہے
زمینیں چاہئیں، زر چاہیے، زن چاہیے ان کو شرابیں چاہئیں، دامانِ گلشن چاہیے ان کو
بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں مگر گنتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں

---

[1] آج کل دنیا میں جس قدر جنگیں برپا ہوئی ہیں ان سب میں سرمایہ دار کاروباریوں کو اطمینان ہوتا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اب دولت سے ہاتھ رنگنے کا نادر موقع آ گیا ہے۔ امن کی نسبت یہ جنگ کے تاریک دنوں کو اپنے لیے نیک فال جانتے ہیں ان کو لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ (اکانومسٹ)

حصولِ لذت شخصی کا گر سیکھے ہیں شیطاں سے   روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون و ہاماں سے
جفا سے، جور سے، عیاری و سازش سے، حیلے سے   یہ آقائی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مفت خور

عوام الناس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں   بہ جرمِ امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں
کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری   مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری
اِدھر اک طبقۂ بے کار، کھائے بھی، اُڑائے بھی   جمائے دھونس بھی، غرائے بھی اور کاٹ کھائے بھی
تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا   بناتا ہے یہی قانون چوری، سینہ زوری کا
دہائی آگے آگے ہے جہاں بھی ان کے پھیرے ہیں   غریبو، آؤ لٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں
یہی طبقہ ہے آزادی پسند انسان کا دشمن   یہی ایمان کا لاگو، یہی ہے جان کا دشمن
یہ طبقہ باوجودِ قلت تعداد و کمزوری   مسلسل رات دن کرتا ہے اک باضابطہ چوری

لٹیروں کا باہمی ربط وضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے اُن دزدانِ نامی پر   یقینِ پختہ رکھتے ہوں جو مزدوروں کی خامی پر
جو پورے باخبر ہوں دزد پیشہ بھائی بندوں سے   جو واقف ہوں حریفوں اور حلیفوں کے گزندوں سے
یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں   برابر نفع ذاتی کے لیے کوشاں بھی رہتے ہیں
مگر ملحوظ رہتی ہے جماعت بالخصوص ان کو   مفادِ طبقۂ دُزداں سے ہے پورا خلوص ان کو
تپاکِ باہمی اِن کا برائے خواجہ تاشی ہے   کہ یہ سب ایک ہیں مقصود سب کا بدمعاشی ہے
یہ جس قریے میں، جس خطے میں ہیں، جس مملکت میں ہیں   تمنائے حصولِ اقتدارِ سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری سیاست

بناتے ہیں یہ مل جُل کر ادارہ خانہ دُزدی کا بہت بھاری عظیم الشان بیباکانہ دزدی کا
یہ قانونی ادارہ ہے' ریاست نام رکھا ہے یہ تخویف و تعدی ہے' سیاست نام رکھا ہے
غلامی اہلِ محنت کی لوازم اس ریاست کے ہیں استحصالِ سرمایہ' مقاصد اس سیاست کے
ریاست سایۂ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں سیاست خونِ مظلوماں سے قائم جس کی تنخواہیں
یہ تزویری امارت راجگی سرداری و شاہی تعیش' خود پرستی' بے لگامی اور بدراہی
ذرا دیکھو تو اس ذریتِ شیطاں کی تقسیمیں حدیقے اور جاگیریں ممالک اور اقلیمیں
یسار ان کے تسلط میں یمیں بھی ان کے قبضے میں زمیں بھی اور سکانِ زمیں ان کے قبضے میں

شخصی اقتدار کے گرگے

وزارت' اہلکاری' لشکریت اور جاسوسی حیاتِ چند کس میں اجتماعی مرگِ مایوسی
یہ چند انفار کارندے رئیسانہ سیاست کے بڑی سرکار ہیں' افسر ہیں' پتلے ہیں نفاست کے
عبارت زیست ہے' ان کی لباسوں اور غذاؤں سے پھلا پھولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے
انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ بو ان کو نہیں بھاتی
فقط کھیتوں کی پیداوار ہی مرغوب ہے' ان کو فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے' ان کو
نہ شفقت ان کو بچوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے اراذل سے انہیں دل بستگی' نفرت شریفوں سے
ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ

وہ عامی اور بازاری' یہ سرکاری یہ درباری
وہ سب ہیں بہرِ خدمت اور یہ ہیں بہرِ سرداری

اِنتظام کے پردے میں لُوٹ

یہ سب مرغانِ زریں سرخمیدہ اور کمربستہ   نہیں ذہنی غلامی کے سوا جن کا کوئی رستہ
قصاصِ ان کی غلامی کا غلامی اہلِ محنت کی   کہ مہریں جن کے ماتھوں پر ہیں بدقسمت رعیت کی
کسانوں کاشتکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو   میسر بھوکے ننگوں ہی سے ہے زرق ولباس ان کو
یہ باہیں برقِ خرمن سوز غلہ بونے والوں پر   نگاہیں ناوکِ دلدوز بھوکے سونے والوں پر
یہ دہقانوں کو ہیں جھنجھوڑنے بھنبھوڑنے والے   تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے
یہ حصہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے   محصل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے
غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی   زبردستوں کے جوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی
شکستِ شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی ان کی   کہ خونِ آرزو سے ہے بقائے زندگی ان کی
یہی تو خدمتِ حکامِ بالا دست کرتے ہیں   کہ ہر سینے میں قانونی چھری پیوست کرتے ہیں

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے   تو اس کے ہاتھ سے نوعِ بشر کا خون گرتا ہے
معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیت کے   تو ہر دم سوجھتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے
دغا، مکر و فریب، آدم شکاری، مردم آزاری   تباہی، غدر، بربادی، فساد و ظلم و خونخواری[1]
علی الرغمِ خدا یہ خدمتِ شیطان کرتے ہیں   درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں
جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے   بگولے اُٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے

نقام ثار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی۔ (سیرت النبیؐ جلد دوم)

بدی ہوتی ہے رہبر، کفر ہوتا ہے مشیران کا
انہی دونوں کے ہاتھوں گھٹ کے مرتا ہے ضمیران کا
بنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مُردہ ضمیری پر
نمودِ اقتدارِ ذات سے مرتے ہیں میری پر
تمنائے حصولِ اختیارِ شخصی و ذاتی
سگِ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو دوڑاتی
بہ زورِ پستیٔ فطرت یہ خواہانِ بلندی ہیں
یہ سب ناحق پرست انساں عدوئے حق پسندی ہیں
رگِ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ
انہیں دنیا میں ہے بس اک وجودِ حق سے اندیشہ
تصور میں بھی آ جائے جو صورت حق پژوہوں کی
دھڑک جاتی ہے چھاتی اہلِ باطل کے گروہوں کی[1]
وجودِ اہلِ حق سے خوف یہ ہے اِن کی قوت کو
مبادا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجودِ اہلِ حق

وجودِ اہلِ حق یعنی مساواتِ بنی آدم
وجودِ اہلِ حق یعنی بشر شیر و شکر باہم[2]
وجودِ اہلِ حق یعنی صلائے عامِ آزادی
جہاں بھر کے غلاموں کے لیے پیغامِ آزادی
وجودِ اہلِ حق مینار روشن بحرِ ظلمت میں
پناہِ زندگانی دورِ طوفانِ ہلاکت میں
وجودِ اہلِ حق موجودگی اُن دردمندوں کی
جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں[3] کی

---

[1] پہاڑوں اور صحراؤں میں خود مختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے، تمام ملک قتل و غارت گری، سفاکی، خونریزی کے خطرات سے گھرا ہوا تھا (دیکھو سیرت النبیؐ جلد دوم)

اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعتہً برباد کر دینا تھا، اس کے ساتھ ہی قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا، اس لیے شدت سے مخالفت کی، ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اس قدر زیادہ سرگرم تھا۔

[2] المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً و کش بین اصابہ (حدیث بخاری-عن ابن موسیٰ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے، جیسے بنیاد کی اینٹیں پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

[3] فلوا العافی واطحموا الجائع دعودو المریض (بخاری عن انس کتاب الادب)

فرمایا: اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبرگیری کرو۔

وجودِ اہلِ حق یعنی سہارا بدنصیبوں کا
جفا و ظلم کے مارے ہوئے عاجز غریبوں کا

وجودِ اہلِ حق یعنی خدا کے باوفا بندے
امین و صلح جو پابندِ تسلیم و رضا بندے

وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں
زمانے بھر کو صلح و آشتی کا گر سکھاتے ہیں

وہ بندے جو گلستانِ جہاں آباد کرتے ہیں
جو اپنا خون صرفِ گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں[1]
نظر میں جن کی سب انسان اک خرمن کے دانے ہیں

وہ بندے جن کے نورِ درد سے معمور ہیں سینے
زبانیں اور دل ہیں جن کے یک رنگی کے آئینے

یقیں ہے جن کا شرعِ صدق و انصاف و عدالت پر
ہمیشہ جن کو رحم آتا ہے مظلوموں کی حالت پر

جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیردستوں میں
پسند آتی نہیں جن کو جفا قابو پرستوں کی

جو مال و جاں سے امدادِ یتامیٰ کرنے والے ہیں
جو مسکینوں کے محتاجوں کے دامن بھرنے والے ہیں

جو خود فاقے سے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں
زمیں خوشحال ہوتی ہے جہاں سے بھی گزرتے ہیں

جو معذوروں ضعیفوں بیکسوں کے کام آتے ہیں
غلاموں کی مشقت اپنی جانوں پر اٹھاتے ہیں

جو محکوموں کو مظلوموں کو جانیں جرأتیں دے کر
بنا دیتے ہیں جوشِ حریت کے خوش نما پیکر

یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں
زمانے بھر کے محکوموں کو آزادی دلاتے ہیں

یہی ہیں دیوِ استبداد کا منہ توڑنے والے
یہی سرمایہ داری کی ہیں آنکھیں پھوڑنے والے

یہی ہیں جن سے امیدیں زمانے کی ہیں وابستہ
انہیں کا منتظر ہے ہر غلامِ دست و پابستہ

---

[1] ایاکم والظن فان الظن الکذب ولا تحسسو ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ (حدیث بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الفرائض)

فرمایا: بدگمانی کو عادت نہ بنانا بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اوروں کے عیب تلاش نہ کرو آپس میں بغض نہ رکھو کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بن کر رہو۔

محمدؐ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں
وجودِ اہلِ حق موجود تھا بس اک مدینے میں
محمدؐ کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی
جہاں راحت کا سایہ تھا جہاں رحمت برستی تھی
محمدؐ کا مدینہ ہی تھا فردوسِ بہار آرا
وگرنہ باغِ آدم زاد تھا وقفِ خزاں سارا
کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے
محمدؐ بھی یہاں موجود اصحابِ محمدؐ بھی
پناہِ رحمۃ للعالمین بھی فضلِ ایزد بھی
یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے
نکل آئے تھے خارستان سے گلشن میں بستے تھے
غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا
کوئی زنگی ہو یا رومی یہاں آدم کا پوتا تھا[1]
مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی
بشر کو دولتِ انسانیت تقسیم ہوتی تھی
طمانیت کے جلوے تھے نگاہِ دردمنداں میں[2]
مسرت مسکراتی تھی جبینِ صبحِ خنداں میں
قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں میں
مرادِ زندگی کے ساز چھیڑے تھے ہواؤں نے
حیاتِ نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے
اُمیدیں پھوٹتی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے

نگاہِ عرشیاں میں فرش فردوسِ نظارا تھا
خدا کے فضل سے ''انسانِ کامل'' جلوہ آرا تھا

* * *

---

[1] فرمایا: لا فضل العربی علی عجمی ولا العجمی علی عربی الآخرۃ۔

کسی عرب کے رہنے والے کو عجم کے رہنے والے پر اور عجم کے کسی باشندے کو عرب کے کسی باشندے پر اور گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت صرف خداترسی ہے۔

انسانِ کامل کی برکات

یہاں روح الامینؑ، خیرالامینؐ کے در پہ حاضر تھا　　یہاں رحمت تھی سرگرمِ عمل، اللہ ناظر تھا
نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر　　کمالِ بندگی کے، علم کے، عرفان کے جوہر
جبینیں تھیں یہاں انوارِ ایمانی سے تابندہ　　نگاہیں تھیں یہاں الطافِ ربانی کی جوئندہ
نہ رعبِ بادشاہی تھا، نہ فرِ تاجداری تھی　　محمدؐ کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی[1]
نہ شانیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی[2]　　نہ تمہیدیں تفاخر کی، نہ ترکیبیں ستائش کی
کمر باندھے ہوئے سرکارِ حریت کے درباری　　مسلسل کر رہے تھے آج چشمے فیض کے جاری
یہاں بے زرئی دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے　　مساواتِ بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے
تمنائیں برآتی تھیں یہاں ذوقِ ارادت کی　　صداقت کے لیے دولت مہیا تھی شہادت کی
یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اک گلزار کھلتا تھا　　غریبوں بے زبانوں کو لبِ گفتار ملتا تھا
یہاں مٹی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا　　نصیبے کو جگانا، دولتِ بیدار ہو جانا
یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے　　یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سوگواروں نے
یہاں پسماندگی نے درس پایا شہسواری کا　　یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہریاری کا

---

[1] ایک شخص آیا اور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی نے فرمایا: علیك فانی لست بملك انما انا ابن امواۃ من قریش. تاکل القدیر (یعنی ڈر نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (غربا گوشت سکھا کر رکھ لیا کرتے تھے اور کھاتے تھے) (رحمۃ للعالمین بحوالہ صحیح بخاری)

[2] کاشانہ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا، نہ غذائے لطیف۔ نہ جسم مبارک پر خلعت شاہانہ تھی، نہ جیب و آستین میں درہم و دینار، عین اس وقت جب اس پر کسریٰ و قیصر کا دھوکا ہو سکتا تھا، وہ گلیم پوش، مکہ کا یتیم تھا (سیرت النبیؐ)

یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری
کہ دولت مند کو تھا رشکِ استغنائے ناداری[1]
یہاں بندے تھے قائم حق پرستی، حق پسندی پر
لیے جاتا تھا ذوقِ انکسار ان کو بلندی پر
مجاہد تھے مگر نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے
یہ زاہد تھے فقط صدق و یقیں پر سر جھکاتے تھے
یہ سرافراز سجدہ ریز تھے درگاہ باری میں
یہ دست و پا تھے خلق اللہ کی خدمت گزاری میں
یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی
نہ دیتے تھے یہاں دہقاں خراجِ عجزِ محکومی
زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے
یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے
دلوں میں جاگ اٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا
مریض انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا
رضا کاری کے رشتہ سے تھا اِس گلشن کا شیرازہ
یہاں مسرور ہر چہرہ تھا، جیسے پھول ہو تازہ[2]
یہاں سرمایہ و محنت سے غائب تھی حدِ فاصل
کہ جس کا نام سرمایہ ہے، محنت ہی کو تھا حاصل[3]
متاعِ محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں
دفاعِ جبرِ شخصی کے لیے سینہ سپر دونوں[4]
یہاں اللہ واحد حیی و قیوم ان کا حاکم تھا
وہ خالق تھا، وہ رازق تھا، وہی رحمٰن و راحم تھا

---

[1] لیس الغنی میں کثرۃ العرض والکن الغنی عن النفس
(حدیث عن ابی ہریرۃؓ صحیح بخاری، کتاب الوقاق)
دولت مندی زر کی بہتات سے حاصل نہیں ہوتی ہے غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

[2] لیس الانسان الا ما سعی (قرآن)

[3] وکان سعیکم مشکوراً (قرآن)
یعنی انسان کو نہیں ملتا، مگر جو کوشش اس نے کی، تمہاری محنت کامیاب ہوئی۔

[4] تلک امۃ قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم (قرآن)
یعنی جو لوگ گزر گئے ان کی محنت ان کے لیے اور جو تم کماؤ گے وہ تم پاؤ گے۔

[5] کسی کو بھی اپنی محنت سے متمتع ہونے کی مناہی نہیں تھی البتہ اپنی ضروریات سے زائد کو صدقہ و خیرات و زکوٰۃ کی صورت میں خرچ کرنے کی تعلیم تھی۔ لوگوں کو رضا کارانہ دفاعِ دشمنانِ اسلام میں اپنی محنت میں سے سرمایہ خرچ کرنے کا انتہائی شوق تھا۔

(تاریخ العمران)

یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے یہاں قرآں تھا جس سے فیض کے دریا ابلتے تھے
یہیں وہ کملی والاؐ تھا ' محمدؐ نام تھا جس کا جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام تھا جس کا[1]

نہ شخصی دولت و حشمت و تخت و تاج والا تھا
مگر وہ سرورِ کونین تھا ' معراج والا تھا

محمدؐ مرکزِ خیرِ دو عالم ' مخزنِ خوبی ہمہ اخلاق اور احساں ' ہمہ حسن اور محبوبی
وہ مامورِ من اللہ مذہبِ اسلام کا ہادیؐ دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
محمدؐ نے دیا انساں کو جوہر حق نیوشی کا کہ شب ٹھٹھری ہوئی تھی' مہر چمکا گرمجوشی کا
دماغ و فکر کو' علم و عمل کو زندگی دے دی خیال و روح ' جان و جسم کو پاکیزگی سے دی
نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں' کجکلاہوں کو محمدؐ نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو
یہ خوش بختی صلائے عام تھی سارے زمانے کو نویدِ عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو
قدم زن ہو گیا انسان آزادی کی راہوں پر فلاحِ دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پر
یہاں دہقان خود تھا اپنی کشتِ زیست کا مالی یہاں مزدور کو حاصل تھا دورِ عیش و خوشحالی
گری برقِ اخوت خرمنِ بغض و کدورت پر بحالی آ گئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر

ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے کی

---

[1] وتصلحوا بین الناس (قرآن) لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو
واصلحو ذات بینکم (قرآن) آپس میں تنازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کرلیا کرو

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا بشر کو جاہلیت اور معصیت نے گھیرا تھا[۱]
تلاطم تھا جہاں میں بدعت وغصب وخیانت کا کہیں سایہ نظر آتا نہ تھا صدق و دیانت کا
شریروں کے جتھے، غارت گروں کی ٹولیاں ٹولے کھڑے تھے بھیڑیے جیبھیں نکالے اور منہ کھولے
فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری غریبی، ذلت و خواری، امیری، ظلم و بدکاری
جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا اُسی ظالم نے کمزوروں کو اُٹھ کو پیس ڈالا تھا
پناہِ زیر دستی تھی زبردستی کے پیروں میں جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں
تعدی، چھینا جھپٹی، مار لینا اور کھا جانا بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا
بیاباں تھا کہ دریا تھا، بلندی تھی کہ پستی تھی یہ دنیا کیا تھی، لٹنے لوٹنے والوں کی بستی تھی
مدینے ہی میں بندوں کو میسر فضلِ داور تھا کہ بیرونِ مدینہ کوئی حامی تھا نہ یاور تھا
مدینہ فرش پر تھا آسمانِ عرش کا تارا وگرنہ ارض مٹی کا تھا اِک تاریک سیارا

جآء الحق وزهق الباطل

ستیزہ کار تھی اس نورِ حق سے ظلمتِ باطل کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکتِ باطل
اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اس اُجالے سے ظہورِ والضحیٰ تھا آج کالی کملی والےؐ سے
مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دُھن میں پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدن میں
مدینہ تھا بھری دُنیا میں چند افراد کی بستی یہ چند افراد کیا تھے انتخابِ گلشنِ ہستی

---

[۱] عرب کی اندرونی حالت اور دنیا بھر کی بدامنی قتل وغارت شخصی اور جماعتی اقتدار کے بارے میں ہر تاریخ نگار نے کم وبیش لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی روشنی مدینے سے پھیل رہی تھی ساری دنیا سخت ترین مصائب میں مبتلا تھی۔ (مصنف)

یہ چند افراد لذت یاب تھے ایمانِ کامل سے
کہ ان کو مل رہی تھی تربیت انسانِ کاملؐ سے
یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
صدائے قم باذن اللہ سے مُردے جلانے کو
ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
اسی بستی کا پرتو پڑ رہا تھا روئے ہستی پر
یہ دہقانوں کی سرسبزی، یہ مزدوروں کی خوشحالی
صغیروں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی
ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی
یہ چند افراد تھے کفارِ عالم کے لیے دھمکی
بھلا ناحق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی
وہاں تو پٹ گئے دیدے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہلِ باطل کے اندیشے

یہ مٹھی بھر وجودِ اہلِ حق کیا جانے کیا شے تھا
کہ ذرہ ذرۂ دنیائے باطل اس کے درپے تھا
نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے
ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہِ خاور ہوتا جاتا ہے
خیال آیا اگر اسلام یوں نشوونما لے گا
تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا او ر پھولے گا
عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے
تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے
پرانی راہ بدراہی، پرانی راہ نادانی
جو رکھتی تھی انہیں ہرکارۂ ہرکارِ شیطانی
بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا
ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا
مساوات و اخوت ہو گئی جاری تو کیا ہوگا
ملی مٹی میں سرداروں کی سرداری تو کیا ہوگا
محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کو لوگ مانیں گے
ہمیں کچھ بھی نہ سمجھیں گے، ہمیں کچھ بھی نہ جانیں گے

اگر یوں نوح کا طوفان بن جائے یہی قطرہ
تو باطل کے لیے ہے غرق ہونے کا بڑا خطرہ

مدینے پر چڑھائی کرنے والے

جہالت کو بڑا غرہ تھا اپنے زور و طاقت پر
سفیہانہ وسائل پر قبائل کی حماقت پر
یہودی زرگروں نے بھی عرب کی آگ بھڑکائی
مسلمانوں کے خطرے سے رگِ کمزور دھڑکائی
تماشا دیکھ کر بدر و احد میں اس اخوت کا
ارادہ کر چکی تھی شیطنت اب جمعِ قوت کا
قبائل کے بڑے سردار مفسد، خود غرض جاہل
بدی کی راہ پر تیار، نیکی میں سبھی کاہل
عرب کے سب قبائل یوں بھی عادی قتل و غارت کے
فساد و غدر کے شیدا، نمائندے شرارت کے
برائی کیا، بھلائی کیا ہے، ظالم غور کیا کرتے
انہیں شیطان نے اُنگلی دکھائی اور کیا کرتے
مسلمانوں کا قصہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
مدینے کو جلا کر خاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
بدی کی راہ بدراہی کا یہ سیلاب چل نکلا
مسلمانوں سے لڑنے لشکرِ احزاب چل نکلا
ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
بیاباں پر رواں تھیں تند موجیں بدنہادوں کی
زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں چکر میں آیا تھا
کبھی اِس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

آنحضرتؐ کی مجلسِ مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے
جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے
رسول اللہ نے اِس فتنۂ نو کی خبر پائی
صحابہؓ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی[1]

---

[1] آنحضرتؐ نے مسجد میں صحابہؓ کو بلایا۔ اور اس تازہ حملہ کی خبر سنائی اور مشورہ طلب کیا۔ (طبری)

کہا اِس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے   عرب کا منتخب مجموعۂ احزاب آتا ہے [1]
تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سدِ باب اس کا   بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمان فارسی کی رائے [2]

تھے سلماں فارسیؓ موجود سرکارِ رسالت میں   ہوئے یوں عرض پیرا اُٹھ کے دربارِ رسالت میں
حضور افواج کی تعداد ہے اِس مرتبہ بھاری   مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری
کھلے میداں میں ایسے لشکروں سے دوبدو ہونا   مری رائے میں ہے جانِ عزیزِ غازیاں کھونا
مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گرد لشکر کے [3]   مہیا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھر کے
اگر اک خطۂ محفوظ میں ہو فوجِ اسلامی   تو دیکھیں گے عدو اِس مرتبہ بھی رُوئے ناکامی

خندق [4]

رسولِ پاک نے اس رائے کی تحسین فرمائی   پسندِ خاطرِ عالی ہوئی سلماںؓ کی دانائی [5]

---

[1] قبیلہ غطفان' فزارہ' مرہ واشجع' بنوسلیم بنواسد' بنوسعد اور قریش کے تمام توابع قبائل اس حملہ میں شریک تھے (دیکھو ابن ہشام اور خمیس ابن سعد وزرقانی و فتح الباری)

[2] سلمانؓ فارسی ۲ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی' دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے' عرب تک آئے کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تحقیقات مذہبی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک یہودی نے ان کو خریدا اور مدینے میں لایا وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبیؐ کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا' جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبیؐ کو دیکھا تو ان علامات وآثار واخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ آپ بہت سے مذاہب سے واقف تھے ان کی بڑی عمر تھی ۲۲۷ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے۔ (دیکھو تاریخ العمران)

[3] حضرت سلمانؓ فارسی نے جو اس وقت مشورے میں شامل تھے عرض کیا کہ ایسے موقعوں پر ایران میں خندق کھود لیتے ہیں۔ (ابن ہشام)

[4] مدینہ تین جانب مسلسل دیواروں' گھنے درختوں اور چٹانوں کے سبب تقریباً محفوظ تھا یعنی اچانک حملہ نہ ہو سکتا تھا سمت شامی غیر محفوظ تھی' یہیں کفار ہجوم کر سکتے تھے آپ نے اس سمت پر خندق کھودے جانے کا حکم دیا۔ (تاریخ الخمیس وزرقانی)

[5] آنحضرتؐ نے حضرت سلمانؓ فارسی کی رائے کو پسند کیا' اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کئے گئے' اور کام کا آغاز کر دیا (ابن سعد)

مہیا کر لیے سرکارؐ نے آلات عجلت سے   صحابہ میں ہوئی تقسیمِ کار ایمائے حضرتؐ سے
مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں[1]   رسول اللہ خود موجود تھے ان حق پژوہوں میں
حدیں قائم ہوئیں خندق کی دستِ پاکِ ہادیؐ سے[2]   ہوئے مصروفِ کار اہلِ وفا ذوقِ ارادی سے
ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو   بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں

زمیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت   نبیؐ شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت[3]
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی، حق سرمایہ تھا ان کا   یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا
نگاہِ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ   جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ[4]
وجود ان کے تھے محوِ کار، آنکھیں محوِ یاراں کی   وہ رشک مہر و مہ تھا راحتِ لیل و نہاراں کی
ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں[5] پر   زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

---

[1] آنحضرت نے تقسیم کار فرما دی اور دس دس کے گروہ کر دیے اور ان کو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا۔ حضرت سلمانؓ کو ہر جماعت اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی، کیونکہ وہی اس طریقہ دفاع کے محرک تھے، یہ اختلاف آنحضرتؐ کے پیش کیا گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سلمان منّا اہل البیت یعنی سلمان کا میرے اہل بیت میں شمار ہے اس وقت سے حضرت سلمان فارسی کو منجملہ اہلِ بیت رسول اللہ ہونے کا ہمیشہ کے لیے شرف حاصل ہو گیا۔ (طبری)

[2] آپ نے بہ نفس نفیس اپنے ہاتھ سے نشان لگایا۔ (ابن سعد)

[3] آنحضرتؐ خود مشقت فرما رہے تھے بازوؤں اور سینے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ (فتح الباری)

[4] آنحضرتؐ اور صحابہؓ اس کھدائی کی مشقت میں رجز پڑھتے تھے، آنحضرت کی زبان پر اکثر یہ شعر آتا تھا۔

اللھم ان العیش عیش الاخرۃ   فاغفر اللہ انصار و المھاجرہ

یعنی اے خدا! حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ صحابہ ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمداً   علی الجھاد ما تعبنا ابداً

یعنی ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے آپ کو محمدؐ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیٹ پر پتھر

گزارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں
رخِ شامی پہ خندق کھود لی اربابِ ہمت نے
مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی
لگائی ضرب ہر اک نے ہر اک نے پھاوڑا مارا
مگر یہ سنگ دل پتھر نہ ہارا، ہر کوئی ہارا
لگا کر ضرب پتھر پر جوان و پیر سب ہارے
پیمبرؐ کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے[1]
گزارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامانِ نبیؐ کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
کیا نظارہ حُسنِ صابری کا چشمِ شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے[2]
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا
ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبرِ پیمبرؐ کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گزاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوبِ باری کے[3]
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) اور کبھی آپؐ اور صحابہؓ مل کر عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے یہ اشعار پڑھتے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الالی قد بغوا علینا
اذا ارادوا فتنۃ ابینا

یعنی یااللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی اور ہم صدقہ و خیرات کرنے اور تیری عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے' یااللہ جب تو نے اس حد تک پہنچا دیا ہے تو اب مصیبت کے وقت ہمارے دلوں کو سکینت عطا فرما اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ یااللہ تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ناحق طور پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ ہمیں دین سے پھیر دینے کا ہے مگر تیرے فضل سے ہمارا یہ حال کہ ہم ان کی تدبیروں کو ٹھکراتے ہیں اور ان کے فتنہ میں شامل ہونے سے انکاری ہیں روایت ہے کہ آخری مصرعہ پر آنحضرت کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مصرعہ کو دہراتے بھی تھے۔ (سیرت)

[1] ایک پتھر خندق کی کھدائی میں ایسا حائل ہو گیا جو کسی کے کاٹے نہ کٹ سکا۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ وہ اس وقت مسلسل تین دن کے فاقے سے نڈھال تھے جب پتھر کسی طرح نہ ٹوٹ سکا تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی معذوری اور ضعف بیان کیا۔

[2] ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔

[3] اس وقت محبوبِ خدا نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے اور آپ کئی روز سے بھوکے تھے (بخاری)

ضربِ محمدؐ

اڑھا دی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے
لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے[1]
زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی
ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے
کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے
مرقع قصر ہائے احمرینِ شام کا پایا
اشارا اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا[2]
لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اک نیا منظر مقدر کے اُجالے نے
اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی
یہ ضربِ دستِ حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی[3]
پڑی ضربِ سوم سنگین چٹان اب پارہ پارہ تھی
نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارا تھی
نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا ملک دیکھا شہر صنعا کی جھلک دیکھی[4]
یہ نظارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام امت کے سنوارے تھے

---

[1] آپ نے کدال ہاتھ میں لیا اور اس مقام پر تشریف لائے' آپ نے باوجود تین دن کے فاقے کے اللہ اکبر کہہ کر پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور پتھر پارہ پارہ ہوگیا۔ (بخاری کتاب المغازی حالات غزوۂ خندق)

[2] ضربِ اوّل پر پتھر سے ایک شعلہ نکلا اور آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور فرمایا مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں (فتح الباری)

[3] دوسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا اور آپؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور آپ نے فرمایا ملک فارس مجھے دیا گیا ہے۔ اور مدائن کے سفید محل نظر آ رہے ہیں۔ (فتح الباری)

[4] تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا' آپ نے پھر اللہ اکبر کہا اور فرمایا: مجھے یمن کی کنجیاں بھی دی گئیں اور خدا کی قسم صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جا رہے ہیں اس ضرب پر پتھر بالکل شکستہ ہوگیا۔ (فتح الباری)

[5] ہادیٔ اسلام نے صحابہؓ کو مختلف دستوں پر تقسیم کیا' خندق کے مختلف حصوں پر ان کو متعین کیا' پہرے بٹھائے اور مدینہ کے دوسرے اطراف میں مناسب مقامات پر نگرانی اور حفاظت کے لیے دستے مقرر کیے (ابن سعد و زرقانی)

لشکرِ کفار کی آمد آمد

پہلوانانِ عرب کا وُرود

بصد محنت ہوئی تیار خندق بابِ شامی پر
مناسب خدمتیں وارد ہوئیں مردانِ نامی پر[۱]
اُدھر سے کفر کا اُمڈا ہوا سیلاب آ پہنچا
عرب کا اجتماعی لشکرِ احزاب آ پہنچا
اِدھر نامِ خدا تھا اور نبیؐ کے چند پروانے
اُدھر دھاوا کیا تھا آج گویا ساری دُنیا نے
اُدھر افواج و شوکت کا یہ طوفانِ عظیم الشان
اِدھر کمزور بے ساماں نہتے فاقہ کش انسان
وہ سب ڈاکو' ہلاکو موٹے موٹے گاؤمیش ایسے
ہزار افراد کا اک جیش اور چوبیس جیش ایسے[۲]
وہ چڑھ کر آئے تھے آدم کے ان نادار بیٹوں پر
جو سب تھے فاقہ کش پتھر بندھے تھے جن کے پیٹوں پر
مسلمانوں کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی[۳]
اور اس تعداد میں بھی بیشتر زہاد کی گنتی
ہزار افراد میں ایزاد یثرب کے منافق بھی[۴]
کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزب ناموافق بھی
نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دُور سے ان کو
تو سوجھی بھاگنے کی خطۂ محصور سے ان کو

---

[۱] بیس روز کی محنت شاقہ اور رات دن کی مشقت سے ایک ہزار آدمی نے اس خندق کو کھودا تھا اس کھدائی کے ختم ہوتے ہی لشکرِ کفار نمودار ہو گیا۔ (ابنِ ہشام)

[۲] کفار عرب کے متفقہ لشکروں کی تعداد چوبیس ہزار جنگی آدمیوں پر مشتمل تھا' اور ہزار ہزار آدمی کا ایک جیش تھا' ایسے چوبیس جیش تھے (دیکھو فتح الباری اور تاریخ العمران)

[۳] مسلمان صرف ایک ہزار تھے اور ان میں بھی زیادہ تر عابد' زاہد اور کمزور لوگ تھے جو بھوک اور فاقے سے نڈھال تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[۴] منافقین بھی پہلے پہلے شامل مجاہدین تھے لیکن جب انہوں نے کفار کو دیکھا تو اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر چلتے بنے۔ (تاریخ العمران)

خندق کے آر پار

مگر خندق پر آ کر رُک گیا سیلاب دشمن کا مسلماں دیکھتے تھے جوش و پیچ و تاب دشمن کا[1]
لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی یہ پہلی منہ کی کھائی کافروں نے دیکھ کر کھائی
چلے گھوڑے کدانے شہسوار اس پار جانے کو[2] بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو
جدھر بڑھتے تھے اُن پر پتھروں کا مینہ برستا تھا کہ حملے کا فقط کھائی پھندانے ہی سے رستہ تھا

احزابِ عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یمِ احزاب کی موجیں گزرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں
لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے مسلماں ایک جانب تین جانب صف بصف خیمے[3]
فقط دارالاماں کا باب وا تھا اہلِ ایماں پر[4] یہ احسانِ محمد مصطفیٰ تھا اہلِ ایماں پر
مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر جزیرہ جس طرح ہو قلزمِ مواج کے اندر

---

[1] سب سے پہلے ابوسفیان فوجوں کو اُحد کی طرف لے گیا' وہاں کھائی دیکھی تو شامی رُخ سے حملے کے لیے بڑھا' لیکن خندق کو راہ میں حائل دیکھ کر کفار کی فوجیں حیران و ششدر کھڑی رہ گئیں۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[2] خندق کو حائل دیکھ کر بعض شہسواروں نے گھوڑے کدا کر خندق فرانے کی ٹھان لی مگر ادھر سے صحابہؓ نے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور ان کو دور ہٹا دیا۔ (ابن سعد)

[3] خندق کے حائل ہونے پر پہلے تو بہت شور و غل ہوا' آخر کفار نے سامنے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے' اس طرح کہ خندق کے اس طرف مسلمانوں کی جمعیت تھی اور تین طرف خندق یعنی مسلمان محصور تھے۔ (تاریخ العمران)

[4] آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی جمعیت شہر اور خندق کے درمیان متمکن تھی لسلع کی پہاڑی عقب میں تھی (طبری)

کفار کے جویش اور یہود

تلیٹی میں اُحد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا[1]　　وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا
قریش، خزرج کا ڈیرا میانِ جرف و غاوہ تھا　　یہودی قوم کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا
سلام اور حیی اخطب سرغنے تھے ان لعینوں کے　　یہ ساہوکار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہِ قریظہ کی بغاوت

مدینے[4] میں فقط اب اک قریظہ کا قبیلہ تھا　　ابھی پوشیدہ اہلِ حق سے جس کا مکروحیلہ تھا
رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بے شمار احساں　　طرح دیتے تھے ہر لغزش پر ان کو ہادیؐ دوراں
مگر اب حی[5] اخطب نے انہیں بھی آکے بہکایا　　مسلمانوں کا مل کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا
قریظہ بھی اگر ان لشکروں میں آکے مل جائے　　تو شیطاں کا یہ گلزارِ جہنم اور کھل جائے
شریکِ جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا　　عرب کے ہر قبیلے پر جمے گا اعتماد اپنا
یہ کعب ابن اسد کے پاس پہنچا صورتِ شیطاں　　کہا، دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تندخو طوفاں

---

[1] اُحد کی جانب بنی غطفان کی فوجوں نے چھاؤنی قائم کی اور خندق کے اُس پار قبائل کے دوسرے لشکروں نے بھی مدینے کو تقریباً گھیرے میں لے لیا۔

[2] قریش مقام جرف وغاوہ کے درمیان اُترتے تھے لشکر احزاب کے علاوہ یہود خیبر بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] سلام بن مشکم اور حی بن اخطب یہودوں کے رئیس تھی ان کے قبائل کو آنحضرتؐ نے مدینے سے بدر فرمادیا تھا (زرقانی)

[4] قبیلہ قریظہ یہودی کے یثربی قبائل میں سے تھا اور آنحضرتؐ نے اس پر بہت سے احسان فرمائے تھے حتیٰ کہ دوسرے قبائل یہود کے نکالتے وقت بھی ان کو مدینے میں رہنے کی عام اجازت تھی (رشاد الحکمۃ)

[5] بنونضیر کا رئیس حی بن اخطب رات کی تاریکی میں بنوقریظہ کے پاس پہنچا، اوران کے رؤسا سے ملا اور کہا کہ دیکھو میں کتنا بڑا طوفان اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لیے لایا ہوں اب محمدؐ اور اُمتِ محمدؐ کا پتہ بھی نہ چلے گا کہ کبھی روئے زمین پر یہ لوگ بھی بستے تھے۔ (تاریخ العمران)

ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو
بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو

ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے
ہماری کاروباری زندگی پر ہاتھ ڈالا ہے

کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں
پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی راہیں

مساوات و اخوت، قرضِ احسن اور ہمدردی
مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھر دی

تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہوکاری کا
یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا

ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں
زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں

یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی
بغیرِ جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی

ہمارا کاروبارِ سود ہی جاتا رہا ہم سے
تو ہم کو فائدہ؟ اصلاحِ فرزندانِ آدم سے

جوا مت کھیلو، محنت جھیلو، پورا تولو سچ بولو
کرو احسان، ہاتھ اپنے بیاج اور سود سے دھولو

یہ ساری اصلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں
ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں

ہمارے کارخانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے
اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے

بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں
برابر تولنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں

اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں
تو سب فاقے کریں پیغمبری کی راہ پر ہولیں

اسی صورت اگر تبلیغِ اسلامی رہی جاری
تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلت و خواری

ابھی اہلِ عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے
ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بوالفضولوں سے

ابھی ہے ان کی سرداروں کو فخرِ شخصی و ذاتی
مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی

ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے
سمجھ سکتے نہیں، معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے

شعور ان کا ابھی سنگین بتوں کی طرح جامد ہے
ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے

کئے ہیں جمع یہ جنات ہم نے کونے کونے سے   عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے
یہ اک سیلابِ آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں   غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں
محمدؐ اور محمدؐ کے صحابہ اور یہ بستی   بغیرِ معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسرِ ہستی
تم اے آلِ قریظہ اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو   کہاں کا عہد وہد' اس عہد کو اس وہد کو توڑو

مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وارا نیارا ہے
ہمارا ساتھ دو' چپ مت رہو اس میں خسارا ہے

یہ کعب ابنِ اسد سردار تھا آلِ قریظہ کا   اسے احساس تھا پہلے تو اشکالِ قریضہ کا[1]
مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادوجی اخطب[2] کا   ادھر قصاب ادھر گوسالہ تھا روحِ مذبذب کا
بغاوت پر ہوا آمادہ کعب ابنِ اسد آخر   نقاب اترا تو ننگا ہو گیا روئے بد آخر
لگا دی آگ جب بارود کو ناری فتیلے[3] نے   تو سارے عہد و پیماں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے   خدا کے دوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے
انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروانِ موسیٰ عمرانؑ   ہمارے مذہبی معمول ہیں تورات کے فرماں

---

[1] کعب ابن اسد قبیلہ بنو قریظہ کے سردار نے پہلے تو غور کیا کہ محمدؐ اور اُمتِ محمدؐ کے ہم پر بڑے احسان ہیں لیکن پھر مان گیا اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] حی نے کہا: فوجیں مسلمانوں کو ملیا میٹ کئے بغیر بھاگ نہیں جائیں گی اور اگر تم نے اپنے آپ کو باقی کے عرب کے خلاف ثابت کیا تو گویا تم پھر ہمیشہ کے لیے ڈوب گئے (رشاد الحکمۃ)

[3] حیی بن خطیب رئیس یہود بنو قریظہ کو کفار کے ساتھ ملنے پر پوری طرح آمادہ کر لیا' حالانکہ بنو قریظہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار مدینہ کے ہزاروں احسان تھے اور اور حالانکہ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ کبھی ان کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ (رشاد الحکمۃ)

انہیں غرہ تھا فرزندانِ ابراہیمؑ ہونے کا — مگر یہ زر کے پتلے پوجتے تھے بیل سونے کا
عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے — یہ اپنے لعنتی اوصاف سے پُرخوب واقف تھے
انہیں ختم الرسل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا[1] — انہیں سمجھائی تھی تورات، قرآں بھی سنایا تھا
مدارات ان کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی — مروت ان سے کی تھی اور مہلت ان کی بخشی تھی
ادھر تھی ان کے بارے میں عطاپاشی خطا پوشی — ادھر تھی اس مہاجن قوم کی احساں فراموشی
کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکارِ نبوت سے — رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے[2]
مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہِ تباہی پر — یہ چل کر آپ آئی منزلِ قہر الٰہی پر
نگاہیں پھیر لیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے — چلے جس طرح قرم ساق کترا کر شریفوں سے
یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت ان کی — نہیں تھی قابلِ اصلاح گویا خوئے زشت ان کی
ہوا ثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا — ہمیشہ کے لیے پاداش کا ہنگام آپہنچا

---

[1] فبما نقضهم ميثاقهم لعنهم وجعلنا قلوبهم قسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذكروا به ولا تزال تطلع على خائنة منهم الا قليلا منهم فاعف عنهم واصفح ط ان الله يحب المحسنين (المائدہ)

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان کے دل سخت کرائے گئے، یہ لوگ کلمات (تورات) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں، اور جن باتوں کی تلقین ان کو کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ہیں اور تھوڑے سے آدمیوں کے سوا تم ہمیشہ ان کی خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو، تو ان کو معاف کر دو اور درگزر کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

[2] عن ابن عمران يهو بنى النضير وقريظه حاربوا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فاجل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بنى النضير (اقر قريظه ومن عليهم)

ابن عمران سے روایت ہے کہ بنی نضیر اور قریظہ کے یہود نے آنحضرتؐ سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو نکال دیا اور قریظہ کو رہنے دیا تھا اور ان پر احسان کیا (صحیح مسلم)

نبی کریمؐ یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا
مدینے میں نہ تھا مطلوب تخمِ بے دلی بونا[1]
نہایت ساعتِ نازک تھی یہ ایمانداروں پر
مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پر
بلایا آپ نے ابنِ معاذؓ ابن عبادہؓ کو
زبیرؓ[2] اور چند انصارِ فہیم و خوش ارادہ کو
کہا اس قومِ بداندیش کو تم جا کے سمجھاؤ
اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ
کہ شاید دُوران سے کفر کا جلباب ہو جائے
کلیم اللہ کی اُمت ہدایت یاب ہو جائے
نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل میں کینہ ہے
خُدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے
اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مٹا لیں گے
خُدا سے کیفرِ کردار اپنا جلد پالیں گے
وبال انسان پر سے خود بخود کب دُور ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

عہد شکن یہُود کا تمرُّد

جونہی سعدین پہنچے قلعہ ٔ آلِ قریظہ پر
ہوا ان کو تنبہ ہر طرح حالِ قریظہ پر
دلائے یاد سب قول و قرار و عہد و پیماں بھی
مسلمانوں کی شفقت بھی رسول اللہ کے احساں بھی
مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے
نہایت بے رُخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے
کہا ہم کو نہیں معلوم ہوتی ہیں وفائیں کیا!
محمد کون ہیں اور عہد و پیماں ہیں بلائیں کیا![3]

---

[1] آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو تحقیق اور اتمام حجت کے لیے سعد ابن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو وہاں سے آ کر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا تا کہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ (دیکھو سیرت)

[2] حضرت زبیر ابن العلوم کو آپ نے دو تین مرتبہ تحقیق کے لیے بھیجا جب تحقیق ہو گئی تو سعدین کو بطور وفد روانہ فرمایا۔ (تاریخ العمران)

[3] سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کے رئیس کعب بن اسد سے ملے تو وہ نہایت تمرد اور گستاخی سے پیش آیا صحابہؓ نے معاہدہ یاد دلایا تو یہود بگڑ کر بولے کہ ہم نہ معاہدے کو جانتے ہیں نہ محمدؐ کو پہچانتے ہیں ہم اپنے فعل کے مختار ہیں جس طرح چاہے کریں گے۔ (ابن ہشام)

ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے		ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صورت سے

اس نئے خطرے کی تصدیق' اور نبوت کے انتظامات

یہودی قوم کے اندازیوں بدلے ہوئے پائے		تو اصحابِؓ نبیؐ خاموش خندق پر پلٹ آئے
رسول اللہ کی خدمت میں آ کر عرض گذرانی		کہ غداری پہ مائل ہو چکے ہیں جَور کے بانی
مدینے میں ضعیف افراد' بچے عورتیں سب ہیں		مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ایں
قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ		مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں جفا پیشہ
مسلمانوں کا اندیشہ نبیؐ نے دور فرمایا		طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا[2]
کہا گرداوری کرتے رہو ہر سو مدینے میں		کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوبِ جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دورانِ محصوری		کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھی یہ امتِ نوری
بہر سُو دَل کے دَل کفار ناہنجار چھائے تھے		بہت تھے معرکہ آرا' بہت ڈیرے جمائے تھے
لبِ خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے		جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے
مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی		کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی

---

[1] جب یہود نے عہد شکنی کی تو حی اخطب نے قریش اور غطفان کو ابھارا کو یہودوں کی سمت سے خاص مدینہ پر جہاں مسلمانوں کے گھر اور بال بچے تھے حملہ کر دیں مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے سخت تشویش میں پڑے گئے بعض انصار خندق سے ہٹ گئے اور اپنے گھروں کو بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر منافقین تھے (سیرت النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ سے آ کر جب صحابہؓ نے یہ تمام روئداد بیان کی اور مدینے کے ضعفاء کی طرف سے خدشات بیان کئے گئے تو آپ نے زیدؓ بن حارث کو تین سو جوانمردوں سے روانہ کیا تا کہ پچاس پچاس دستے بر وقت مدینے میں گرد آوری کرتے رہیں اور اہل و عیال پر کسی کو حملہ آور نہ ہونے دیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

قبائل کے جنودِ قاہرہ غصے میں دیوانے
جھپٹتے تھے مسلمانوں کی جانب برچھیاں تانے
اُدھر سے غازیانِ فی سبیل اللہ جرأت سے
ہنکا دیتے تھے اس کثرت کو اپنے ذوقِ وحدت سے
سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغلِ مشغولی[1]
ابوسفیاں سپہ سالارِ اعظم تھا قبائل کا
اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگِ حائل کا
قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیت میں
مسلمانوں کا قتل عام تھا ان سب کی نیت میں
مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے
یہ قاتل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے اک دم[2]
مؤذن نے کیا اعلان ادھر اللہ اکبر کا
ادھر شیطاں نے پیٹا ڈھول حیوانوں کے لشکر کا

کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
کہ سر پر آ گیا وقتِ جہاد وسعی و جانبازی
کیا حملہ قیامت کا جیوشِ حملہ آور نے
فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے تگاور نے
پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
پیادے دور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے
رجز کا شور‘ نقاروں کی کڑ کڑ‘ ڈھول کی ڈھم ڈھم
قبائل کے بتوں کی بیرقیں شیطان کے پرچم
ڈپٹ تھی‘ شور وشر تھا‘ نعرے تھے‘ ہنگامہ خیزی تھی
سڑاسڑ ومبدم کوڑوں کی تھی‘ گھوڑوں کی تیزی تھی

---

[1] قبائل کے متحدہ لشکروں نے خندق کو مزاحم پا کر خیمے لگائے تھے‘ ان کے دستے ہر روز خندق پر حملہ آور ہوتے تھے مگر مسلمانوں کو مستعد پا کر واپس ہو جاتے تھے۔ (دیکھو طبری)

[2] ایک دن سرداران قریش نے فیصلہ کیا کہ خندق کی جگہ سے تنگ ہے‘ مسلمانوں پر ایک متحدہ حملہ کر کے سوار گھوڑے کدا کر خندق کے پار اتریں اور ان کے پیچھے سارا لشکر جا پڑے۔ (تاریخ العمران)

سرِ خندق مگر ہر ایک دستہ رک گیا ان کا   مسلمانوں نے مارے تیر رستہ رک گیا ان کا
منظّم تھے مجاہد بھی محمدؐ کی قیادت میں   سرِ خندق جواں تھے مستعد ذوقِ شہادت[1] میں
قبائل کو توقع تھی مسلماں بھاگ جائیں گے   ہماری کثرتِ تعداد کے منہ پر نہ آئیں گے
اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائیں گے سارے   خس و خاشاک کی صورت ہیں چند افراد بیچارے
ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا   عرب کے سامنے ٹھہرے گی یثرب کی یہ بستی کیا
مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی ان کی امنگوں میں   نہ پیش آئی تھی یہ صورت عرب کو اپنے جنگوں میں[2]
مسلماں یوں ڈٹے تھے لشکرِ احزاب کے آگے   چٹانیں جس طرح قائم رہیں سیلاب کے آگے
کماندارانِ اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو   تو چھوڑا ناوکوں نے کہہ کے بسم اللہ کمانوں کو
یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اتر آئے   گلو میں آنکھ میں پہلو میں دل میں تیر در آئے
گرے اسوار گھوڑوں سے گھسے گھوڑے پیادوں میں   قیامت خیز ہلچل پڑ گئی ان بدنہادوں میں
بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خونِ ناحق پر   درندے پیستے تھے دانت دربانانِ خندق پر
خروشِ اولیں دھیما تھا اب اس سورمائی کا   یہ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ منہ تکتے تھے کھائی کا
ارادوں میں مخل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا   تو سرداروں نے فوجوں کو ذرا کچھ دور ٹھہرایا
سنایا حکم ابوسفیان نے تیر اندازدستوں کو   کرو تندی سے ناوک کا نشانہ حق پرستوں کو

---

[1] آنحضرتؐ نے اپنی مختصر سی جماعت کو خود ترتیب دیا تھا' اور چھوٹے چھوٹے دستے مقرر فرمائے تھے جو ہر مقام پر حملہ آوروں کو تیروں اور پتھروں سے روکتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] قبائل عرب نے کبھی اس سے پہلے اس قسم کی خندق کے مقابل لڑائی نہ لڑی تھی' یہ ان کے لیے بالکل نئی بات تھی (رشاد الحکمۃ)

[3] ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر جگہ سے تیر برساؤ اور پتھر پھینکو مسلمان بہت تھوڑے ہیں یا تو مضروب و مجروح ہو جائیں گے۔ یا تھک کر دفاع سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔ (تاریخ العمران)

بڑے ضدی سہی، لیکن کہاں تک مار کھائیں گے
کہاں سے روز آتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے
مسلسل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پر برساؤ
غبار ایسا اڑاؤ سانس تک لینے سے ترساؤ
کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی
اِدھر کرتا ہوں میں ترکیب اور اس کے علاوہ بھی
کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں
کہیں اِک پل بنا لیتے ہیں یا خندق کو بھرتے ہیں[1]
یہ تم کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو
تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو

تھکا دو ان کو جب تھک جائیں گے ہتھیار ڈالیں گے
اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلسل حملے، مسلسل مدافعت

بہ عجلت لشکرِ کفار نے ترتیب کو بدلا
نئے انداز کے دھاوے کیے ترکیب کو بدلا
سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی
ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی
ادھر حق تھا سرِ خندق اُدھر باطل کی فوجیں تھیں
دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں
قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیراندازی
کماندارانِ اسلامی بھی تھے مصروفِ جانبازی
شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے
جوابِ تیر ادھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے
چٹانوں[2] اور تودوں نے مہیا کیں کمیں گاہیں
سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاعِ جنگ کی راہیں
ادھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے
بدستِ حق یہی باطل کے دامن گیر پھرتے[3] تھے

---

[1] ابوسفیان کا ارادہ تھا کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں تو خندق کو بھر دیا جائے یا کسی جگہ پل بنا دیا جائے۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] مسلمان تیرانداز خندق سے نکلی ہوئی مٹی کے تودوں کے بڑے بڑے پتھروں کی آڑ سے مسلسل تیر چلاتے تھے۔ (تاریخ العران)

[3] کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بے تحاشا تیروں کی بارش کرتے جا رہے تھے یہ تیر خالی جاتے تھے مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا لیتے اور ان تیروں کو دشمن پر چلاتے۔ (تاریخ العران)

اُدھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی
جوابِ سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فراٹے کی غراٹے کی طغیانی
عجب دریا تھا بالائے ہوا تند اور طوفانی
عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھے
تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں
غضب تھی ان گنت پیکانِ پراں کی درخشانی
نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشمِ انسانی
لپکتے تھے یہ لاتعداد ناوک التہاب آسا
بہم ٹکراتے' گر جاتے' لڑھکتے' ٹھوکریں کھاتے
وقاوق پتھروں کی اور چقاچق پہلوانوں کی
بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی
کمانداروں کی زہ زہ اور زِہ گیروں کے زناٹے
سروں میں سنسناتی موت کے سنسان سناٹے

چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلالِ کامل سے
تھے محوِ جنگ زورِ بازو و زور انامل سے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر
سرِ خندق مجاہد تھے[1] ہزار افراد کی گنتی
یہی غازی مجاہد تھے یہی زہاد کی گنتی

---

[1] یہ بالتصریح بیان ہوا کہ تین ہزار جوان و پیر کی جمعیت نے آنحضرت کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا لیکن جب اعراب قریش کی فوجیں نمودار ہوئیں تو آپ نے باب شامی پر ایک جمعیت رکھ کر باقی لوگوں کو مدینے کے دوسرے اطراف میں (جہاں خندق نہ تھی فقط مکانات کی دیواریں اور باہر نخلستان کی اور پہاڑیاں تھی) حفاظت اور دفاع کے لیے مامور فرمادیا تھا' اس تین ہزار میں منافقین بھی تھے۔ جو بحیلہ دو دل گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ خندق پر آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (دیکھو ابن ہشام فتح الباری وغیرہ)

مگر ان پر ہزاراں در ہزاراں حملہ آور تھے　　ہزار انساں کیا تھے، خواہ کیسے بھی دلاور تھے
اُدھر چوبیس دستے اور ہر دستہ ہزار انساں　　ذخیرے اسلحہ کے اور ناؤ نوش کے ساماں[1]
وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا　　یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا
شکم سیری اُدھر اس سمت فاقوں[2] پر توکل تھا　　تقابل خود بھی حیراں تھا کہ کیسا تقابل تھا
نہیں تھا یہ تقابل باہمی انسان و انساں کا　　زمیں پر اولیں اک معرکہ تھا کفر و ایماں کا

قائدِ اسلامؐ اور مجاہدین کا استقلال

اُدھر افواجِ تازہ دم کے تار و پود قائم تھے　　یہاں اک رشتۂ نازک کے راہ پیمود قائم تھے
یہاں ہر فردِ مسلم خطۂ محصور کے اندر　　جہاد و سعی میں تھا حالتِ مخطور * کے اندر
برستی تھی مسلسل بارشِ سو فار و سنگ ان پر　　ہوئی تھی سر اٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر
ہوا کے اوج پر طوفانِ سنگ و تیر کی لہریں　　سرِ تقدیر لہراتی ہوئی تدبیر کی لہریں
یہاں حملہ وہاں ہلہ، اِدھر جھپٹے اُدھر لپکے　　کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے
کبھی اس رخ پہ یورش تھی، کبھی اس رخ پہ دھاوا[3] تھا　　محمدؐ کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا
فضا بارانِ سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی　　پیمبرؐ آپ فرماتا تھا امت کی نگہبانی

---

[1] فتح الباری میں تصریح ہے کہ کفار کی تعداد غزوۂ احزاب میں چوبیس ہزار سے زائد تھی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ اور صحابہ پر تین تین فاقے گزر گئے ایک دن صحابہ نے بیتاب ہو کر آنحضرتؐ کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن جب آپؐ نے شکم مبارک کو کھولا تو ایک کی بجائے دو پتھر تھے (سیرت النبی بحوالہ ترمذی) (عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پتھر باندھتے تھے جس سے کمر جھکنے نہ پاتی تھی)

[3] کفار نے جنگ کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ بعض دستے مسلمانوں پر تیر چلاتے اور دوسرے یورش کر کے خندق کے کسی کمزور مقام پر آتے اور کود عبور کرنا چاہتے اور یہ طریقہ مسلسل جاری رہتا (ابن سعد و خمیس و زرقانی)　　* مخطور خطرناک

مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر
محمدؐ باندھتا تھا زخم بالنفسِ نفیس آ کر
جہاں جس مرحلے پر، جو بھی صورت پیش آتی تھی
رسول اللہ کو امت وہیں موجود پاتی تھی[1]

اُمیدِ نصرتِ حق پر محمدؐ کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کُفر کا شور

زمین و آسماں میں حشرِ سنگ و تیر برپا تھا
سرِ خندق بہرسُو شورِ دارو گیر برپا تھا
قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ
فضا میں گونجتا تھا ڈھول تاشہ اور دمامہ
پیاپے ایک لڑی پڑ رہی تھی جھانجھ بجتے تھے
ہر اک دستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے
دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی
کہ ہم انساں نہیں، سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی
نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبت ناک آوازیں
کرخت و سخت و سینہ چاک اور شباک* آوازیں
دہاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی
بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گھرے اندھیروں کی
گھنونا شور و شر، ناپاک نعرے، گالیاں، قسمیں
غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں

صدائے رنگ رنگ اُٹھتی تھی اس باطل کے لشکر سے
جواب اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

---

[1] آنحضرتؐ ہر جگہ نگرانی فرماتے تھے، بار بار زخمی صحابہؓ کے زخم باندھنے میں مدد فرماتے اور آپ کو تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں ہر دستے کے پاس پہنچتے دیکھ کر صحابہ کی ہمتیں قائم رہتیں۔ (رشادالحکمۃ)

* شباک: سوراخ کرنے والی

قریشی شہسوار، خندق پار

اسی عالم میں تاکا اِک مقامِ تنگ دشمن نے   تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے
بڑھے کچھ شہسوارانِ عرب سرکردہ و مہتر   کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر
بزیرِ عکرمہ[1] ابنِ ابی جہل اک رسالہ تھا   یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا
اسی میں تھے قریشی شہسوارانِ دلاور بھی   بڑے سردار بھی کارآزمودہ نام آور بھی
یہ نامی نامور گھوڑوں کو جھپٹاتے ہوئے جھپٹے   ہُبل اور لات و عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے
مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے   ہوئی بوچھاڑ تیروں کی تو اسواروں نے منہ موڑے
فقط چار ان میں خندق پھاندنے میں کامیاب آئے   مثالِ ابر گرجے اور مثلِ برق تاب آئے

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کود کر اس پار ہو سکتا   تو شاید دو گھڑی کو غلبۂ اشرار ہو سکتا
مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوفِ خندق تھا   کہ آنکھیں ڈگمگائی جا رہی تھیں اور منہ فق تھا
جِلو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا   بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقیں آیا
یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردانِ افضل تھے   ضرار و ابنِ عبدِ وُد ' جبیرہ اور نوفل[2] تھے
مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو   نظر آئی نہ اب راہِ گریز ان ہرزہ کاروں کو

---

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی کمان میں ایک مضبوط رسالہ تھا جس میں عرب کے نامی گرامی مشہور شہسوار تھے' اس رسالے کے سواروں نے خندق کے کنارے ایک تنگ مقام سے گھوڑے ڈپٹ نے کا حوصلہ کیا' لیکن رہ گئے' فقط چار اسوار خندق کود کر اس طرف آسکے۔ (طبری)

[2] (دیکھو سیرت النبی)

ابنِ عبدوُد

بہت بیباک ان کا سربراہِ بدلگامی تھا یہ کافر عمرو ابن عبدودنامی گرامی تھا
گنا جاتا تھا یہ ظالم ہزاراسوار پر بھاری عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہوطاری[1]
قتالِ بدر میں اوچھا سازخم اس نے بھی کھایا تھا اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا
ارادہ اس کا یہ تھا جب رسالہ ساتھ میں ہوگا مسلمانوں کا قتلِ عام میرے ہاتھ میں ہوگا
مگراب وہ رسالہ ٹاپتا تھا دور خندق سے یہ خودزغے کے اندرآپھنسا تھا قدرتِ حق سے
نظرآئی نہ جب کوئی بھی راہِ جنگِ مغلوبہ تو سُوجھا نعرۂ ہل من مبارز ہی کا منصوبہ

ہزاراسوار کے برابر ایک شہسوار

پکاراجان جاؤ عمرو ابنِ عبدوُد میں ہوں ذراپہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہوں
کسی نے یوں نہ دیکھا ہو، مگر شہرت سنی ہوگی کہانی کارناموں کی بصد حیرت سنی ہوگی
ہزار اسوار کا اک شہسوارِ بے بدل ہوں میں مسلمانو، سمجھ جاؤ کہ پیغامِ اجل ہوں میں
میں آیاہوں کہ شائدتم میں کوئی مردِ قابل ہو بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو
لڑے تنہا سے تنہا، جوبھی یکہ تاز ہے تم میں نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں[2]

---

[1] عمرو بن عبدود ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا، جنگ بدر میں زخمی ہوکر واپس گیا تھا، قسم کھائی تھی جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا، سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] ابن عبدود سب سے آگے بڑھا اور پکارا کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے (تاریخ العمران)

واحد صدائے شیرِ خدا

یہ سنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا ' میں ہوں[1]
فداکارِ محمد مصطفیٰ نامِ خدا میں ہوں

یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانبِ دشمن
کہ ایسے وقت چپ رہنا نہیں تھا شیوۂ احسن

رسول اللہ نے روکا علیؓ کو اور سمجھایا
یہ ابن عبدود ہے اے پسر حضرتؐ نے فرمایا

وہ کافر پھر پکارا ' ہے کوئی جو سامنے آئے
نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرأت اپنی دکھلائے

نہ بولا اور کوئی شاہِ مرداںؓ نے کہا میں ہوں
یکے از سرفروشانِ محمد مصطفےؐ میں ہوں

نبیؐ نے پھر کہا یہ ابن عبدود ہے اے حیدرؓ
علیؓ پھر ہو گئے ساکت بہ پاس امرِ پیغمبرؐ

بلند آواز سے کافر نے پھر قفلِ دہن کھولا
مسلمانو کوئی آئے گا ' پھر کوئی نہیں بولا

اُسی شیرِ خداؓ نے اٹھ کے پھر آواز دی میں ہوں
بفضلِ حق تجھ ایسوں کو اکیلا مکتفی میں ہوں

رسول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر
کہا یہ ابن عبدود ہے ' اے فرزند اے حیدرؓ[2]

کہا بیشک یہ ابن عبدود ہے جانتا ہوں میں
مرے سرکار اس ابلیس کو پہچانتا ہوں میں

صاحبِ ذوالفقار کا جلال

جلالِ ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا
نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا

یہ صورت دیکھ کر مسرور تھا وہ نورِ ربانیؐ
جزاک اللہ کہا ' اور چوم لی حیدرؓ کی پیشانی

طمانیت کا عہدِ دائمی لولاک نے باندھا
کہ عمامہ علیؓ کے سر پہ دستِ پاک نے باندھا[3]

---

[1] حضرت علیؓ نے آواز دی میں ہوں مگر رسول اللہ نے روکا کہ عمر ابن عبدود ہے حضرت علیؓ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہ آتا تھا' عمرو دوبارہ پکارا اور پھر وہی ایک صدا جواب میں تھی (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] تیسری مرتبہ جب آنحضرت نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں کہ عمرو ہے (سیرت النبیؐ)

[3] آپ نے اجازت دی' خود دست مبارک سے تلوار عنایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا (سیرت النبیؐ)

اجازت لے کے شیر اللہ کا میدان میں آیا
بہرسو زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا
عجب خاموش گرمی تھی جلالِ شاہ مرداں میں
لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گردے نیستاں میں
ہوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے
اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے
دو جانب برسرِ خندق جہاں بھی رزم گاہیں تھیں
وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا جامد نگاہیں تھیں
فضا پر چھا گئی تھی دفعتہً پرہول خاموشی
کہاں کا شور و شر، دم سادھ کر بیٹھی تھی سرگوشی
بڑھے مولا علیؓ اک پروقار اندازِ عالی سے
جمال آرا تھا اطمینان اس شانِ جلالی سے
بہ شانِ سادگی نکلے بصد حُسن مہیب آئے
پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

ادھر تھا عمرو ابن عبدود اسوار گھوڑے پر
مسلح، غرقِ آہن، مستعد تیار گھوڑے پر
علیؓ نے ابنِ عبدِود کو دیکھا اور فرمایا
کہ تیرا اک بڑا دعویٰ[1] مرے سننے میں ہے آیا
سنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا
تو کہتا ہے کہ ان تینوں میں تو اک کام کر دے گا
کہا حیرت سے اس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے، جو تو نے سن لیا سچ ہے
کہا سچ ہے تو میں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا
بہت ہی بیشِ قیمت، نیک خوش آئین باتوں کا
مری پہلی طلب ہے یہ، کہ تو ایمان والا بن
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن
کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
میں اپنے قلبِ سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا

---

[1] عمرو کا قول تھا کہ دُنیا میں اگر مجھ سے کوئی شخص تین باتوں کی درخواست کرے گا تو ایک ضرور قبول کروں گا، حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا، واقعی یہ تیرا قول ہے۔

کہا، گر یہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا　　چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ لجا
کہا، یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن　　قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے، یہ بات ناممکن
کہا حیدرؓ نے دو باتیں تو میری تو نے رد کر دیں　　ازل سے تا ابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں
اگر اِن ہر دو کارِ نیک کا تجھ کو نہیں یارا　　تو آ میرے مقابل مجھ سے ہو اب معرکہ آرا[1]

ابنِ عَبدِ وُد کی حیرت اور غضبناکی

علیؓ کی تیسری خواہش پہ سناٹا ہوا طاری　　تکبر کی رگِ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری
رخِ ناپاک پر شعلہ بھڑک اٹھا جہنم کا　　غضب کے جوش میں بگڑا توازن طبعِ برہم کا
غرورِ پہلوانی چشم و ابرو پر ابھر آیا　　نکالی میان سے تلوار توسن سے اتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیرِ فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب　　کہ میرے سامنے آ کر ہو مجھ[2] سے جنگ کا طالب
میں ابنِ عبدِ وُد، اُستاد نامی پہلوانوں کا　　مری ہیبت سے ہے رُوپوش رستم داستانوں کا
مَیں وہ ہُوں جس سے زہرآب ہے جنگل کے شیروں کا　　شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا
ترا کیا نام ہے تو کون ہے او پیکرِ خاکی　　کہ حدِ انتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی[3]
کہا مجھ کو علیؓ کہتے ہیں اک بندہ خُدا کا ہوں　　مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفےٰؐ کا ہوں

---

[1] تیسری بات علیؓ نے یہ کہی کہ اچھا آ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عمرو بن عبدود حضرت علیؓ کے تیسرے سوال پر ہنسا، کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

[3] پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے نام بتایا اس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا، آپ نے فرمایا: ہاں لیکن میں چاہتا ہوں۔ (سیرت النبیؐ)

تحیر عبدود کو ہو گیا نامِ علیؓ سُن کر
فضائے دل میں اِک خفت سی تھی ذِکرِ جلی سن کر

کہا تو ہے ابوطالب کا بیٹا جانتا ہوں میں
بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہوں میں

تری ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اڑنا
پلٹ جا اے علیؓ تجھ سے نہیں میں چاہتا لڑنا

ابھی کم عمر ہے تو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
تفاوت دیکھ میں اسوار ہوں اور تو پیادہ ہے

تو میرے سامنے آیا ہے' قرباں تیری جرأت کے
میں وہ ہوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے

زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
یہ کیا سوجھی تجھے' زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟

اُدھر تُو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
مُجھ ایسے گرگِ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے

اِدھر میں ہوں کہ سر پر خود بھی تن پر زرہ بھی ہے
مبادا زخم کھا جاؤں' مری اس پر نگہ بھی ہے

مومنِ غیور

علیؓ کچھ مُسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
کہ تُو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا

تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوتِ ارضی
مگر ہے صاحبِ ارض و سما کی اور ہی مرضی

نہ کچھ تقریر کرنا' نے جھگڑنا چاہتا ہوں میں
تو چاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں میں

مجھے فرصت نہیں' کوشش نہ کر باتیں بنانے کی
یہ میداں ہے' ضرورت ہے یہاں جوہر دکھانے کی

بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

ابنِ عبدود کا وار

یہ سُن کر ابنِ عبدود ہوا بیتاب غصے میں
مثالِ مار کھائے اس نے پیچ و تاب غصے میں

غرور و ناز پر چادر چڑھی جہلِ مرکب کی
کیا اک وار کونچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب[1] کی

یہی شمشیرِ خُون آلود حیدرؓ پر بھی چمکائی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف تھیں تماشائی

یہ کافر بھی قدآور' تیغ دامن دار بھی بھاری
یہ بازو بھی تھا قوت دار اس کا وار بھی کاری

کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
ہوائیں دم بخود تھیں رک گیا تھا سانس ہستی کا

علیؓ نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضرب دشمن کی
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن[2] کی

سپر کے سینۂ بے کینہ میں غم سے شگاف آیا
جبینِ[3] حضرتِ شیرِ خداؓ نے زخم بھی کھایا

شیرِ زخمدار

فلک پر دیدۂ خورشید میں سُرخی ابھر آئی
لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی

علم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیرِ زخم خُوردہ نے
تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فسردہ نے

کیا یُوں ابنِ عبدود نے سر زیرِ سپر اپنا
عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا

جمی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فردِ لشکر کی
کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دستِ حیدرؓ کی

برشِ ذُوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دید بانوں کی
ہوئیں بیتاب بنیادیں زمینوں آسمانوں کی

حضرت علیؓ پیادہ تھے' عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اتر آیا اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں (سیرت النبیؐ)

عمرو غصے سے بیتاب تھا' اس نے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا' حضرت علیؓ نے سپر پر روکا تلوار سپر میں ڈوب کر نکل گئی اور پیشانی پر ی۔ (سیرت)

زخم کاری نہ تھا تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا' قاموس میں لکھا ہے حضرت علیؓ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی انی پر دو زخموں کے نشان تھے' ایک عمرو کے ہاتھ کا اور ایک وہ زخم جو ابنِ ملجم کی تلوار سے بوقتِ شہادت لگا تھا (دیکھو سیرت النبیؐ)

اُٹھی 'لہرائی 'جھومی ' گرپڑی جرأت کی متوالی   پھراُٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی
ہوائے حائل سپر ' جوشن زرہ ' اور چار آئینہ   مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ
سپر راضی نہ تھی قہر خدا کا بار اٹھانے پر   سرک کر ڈھال دی آئی بلا شانے کی شانے پر
بڑھا جب بار شانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ   بڑی سبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ
زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئینے پھوڑے   منہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے منہ توڑے
براہِ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی   لہو اور مغز جسم و استخواں کا چاٹ کر نکلی

ابنِ عبدود کا انجام

اِدھر ہلکی سی آوازِ برش شمشیر کی آئی   اُدھر دونوں جہاں سے اک صدا تکبیر کی آئی[1]
صدا اللہ اکبر کی اُٹھی کوہ وبیاباں سے   نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشمِ حیراں سے
یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہرِ آگاہی   کہ منصور و مظفر ہے بفضلِ حق یداللّٰہی
گرے مٹی میں ابنِ عبدود کی لاش کے ٹکڑے   دو رنگی کے مظاہر ' پیکرِ پرخاش کے ٹکڑے
اٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں   اِدھر تحسین ' اُدھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں
رسول اللہ کی آنکھیں تھیں بامِ عرش کی نگراں   نگاہِ عرش تھی عالی مقامِ فرش کی نگراں

شیرِ خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں

علیؓ خونِ جبیں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے   کہ ابنِ عبدود کے ساتھیوں نے اسپ ڈپٹائے

---

[1] دشمن وار کر چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی' ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلا
کیا۔ (دیکھو طبری)

جبیرہ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں   علیؓ پر تھے غضبناک و غصیل و خشمگیں تینوں[1]
بڑھے مولا علیؓ پر سونت کر تیغیں یہ دیوانے   کیا نرغہ اکیلے شیرِ حق پر تین اعدا نے
مگر جب ذوالفقارِ حیدریؓ چمکی تو گھبرائے   پھرا کر مرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے
جبیرہ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے   پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھڑ چڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبیرہ اور ضرار اُس پار خندق کے   مگر نوفل اُدھر میں گر پڑا ناچار خندق کے[2]
تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کماں والے   نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشاں والے
یہ صُورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو   میں خاطی ہی سہی، لیکن مری اک التجا مانو
یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ   مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگِ شریفانہ
صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ باصفا نکلے   سوالی کی صدا سُن لی بپاسِ التجا نکلے[3]
ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا   بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا
کیا چورنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی   ہوا مقبول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی

براہِ راست بے کھٹکے جہنم سے ہوا واصل
ذلیل انسان کو مرگِ شریفانہ ہوئی حاصل

---

[1] عمرو کے بعد ضرار اور جبیرۃ اور نوفل نے حملہ کیا لیکن ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو پیچھے ہٹنا پڑا (سیرت النبیؐ)

[2] نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا اصحابؓ نے تیر مارنے شروع کیے (سیرت)

[3] حضرت زبیر بن العوام نے نوفل سے خندق میں اُتر کر نبرد آزمائی کی اور اس کو قتل کیا کیونکہ اُس نے شریفانہ موت کی خواہش کی تھی۔ (تاریخ العمران)

فوجِ کفار پر ہیبتِ ذوالفقار

یدُ الٰہی کی یہ ضربت گراں تھی جانِ باطل پر
اُداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفانِ باطل پر

عجب تھی ذوالفقارِ حیدرِ کرار کی بجلی
نگاہوں سے دلوں پر جا گری تلوار کی بجلی

زباں کو مل گیا تھا درس شور و شر بُھلایا تھا
قبائل دم بخود تھے ایک سناٹا سا چھایا تھا

بڑا انعام پایا تھا نمودِ شہسواری کا
ہوا احساس افواجِ عدو کو خامکاری کا

علیؓ نے عبدود ایسا بہادر مار ڈالا تھا
کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا

بصد بیچارگی مارا گیا تھا آج نوفل بھی
جو قرشی قوم میں سالار بھی تھا مردِ افضل بھی

نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کدانے کا
کیا سب نے ارادہ ترک خندق پار لےجانے کا

سمجھ میں آج دست و بازوئے شیرِ نجف آئے
قبائل سخت بیدل ہو کے خیموں کی طرف آئے

دلوں میں ہول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی
جہاں بھی اُن کے ڈیرے تھے اُداسی ہی اُداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس[۲]

بیک ضربِ علیؓ تھا کارخانہ منقلب سارا
سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا

ابُوسفیان نے سالارانِ خاص الخاص بلوائے
ضرار آئے جبیرۃ آیا ابن العاص[۳] بھی آئے

---

[۱] عمرو ابن عبدود کا حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہونا لشکرِ کفار میں خوف سے دیکھا گیا نوفل قریش کا بہت بڑا آدمی تھا قریش نے ان کی لاشیں حاصل کرنے کے لیے بہت سا روپیہ مسلمانوں کو دینا چاہا مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ لاشیں ان کو دے دی جائیں مشرکوں کے نجس روپے کی ہم کو ضرورت نہیں (دیکھو زرقانی)

[۲] اس دن اس کے سوا اور کوئی کارروائی نہیں ہوتی یہ رات بڑی تجویزوں اور تیاریوں میں گزری (خاتم النبیین)

[۳] اب مشرکوں کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا کہ قریش کے مشہور جنرل ابوسفیان خالد بن ولید عمر بن العاص ضرار ابن الخطاب اور جبیرۃ کا ایک دن مقرر ہوا (دیکھو سیرت النبیؐ)

برائے مشورہ خالد بھی پہنچے' عکرمہ آیا   بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا
کہا خالد نے ٹکراؤ نہ حق کے جوشِ غیرت سے   مبادا بجلیاں گرنے لگیں دامانِ رحمت سے
محمدؐ کے صحابہ زور و جرأت میں یگانے ہیں   ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پرانے ہیں
جبیرہ نے کہا' لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا   ہے بے معنی دہانِ شیر میں اس طرح جا پڑنا
بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے   کوئی نقصاں اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

ابوسفیان کی تقریر

ابوسفیان بولا' آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے   ابو طالب کے بیٹےؓ سے ہمارا ناک میں دم ہے
اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے   ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے
تو ساری کثرتِ تعداد کا جی چھوٹ جائے گا   ہمارا اتحادِ باہمی بھی ٹوٹ جائے گا
یہ جمعیت[1] دوبارہ ہم فراہم کر نہیں سکتے   قبائل کو ہمیشہ زیرِ پرچم کو نہیں سکتے

کفار کے مقاصدِ جنگ

قبائل آئے ہیں مالِ غنیمت کی اُمیدوں سے   ہمارے اور یہودی قوم کے وعدے وعیدوں سے
یہودی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو   لڑائی اصل میں کیا ہے' نہیں ہے' یہ دماغ ان کو
یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگدستی میں   فقط اللہ ہی اللہ ہے مسلمانوں کی بستی میں
کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں   مسلمانوں کی باتیں سُن کے ان کے ڈھب پر آ جائیں
یہودوں کی محمدؐ سے بغاوت اور ہی کچھ ہے   قریشی قوم کی وجہِ عداوت اور ہی کچھ ہے

---

[1] جاہلیت میں کبھی اتنا بڑا لشکر قریش کے زیرِ پرچم نہ آیا تھا جتنا احزاب کی لڑائی میں (تاریخ العران)

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلی سیادت کا　　عرب میں جس سے حاصل ہے ہمیں رتبہ قیادت کا
ہمارا اس عرب پر اقتدارِ قومی و ذاتی　　بتانِ کعبہ کے دم سے ہے عصبی اور جذباتی
رئیسانِ قریشی کی یہ سب شانِ رئیسانہ　　قبائل پر تحکم حاکمانہ بلکہ شاہانہ
یہ سب نذریں نیازیں ناز برداری یہ تعظیمیں　　ہمارے حکم پر لونڈی غلاموں کی یہ تقسیمیں
یہ سب ہے اُن عوام الناس کے ضُعفِ عقیدت سے　　ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت[2] سے

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں　　خُدا والوں کی بستی لُوٹ لے جانے کو آئے ہیں
قبائل کو نہیں معلوم بُت کیا ہیں خُدا کیا ہے　　شعور اُن کا ابھی ایسے مسائل سے معرا ہے
اگر تبلیغِ اسلامی نے ان کو کرلیا قائل　　مساوات واخوت پر اگر یہ ہوگئے مائل
تو یہ ساری مشیخت خاک میں مل جائے گی اپنی　　عوام الناس کے ہاتھوں سے شامت آئے گی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جُبیرہ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ　　مدبر ہو یہ گتھی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ
وہ بولے ہاں قریشی قوم ہے اس جنگ کی بانی　　یہ سارا لشکرِ جرار ہے تمہیدِ سُلطانی
ہمارے زیرِ پرچم متحد جتنے قبائل ہیں　　قیامِ سلطنت کے واسطے عمدہ وسائل ہیں

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ جلد اوّل

[2] مکہ کی عزت کعبے کی وجہ سے تھی؛ قریش خاندان تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا وہ ہمسائیگان بلکہ آل اللہ کہلاتے تھے (سیرت)

اگر سَر کرلیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو
تو گویا پا لیا تخت شہنشاہی کے زینے کو
مسلماں واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظّم بھی
تہور بھی ہے ان کے پاس اور تدبیر محکم بھی
ہماری کثرتِ تعداد ہے تدبیر سے خالی
ہماری فوج میں بھی شیر ہیں، لیکن سبھی قالی
ہمیں تنظیم کرنا چاہیے اپنے عناصر کی
کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالارِ ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

ابُوسفیان بولا ، خیر جتنے بھی قبائل ہیں
غنیمت ہے ابھی تک لات و عزّیٰ ہی کے قائل ہیں
کہا خالدؔ نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو
سنائی دے رہی ہے دمبدم آوازِ قُم ان کو
کشش تُم کو نہیں معلوم شاید کملی والے کی
جلادیتا ہے وہ شمعیں اندھیرے میں اُجالے کی
قبائل سُن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ مخلوقِ خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں
کہ عزّیٰ اور ہبلؔ کچھ بھی نہیں بیجان پتھر ہیں
کہ ان بودے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں
کہ جتنے بھی خُدا کعبے میں ہیں بیکار ہیں سارے[۱]
مدد کیا، آپ خود ہل جُل نہیں سکتے وہ بیچارے
بشر ڈرتا ہے کیوں خودساختہ پتھر کی مورت سے
مرادیں مانگتا ہے کس لیے ہر بدمہورت سے

فرزندِ ابوجہل کا نقطۂ نظر

یہ سُن کر عکرمہؔ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
یہ کیا تعلیم ہے جس کی کشش سے تم بھی ڈرتے ہو
وہ کہتا ہے کہ ان دیکھا خُدا رحمٰن وقادر ہے
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے
وہ کہتا ہے زمین و آسماں انساں کے خادم ہیں
نہ خود بالذات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں

---

[۱] الکم و تعبدون من دون الله حصب جهنم (القرآن) تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔

وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابعِ حق ہیں   جو ان کو پوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں
اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے   بشر ہو یا مَلک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے

ابُوسفیان بولا ' عکرمہ تُم بات کو سمجھو   یہی نکتہ ہے خالد کا کہ امکانات کو سمجھو
اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسا پڑھائے گا   تو یہ انبوہِ آدم زاد پھر کس کام آئے گا
عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں   ہماری پیشوائی کے نشاں معدُوم ہو جائیں[1]
عرب میں اک خدا کا دین ہو جائے اگر جاری   ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریش کو نسلی برتری کی تشویش

مساواتِ بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ   عوام الناس ہو جائیں گے فوراً اس کے گرویدہ
غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا   خوشی سے پُھول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا
پُرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی   نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی
حدیں ہم حجِ کعبہ پر جو عاید کرتے رہتے ہیں   ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں[2]
ہے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک   قریب و دُور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک

---

[1] اسلام کا فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار کا اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اس لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] قریش نے اس بناء پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج قریش کے لئے عرفات کا جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں' قریش کا لباس اختیار کریں۔ (ورنہ ان کو عریاں ہو کر کعبہ کی طواف کرنا ہوگا' اسی بناء پر ''طواف عریاں'' کا رواج ہو گیا۔ (سیرل النبی بحوالہ ابن ہشام)

اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی   ہماری ہی طرح سب ہیں مکرم بھی معظم بھی
اگر ہم میں نہ کوئی امتیاز خاص جانیں گے   تو پھر کاہے کو یہ عامی ہمارا حکم مانیں گے
جبیرؔہ نے کہا 'خیر اب یہ لمبی بحث جانے دو   خلاصہ کیا ہے باتوں کا نتیجے پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

اُبوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے   ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے
غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے   اگر ہم آج چوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے
تدبر شرط ہے 'موقع نہیں ہے جلد بازی کا   بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا
قریظہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں   ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہیں بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ اُن کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی   جو میٹھے بھی ہیں ظاہر میں' مگر ہیں زہر والے بھی
مسلماں ہیں مسلمانوں سے جی بیزار ہے اُن کا   ہمارا خواجہ تاش ابنِ اُبی سردار ہے اُن کا
یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ   اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ
محمدؐ کی مخالف یہ جماعت ہے' دل وجاں سے   پلٹ کر چل دیے تھے سب اُحد کے[1] روز میداں سے
ہمیں نے بیوقوفی سے اُحد کے روز جی ہارا   وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہم کو دوبارا

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرؔہ نے کہ بیشک یہود اور یہ مسلماں بھی   ہمارا ساتھ دیں' تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم

بغاوت شہر میں کردیں جو باشندے مدینے کے
مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے
پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے
انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے
بغاوت شہر میں' باہر سے ہو اک زور کا دھاوا
بنادیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا
مسلمانوں کو چاروں سمت سے اس آگ میں ہانکیں
جلیں جب عورتیں بچے تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں
ہمیشہ کے لیے یہ شہر جل کر خاک ہو جائے
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہوجائے

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
ملی اب چند پختہ کار سرداروں کو سرداری
مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا
بٹھائی ہر جگہ چوکی' جمایا ہر طرف ڈیرا۱
ہوئیں مخدوش ہر سو منزلیں بھی اور راہیں بھی
مکاں بھی شہر بھی اور مسجدیں بھی خانقاہیں بھی
تہیہ تھا بہے اب خونِ ناحق ندیاں ہوکر
مسلمانوں کی لاشیں ان میں تیریں مچھلیاں ہوکر
کیا یہ انتظامِ پختہ ظالم خامکاروں نے
رسد آنے کی راہیں بند کردیں پہریداروں نے
ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
ہوا چاروں طرف سے خوف کا پیغام لاتی تھی
خُداوالوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
رسد نایاب بے خوابی بہت بھاری اذیت تھی
یہاں چھاپا' وہاں دھاوا' اِدھر یورش' اُدھر حملہ
بہر جانب بہر سُو روز و شب شام و سحر حملہ۲

---

۱ جب کفار نے یہ دیکھا کہ خندق کی وجہ سے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی محال ہے' تو انہوں نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا' اور خندق کے کمزور حصوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گئے (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

۲ کفار کے سپاہی مسلمانانِ مدینہ کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے کبھی ادھر ہجوم کرتے جب مسلمان ان کو دفع کرنے کے لیے ادھر آتے تو وہ رخ پلٹ کر دوسری جانب حملہ کردیتے' مسلمان بھاگ کر وہاں پہنچتے' یہ طریق دن اور رات برابر رہتا۔

(تاریخ العران باب غزوۂ احزاب)

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسول اللہ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں　　　نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تزویریں
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو　　　خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
فریبِ کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادیؐ　　　کئے تھے اندرونِ شہر استحکامِ بنیادی
جنابِ زیدؓ کے ہمراہی اور سلمہ کی جمعیت　　　مدینے کے ہر اک ناکے پہ تھے سامانِ تقویت[1]
اگرچہ فقر فاقہ تھا' رسد کی عام تھی تنگی　　　مسلمانوں کا استقلال تھا تصویر یک رنگی
قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے　　　مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورینِ خندق پر شدت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری　　　مسلسل اس طرف خندق پہ حرب[1] وضرب تھی جاری
سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی　　　بسا اوقات راتوں کو بھی شبخونوں کی جولانی
نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر　　　مجاہد مستعد تھے جاں نثاری پاسبانی[2] پر
مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا　　　مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا
کمانیں' تیر' پتھر اور گوفن لے کے دیوانے　　　طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے

---

[1] آپ نے حضرت سلمہ بن اکوع کو دو سو مسلمانوں اور حضرت زیدؓ ابن حارث کو تین سو جوان مردوں کی جمعیت سے جدا جدا روانہ کیا کہ مدینے میں گرد اوری کریں اور اپنی بساط بھر مسلمانوں کے اہل وعیال کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھیں' تاریخ (ارض مقدس)

[2] کفار نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا' اور ساتھ ہی خندق پر زور ڈالا' اور صبح سے شام تک بلکہ اکثر راتوں کو بھی ہجوم کرتے اور تیر اور سنگ باری ہوتی رہتی۔ (تاریخ العمران)

[3] ان دھاووں کا جواب مسلمان دیتے جن کو آنحضرتؐ نے جابجا خندق پر متعین کیا تھا تیروں سے دیتے اور ہر جگہ مستعدی سے دفاع کرتے تا آنکہ کسی کو خندق کے اُس پار نہ آنے دیتے اور سلسلہ جاری رہتا۔ (دیکھو ابن سعد خمیس وزرقانی)

سحر سے شام تک طوفانِ سنگ وتیر کی موجیں
لبِ خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی موجیں
مسلماں بھوک کے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے
یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بے چارے
رسول اللہ کا چہرہ فقط ڈھارس بندھاتا تھا
اُسی کا صبر واستقلال ان کے دل بڑھاتا تھا[1]
اُسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا
اسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقینِ مدینہ کی روگردانی

اِدھر رحمٰن کے بندوں کا عزمِ حوصلہ مندی
اُدھر شیطاں پسندوں کی بھی دیکھو فطرتیں گندی
منافق جو بہرصورت شرانگیزی پہ عامل تھے
منافق جو بہرآئینہ ہر فتنے میں شامل تھے
بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے
دراندازی سے غافل آج درانداز کیوں رہتے
مسلمانوں پہ زد آئے، منافق کیوں نہ راضی ہوں
جب ایسا روزِ بد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں
منافق کیوں نہ راضی ہوں، منائیں جب عدو خوشیاں
نظر آئیں جو بیرونِ مدینہ چارسو خوشیاں
مگر خیلِ منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں
یہ زہرِ تلخ تھیں ناخوشگوار و ناموافق تھیں
بظاہر ہنس نہ سکتے تھے، مسلمانوں سے ڈرتے تھے
بشکلِ دردمندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک باقی سارے بندوبست کچے ہیں
گھروں کی فکر لازم ہے، گھروں میں بال بچے ہیں
سرِ خندق رہیں ہم اور گھر برباد ہوجائیں
عیال، اطفال، پونجی، مال وزر برباد ہوجائیں

---

[1] صحابہؓ مشقت بھوک اور پیاس اور بے خوابی سے ایسی ہلاکت میں مبتلا تھے کہ آنحضرت کو اُن پر ترس آتا تھا اور آپ ہر شخص کو ڈھارس دیتے۔ (اخبار الایمان)

بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے، لڑائی کا
کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کھائی کا
ہزاروں دستہ ہائے فوج گردِ شہر پھرتے ہیں
گھروں کو گھورتے ہر سُو بچشمِ قہر پھرتے ہیں
یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے
وہ مل جائیں گے دشمن سے ہمیں اس بات کا ڈر ہے
نبیؐ نے گرچہ کچھ پہرے بٹھائے ہیں مگر کیا ہے
بھلا اس روند پھرنے سے بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
تو کیا کرلیں گے یہ دو تین سو تیر و تبر والے
اُدھر ہیں پہرے داروں میں مہاجر مکے والے بھی
وہ بیشک نیک نیت ہیں بہادر بھی جیالے بھی
میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھالیں پاسبانی سے
بشر کو دوسرے کا دردِ مشکل ہی سے ہوتا ہے
تقاطر آنکھ میں فوارۂ دل ہی سے ہوتا ہے
ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائیں گے صاحب[1]
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئیں گے صاحب

منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے

منافق جو بجبوری شریکِ اہلِ ایماں تھے
انہی حیلوں بہانوں سے دمادم اب گریزاں تھے
منافق کو نہیں توفیق ملتی نصرتِ دیں کی
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہے آنکھ بدبیں کی
مسلماں ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
"مسلماں ہوں" یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے
منافق کے لیے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل
بوقتِ امتحاں ثابت قدم رہنا بہت مشکل[1]

---

[1] منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

رسول کا تحمل

نبیؐ سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے
تو چہرے سونت لیتے شکلِ مجبوری بناتے تھے
رسول اللہ پر ظاہر یہ ہر حیلہ بہانہ تھا
کہ نیت ان کی میداں چھوڑنا تھا گھر کو جانا تھا[۱]
نبیؐ سنتا تھا روز و شب بہانے ان کمینوں کے
اسے معلوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا لعینوں کے
نہ تھی بے غیرتوں کو حاجت اب غیرت دلانے کی
تحمل سے اجازت ان کو مل جاتی تھی جانے کی
براہِ مکر و حیلہ یہ منافق تھڑدلے سرکے
رہِ صدق و صفا پر رہ گئے پیرو پیمبرؐ کے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

خدا ہی منزلِ مقصود ہو جن کی نگاہوں میں
غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں ان کی راہوں میں
مؤذن نغمۂ اللہ اکبر لے کے اٹھتا ہے
جہانِ کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اٹھتا ہے
جہاں صدق و یقیں ہیں پیش خیمے خوش نصیبی کے
منازل پیش آتے ہیں وہیں شامِ غریبی کے

---

[۱] منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے (سیرت النبیؐ)

[۱] اذ جاء وکم من فوتکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنا لك ابتلی المؤمنون وزلز لو ازلزالاً شدید ٥ (سورۂ احزاب)

[۱] یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ج ان یریدون الا فرارا (احزاب)

[۱] احسب الناس ان یتزکو ان یقولو امنا وھلم لا یفلتون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن الکذبین ۔ (العنکبوت)

جب دشمن بلندی سے اور پستی سے آ پڑے اور جب آنکھیں پتھرانے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تب مسلمانوں کے امتحان کا وقت آ گیا اور زور زور سے لرزنے لگے۔

کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، گھر کھلے نہیں بلکہ بھاگنا چاہتے ہیں۔

کیا لوگ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا، لہٰذا خدا ضرور معلوم کرے گا کون سچا ہے کون جھوٹا ہے۔

ودیعت جن کو ہوجاتا ہے ذوقِ نیک انجامی   انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیرِ ناکامی
جو دنیا کے لیے آتے ہیں لے کر دورِ خوشحالی   انہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے پامالی
جنہیں قسمت سے رحم وعدل کے اعمال ملتے ہیں   وہ اکثر زخم کی دولت سے مالا مال ملتے ہیں
جوانساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے   گزرتے ہیں وہی انبوہ سے اعدائے جانی کے
جودولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی   انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا   اسی صورت بنی آدم کی بگڑی کو سنورنا تھا
تصور میں ذرالاؤ تو وہ ایامِ محصوری[1]   کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھا جب خطۂ نوری
مدینہ سربسر کفار کے گھیرے کے اندرتھا   بگردِ طور آتشناک ظلمت کا سمندر تھا
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر   ہلاکت آفرین و پُرخطر ماحول کے اندر
بلند و پست بیرونِ مدینہ تار و تیرہ تھا   وہ فوجیں بحرِ ظلمت اور مدینہ اک جزیرہ تھا

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلماں جانتے تھے کیا ہیں یہ اعدائے بیرونی   لٹیرے ' بے مروت ' بے اصول وپیشہ ورخونی[2]
اُڈتے چیختے چنگھاڑتے لشکر درندوں کے   لہوپی جانے والے قاتلوں ایذادہندوں کے

---

[1] شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا کہ آنحضرتؐ نے ان کو عموماً شہر کے ایک خاص حصے میں جو ایک گونہ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا' اکٹھا کر دیا تھا مگران کی حفاظت کے لئے بہت سے آدمی فارغ نہیں کئے جاسکتے تھے جب چاروں طرف حملوں کا زور ہوتا اور شہر کے متعین دستے دشمنوں کو دفع کرنے کے لیے جاتے تو ضعفاء اور عورتیں بچے غیر محفوظ رہتے (تاریخ العمران باب غزوۂ احزاب بحوالہ ترمذی)

[2] تمام قبائل ایک دوسرے پرڈاکہ ڈالتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے (سیرت النبیؐ)

عرب کے یہ قبائل شہرۂ آفاقِ زمانہ تھے   کہ قتلِ عام ایذا دہی میں سب یگانہ تھے[1]
فنِ غارت گری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی   تبہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعویٰ یکتائی
زباں زد کارنامے تھے بہت ان سورماؤں کے   پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان ماؤں[2] کے
پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو   یہ کر دیتے تھے چورنگ ہوائی شیرخواروں کو[3]
بہت خوش اس لیے تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے   کہ خطرے میں تھی اکثر دولتِ ناموس و ننگ ان سے
اصول اخلاق کے مسموع تھے ان کو نہ باور تھے   یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برون شہر' ایسے لشکرِ غدار کے ریلے   ادھر موجود قلبِ شہر میں شیطان کے چیلے
منافق اندرونِ شہر تھے اشرار کی ٹولی   یہودی ان کے ہمدم' ہم سخن' ہمراز' ہجولی[4]
یہ مارِ آستیں خفیہ ہی خفیہ جانے کیا کر دیں   بلالیں دشمنوں کو شہر میں آفت بپا کر دیں
مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے   تو معصوموں نہنوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

آزمائش کے دن[5]

بہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی   عجب عالم میں بستے تھے مسلماں شہر کے باسی

---

[1] اسیرانِ جنگ کو قتل کرتے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالتے بلکہ آگ میں جلا دیتے' زبانوں میں کانٹے چبھوتے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دیتے تاکہ انتہائی کرب سے مریں' دشمنوں کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے (العادۃ العرب)

[2] حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے اور ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنتے (دیکھو سیرت النبیؐ)

[3] بچوں کو تیروں سے مارتے' تفریحی طور پر چاندی مار کرتے اور تماشا دیکھتے (دیکھو سیرت النبیؐ)

[4] یہودیوں نے شہر کے اس حصہ پر حملہ کرنے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے۔ (ابن ہشام)

[5] اذ جآءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت یاد کرو جب دشمن بلندی سے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دلوں میں ذکرِ حق آنکھوں میں تھی تصویرِ اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ و ریشہ

سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادیؐ کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے

وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا

خندق پر جماعتِ مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردانِ حق آگاہ خندق پر
بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر

منافق چل دیے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں
قریظہ کے یہودی کر چکے تھے جنگ کا اعلاں

خلاصہ اہلِ ایماں کا محمدؐ کی قیادت میں
جہاد و سعی کو موجود تھا فکرِ شہادت میں

فلک پر بادلوں میں ٹکڑیوں جیسے ستاروں کی
سرِ خندق عیاں تھیں صورتیں ایمان داروں کی

گھٹائیں ابرِ ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں
مگر ان کے رخِ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں [1]

انہی کے درمیاں خورشید پیغامِ الٰہی کا
سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت' انتہائی استقلال

منافق جا چکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر
مسلمانوں پر عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر

یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
کلیجے منہ کو آ جاتے ہیں' اور جی چھوٹ جاتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنون ٥ ھنالك ابتلی المؤمنون و زلزلوا زلزالاً شدیدا ٥ (احزاب)

[1] ولیمحص الذین امنوا (آل عمران)

آ پڑے اور آنکھیں ڈگنے لگیں اور دل حلق میں آ گئے۔ اور تم لوگ خدا کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وقت مومنوں کے لیے آزمائش کا تھا' اور وہ زور زور سے لرزنے لگے۔

اور یہ بھی مقصود تھا کہ خدا مسلمانوں کو خالص کر دے۔

[2] مسلمانوں کے چہرے کی ہشیاری حملہ آوروں کی فوجوں کو روکے ہوئے تھی (مارگولس)

[3] منافقین جب مختلف بہانے بنا کر رخصت ہو گئے تو بقیہ مجاہدین کو بڑی عبرت ہوئی مگر وہ ثابت قدم رہے (تاریخ اسلام)

مگر یہ بندگانِ حق فدائی دین و ملت کے   یم کثرت کو دکھلاتے رہے انوار قلت کے
اگرچہ مائیں بہنیں بیویاں اطفال رکھتے تھے   سبھی کچھ حسبِ حال واستطاعت مال رکھتے تھے
مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے   زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے

ساری دُنیا کی بھلائی کے لیے

نظامِ آسماں بہرِ زمیں تھا ان کے مقصد میں   قیامِ امن اور پیغامِ دیں تھا ان کے مقصد میں
یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے   قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
پناہِ زندگی تھا زورِ دست حق پرست ان کا   بہرسو منتظر تھا ہر نحیف و زیردست ان کا
ازل سے جو شرف انسان کے حصے میں آئے تھے   محمدؐ کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا   یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا
شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوشِ اصالت سے   لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشیدِ رسالت سے

جذبۂ ادائے فرض واحساسِ ذمہ داری

یہ لا تفسدوا فی الارض[1] کی تفسیر تھے گویا   یہی بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا
یہ محکوموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے   یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے
انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی   نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی
ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندق پار سے ان کو   کہ اُمیدِ بہی ہرگز نہ تھی کفار سے ان کو

---

[1] زمین پر فساد نہ پھیلاؤ (قرآن)

بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل ان کی
مگر تھی قوتِ ایماں وکیل ان کی کفیل ان کی
صحابہؓ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
کیا تھا منسلک ان کو نبیؐ کی ذاتِ والا نے
نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمہ داری کا

جماعت کا تحفظ

جماعت کے تحفظ کے لیے ہر فرد کوشاں تھا
یہی ہر حال بنیادی اصولِ حق نیوشاں تھا
جماعت سے الگ سعی بقا کرتا نہ تھا کوئی
اکیلی جان جینے کے لیے مرتا نہ تھا کوئی
دلِ ہر فرد میں قائم تھا یہ احساسِ بنیادی
نہ ہو میری ہی غفلت کا نتیجہ سب کی بربادی
کہیں غافل نظر آئیں جو پہرے دار خندق کے
تو فوجیں قاتلوں کی آ گھسیں اس پار خندق کے
نظر چوکے تو خندق پاٹ دیں یا پل بنا ڈالیں
دغابازی کریں شبخون کی طرحِ وغا ڈالیں
کسی اک فردِ واحد کی ذرا سی ایک غفلت سے
جہاں محروم ہوسکتا ہے اسلامی جماعت سے
مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا
جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحادِ جماعت

شجر کی زندگی سے ہے بقائے برگ وابستہ
جماعت سے ہے انساں کی حیات ومرگ وابستہ[1]
جماعت کی بقا ہے اتحادِ جان و ایماں سے
مسلماں فرد ہے مربوط اجماعِ مسلماں سے
مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
نہاں سینوں میں اشکِ گرم وآہِ سرد رکھتے ہیں
بہر حالت بہر صورت شعارِ راست کرداری
وفاداری جماعت سے ہے پایانِ وفاداری

---

[1] حدیث شریف ہے کہ فرمایا: المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا و شبك بين اصابعه (بخاری عن ابی موسیٰ کتاب المظالم)۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مومن اس طرح مل کر رہتے ہیں۔

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے		جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و عزیمت سے
مگر احساسِ ذاتی پر نہ تھا کوئی غرور ان کو		بہ شانِ انکسار و عجز ملتا تھا سرور ان کو
یقیں تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی		کہ ہے بیداریٔ نوعِ بشر تعبیرِ خواب ان کی
جگا کر خاکیوں کو گنبدِ افلاک کے نیچے		ہوا کیا مشتِ خاک اپنی جو سوئے خاک کے نیچے
یہ دنیا چند روزہ ہے سرائے دہر فانی ہے		فقط اسلام کو حاصل حیاتِ جاودانی ہے
ادائے فرض ہی میں مژدۂ گلزارِ جنت ہے
یہی فضلِ خدا ہے اور یہی آغوشِ رحمت ہے
مراد اِن کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو		زمانے بھر میں شمعِ ملتِ اسلام روشن ہو

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شے ہو		ہزاروں قاتلوں کا لشکرِ جرار درپے ہو
جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہو نہ ساماں کی		وہ کیسے تاب لا سکتے ہیں ایسے تند طوفاں کی
سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو		نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو
سحر سے شام تک تیروں کا سوفاروں کا مینہ برسے		رسد آنے نہ پائے جانِ شیریں آب کو ترسے
مسلسل دن گزرتے ہوں مشقت میں صعوبت میں		کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت میں[1]

---

[1] خندق پر کوئی دن حملے سے خالی نہ جاتا تھا' راتوں کو بھی بار بار خندق کے کناروں پر قبائل کے سوار اور پیادے دوڑ لگاتے تھے صحابہؓ کرام دن بھر ان کے حملوں کا جواب دیتے' اور راتوں کو پہرے پر رہتے' اس حال سے بھوک پیاس سے نڈھال تھے اور سو بھی نہ سکتے تھے' شب خون کا ہر وقت خطرہ تھا۔ (اخبار الایمان)

مسلسل جن کے روزے ہوں مسلسل فقر و فاقہ ہو   نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو[1]
اُدھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں   یہاں گھر کا تصور ہو تو بچے تک بلکتے ہوں[2]
نظر آئیں اِدھر پرخوریاں بھی مے گساری بھی   اِدھر پتھر شکم پر باندھ لیں محبوبِ[3] باری بھی
یہ عالم ہو' یہ نقشہ ہو' یہ صورت' یہ قرینہ ہو   یہ حالِ زار اک دو دن نہیں پورا مہینہ ہو

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورتِ حالات پیش آئے   تو دل سے پوچھتا ہے نفس "پیارے کیا کیا جائے"
دلِ کمزور حفظِ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے   مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دکھاتا ہے
یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں   نگاہیں حجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں
یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایماں کی جدائی کا   دکھاتا ہے تصورروئے دلکش بے وفائی کا
جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں' کلیجے منہ کو آتے ہیں   دل و جاں باہمی سازش سے ایماں کو دباتے ہیں
یہی دنیا میں دیں کے امتحاں کا وقت ہوتا ہے   یقیں پر نرغۂ وہم و گماں کا وقت ہوتا ہے
یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطاں مسکراتا ہے   رگِ کمزوریٔ انساں فرشتوں کو دکھاتا ہے

فریبِ نفس کا یہ مرحلہ' توبہ معاذ اللہ
رہِ حق میں خلیجِ حائلہ' توبہ معاذ اللہ

---

[1] صحابہ کرام اور آنحضرت کو غزوۂ احزاب کے دنوں میں سخت ترین ایام سے گزرنا پڑا' مسلسل فاقے آتے تھے جب کچھ ملتا تھا تو حصہ رسدی مقرر کر دیا جاتا تھا لیکن وہ اتنا کم ہوتا تھا جس سے بھوک اور بھڑک اٹھتی تھی باہر کی راہیں بالکل بند تھیں۔ کہیں سے کچھ آ نہ سکتا تھا (تاریخ العمران باب غزوۂ خندق)

[2] قبائل کے پاس رسد مہیا تھی اور جگہ جگہ آگ جلتی نظر آتی تھی اور کھانا تقسیم ہوتا تھا' لیکن مسلمانوں کی طرف قحط تھا۔ (تاریخ العمران)

[3] غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ نے بھوک کے مارے سیدھے کھڑے نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھے رکھے تھے اور آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے (دیکھو ترمذی ابواب الزہد)

کون ثابت قدم رہتا ہے

مصیبت جب حدِ برداشت سے باہر نکل آئے
تو کچھ مشکل نہیں انسان رستے سے پھسل جائے
فقط ایمانِ کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے'
فقط دستِ یقیں گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے
محمدؐ کے صحابہؓ کا یقینِ کامل و محکم
دلِ مضبوط کا یاور تھا جانِ زار کا ہمدم
صحابہؓ کا یہ ایماں معجزہ تھا ان رسولوں کا
جوانگاروں کے بستر پر مزہ لیتے ہیں پھولوں کا
یہی ایماں تھا ابراہیم و اسمٰعیل کا ایماں[1]
رضا کارانہ جوشِ طاعت و تسلیم کا ایماں
یہ پیغمبر نہ تھے لیکن بصد حسن و خوش اسلوبی
نمایاں کر رہے تھے از سرِنو صبرِ ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ وجلال ان سے
جمال آرا تھی روح اللہ کی شانِ جمال ان سے

اصحابِ محمدؐ کا ایمان

یہ اصحابؓ اور یہ ایمان اصحابِ محمدؐ کا
کرشمہ تھا فقط مہر جہاں تابِ محمدؐ کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقیں ان کا
یہی دنیا تھی ان کی اور یہی دراصل دیں ان کا
یہی محکم یقیں تھا ان کے استقلال کا باعث
ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث[2]
یقینِ نصرتِ حق پر یقینِ کامیابی تھا
پیمبرؐ کی حضوری تھی' سرور کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیانِ باطل کے
امڈتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفانِ باطل کے

---

[1] ان ولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهی النبی والذین المنوا واللہ ولی المؤمنین٥ ساری مخلوق میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ابراہیم کی پیروی کریں اور یہ نبی اور ایمان لانے والے لوگ' خدا ایمان لانے والوں کو دوست دار ہے۔

[2] محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیروؤں اور اصحاب میں ایسی فدا کاری بے نفسی اور للہیت پیدا کر دی تھی جس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی اور یہی وجہ تھی کہ یہ عرب لوگ اور پیروان عرب ان تمام لوگوں پر غالب رہے جو ان کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور یہی بے نفسی تھی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب کیا' ان کے مخالف باوجود قوت اور دنیوی سامان کے مغلوب ہو گئے (سکاٹ)

یقیں آیاتِ حق پر اور محکم اور محکم تھا[1]
اطاعت کے لیے ہر بندۂ تسلیم سرخم تھا

مسلسل آزمائش

ثبات وصبر سے ضربِ حوادث ان کو سہنا تھا
جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا

رواں پیہم دواں سیلابِ تیروسنگ کی آندھی
مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی

برابر تیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے
کہ جیسے زلزلہ خود وادیٔ زلزال سے گزرے

برابر تیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری
مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری[2]

برابر سنگ آتے تھے برابر تیر گرتے تھے
کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نخچیر گرتے تھے

سرکردۂ انصار سعد ابنِ[3] معاذ

بزرگِ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی
ہوئے مجروح تیرِ جاں ستاں سے وقتِ جانبازی

اگرچہ[4] زخم کاری تھا مگر قائم تھے میداں میں
کہ وقفِ کار تھی ایمان کی قوت رگِ جاں میں

---

[1] ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما۔ (احزاب)

جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہی تو وہ ہے جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول سچے ہیں پس یہ ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی کا باعث ہوا۔

[2] قریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ ایسی سختی سے قائم رہا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کی شاخ بن اشہل کے سردار تھے آنحضرت کی ہجرت مدینہ سے پیشتر جب حضرت معصبؓ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے یہ ایک دن بہت جوش کے ساتھ آئے اور حضرت معصب اور ان کی باتیں سننے والوں کو بُرا بھلا کہنے لگے حضرت معصبؓ نے کہا آپ ذرا بیٹھئے ہماری بات سنئے پسند نہ آئے تو انکار کیجئے' یہ بیٹھ گئے قرآن مجید سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اپنے قبیلے کی طرف گئے۔ پوچھا تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ وہ بولے آپ ہمارے سردار ہیں' آپ کی رائے اور تفتیش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے سعدؓ نے کہا: تو سن لو۔ تم میں سے مرد ہو یا عورت جب تک وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے میں اس سے بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبیلہ ایک تمام دن میں مسلمان ہو گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھو طبری

[4] معرکۂ احزاب میں اہلِ اسلام کا باقی نقصان کم ہوا۔ لیکن انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا احزاب میں سعدؓ کی جرأت کا حال تفصیل سے سیرت النبی میں مذکور ہے۔ صفحہ ۳۹۷ لڑائی شروع ہوئی تو سعد ہتھیار لیے ہوئے گھر سے لبث قليلا تدرك الهيجا لا باس بالموت اذا لموت نزل کہتے ہوئے نکلے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذرا ٹھہر جانا تا کہ جنگ میں ایک اور آدمی بھی پہنچ جائے' کیونکہ وقت آ گیا ہے تو موت سے کیا خوف' سعدؓ کی ماں نے سنا پکاریں بیٹا دوڑ کر جا تو نے دیر لگا دی (اخبار الایمان)

کہاں اس زلزلے میں وقفۂ تیمارداری تھا
یہ شیرِ زخم خوردہ محوِ ذوق جاں سپاری تھا

بسیرا ہو چکا تھا قصرِ گلزارِ شہادت میں
مگر مشغول تھا یہ جسم تحصیلِ سعادت میں

شہیدِ زندہ سے اللہ کو اور اک کام لینا[1] تھا
یہودی فیصلہ فرما کے پھر آرام لینا تھا

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرمادی تھی ہادیؐ نے
جگہ ان کے لیے محفوظ ٹھہرادی تھی ہادیؐ نے

یہ چھوٹا قلعہ سا تھا' ایک کہنہ چار دیواری
یہاں تھیں جمع مستورات' مائیں بچیاں ساری[2]

نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دارِ چار دیواری
مسلماں عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری

فقط حسان بن ثابت عرب کے شاعرِ اعظم
بوجہ ضعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم

مگر ان میں نہیں تھا آج حرب وضرب کا یارا
وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہود کا منصوبہ

تھی[1] اس سے کچھ پرے قومِ یہودی کی وہی بستی
بغاوت کر چکی تھی حق سے جس کی فطرتی پستی

فراہم کر چکے جب جنگ کا سامانِ مطلوبہ
تو سوجھا ان کو مستورات پر حملے کا منصوبہ[3]

---

[1] سعد کی رگ اکحل پر ابن العرقہ کا تیر لگا تھا جو کاری تھا مگر وہ برابر مشغول جہاد رہے خندق کی لڑائی ختم ہونے پر تیمارداری کی کوشش کی گئی لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت سعدؓ یہودان قریظہ کے حلیف تھے اور نبیؐ کے حکم سے ان کو سمجھانے بھی گئے تھے لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی تھی سعدؓ نے دُعا کی تھی یا اللہ مجھے ان یہود کے انجام تک زندہ رکھ دعا قبول ہوئی احزاب کی جنگ کے بعد بنو قریظہ کا معرکہ پیش آیا' حضرت سعد دونوں جانب سے حکم بنائے گئے تھے' انہوں نے یہود کی اپنی شرح کے مطابق فیصلہ کیا اور اسکے بعد جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ (دیکھو طبری وخمیس) [2] مستورات مدینہ اور بال بچوں کو ایک گڑھی میں (جو حضرت حسان بن ثابت کی ملکیت تھی) جمع فرمادیا گیا تھا۔ [3] حضرت حسان بن ثابت عرب کے بہترین شاعر تھے' آپ شاعرِ اسلام تھے اور آپ نے اپنے کلام سے اسلام کی بہت بڑی خدمت فرمائی آپ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا کہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے (دیکھو تاریخ خمیس)

[1] یہ جگہ بنو قریظہ یہود کی آبادی کے قریب تھی۔ یہودیوں۔ نے اس گمان پر کہ تمام مرد مجاہدین رسول اللہ کے ساتھ ہیں۔ اس گڑھی پر حملہ کا منصوبہ کیا۔ (دیکھو طبری وخمیس)

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بہت عبد المطلب ہمشیر حمزہؓ کی   کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر حمزہؓ کی
نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہردم جھروکے سے   مبادا دشمنانِ دیں ادھر آ جائیں دھوکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہردم   بغاوت کے نظر آتے تھے آثار ونشاں ہردم[1]
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے   کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
اچانک اک نرالا فتنۂ سالوس بھی دیکھا   بزیرِ سایہ دیواراک جاسوس بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلاشک قصرِ امن آثار میں رخنہ   یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ
صفیہؓ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر   لگائی چوب سے اک ضرب اس مردِ مسلح پر[2]

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

یہ ضرب دستِ حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈارا   دماغ و استخواں کا رہ گیا اک بدنما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے   وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھی خاصی فوج کے پہرے[3]
دوبارہ رخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے   سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیرۂ حمزہؓ نے وہ کارِ دلیرانہ   قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ

---

[1] حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حمزہؓ سید الشہداء کی بہن نے دیکھا کہ یہودی فوج بار بار منڈلاتی ہے پھر ایک دن دیکھا کہ ایک جاسوس چار دیواری کی دیواروں کی حفاظت کر رہا ہے آپ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا جاؤ باہر جا کر اسے قتل کر دو' حسان نے کہا کہ بی بی میں اس کام کا ہوتا تو اس چار دیواری کی بجائے جنگ میں ہوتا (طبری)

[2] حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور قلعہ سے نکل کر اس یہودی کے سر پر ماری کہ سر پھٹ گیا' آپ واپس آ گئیں اور حضرت سے کہا: یہ کام تو میں نے کر دیا اب تم جاؤ اور اس کے کپڑے اتار لو اور اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دو تا کہ یہودیوں کی فوج پر رعب چھا جائے حضرت حسان نے کہا: بی بی جانے دیجئے مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں حضرت صفیہ نے پھر جا کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا (دیکھو ابن اسعد تاریخ خمیس وغیرہ)

[3] یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں حفاظت کے لئے فوج بھی ہے اس لیے انہوں نے پھر اس طرف کا رُخ نہیں کیا (دیکھو زرقانی)

وہ بزدل ہیں بوقتِ خطرہ جو ورلاپ[1] کرتی ہیں
مسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مسلمانوں کا انتہائی استقلال

سرِ خندق مسلسل تھا ہجومِ عام دشمن کا
مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام دشمن کا
کمانیں، گوفنیں، تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر
برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر
ادھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے
کہ جن کی جان پر یہ تیر یہ پتھر برستے تھے
نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر
صحابہؓ جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر
اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھوکے پیاسوں کو
فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو
انہیں تسکینِ کامل تھی کہ ہم منہاجِ حق پر ہیں
نئی تاریخِ انسانی کے زریں سرورق پر ہیں
دلِ ہر مردِ مومن کو خبر تھی اس سعادت کی
کہ غازی بن چکے باقی ہے اب دولت شہادت کی
شہادت یاب ہونے کی تمناؤں سے غازی تھے
بحکمِ کار سازِ کار محوِ کار سازی تھے
شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی
شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی
یہی اک جذبۂ صدق و صفا انجام بینوں کا
کھوّیا بن گیا سیلابِ ظلمت میں سفینوں کا

* * *

---

[1] ورلاپ ہندی میں رونے پیٹنے کو کہتے ہیں۔

امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقابلِ برداشت سردی تھی   ہزاروں زخم تن پر یہ خدا والوں کی وردی[1] تھی
صحابہؓ آگ روشن کرنہ سکتے تھے بجبوری   کہ ہر دم خطرۂ شبخوں میں تھیں شبہائے محصوری
ادھر کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے   لنڈھاتے تھے شرابیں ناچتے تھے اور گاتے[2] تھے
بہ کوہ و دشت تا حدِ نظر بھوتوں کے ڈیرے تھے   بہر سو ناریوں کی آگ سے روشن اندھیرے تھے
دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں   سکوتِ شب میں نفسِ مطمئنہ کی زباں آنکھیں
نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا   نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا
بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیت قلیل ان کی   مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی
نمایاں تھی مگر سامان اور تعداد کی قلت   ہلاکت بارِ طوفاں میں گھری تھی کشتیٔ ملت

صحابہؓ امتحان میں پورے اُترے

مقاصد جن کے اونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے   زمانے میں انہی کا امتحاں بھی سخت ہوتا ہے
مگر دعوائے تسلیم و رضا کا امتحاں توبہ   محبت کا' صداقت کا' وفا کا امتحاں توبہ
کڑا تھا امتحاں یہ ادعائے حق پرستی کا   جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک بستی کا
خدا نے امتحاں فرما لیا تھا اپنے بندوں کا   ہوا ثابت کہ دل مضبوط ہے ان حق پسندوں[3] کا

---

[1] سردی انتہا کی تھی۔ شدید ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر جاتے تھے بولنے تک کی سکت نہ ہوتی تھی (تاریخ العمران)

[2] قبائل راتوں کو الاؤ روشن کرتے تھے اونٹ کا گوشت بھونتے اور ناچتے گاتے تھے ہر جگہ آگ ہی آگ روشن نظر آیا کرتی تھی (العادۃ العرب)

[3] من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم ومن قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلو تبدیلاo

مومنوں میں ایسے شخص ہیں جو وعدہ انہوں نے خدا سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا' ان میں بعض اپنے فرض سے فارغ ہو گئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اپنے قول سے بدلے نہیں۔

نبیؐ شامل تھا خود بھی اپنی امت کے مصائب میں
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحائب میں
وہ خود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا
دکھا کر معجزے امت کو اپنی استقامت کے
عطا فرما رہا تھا حوصلے فوق الکرامت کے
اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اٹھاتا تھا
مگر اصحاب کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا
یہاں مقصود تھی انسان میں تطہیر جوہر کی
کہ تھی یہ امتحاں گہ ایک بھٹی کیمیاگری

آنحضرتؐ کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ مواج نے آخر
دُعا کو ہاتھ اٹھائے صاحبِ معراج نے آخر[۱]
دعا کی اے خدا، امداد کر اخلاص مندوں کی
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی
تری خاطر یہ بندے آج محوِ جاں نثاری ہیں
کہ ان کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں
تجھی سے صبر و استقلال کی دولت بھی پائی ہے
عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے
رہِ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر
تیرے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر
دُعا سنتا ہے یارب تو زبانِ بے زبانی کی
طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی
الٰہی ان کے سر سے ابتلائیں دور فرما دے
ہجومِ کفر کی ساری بلائیں دور فرما دے
ترا گلشن ہے جس پر ابرِ ظلمت بار چھایا ہے
مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے
تو بیشک جانتا ہے نیتِ کفار کو یارب
پراگندہ کر اس جمعیتِ کفار کو یارب
الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے
انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے
الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آئے
دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

---

[۱] دیکھو بخاری کتاب المغازی غزوۂ خندق اور زرقانی

الٰہی دعویٰ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

احزاب کی آخری رات

ظالموں کی پریشانی

مصیبت حد سے جب گزری تو آخر یہ مقام آیا دعاؤں کی قبولیت کا طائر زیرِ دام آیا
عشا کے بعد حضرت نے دُعا کو ہاتھ اُٹھائے تھے وہاں کُفار کے سالار اک محفل جمائے تھے
ابوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہِ قبائل تھا مسلمانوں کا استقلال مرکزِ مسائل تھا
بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے بہت غصے میں تھے، خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے
ابُوسفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا
قبائل کے سبھی سردار اسے الزام دیتے تھے سپہ سالار بوداہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں رکھا گیا یثرب کی طاقت سے تمہارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے
پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے
شبانہ روز لڑنے حملہ کرنے میں گزرتے ہیں سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں
ہزاروں بار ہم نے شہر کے اوپر کیئے دھاوے مگر ہر بار رہواروں کو دینے پڑ گئے کاوے
نہ داخل ہو سکا بستی میں اپنا ایک بھی دستہ مسلماں ہر جگہ روکے کھڑے ہیں شہر کا رستہ
برونِ شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو پہنچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ تک رسد ان کو

نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو   کہ زک ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو

کوئی شے وادیٔ محصور میں آنے نہ دی ہم نے
کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے

مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں' وہ لڑ نہ سکتے تھے   ہزاروں کے مقابل چند سویوں اڑ نہ سکتے تھے
میسر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا   تیا پانچا وگرنا ہو چکا ہوتا مدینے کا
وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے   انہیں ہتھیار دے دیتا ہے' ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیان کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا   کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا
مگر ثابت ہوا قومِ قریش اب ربع خالی ہے   وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے
خداوندانِ کعبہ بھی بظاہر آج بے گُن ہیں   مسلماں سچ تو کہتے ہیں کہ صمٌ اور بکمٌ ہیں
کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا   کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا
یہ خندق راہ میں حائل سہی' آخر تو خندق ہے   سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی منہ فق ہے
مناسب تھا کہ یہ گتھی سپہ سالار ہی کھولے   کسی کو حق نہ تھا اپنے بڑوں کی بات میں بولے
ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا' تعمیل کی ہم نے   کہیں دم ہی چرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے
نتیجہ یہ کہ سارے لشکری حیران و ششدر ہیں   ہمیں جس تھان پر باندھا تھا تم نے ہم وہیں پر ہیں
ہم اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خیل خیل ان کو   سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولھو کے بیل ان کو

یہودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہودی جو ہمارے پاس آئے تھے   بقولِ خود بڑے تدبیر والے اہل رائے تھے
وہ کہتے تھے ہمیں وہ خود کریں گے شہر میں داخل   نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل
وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلا دیں گے   جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتا دیں گے
یہودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا   ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا!
کوئی رستہ بتاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں   اجی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں
نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں   تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں
گدھوں کی دوڑ سمجھے ہیں ہماری جنگ بازی کو   یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو
ہمارے فوجیوں سے مفت پیتے اور کھاتے ہیں   انہی کے ہاتھ پھر جھوٹے نگینے بیچ جاتے ہیں
بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں ہتھ ناٹک سے چالوں سے   جوا بھی کھیلتے ہیں وہ ہماری فوج والوں سے
پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں   سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں
ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر   کہ ان بازاریوں کی گرمئ بازار کی خاطر
شبانہ روز ہم میداں میں لڑتے اور مرتے ہیں   یہودی چین سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلوں کا ذخیرہ ہے   ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے
سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلے   چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلے

یہ وعدہ تھا، مدینے کے حوالی اُن کی حد ہوگی
رئیسانِ یہودی ہی کے ذمّے سب رسد[1] ہوگی

رئیسانِ یہودی اب نظر آتے ہیں کم ہم کو
نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو

نئے ہر روز دم دھاگے نئے فقرے نئے جھانسے
یہودی قوم نے گویا نئے چنڈول ہیں پھانسے

طلب غلّہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
فقط ملتی ہے منہ مانگے ہوئے داموں شراب ان سے

رسد ان سے کسی قیمت پہ حاصل ہو نہیں سکتی
وہ کہتے ہیں یہودی قوم غلّے بو نہیں سکتی

قبائل کو رسد[2] کی فکر

ہمیں شک ہے، رسد یثرب کے اندر بیچتے ہوں گے
مسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہوں گے

یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم

گھروں سے ہم بہت کچھ ساز و ساماں ساتھ لائے تھے
کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے

مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہوگی اس قرینے کی
غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اک مہینے کی

وہ سب کچھ کھا چکے ہم رستہ میں جو بھی چھینا تھا
کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا

رسد کے بھیڑ، بکری، اونٹ کھائے جا چکے سارے
لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آ چکے سارے

شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خونِ ساقی ہو

کفّار کا لشکر اور شراب

بہادر لشکری پیتے رہیں تو چست رہتے ہیں
نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں سُست رہتے ہیں

یہ بزمِ رزم قائم ہے جو سچ پوچھے کوئی ہم سے
شرابِ کہنہ و لطفِ کبابِ تازہ کے دم سے

---

[1] رئیسان یہود نے وعدہ کیا تھا کہ جب لشکر قبائل مدینے کی حدود میں آئے گا۔ رسد ہمارے ذمہ ہوگی۔ (تاریخ العمران)

[2] لشکر قبائل میں جو تقریباً ایک مہینے سے محاصرہ کئے پڑا تھا۔ رسد کی قلت

نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے
بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے
نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لا نہیں سکتے
پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصلِ ساغر سے
لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے
یہ خود بھی تُرش رو ہیں شعر بھی کڑوا کسیلا ہے
نکلتا ان کے مونہوں سے برابر مَے لا مَیلا ہے
اگر پی لیں تو اُٹھ کر فوجیوں کا دل بڑھاتے ہیں
اچھلتے کودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں
نقیبانِ "جہالت" یہ ہمارے مدح خواں شاعر
ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجماں شاعر
نہ سمجھو ان کو بکواسی، کہ یہ سب کار آمد ہیں
ہمارے ساتھ ہیں اور محوِ تعریف و خوشامد ہیں
یہ مانا فحش گو ہیں، فحش کار و لاف زن بھی ہیں
یہ مانا بدسرشت و بدنگاہ و بدچلن بھی ہیں
مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں
ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سے راتوں میں
یہ ایسا بھانڈپن کرتے ہیں ایسے گیت گاتے ہیں
کہ سُننے دیکھنے والے نہایت لطف اُٹھاتے ہیں
سُنو جس دم تبرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہوں
انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں رنگ بھرتے ہوں
وہ ساعت جبکہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے
اہاہاہا، اوہو ہو ہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے
کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سر ہلاتا ہے
کوئی تانیں اُڑاتا ہے تو کوئی منمناتا ہے
سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبِ خیالی سے
ہے دیوِ ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے
یہ شاعر لوگ ہیں اُمحوکہٗ دنیائے سرمستی
مزا یہ ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی
شراب ان کو دیے جاؤ سنے جاؤ کلام ان کا
یہ مینڈک پی کے ٹراتے ہیں طُرفہ ہے زکام ان کا

فقط ایسے تماشے کے لیے اک شے ضروری ہے　　کہیں سے بھی ملے، کوئی پلائے، مے ضروری ہے
یہ مستانے جو اکثر عامیوں کی نُقلِ محفل ہیں　　بھلا یہ بن پیے دو حرف بکنے کے بھی قابل ہیں؟
اگر اک مرتبہ حیلے حوالے سے انہیں ٹالیں　　تو اپنے مُحسنوں کی بھی یہ فوراً ہجو کہہ ڈالیں
دیے جاؤ انہیں چھینٹے شرابِ ارغوانی کے　　وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے
ملی جس دن نہ مے ان شاعرانِ کینہ پرور کو　　ہمارے ہی خلاف اُس دن یہ بھڑکائیں گے لشکر کو
اب اظہارِ حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سر دردی　　جو حالت ہے سپہ سالار سے ہم نے بیاں کردی
رسد بھی تھڑ چکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے　　ہمارا حال کیا ہوگا؟ یہ ہر صورت[1] سوالی ہے

ابُوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے　　بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے
یہ تقریریں سُنیں جب سربراہانِ قبائل کی　　ابُوسفیاں نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی
جواب ان کا ضروری تھا کہ اب تاخیر مشکل تھی　　یہاں اب لمبی چوڑی منطقی تقریر مشکل تھی
اٹھا، ڈاڑھی کھجائی، مسکرایا دانت دکھلائے　　مخاطب کرکے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سربلندو سرفرازو اور سردارو　　یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نردِ دغا یارو[2]
یہودی قوم سچ مچ جذبۂ غیرت سے عاری ہے　　مرا ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے
جوابِ آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے　　اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے

---

[1] محاصرہ جس قدر طول ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان نہ تھا (سیرت)

[2] یہود جنہوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف یکجا کیا تھا اب کھلی لڑائی سے پرہیز کرتے تھے (تاریخ العمران)

وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نام آور بھی   ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور دلاور[1] بھی
یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیرِ نظر بندی   تو پھر ہم جنگ کے میداں میں کودیں گے بہ خورسندی
ہماری نیتوں پر اب ہے شکِ اختلال ان کو   ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو
ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر بضد ہیں وہ   اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متحد ہیں وہ
علاوہ اس کے روزِ سبت بھی باہر نہ آئیں گے   لڑائیں گے ہمیں لیکن وہ خود زد پر نہ آئیں گے
جو اِن کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں   پرانے ملنے والے ہیں انہیں پہچانتا ہوں میں
وہ دھرنا مارے بیٹھے ہیں خزانوں پر گداموں پر   رسد دینے کو ہیں تیار لیکن نقد داموں پر
خیال ان کا یہ ہے جس دم گھسیں گے ہم مدینے میں   تو شاید لوٹ پڑ جائے خسیسوں کے دفینے میں
اگر کردیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا   خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائے گا مال ان کا
اگرس مال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی   تو زیرِ تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی
عرب کو لُوٹنا لیکن عرب والوں سے غیریت!   کمینے ' بے وفا ' غدار ' قُرم ساق بدنیت!

دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دور ہو بیٹھے   مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے
مری تجویز یہ ہے کل سویرے نور کے تڑکے   مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑکے

---

[1] نعیم بن ثقفی قبیلہ غطفان کے رئیس تھے وہ قریش سے ملے انہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ ایسی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ نعیم نے یہود سے کہا: قبائل مال وزر کے طالب ہیں مسلمانوں کے پاس مال کہاں؟ اور اگر وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم اکیلے مسلمانوں کے رحم پر رہ جاؤ گے' مناسب یہ ہے کہ عام حملے میں شامل ہونے سے پہلے قریش اور قبائل کے چند سر برآوردہ آدمی بطور یرغمال اپنے قلعہ میں منگا لو تا کہ تم سے یہ لوگ دغا نہ کریں ادھر قریش وغیرہ سے کہا کہ یہود شاید مسلمانوں سے مل جائیں ان کا ارادہ ہے کہ تمہارے افسروں کو یرغمال کے طور پر قید کر لیں پھر جب ابوسفیان نے یہود سے کہا کہ آؤ عام حملے میں ہمارے ساتھ شریک ہو تو یہودیوں نے کہا کہ سبت کے دن ہم جنگ نہ کریں گے علاوہ ازیں چند سر کردہ سرداروں کو ہمارے قلعہ میں بھیج دو تا کہ ہمیں تقویت رہے۔ یہ سن کر کفار کو یقین ہو گیا کہ یہودی دغا بازی پر آمادہ ہیں۔ اس طرح پھوٹ پڑ گئی۔ (دیکھو ابن ہشام زرقانی وغیرہ)

کریں ہم متفقہ فوج سے اک زور کا دھاوا[1]   کہ ہو شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا
نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی   نہ جمعیت ہی قائم ہے نہ قوت اور ست باقی
ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر   گرے آندھی کی صورت بارش تیر و تبر ان پر
ادھر خندق کے اوپر جنگ سرانجام ہو جائے   ادھر سے اندرونِ شہر قتلِ عام ہو جائے
قبائل کے بہادر سربراہو گردن افرازو   ابھارو لشکروں میں جوش جانبازی کا جانبازو
مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل   تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے بھی ہو گئے حاصل
یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو   فنا کر دیں سویرے منہ اندھیرے حق پرستوں کو
مسلماں ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے   کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے
یہ سیم و زر یہ سب غلے خزانے اور میخانے   پڑے ہیں سامنے تم کو دیے ہیں لات و عزیٰ نے

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر   ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانبِ لشکر
سراپردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا   ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا
سحر کو متفقہ متحدہ فوج کا حملہ   بقا کی ایک کشتی پر فنا کی موج کا حملہ
خبر کیا تھی ابھی تو نہیں سحر میں رات حائل ہے   کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے
بشر خالی ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے   وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے
ابوسفیان بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اس کو   یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی اُمید تھی اس کو
خبر کیا تھی محمدؐ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں   خبر کیا تھی زمیں پر حاملانِ عرش آئے ہیں

---

[1] ابوسفیان وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن قبائل کی تمام فوجوں کا حملہ کر کے مدینے ہی جام کر لیں (تاریخ العران)

آندھی کا حملہ

ابوسفیاں نے دی آواز دستر خوان بچھواؤ
بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کو لاؤ
تعیش نے کیا سامان بے اندازہ و وافر
شرابِ کہنہ کے شیشے طعام تازہ و وافر
مسلمانوں کا خوں لے کر ارادے اور نیت میں
ابوسفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں
ابھی کھانے نہ پائے تھے' ابھی پینے نہ پائے تھے
اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے
اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
بھری مونہوں میں جس نے خاک' دستر خوان الٹایا
کبابوں کی اڑیں قابیں' لڑے شیشے شرابوں کے
شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قرابوں کے
ابھی نکلی نہ تھیں چیخیں بھی ان مونہوں سے حیرت کی
کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی
طنابیں چرچرائیں' چوب لہرائی' اڑا خیمہ
غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ
ابوسفیاں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
مقدر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا[1]
رواں تھا ایک سیلابِ عظیم الشان آندھی کا
اچانک آپڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا
اڈتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
توے الٹے اندھیں چولہوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں
جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگیں آگین
اٹا تھا ہر بشر کا فرق وچشم و گوش مٹی سے
ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پرجوش مٹی سے
دلِ ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی
بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی
طمانچے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
مسلسل پے بہ پے خوف اور دہشت کے دریڑے تھے

---

[1] اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں' کھانے کے دیگچے چولہوں پر الٹ الٹ جاتے تھے (سیرت النبی)

کفار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آندھی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی   ہزاروں وسوسے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی
ابوسفیاں کا دل تھا حلق میں اب ہول کے مارے   گنہ جتنے کیے تھے آ رہے تھے سامنے سارے
ستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پر   وہ آندھی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پر
نظر آتی تھی اک جھونکے میں صد پاداش کی صورت   اندھیرے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی صورت
زمیں بھونچال سے ہلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی   گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
خبیبؓ و زیدؓ دو اللہ کے بندے تھے تصور میں   ابوسفیاں تھا اور پھانسی کے پھندے تھے تصور میں

تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو
تو اپنی ہی رگِ گردن نظر آئی کمند اس کو

ابوسفیان سمجھا قیامت آئی

زمیں پر دوڑتے پھرتے نظر آئے جو انگارے   ابوسفیان ان کو بھوت سمجھا خوف کے مارے
ہوا میں اُونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں'   صدائیں کان میں بن بن کے تاکیدِ فرار آئیں
ہوائے تند کے جھونکے تھے یا تھپکار کوڑوں کی   سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی
سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگاہیں   پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں
نہ کوئی بول سکتا تھا' نہ کوئی سر اٹھاتا تھا   ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا
نہ چولہا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا   فقط دہشت ہی دہشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا
خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالتِ بد کا   وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمدؐ کا

یقیں آیا زمیں و آسماں کو طیش آیا ہے　　ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے
یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے　　میری ہی جستجو میں ذرّہ ذرّہ قطرہ قطرہ ہے
محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں　　یہاں سے بھاگ ابوسفیاں، یہاں سے بھاگ ابوسفیاں!

وگرنہ کوئی دم میں تیری شامت آنے والی ہے
محمدؐ نے بتایا تھا، قیامت آنے والی ہے

ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی

پیاپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تُند کی تیزی　　فضا میں تھی بلا کی ہولناکی دہشت انگیزی
وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں　　اُمیدِ زیست تھی چبھتی ہوئی سی پھانس سینوں میں
ضمیرِ مُجرم آلودہ کو تھا احساسِ تنہائی　　ابوسفیاں نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی
بندھا رہتا تھا اس کا اونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں　　ابوسفیاں گھسٹ کر اس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں
پکارا، جو کوئی بھی سُن رہا ہو غور سے سن لے　　سپہ سالار کا اعلان پورے طور سے سُن لے
یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے　　نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے
قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کر دو　　اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جواں مردو
قریشی فوج ہو یا فوج کا ہو کوئی سرکردہ　　سمجھ لے بس غنیمت ہے، اندھیری رات کا پردہ
تم اپنی قوم کو لے کر خموشی سے نکل آؤ　　کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ
قریشی فوج کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں　　گھروں کی راہ لو بھائی، یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

---

[۱] آندھی کے زور سے پریشان اور بدحواس ہو کر ابوسفیان نے قریش کے سرداروں کو آواز دی کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں بہتر ہے ہم واپس چلیں، پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کا عالم تھا کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا بھول گیا (ابن سعد، ابن ہشام و طبری)

ابوسفیان کی بدحواسی

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا   اور اس کے ساتھ ہی رسی سے اپنے اونٹ کو مارا
اُچک کر بلبلایا اونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا   بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا
ابوسفیاں ادھر سے گالیاں اُس کو سناتا تھا   اُدھر سے اُونٹ بیچارا دمادم بلبلاتا تھا
یہ سب کچھ سن رہا تھا عکرمہ بوجہل کا بیٹا   کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا
وہ اٹھا طیش میں آ کر پکارا اے ابوسفیاں   سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو کر اس طرح میداں
چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہی نامردی   اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی
بندھا ہے ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو   دہن سے گالیاں بکتے ہو مٹی پھانکے جاتے ہو
اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو   سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو
قریشی آن بھی آخر بچانی چاہیئے تم کو   چچا اس بزدلی پر شرم آنی چاہیئے تم کو

ابوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابوسفیاں کو شرم آئی   مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی
اندھیرا اور آندھی اور پر اسرار آوازیں   فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افگار پروازیں
ڈرانی اور ہیبت ناک دھمکاتی ہوئی شکلیں   تحکم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں
وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلاق تھا جن کا   ضمیرِ بدنہاداں پر تصور شاق تھا جن کا
یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی   نفس کی آمد وشد تھی مہورت پائے رفتن کی

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل پاس ہی تھا اس نے ابوسفیان کو تلخ الفاظ کہے اور شرم دلائی ابوسفیان پہلے تو رُک گیا کہا اچھا تم لشکر کو ترتیب دے کر واپسی کا انتظام کرو پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اونٹ کا گھٹنا کھولا اور تن تنہا سب سے آگے آگے روانہ ہو گیا۔ (دیکھو ابن ہشام)

صدائے عکرمہ سے بوجھ اترا ذمہ داری کا
بہانہ ہاتھ آیا حیلۂ بے اختیاری کا
اتر کر اب بمشکل اس نے گھٹنا اونٹ کا کھولا
مگر پھر اُس پہ چڑھ بیٹھا بلند آواز سے بولا
بھتیجے عکرمہ لو، میں تمہیں نائب بناتا ہوں
قریشی فوج کو تم لے کے آؤ میں تو جاتا ہوں
ہوا آئی ہے لے کر اک جہانِ لق ودق ہم پر
اُلٹ کر آپڑیں گے صبح تک چودہ طبق ہم پر
مرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
غبارِ مرگ کی اس قبر سے باہر نکل آؤ
وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے
عرب کی ان ہواؤں کا ابو سفیان ماہر ہے
ابوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
اندھیرے اور آندھی کی ردا میں گم ہوا سایا
فقط راہِ فرار آسان تھی پائے تصور پر
ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشتِ اشتر پر

لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا
سپاہی سن رہے تھے عکرمہ بھی بکتا جھکتا تھا
سپہ سالار کا میداں سے چل دینا قیامت تھا
خبر لشکر میں پھیلی شوم کا مذکور شامت تھا
بھلا اب کون رکتا کس میں باقی تھا یہ دل گردہ
قریشی فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مُردہ
اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب کے سب بھاگے
وہ اس سے دس قدم آگے یہ اس سے دس قدم آگے
قبائل کے جیوشِ قاہرہ نے بھی خبر پائی
قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی
یہودی چوکیاں بھی جا چکی تھیں قلعہ کے اندر
نظر آتے نہ تھے میداں میں اب ناچتے بندر

ہراسِ عام ان پھیلی ہوئی افواج میں پھیلا   فضا میں گالیاں گونجیں اٹھااک شوروا ویلا
انہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا   اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا[1]
اُڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
سحر تک خاک اڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

مدینے کی صبح

بلا کا عبرت افزا انقلابِ چرخِ گرداں تھا   ابھی اک شور برپا تھا، ابھی اک ہو کا میداں تھا
سحر کے وقت جب گونجی صدا اللہ اکبر کی   تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی
نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا   ہوائیں معتدل تھیں اور نُورانی سویرا تھا
نسیمِ صبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے   طلوعِ مہر کا عالم تھا ذرے مسکراتے تھے
نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہرِ خاور نے
محمدؐ کا مدینہ چھا لیا تھا فضلِ داور نے

---

[1] قریش کو جلد معلوم ہو گیا کہ ابوسفیان چلا گیا ہے وہ بھی اس اندھیرے میں بھاگے قبائل میں بھی جلد ہی یہ خبر پھیلی انہوں نے معلوم کیا تو قریش جا چکے تھے اور یہود اپنے قلعے میں جا چھپے تھے قبائل بھی غصے میں بھرے ہوئے چلے دیئے۔ (دیکھو ابن ہشام)

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

* * *

[illegible]

[illegible]

* * *

[illegible]

[illegible]

* * *

[illegible]

[illegible]